Done

تکملۂ تاریخ انگلستان

جلد پنجم

سلسلۂ نصابیاتِ علمیۂ جامعۂ عثمانیہ

تکملہ

تاریخ اہل انگلستان

جلد پنجم

یعنے

جان رچرڈ گرین کی ''اے شارٹ ہسٹری آف دی انگلش پیپل'' کا اردو ترجمہ

مترجمۂ

قاضی تلمذ حسین صاحب ایم اے

رکن شعبۂ تالیف و ترجمہ

جامعۂ عثمانیہ

۱۳۴۲ھ م ۱۳۳۳ف م ۱۹۲۴ء

مطبوعۂ دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

"یہ کتاب مسرز میکملن اینڈ کمپنی کی اجازت سے
جنہیں حق اشاعت حاصل ہے اردو میں ترجمہ
کرکے طبع کی گئی ہے"

فہرست مضامین

جزاوّل - انقلاب معاشری

۱۸۱۵ - ۱۹۱۴

معرکۂ واٹرلو کے بعد کی صدی میں جس کثرت سے حوادث و واقعات پیش آئے یہاں ان سب کا احصا نا ممکنات سے ہے، حرفتی انقلاب کے وسیلے سے آزادی کا راستہ صاف کرنے اور کُل باشندگان ملک کو کامل شہری حقوق حاصل کرنے پر متحد کرنے میں قوم نے جیسی جان توڑ کوششیں کیں ان کے سامنے خود نپولین کی لڑائیاں بھی انگلستان کے نیک و بد کے لیے زیادہ پرخطر و نازک نہیں معلوم ہوتیں اور نہ ان لڑائیوں میں اُس سے زیادہ جوش و خروش کا اظہار نظر آتا ہے۔ اس سو برس کے اندر سلطنت کے ہر ایک درجے و طبقے میں تغیر عظیم واقع ہوگیا ہے، اور اس کے ساتھ ہی خود سلطنت کے اندر، نظریہ حکومت، منبع اقتدار اور عملدرآمد اختیارات کے متعلق حالات کچھ سے کچھ ہوگئے ہیں۔ تحریری قوانین کا سارا مجموعہ لفظاً یا معناً بدل گیا ہے، اور ۱۸۰۰ء میں کتاب قوانین کے اندر جو قوانین ثبت تھے، اِن میں سے اب چند ہی قوانین غیر مبدل حالت میں رہ گئے ہیں۔ اس سے قبل بھی دو مرتبہ ایسا ہو چکا ہے کہ ہنری دوم و ہنری ہشتم کے ایسے پر زور حکمرانوں نے انگریزی معاشرت کو اجرائے قانون کے ذریعے سے ایک نئے رستہ پر لگا دیا تھا مگر تشریعی تغیر کا یہ تیسرا دور جس کے مسلسل اصلاحات کی کوئی نظیر و مثال تاریخ انگلستان میں نہیں ملتی، خود قوم کا پیدا کردہ تھا۔ حکومت خود اختیاری اور روح آزادی کی قدیمی روایات انگلشیہ کی غیر مقلل قوت نے ملک میں قومی زندگی کے نشو و نما، اور مستعمری شہنشاہی کی تشکیل اور کسی حد تک غیر ملکی

حکمت علمی کی رہبری کی ہے"

صلح

انگلستان جس زمانے میں امریکہ سے کشمکش اور فرانس کی جنگ وجدل میں از سرتا پا پھنسا ہوا تھا، اس زمانے میں معاشری اصلاح تقریباً بالکل بند ہوگئی تھی، مگر اب جو صدی آنیوالی تھی اُس کے تمام دوران میں کوئی ایسا پر صعب بیرونی خطرہ پیش نہیں آیا۔ اس طولانی جنگ کے مصائب کے ذریعے سے انگلستان نے خود اپنے اور دیگر اقوام یورپ کی آزادی کے حق کو ثابت کر دیا تھا، ہر طرف سے فراغبالی و مرفہ الحالی کے راستے کھل گئے تھے۔ فرانس، اسپین اور ڈنمارک کے بیڑے تباہ ہو چکے تھے اور اب سمندروں پر انگلستان کا کوئی حریف مقابل باقی نہیں رہا تھا، دو براعظموں کی باربرداری کا کام تنہا اسی کے قبضے میں آگیا تھا اور وہ خود اپنا مال بے تکان ممالک متحدۂ امریکہ اور جرمنی میں پہنچا رہا تھا، اور ہندوستان کا تو کچھ کہنا ہی نہیں۔ وہاں وہ اپنے ہر ایک حریف کے مقابلے میں کم قیمت پر مال فروخت کر سکتا تھا۔ واقعۂ آرمیڈا کے بعد جیسا ہوا تھا ویسا ہی اب بھی ہوا اور ایک مرتبہ پھر قوم کا سر غرور سے بلند ہو گیا، کہا یہ جاتا تھا کہ قضا و قدر نے ہی طے کر دیا ہے کہ انگلستان تمام دنیا کی اخلاقی حالت کی رہبری کرے، ہم لوگ سال بہ سال اپنے ہزاروں بلکہ لاکھوں ملک والوں کو باہر بھیج رہے ہیں تاکہ وہ کرۂ ارض کے دوسرے حصے کے وسیع ویرانوں اور جزیروں کو آباد کریں۔ جلد تر وہ زمانہ آنیوالا ہے جب اینگلوسیکسن نسل ربع مسکوں کے نصف حصے پر پھیل جائے گی، اگر یہ ہزارہا آدمی ہماری آزادی، ہمارے قوانین ہمارے اخلاق اور ہمارے مذہب کو اپنے ساتھ لیجائیں اور ان دور و دراز ممالک میں ان کو شائع کر دیں تو معلوم نہیں بنی نوع انسان کی خوش حالی میں کیسا پر زور اور کیسا سریع اضافہ ہو جائے گا۔ مدتوں کی کوششوں سے جو نظام سلطنت بنا تھا اس کے متعلق حکمران جماعت میں جو اعتقاد اب عن جد پیدا ہو گیا تھا، اس میں کسی طرح کمی نہیں آئی تھی بلیکسٹن نے ۱۷۶۵ء میں لکھا تھا کہ "اس بزرگ عمارت کو قائم رکھنا، اس کی مرمت کرتے رہنا، اور اسے اور خوشنما بنانا یہ ایک فرض ہے جو خصوصیت کے ساتھ

امرا اور ان شرفائے مملکت کے سپرد کیا گیا ہے جنھیں قوم اپنا نائب بنا کر پارلمینٹ میں بھیجتی ہے،، اور ۱۸۳۰ء میں اسی انداز میں ولنگٹن نے علی الاعلان یہ کہا کہ ،، کسی اصلاح و ترقی کی ضرورت نہیں ہے، اگر اسے انگلستان کے لئے ایک مجلس وضع قوانین بنانا پڑے تو وہ ہرگز یہ دعوے نہیں کر سکتا کہ اسوقت جیسی مجلس وضع قوانین میسر ہے ویسی مجلس وہ بنا سکیگا کیونکہ انسان کی فطرت میں یہ قابلیت ہی نہیں کہ وہ ایسی اعلیٰ خوبی پر ایک ہی قدم میں پہنچ جائے۔ اسکی کوشش صرف یہ ہوگی کہ وہ ایک ایسی مجلس بنائے جسکے نتیجے وہی ہوں جو اسوقت ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔،، قدیم طبقۂ اعیان کو خوف تھا تو یہی کہ مبادا کوئی تغیر نہ ہو جائے۔ انقلاب فرانس کے ہولناک مصائب نے انکی اس تشویش کو اور بھی المضاعف کر دیا کہ وہ حکومت کی اسی صورت کو بلا تغیر و تبدل قائم رکھیں جنھیں خود انہیں سیاسی اقتدار اور اپنے املاک کی نسبت بے خرخشہ طمانیت حاصل تھی۔ انکا دعوے یہ تھا کہ اگر اولاد اکبر کے جانشینی کے قدیمی اصول پر زوال آیا تو اُس کے ساتھ ہی سلطنت کے ستون بھی گرکر پاش پاش ہو جائیں گے۔ سلطنت سے مراد روساء عظام کی پارلیمنٹی حکومت اور انتظام اضلاع پر ان کے مسلط ہونے سے تھی۔ وہ بڑی بڑی ریاستیں جن پر انکی قوت کا انحصار تھا اگر تقسیم ہو گئیں تو ملک کی بہم رسانی غذا پر تباہی آجائے گی۔؛

طبقات جدید

ٹوری اعیانیت کا مطمح نظر یہ تھا کہ ایک ایسی دنیا ہو جسمیں دولتمند غریبوں کی رہبری و حفاظت کریں اور غریب اسی سرپرستی کے تحت میں اطاعت کے ساتھ اوسط درجے کی رواجی مزدوری پر کام کریں اور ان سب کا نفع ایک غیر متغیر نظام سلطنت کو پہنچے، لیکن جب حرفتی انقلاب نے انگلستان کو ایک منتشر آبادی والے زرعی ملک کی جگہ ایک گنجان آبادی والا کارخانہ بنا دیا اور ایک ایسی سوسائٹی پیدا کر دی جسکا سابق میں کہیں پتہ بھی نہیں تھا تو ان اعیان مملکت کو نئے مشکلات کا سامنا پیش آگیا (اس نئی سوسائٹی میں ایک تو متوسط طبقہ تھا جسکی دولت کثیر اور جسکی قوت بھی وسیع تھی اور دوسرے ان مزدوروں کی وسیع جماعت تھی

جو فاقہ کشی کی حد پر پہنچے ہوئے تھے صنعت و حرفت کے پیشہ ور اور کارخانے کے کام کرنے والے دونوں میں سے کسی کو بھی ملک کی حکومت میں کوئی دخل نہ تھا۔ پس انہیں "انگریزی نظام سلطنت کے اس شاندار تماشہ گاہ کی عظمت و وقعت کی کوئی وجہ نظر نہیں آئی تھی جہاں اجارات، اہل کلیسا، اور وظیفہ خواروں کے سوا اور کچھ نہ تھا"، نئی حرفتی دنیا کو اعلیٰ قابلیت پر اعتماد تھا، ملک کی دولت کی بحالی اور اس کے وسیع جنگی قرضوں کی ادائگی کا انحصار انہیں صناعوں پر تھا۔ ڈیوی، ہرسل، واٹ، اسٹفنس، کے ایسے علمائے سائینس، زیکری میکالے، کلارکسن، ولبرفورس کے ایسے مذہبی محبان انسان جیمز مل، سرسیمویل رامیلی، میکنٹاش، ہکسن، جرمی بنتھم اور بہت سے دنیاوی مصلحین، جو ہمہ گیر حق رائے دہی، بیلٹ، اصلاح پارلیمنٹ، آزادی مطابع، منصفانہ و مساویانہ قوانین پر بحث کیا کرتے تھے، یہ سب کے سب انہیں (اہل حرفہ) کے ساتھ تھے۔ ان میں سب سے بلند تر بنتھم کی آواز تھی جو ملک کے تمام لوگوں کے آزاد کرنے کے لیئے بلند ہو رہی تھی۔ بنتھم چونکہ نسلاً طبقۂ متوسط سے تعلق رکھتا تھا اس لیئے وہ ان کے خیالات میں شریک تھا اور آخر انکا برگزیدہ پیشرو بن گیا، اس نے یہ اعلان کر دیا کہ ہر قسم کی حکومت کی غایت افادہ ہونا چاہیئے، یعنی اس سے محکوموں کو فائدہ پہنچے۔ اسکی زندگی جس فیاضانہ جذبے کے زیر اثر چل رہی تھی وہ "زیادہ سے زیادہ تعداد کے لیئے زیادہ سے زیادہ نفع"، کا اصول تھا وہ کہتا ہے "اس خیال سے متاثر ہو کر میں اسطرح چلا اٹھا گویا مجھ پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی ہے۔ ضرورت عامہ کے سامنے توضیع قانون کی بے حرکتی و بے حسی کا جو مدت دراز سے چلی آتی تھی خاتمہ ہو جانا ضروری تھا، اور انگلستان کے تمام قوانین کی اصلاح خود قوم کے فعل سے (جو اپنے بہبود کی آپ نگہبان تھی) ایک ایسی با اختیار پارلیمنٹ میں ہونا چاہیئے جسے حقیقی اقتدار شاہی حاصل ہو۔ اب آئندہ قانون سازی کو ایک مستقل علم ہونا چاہیئے جسکے اصول معین و منضبط ہوں اور قانونی کارروائی ایسی ہونی چاہیئے جس سے ہر شخص کو اپنی حفاظت کا یقین ہو۔ تمام قوانین پر آزادانہ تحقیقات کی اجازت ہونا چاہیئے اور ان کی

بنتھم
۱۸۳۲-۱۷۴۸

خوبی کا واحد معیار صرف "اصول افادہ" ہونا چاہیئے۔ اس اصول کی ضرب ان تمام خرابیوں اور تمام خود غرضانہ اعتراضوں، اور ان تمام عہدوں اور تنظیموں پر پڑتی تھی جن سے عوام کو کوئی نفع نہ پہنچتا ہو۔ اس سے ہر ایک ایسی بے ضرورت قید برطرف ہو جاتی تھی جس سے ہستی انسانی کی آزادی محدود ہوتی ہو۔ بنتھم نے عالم وجد میں جس انقلاب کا مشاہدہ کیا تھا اور جسے وہ اپنی خلقی طباعی اور اعلےٰ انہماک کے ساتھ شائع کر رہا تھا وہ یہی انقلاب تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ "جس آدمی میں کوئی قابلیت موجود ہو اُسکا فرض ہے کہ اسکی قابلیت جسطرح اس کے ملک کے کام آسکے اسیطرح سے وہ اسے کام میں لائے"۔

حرفتی انقلاب

بنتھم نے کہا تھا کہ "ٹوریوں کے لیئے اصول افادہ ایک خطرناک اصول ہے"۔ لیکن (اس اصول کے علاوہ) اور بھی بہت سے امور انقلاب کے نقیب و داعی بنے ہوئے تھے۔ انگلستان کے غربا اسوقت جس مصیبت میں مبتلا تھے کوئی نہیں جانتا کہ اس سے پیشتر کبھی ایسی مصیبت پیش آئی ہو۔ جنگ کے ختم ہو جانے سے پانچ لاکھ آدمی ملک میں بیکار اور آوارہ پھرتے اور سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں فاقوں سے مر رہے تھے۔ اسپر یہ اور مستزاد ہوا کہ کلیں بھاپ کی طاقت سے چلنے لگیں اور انکی روز افزوں ترقی سے نظم حرفتی درہم و برہم ہو گیا اور ایک عام مصیبت برپا ہو گئی جو مدتوں قائم رہی۔ جب مزدور نئے کارخانوں میں بھر گئے اور کارخانے اِن قصبوں میں مجتمع ہو گئے جو جلدی میں تیار کر لیئے گئے تھے، تو ان کاریگروں پر پوری پوری تباہی آگئی جو ہاتھ سے کام کرتے تھے اور اپنے گھروں ہی کے اندر اپنے خاندان اور چند مزدوروں اور شاگردوں کو ملا کر اپنے ہی اوزاروں سے سامان تیار کرتے اور بیچکر خود اُسکا نفع حاصل کرتے تھے۔ کارخانوں میں مزدوروں کے جمع ہو جانے کی حالت یہ تھی کہ ۱۸۲۶ء میں اپنی زمینوں پر رہکر گزر کرنے والی آبادی ایک تہائی بھی نہیں رہ گئی تھی) اٹھارہ برس کے اندر اندر دخانی قوت سے چلنے والے کرگھوں کی

۱۸۱۶-۱۸۳۴ تعداد تین ہزار سے ایک لاکھ تک پہنچ گئی اور ہاتھ سے بننے والے جو کسی وقت میں روزگار کرنے والوں میں خوشحال و بلند مرتبہ سمجھے جاتے تھے وہ یا محتاج سے

مجبور ہو کر مزدوری پیشہ جماعت میں اس طرح مل گئے کہ اُن میں تمیز ہی باقی نہ رہی۔ یہ لوگ اب عمر بھر کے لیئے مزدور ہو گئے اور اپنی محنت کے ثمرے میں انہیں کسی قسم کی اقتصادی دلچسپی باقی نہیں رہی، اور وہ نئی صنعت و حرفت کے طاقتور سرمایہ داروں کے پنجۂ آہنی میں بے بس ہو کر رہ گئے۔ قدیم تر زمانے کی سیدھی سادھی مقامی حکومت بیکار ہو گئی۔ غیر محدود مقابلہ اور "ہر کس برائے خود" کے جدید مسلمات نے اہل حرفہ کے پرانے مقامی رواج کو ناپدید کر دیا۔ علمائے اقتصادیات یہ سوچتے تھے کہ قومی قرضہ اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ کسی ملک نے اتنا بڑا قرضہ کبھی نہیں لیا تھا، دنیا کے بازاروں میں انگلستان کے فروغ سے انکی آنکھیں خیرہ ہو گئی تھیں، اور غیر ملکی رقابت کے خوف سے وہ سہمے ہوئے تھے، لامحالہ انھوں نے یہ اعلان کر دیا کہ ہر شہری کا پہلا فرض اور پہلا حق یہ ہے کہ وہ دولت پیدا کرے اور محنت سے پورا پورا کام لیا جائے اسی کو انھوں نے استقلال و دوام سلطنت کی بھی سب سے پہلی حاجت قرار دیدیا تھا۔ ان کے نزدیک ملک کی خوشحالی اور اس کے باشندوں کی نیک کرداری کا انحصار زندگی کی مقابلتی جدوجہد اور اس آزادی پر ہونا چاہیئے تھا جو ہر شخص کو اپنے لیئے بہترین معاہدہ کرنے کے متعلق حاصل ہو۔ ان میں سے ایک شخص نے یہ کہا تھا کہ روئی کے کارخانے کا نفع اس کے آخری گھنٹے کے کام سے حاصل ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ دعوے کیا جاتا تھا کہ "نیچے طبقے کے لوگوں کے اوقات جسقدر بیکار رہتے ہیں، اسی قدر انکی اخلاقی حالت میں پستی آتی جاتی ہے"، ہر طرح کے اقتصادی و اخلاقی عذر پر محنت کا وقت بڑھایا جا رہا تھا اور مزدوری سستی کیجا رہی تھی کتاب قوانین میں ایک قانون بھی ایسا نہیں تھا کہ جو اس معاملت میں مزدوروں کی حفاظت کرتا ہو۔ ایک طرف کام لینے والے عملاً قانون کی گرفت سے بالکل باہر تھے، دوسری طرف وہ مزدور جن پر معاہدوں کے توڑنے کا الزام لگایا جاتا تھا ان کے متعلق حکام اپنے گھروں ہی کے اندر بیٹھکر تین تین ماہ تک کی قید کا حکم دیدیتے تھے اور انہیں ایک لفظ بھی اپنی مدافعت میں کہنے کی اجازت نہیں ملتی تھی۔ اگر مزدوروں کو مزدوری نہ دیجاتی اور

جدید اقتصادیات

مالک اپنی مقرر کردہ قیمت پر انہیں اپنے گھر سے کھانا دیدیتا تو مزدور کے پاس اسکا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ یہ بھی ہوتا تھا کہ مالک اصلی خرچ کی قیمت پر مزدوروں کو تیار شدہ مال دیدیتا تھا کہ وہ اپنی گزراوقات کے لیئے جسطرح چاہیں اُسے بیچ لیں۔ کارخانوں میں کام کرنے والے مزدوروں کے لیئے حفظانِ صحت و اخلاق کے چند قواعد معین کردیئے گئے تھے۔ وہ قواعد اس قسم کے تھے کہ سال میں دو مرتبہ کمروں میں چونا پھیرا جایا کرے، امیدوار لڑکوں کے لیئے کام کا وقت بارہ گھنٹے ہوا کرے، عورتوں اور مردوں کے سونے کے کمرے الگ الگ ہوں، اور امیدواروں کو اتوار کے روز ایک گھنٹہ مذہب عیسوی کے اصول کی تعلیم دیجایا کرے مگر اس مشورے پر عملدرآمد کرانے کے لیئے قانون میں کوئی دفعہ نہیں رکھی گئی تھی۔ بعد کے قوانین کی رو سے نو برس سے کم عمر کے لڑکے روئی کے کارخانوں میں کام کرنے سے ممنوع قرار دئیے گئے اور سولہ برس سے کم عمر لڑکوں کے لیئے بارہ گھنٹے یومیہ سے زیادہ کام کرنے کی ممانعت ہوگئی۔ اٹھارہ برس سے کم عمر والوں کیلئے کام کا وقت انہتر گھنٹے فی ہفتہ مقرر کردیا گیا، مگر ان قواعد کے نفاذ کا ذریعہ کچھ بھی نہیں تھا، محنت رات دن جاری رہتی تھی، کھانے کے وقتوں میں مشین کے صاف کرنے کے لئے لوگ روک لیئے جاتے تھے۔ ان کو جیب گھڑیاں لانے کی ممانعت تھی کہ مبادا وہ کارخانے کی گھڑی کا امتحان کریں جو قدرتی گھنٹوں کو بڑھا دیتی تھی۔ تازیانے کی سزا بہت کثرت سے دیجاتی تھی، تکلیف دہ بیماریوں کی مصیبتیں عام تھیں اور غیر محصور کلوں سے حادثات کا واقع ہونا ایک معمولی بات تھی۔ اس طریقے کی حمایت میں مہتمم یہ حجت پیش کرتے تھے کہ صرف اسی طریقے سے انگلستان غیر ملکوں کا مقابلہ کرسکتا اور دنیا میں اپنی جگہ قائم رکھ سکتا ہے۔ چونکہ کلوں کی ترقی سے پہلی مرتبہ یہ ہوا تھا کہ مردوں کی جگہ عورتیں اور لڑکے بھی کام کرنے لگے تھے اس لیئے وہ بھی اسی گرداب بلا میں پھنس گئے تھے اور اُنکی مصیبت لاعلاج تھی۔ عورتیں کوئلے کی کانوں میں کام کرتی تھیں، گاڑیوں میں وہ چوپایوں کی طرح سے باندھ دی جاتیں اور چاروں ہاتھ پیر کے بل انہیں یہ

کارخانے ۱۸۰۲

گاڑیاں طول طویل زمین دوز راستوں کے اندر گھسیٹنی پڑتی تھیں۔ اور دن بھر
میں سترہ میل سے تیس میل تک کی مسافت طے کرنا ہوتی تھی۔ پانچ برس کے
عمر کے لڑکے تاریک کانوں کے اندر بھیج دیئے جاتے تھے، ڈیوڈیل کے
مثال نما کارخانے میں پانچ سے آٹھ برس تک کے لڑکے ۶ بجے صبح سے
۷ بجے شام تک کام کرتے تھے اور اس کے بعد مدرسے میں جاتے تھے۔
جب لڑکا نو برس کی عمر کو پہنچ جاتا تھا تو پیرش (حلقۂ مذہبی) کی طرف سے
اسکی امداد بند ہوجاتی تھی کیونکہ اب وہ پورے بارہ گھنٹے بلکہ اکثر چودہ یا سولہ
گھنٹے کام کرکے خود اپنی بسر اوقات کا سامان کرسکتا تھا۔ لوگ دیکھتے تھے کہ
لڑکے راتوں کو کارخانے کے فرش پر پڑے رہتے تھے تاکہ صبح کو سویرے
اُٹھ کر کام کے لیئے تیار ہوجائیں۔ یتیم اور بے وسیلہ بچے امیدواری کے
پردے میں فی الحقیقت بیچے اور خریدے جاتے تھے۔ یہ تذکرے سننے میں
آئے ہیں کہ ان میں سے جو لڑکے بھاگنے کی کوشش کرتے تھے لوہار اُنکے
لیئے بیڑیاں بناتے رہتے تھے اور گھوڑے کسے ہوئے تیار کھڑے رہتے تھے کہ
جو لڑکے کسی طرح بھاگ نکلیں اُن کا تعاقب کرکے انہیں پکڑ لائیں ؎

ہا و قصبات

کام کرنے والوں کے لیئے اُن کے گھروں میں بھی آسائش کی صورت
نہیں تھی، نئے آباد شدہ شہروں کے "پر آلام آشوب" میں یہ لوگ
نہایت ہی کس مپرسی کی حالت میں جمع کردیئے گئے تھے، یہ لوگ ان مکانوں
میں بھر دیئے جاتے تھے جو حریص وطماع سرمایہ داروں نے اپنے چھوٹے چھوٹے
صحنوں کے اندر بنا دیئے تھے، انکی کوٹھریوں کی قطاریں بدرو کی طرح معلوم ہوتی
تھیں، مکانات کے جو سلسلے انکے لیئے ہوتے تھے ان کے درمیان سے
ایک ہاتھ دستی ٹھیلہ بھی نہیں گزر سکتا تھا۔ آدمیوں کے ساتھ کوڑے کرکٹ کا
انبار بھی ہر طرف پڑا رہتا تھا، دائمی انجرات سے ہوا بدبودار ہوجاتی تھی،
فرش کبھی خشک نہیں ہوتا تھا پانی کی بہم رسانی کا انتظام نہیں تھا، نکاسی کی نالیاں
ناپید تھیں، خاکروبوں کا گزر تک نہیں تھا، آخور کے ڈھیر کاشتکاروں کے
ہاتھ کھاد کے طور پر فروخت ہوتے تھے۔ ۱۸۴۸ء تک یہ حالت تھی کہ صرف

دو ایسے شہروں کا پتا چلتا ہے جہاں غرباء کے مکانوں سے غلاظت سرکاری خرچ پر اٹھائی جاتی ہو۔ بخار ان مکانات سے کبھی دور نہ ہوتا تھا جہاں کمزور لوگ "عفونت میں گھل گھل کر مرنے کے لیئے پڑے ہوتے تھے"۔ بلدیہ جماعتیں جنھوں نے کسی دوسرے ہی زمانے اور دوسرے ہی عالم میں جنم لیا تھا وہ ان نئے حالات کے مقابلے میں بے بس ہو رہی تھیں۔ ہر ایک "ڈبرو" کے خاص خاص رواج تھے اور اپنے ہاں کی آزادی اور حق رائے دہی کے عطا کرنے کے لیئے ہر ایک کے خاص طریقے تھے اور ہر ایک مجلس کی مخصوص ہیئت تھی مگر مجلس تجار و مجلس تجارت کی جو قدیمی روایت چلی آ رہی تھی اس میں سب یکساں تھیں، اس روایت نے انھیں سکھا دیا تھا کہ وہ از اول تا آخر اپنے ہی ارکان کے تجارتی مفاد پر نظر رکھیں اور غیروں کو ہر ایک استحقاق سے خارج کر دیں۔ قصبے کی ملکیت کی صورت یہ تھی کہ شخصیہ کیمبرج نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ (کیمبرج) واقعاً شخصیہ کی ملک ہے اور انھیں (یعنی ارکان کو) یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ملکیت کے متعلق جو چاہیں کریں"، ان کے مالیات راز میں رہتے تھے۔ شہر کی مجلسوں پر نہ سرکاری نگرانی تھی نہ ان میں کسی قسم کی عام نمائندگی ہوتی تھی جس سے مزدوروں کے آنے والے انبوہ کی حفاظت ہو سکے، یہ لوگ تو "اغیار" تھے جو میدانِ اجل میں جمع ہو گئے تھے۔

زراعت ۱۸۱۶ء میں زراعت عام حرفتوں کی سرتاج تھی، تجارت اور صنعت و حرفت کی آمدنی کا اندازہ تین کرور بینتالیس لاکھ کیا جاتا تھا بہ خلاف ازیں قابضان اراضی کی صرف اداشدہ لگان کی مقدار تین کرور سترہ لاکھ تک پہنچ جاتی تھی، لیکن جہاں ایک طرف زراعت کو ترقی ہوتی جاتی تھی اور گیہوں کے وسیع کھیتوں کی پیداوار سے انگلستان کے غلے کی نوے فیصدی ضرورت پوری ہوتی تھی، وہیں دوسری طرف وہ زرعی مزدور جن کی تعداد ملک کی حرفت میں سب سے بڑھی ہوئی تھی، وہ بہت ہی مبتذل ماتحتی کی حالت میں آ گئے تھے۔ ایسے بڑے بڑے علاقوں کے برابر بڑھتے جانے سے جنھیں بے زمین والے مزدور کام کرتے ہوں، ایک ایسا ونیاوی انقلاب رونما ہو گیا جس نے

آہستہ آہستہ قصبات کی زندگی کو بدل دیا۔ سترہویں صدی کے ججوں نے جب مجبور ہوکر زمینداروں کا یہ حق تسلیم کرلیا کہ انتظام و قرارداد کی رو سے وہ اپنے علاقوں کو مربوط کرسکتے ہیں تو چھوٹی چھوٹی اراضیداری کی تعداد بالاستقلال گھٹنے لگی۔ خریداری کے لیئے کوئی زمین باقی نہیں رہی۔ اُفتادہ زمینوں جنگلوں اور مشترکہ اراضی کو احاطہ بنا لینے کی وجہ سے زمین پر عام اشخاص کے آخری قبض و دخل کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ سترہویں صدی سے صاحب زمین طبقۂ اعیان کو وضع قوانین پر کامل اقتدار حاصل ہوگیا تھا اور اُن کے تحت حکمرانی میں تغیرات بہت سرعت کے ساتھ وقوع پذیر ہوئے۔ خلف اکبر کا استحقاق وراثت اور اس کے ساتھ بڑے بڑے علاقوں کا ایک ہی شخص کے ہاتھ میں جمع ہو جانا سلطنت کے استحکام کے لیئے تو لازمی سمجھا ہی جاتا تھا اب تک کے لیئے اقتصادی طور پر غذا کے مہیا کرنے کے لیئے بھی اسکی ضرورت کچھ کم نہیں بتائی جاتی تھی۔ احاطوں کا بنانا کسی وقت میں یا تو رضامندی باہمی سے یا چیرہ دستی سے وجود میں آتا تھا، مگر اب این کے وقت سے نج کے قوانین کے بموجب یہ کام جاری کیا گیا، اور مجلس وضع قوانین کو یہی فکر دامنگیر تھی کہ کسطرح اس کارروائی کو اور زیادہ کم خرچ و آسان بنایا جائے جسے ایک قومی منفعت کا کام سمجھا جاتا تھا۔ دورانِ جنگ میں خوراک کے مہیا کرنے کی حاجت، ترقی پذیر آبادی کے ضروریات، علمی طریق پر زراعت کے مصارف، تجرباتی اقتصادیوں کی نئی تعلیم یہ سب وہ موثرات تھے جنھوں نے صاحب قوت طبقۂ زمیندار ان کو زیادہ سرعت کے ساتھ احاطوں کے قائم کرنے، اخراجات کے گھٹانے اور مخالفت کے دبانے کی جدوجہد میں مدد دی۔ اگر سلطنت کے مفاد کا اقتضا یہ تھا کہ ملک میں اراضیدار کاشتکار قائم رہیں، تو اس صاحب غرض گروہ کا نفع ہر طرح اسی میں تھا کہ کاشتکاروں کا یہ طبقہ شکست ہو جائے۔ پارلیمنٹ میں ایک تیز و تند جدال کے بعد ایک عام قانون اس غرض سے منظور ہوگیا کہ نج کے تمام قوانین میں یکسانی اور اُن کے عملدرآمد میں آسانی پیدا کیجائے اور اس عام قانون کے تحت میں نج کے ان تمام قوانین کو منظور کرلیا گیا۔ یہی دن ان لوگوں کی

فتحمندی کا دن تھا جو ہر جانب اور ہر ایک زمین پر احاطوں کے قیام کے حامی تھے اور اسی دن ان کے مخالفوں کو خاک میں ملا دینے والی شکست نصیب ہوئی۔ اس کے بعد نہایت عاجلانہ سرعت کے ساتھ یکے بعد دیگرے دو ہزار قوانین مشترکہ احاطوں کے قیام کے متعلق جاری ہوئے۔ قوانین انتظام واحاطہ کے زیر اثر زمین پر زمینداروں کا قبضہ مامون و مستحکم ہو گیا تھا۔ جائداد غیر منقولہ کے متعلق رائے دینے کے لئے جو شاہی کمیشن مقرر ہوا تھا اس نے یہ ظاہر کیا کہ "چند غیر اہم مقبوضات سے قطع نظر کر کے انگلستان کا قانون کم و بیش تکمیل کی اس حد پر پہنچ گیا ہے جہاں تک پہنچنے کی کسی انسانی تنظیم کے قانون کو توقع ہو سکتی ہے۔"

دیہاتی مزدور

احاطوں کے مفاد عامہ کے متعلق کوئی شک، یا غربا کے حقوق کے متعلق کوئی خیال و احساس انیسویں صدی کے وسط تک نہیں پیدا ہوا۔ بڑے بڑے مالکانِ اراضی جو قانون کے بنانے والے اور اسے عمل میں لانے والے تھے اور صرف وہی لوگ پارلیمنٹی کارروائیوں اور احاطوں کے اخراجات کو برداشت کر سکتے تھے، ان کی رائے فیصلہ کن ہوتی تھی۔ جو لوگ پہلے اراضی مشترکہ سے فائدہ اٹھاتے تھے انہیں اکثر جس شکل میں معاوضہ دیا جاتا تھا اس سے ان کی تکلیفیں رفع نہیں ہو سکتی تھیں، اور کوئی معاوضہ ایسا ہو بھی نہیں سکتا تھا، جس سے اس نقصان کی کلیتہً تلافی ہو سکے کہ دیہات کی پوری آبادی کو دیہات سے بالکل علٰحدہ کر کے محض مزدور بنا دیا جائے اور اُن کے پاس اتنی کم زمین رہے کہ یورپ کے کسی ملک کے مزدوروں کی بھی یہ حالت نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ انہیں اتحاد باہمی و مقاومت کی قابلیت آئرلینڈ کے مفلوک الحال کاشتکاروں کے بہ نسبت بھی کم ہو گئی گھروں کے اندر کی حرفتوں کے برباد ہو جانے سے دیہات والوں کی تباہی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ متوسط درجے کے زمیندار اور اراضیدار کاشتکار اب کہیں نظر نہ آتے تھے۔ یہ لوگ یا تو شہروں میں جا بسے یا روزانہ کی مزدوری کرنے والوں کے پست درجے تک پہنچ گئے تھے۔ نہ صرف چھوٹے چھوٹے اراضیدار بلکہ ادنےٰ درجے کے پٹہ دار تک وسیع علاقے اور

کاشت کے اس ہمہ گیر حرص کے اثر میں آکر بالکل فنا ہو گئے تھے۔ ان وجوہ سے زمین کے جوتنے بونے والے عملاً غلامی کی حالت میں آ گئے۔ جب قیمتوں کے بڑھ جانے کی وجہ سے پانچ شلنگ اجرت سے گزر اوقات مشکل ہو گئی تو تنخواہوں میں اضافے کے طور پر کھانے کا الاؤنس دینے کا رواج ہو گیا تاکہ مزدوری کی شرح اتنی نہ بڑھنے پائے کہ پھر اسکا گھٹانا مشکل ہو جائے۔ آخر پیرشوں کا یہ خیراتی انعام حرفتی نظم کا ایک جزو بن گیا۔ ہر مزدور جہاں پیدا ہوا تھا وہیں مقید ہو گیا کیونکہ وہیں اُسے یہ امداد مل سکتی تھی۔ چونکہ کلیسا کے ان منتظموں اور نگرانکاروں پر مرکزی حکومت کی طرف سے کوئی روک ٹوک نہیں تھی اس لئے انہیں اپنے اختیار سے ذاتی نفع اٹھانے کا موقع مل گیا، کاشتکاروں کے لئے حکام ضلع (مجسٹریٹوں) کے سوا اور کہیں مرافعہ کا موقع نہ تھا اور یہی حکام زمیندار و کارخانہ دار بھی ہوتے تھے۔ خوف و گرسنگی ان کاشتکاروں کا رزق مقسوم تھا۔ کابٹ نے لکھا تھا کہ " میں بیسیوں آدمیوں کو دیکھتا ہوں جو خلقتاً سرخ و سفید اور تنومند و دلیر ہونے چاہئیں مگر حالت یہ ہے کہ وہ سوکھی مچھلیاں معلوم ہوتے ہیں جب چلتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اپنے تئیں گھسیٹ رہے ہیں، ان کے رنگ ہلدی کی طرح زرد ہیں، اور وہ بھک منگوں کی طرح لجاجت کرتے رہتے ہیں"۔ بہت سے تو واقعی محض ہڈیوں کا ڈھانچ رہ گئے تھے۔ "آخری چارہ کار کے طور پر کام کرنے کے جو مکان مہیا کیئے گئے تھے وہ قید خانوں سے بھی بدتر تھے، بیماروں اور کمزوروں کے لئے وہاں کوئی مدد دینے والا نہیں تھا، بچے امیدواروں کے طور پر فروخت کر دیئے جاتے تھے یا تین شلنگ چار پنس ہفتہ وار خوراک کے عوض کسی ٹھیکہ دار کے سپرد کر دیئے جاتے تھے کہ وہ جسطرح چاہے اُن سے کام لے"۔

قانوناً بھی مزدوروں کو کوئی مدد نہیں ملی تھی بلکہ ان کی بددلی فرو کرنے کے لیئے سخت سے سخت قوانین وضع ہوتے رہتے تھے۔ دو سو جرم ایسے جمع کر دیئے گئے تھے جن کے لیئے پھانسی کی سزا دی جا سکتی تھی، اور اندازہ یہ کیا گیا ہے کہ سنہ ۱۸۱۰ سے سنہ ۱۸۲۵ تک چودہ سو شخصوں کو ایسے

قانون جرم

جرموں پر پھانسی دی گئی جن کے لیئے اب یہ سزا نہیں دیجاتی۔ پانچ شلنگ کی چوری کرنے یا گھانس کے کسی انبار میں آگ لگا دینے کے جرم میں لوگوں کی نعشیں عبرت کی غرض سے بازاروں میں گھنٹوں پھانسی پر لٹکتی ہوئی چھوڑ دی جاتی تھیں۔ کسی کے جیب سے رومال نکال لینے کی سزا سات برس کی جلاوطنی تھی اور جس مقدمے میں یہ سزا دی جاتی تھی اُسکی کل کارروائی چند لمحوں میں ختم ہو جاتی تھی ملزم کو جوابدہی کا بھی کوئی موقع نہیں ملتا تھا۔ ۱۸۲۴ء اور ۱۸۲۶ء تک دارالعوام اس امر پر رضامند نہ ہوا کہ جن لوگوں پر قتل یا فریب سے مال لے لینے کے جرم میں مقدمہ چلایا جائے انہیں کاؤنسل (وکیل) کے ذریعے سے مدافعت کا موقع دیا جائے۔ جعل سازوں کو شکنجوں میں ڈال کر مجمع کے سامنے آہستہ آہستہ کسا جاتا تھا۔ زمیندار کمانی دار بندوقیں اور شکاری جانوروں کے پنجرے آدمیوں کے لیئے استعمال کرتے تھے۔ شکار چرانے والوں کی زندگی کو خرگوش کی زندگی سے بھی کم سمجھتے تھے۔ اور ایک تیتر چرا لینے کے لیئے سات برس کی قید کی سزا دیتے تھے۔ سر سیمول رامیلی نے جو "پھانسی کے خلاف قوانین" لکھنے کے لیئے مشہور ہے بہت کوشش کی کہ قوانین ملک میں کچھ شائستہ انسانیت نظر آنے لگے مگر اسکی تمام کوششیں بیکار گئیں، اور اس کے مرتے دم تک کی تمام کوششوں کا نتیجہ صرف اتنا ہوا کہ جیب کترنے اور چوری کے ایسے جرائم جو کپڑے سکھانے کے میدان میں کیئے گئے ہوں پھانسی کی سزا سے مستثنٰی کر دیئے گئے۔ "کسی ایونجلیکی شخص کے لیئے نہ کوئی جائے پناہ تھی نہ اس کے ساتھ کسی قسم کی مہربانی ہو سکتی تھی۔" نہ ہمدردان بنی نوع انسان کو اسکی امید تھی کہ مختلف العقائد لوگوں میں مذہبی رواداری پیدا ہوگی گو ڈاکٹر پار نحوی ہونے کی حیثیت سے پریسبیٹیرین کی لفظی ترکیب پر اتنے ناراض ہو جاتے تھے کہ اس مذہبی فرقے پر اُن کو اتنا غصہ نہ آتا تھا۔"

تعلیم

جن کام کرنے والوں کی بچپن ہی سے اس قسم کی سخت تربیت ہوتی تھی وہ اکثر تن بتقدیر زندگی بسر کرنے کے عادی ہو جاتے تھے اور بہتوں کے دل اُس جوش اتقا سے روشن ہو جاتے تھے جو ان معبدوں

میں عبادت کرنے اور اتوار کے مدرسوں میں حاضر ہونے سے پیدا ہوجاتا تھا جہاں وہ حلیم الطبع پادری تسکین و تسلی کا سبق دیتے تھے جو خود اسی قسم کی سختیاں پہلے اٹھا چکے تھے۔ تاریک ترین مکانوں اور رواقوں میں ہم ایسے روحانی جذبہ کی یادگاریں پاتے ہیں جسے اگرچہ سرکاری کلیسا نے نظرانداز کردیا تھا مگر اس نے لوگوں میں حیرت انگیز جرأت و ہمت اور برداشت شدائد کی قوت پیدا کردی تھی۔ قومی تعلیم کے لیئے کسی قسم کا نظم و انتظام قائم کرنے کے لیئے جب کبھی مسودات پیش بھی ہوئے تو پارلیمنٹ انہیں برابر مسترد کرتی رہی اور قوم کی تعلیم کے لیئے سلطنت کی طرف سے ایک پیسہ بھی صرف نہیں کیا گیا۔ کلیسا کی جانب سے بہ خیال ہمدردی انسانی جو کوششیں ہوتی تھیں وہ محض برائے نام تھیں اور انکی غرض بھی فاسد تھی۔ ایک "صحب" لنکیسٹر نامی نے ہمدرد انسان "ڈیکوکردن" اور عام عبادت سے اتفاق نہ کرنے والے بعض پادریوں کی مدد سے ایک تجویز یہ پیش کی کہ شب کے لیئے مدرسہ ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد "غربا کو سرکاری کلیسا کے اصول کی تعلیم دینے کیلئے قومی مجلس تعلیم" قائم ہوئی۔ ان کی تجویز یہ تھی کہ کوئی ایسا خالی کارخانہ لے لیا جائے جس میں ایک ہزار لڑکے آسکیں، کسی سمجھ دار استاد کو ایک ماہ تربیت دی جائے، مدرسے کے افتتاح کے وقت تیس ذہین لڑکے منتخب کیئے جائیں جنہیں اور لڑکوں سے آدھ گھنٹے قبل اس دن کا سبق پڑھا دیا جائے، اس کے بعد مکتب کے یہ خردسال خلیفہ، تیس تیس کی جماعتوں کو پڑھائیں، اور استاد سب پر نگرانی رکھے۔ مسز ہنا مور جو اپنے وقت کی ایک مشہور مصنفہ اور ہمدرد انسان عورت تھی، اس نے لکھا ہے کہ کیونکر دانائے کل خداوند کریم نے مصیبت و ناداری کے وقت میں ان مفلسوں کو بتا دیا کہ اس ملک کی حکومت اور اس کے نظام سلطنت کے کیا فوائد ہیں اور منصب و دولت کے اُن امتیازات کے کیا منافع ہیں جو دولتمندوں کو موقع دیتے ہیں کہ وہ فراخ دلی کے ساتھ ان حاجت مندوں کی مدد کریں جو انکے زیردست بنائے گئے ہیں۔ مسز موصوفہ نے لکھا ہے کہ "ہمیں یہ یقین ہے کہ عام غربا

اور خاصکر ان غریبوں نے جنہیں اچھی طرح تعلیم ملی ہے، جو کچھ پایا ہے وہ بطور مراعات کے پایا ہے، حق کے طور پر نہیں پایا ہے، اگر واقعی ایسا ہی ہے تو مجھے شک نہیں کہ اس قسم کی عنایت ہمیشہ ان کے حال پر مبذول رہے گی۔" ان تمام مشکلات کے باوجود غربا میں جتنے ممتاز اشخاص اس زمانے میں پیدا ہوئے، اتنے کسی اور زمانے میں پیدا نہیں ہوئے۔ گفرڈ ایک معمولی تاجر کا بیٹا تھا مگر "کوارٹرلی ریویو" کے اڈیٹر (مدیر) کی حیثیت سے وہی تمام فریق کنسرویٹو (محافظ) کا پیشرو بن گیا۔ ایک جولاہے کا لڑکا ڈالٹن، ایک مشہور عالم سائنس ہو گیا، اور ایک دوسرے جولاہے کا لڑکا وہائٹ، آکسفورڈ میں عربی کا پروفیسر مقرر رہا۔ حقیقی تعلیم جو کچھ بھی تھی اسکا سامان خود ان غریبوں ہی نے مہیا کیا تھا، مزدوروں کے کلب، اہل صنعت کی بزم، مجالس مباحثہ، حرفتی مکتب، اتوار کے مدارس یا چھوٹے چھوٹے کتب خانے جہاں طلبہ کتابوں اور کانفرنسوں کے لئے ایک شلنگ ماہوار دیتے تھے"۔ یہی سب انکی تعلیم کے ذرائع تھے۔ یہ لوگ پڑھنا سیکھتے تھے اور ان کے سیاسی رسائل و اخبارات موجود تھے۔ آئندہ کے پچاس برس تک مزدوروں کی صدا یہی تھی کہ "علم حاصل کرو کیونکہ حصول علم ہی سے تمہیں طاقت حاصل ہوگی"۔ وہ اقتصادیات اور اس جدید نظم معاشری کے متعلق بحث کرتے تھے جس سے ان مصیبتوں اور ذلتوں کا خاتمہ ہو جانے والا تھا جو موجودہ نظم نے عائد کر رکھی تھیں۔ جو پادری انہیں کے طبقے سے پیدا ہوتے تھے وہ اس سرکاری کلیسا کے اثر اور اس طبقۂ اُمرا کے اوپر جس نے کلیسا کو اپنی سیاسی قوت کا آلہ بنا لیا تھا تبرا کرتے تھے۔ ان ستم رسیدہ خستہ حال، خائف و متردد، محنت مزدوری کرنے والوں کے تیرہ و تار دنیا کی تہ میں، خیالات کے ہیجان، تقریرات کے جوش، اور نئی تنظیم معاشرت کے تخیلات، وسیع ترہمدردی انسانی، اور تمام محنت کرنے والوں کی قومی یگانگت کی امیدیں موجیں مار رہی تھیں۔ اگلی صدی میں اصلاح کا کوئی ایک نظریہ یا ایک تجربہ بھی ایسی نہیں ہوئی جسکا پتہ ان ابتدائی برسوں میں نہ چلتا ہو، گویا آئندہ کے دور کی تخم ریزی کا زمانہ یہی تھا۔ کارٹرائٹ

خیال جدید

جس نے سنہ ۱۷۷۶ء سے اپنی زندگی پارلیمنٹ کی اصلاح پر وقف کر رکھی تھی، اب اس نے ہمہ گیر حق رائے دہی کے نشر و اشاعت کے لیئے مختلف بزم گاہیں "ہیمپڈن کلب" کے نام سے قائم کیں۔ ایک غریب شخص اسپنس جو کسی وقت میں مدرسے میں معلم تھا اب یہ وعظ کہتا پھرتا تھا کہ ہر ایک گاؤں کی زمین اس کے کل باشندوں کی ملک ہونا چاہیئے۔ ولیم لاوٹ۔ کارنوال کے ماہی گیری کے ایک گاؤں میں بہت غربت کی حالت میں پیدا ہوا تھا، وہ اب غریبوں کے لیئے "روٹی، علم و آزادی" کا دعویدار تھا۔ اور غایت درجے کی ہمت و استقلال کے ساتھ امداد باہمی کی انجمنیں اور مجلسیں مرتب کر رہا تھا تاکہ وہ مساوات سیاسی کے لیئے جنگ کریں۔ ہاجکسن کی بحث یہ تھی کہ محنت سے جو کچھ بھی حاصل ہو وہ سب کا سب ان محنت کرنے والوں ہی کے درمیان تقسیم ہو جانا چاہیئے، یہ محنت خواہ دماغی ہو یا جسمانی۔ عالمانہ اجتماعیت کے بانیوں میں ٹامس (کارگ) سب سے سربرآوردہ شخص ہے، اُسکا دعوے یہ تھا کہ کام کرنے والے کی محنت سے قیمت میں جو جدید اضافہ ہوتا ہے اُسکا مستحق وہ کام کرنے والا ہی ہے۔ پلیس ایک خیاط تھا جسے نوعمری میں غربت و احتیاج کی مصیبتیں برداشت کرنا پڑی تھیں، اس نے اپنی ویسٹ منسٹر کی دکان کو ان ریڈیکل (استیصالی کن) اشخاص کا مرکز بنا دیا تھا جو ہمہ گیر حق رائے دہی، سالانہ پارلیمنٹ، مالیاتی اصلاح، تقریر اور جلسے کی آزادی کے لیئے کوششیں کر رہے تھے۔ رابرٹ اوُین نے جو خود اپنی محنت سے ایک امیدوار مزدور کی حالت سے ترقی کر کے ایک دولتمند کارخانہ دار بن گیا تھا، اس قسم کی اصلاحات کو اس خیال سے پسِ پشت ڈال دیا تھا کہ وہ اشتراکیت کا مبلغ بننا چاہتا تھا۔ اس نے ایک ایسی حرفتی عمومیت کو جس میں املاک مشترک ہوں اور حرفتی کام سب کی نگرانی میں رہے، اپنا "نیا نظم معاشرت" قرار دیا تھا۔ وہی پہلا شخص تھا جس نے یہ خیال پیدا کیا کہ کارخانوں میں کام کرنے کے اوقات محدود ہوں، کام کرنے کا استحقاق ہو، کم از کم مزدوری مقرر کی جائے، صوبے کے حکام غریبوں کے لیئے رہنے کا انتظام کریں، مفت و جبری تعلیم کا ایک نظم

قائم کیا جائے اور ان ضروریات کے لیئے کارخانوں کا ایک قانون وضع کیا جائے۔ ایک مبلغ کے سے جوش کے ساتھ اسے یہ یقین تھا کہ اگر اسے غربت سے صرف اتنی مہلت ملجائے کہ وہ بس ایک نسل کے لڑکوں کو صحیح تعلیم دیدے تو یہ لڑکے ایک نئی اخلاقی دنیا پیدا کردیں گے اور مزدوری پیشہ طبقوں کو نجات دلادیں گے ؛

کابٹ

لیکن انگلستان کے غریبوں کا سب سے بڑا حامی و وکیل، مزدوروں میں سے نہیں، بلکہ دیہات کے طبقے سے نمودار ہوا، یہ شخص ولیم کابٹ تھا۔ وہ ایک زراعت پیشہ شخص کے ہاں پیدا ہوا تھا، ہل کے ساتھ ساتھ اس نے پرورش پائی تھی اور مزدوروں کا سا لباس پہنتا تھا بیس برس تک وہ اس لاحاصل کوشش میں لگا رہا کہ وہ اپنی اراضی کا مالک بن جائے، غذا کے لیئے اسے جو رقم قلیل ملتی تھی اس میں سے کچھ بچا کر وہ قندیل و کاغذ خرید کرتا تھا، ایک مرتبہ شام کے کھانے کے واسطے مچھلی خریدنے کے لیئے اس کے پاس صرف نصف آنہ تھا، جسکے ضائع جانے سے وہ بھوک کی حالت میں بچوں کی طرح سے چلاتا تھا جس زمانے میں وہ ایک عام سپاہی کے خدمات انجام دیتا تھا اسی دوران میں اس نے صرف و نحو کی ایک کتاب کو تین مرتبہ تمام و کمال لکھا اور ہر مرتبہ پہرہ دیتے وقت اسے ایک مرتبہ زبانی پڑھتا رہا، اس طرح اس نے مہارت حاصل کی۔ غریبوں پر رحم کھا کر اُس نے ٹوری خیال کو خیرباد کہدیا تاکہ وہ اہل دولت و تعلیم یافتہ طبقات یعنی "قوم کی غارت کرنے والی نسل" سے ایک طولانی جنگ جاری کردے۔

۱۸۰۷-۱۸۳۵ وہ یہ شور مچا رہا تھا کہ "روئے زمین پر جتنی قومیں گزری ہیں ان سب میں انگلستان کے موجودہ لوگ سب سے بدتر اور مصیبتناک حالت میں ہیں۔ چونکہ وہ دیہات کی بہتری و ترقی کے جذبات سے بھرا ہوا تھا اس لئے اُسکو اس اندیشے میں غصہ آیا کرتا تھا کہ کہیں غربا دست نگری کی حالت کے عادی نہ ہوجائیں اور اس پست حیثیت کو ہمیشہ کے لیئے قبول کرلیں، پس یہ لازمی تھا کہ غریبوں کے دلوں سے خوف کو دور کردیا جائے، امداد کا ملنا ان کا قانونی حق سمجھا جائے، طبقۂ اعیان کے

تسلط کو مع ان تمام امور کے جن سے ان کی پشت پناہی ہو رہی تھی، تباہ کر دیا جائے، وہ امور یہی تھے کہ انکی قابلیت اور ان کے حُبّ قومی کی نسبت ایک وہمی عظمت پیدا ہو گئی تھی اور لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ جو ملک امرا کو غربا کے لیئے غور و فکر کرنے کے لیئے آزاد چھوڑ دیتا ہے وہ بہت اچھی طرح گزر کر سکتا ہے۔ کابٹ زور دیکر کہا کرتا تھا کہ ڈیوک کا حکم گیہوں پر کچھ اثر نہیں رکھتا اور نہ اسکی لاکھوں آدمیوں کی فوج گیہوں کی قیمت دس شلنگ فی "بشل"، (تقریباً ۲۰ سیر) کر سکتی ہے، سال بہ سال وہ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس شد و مد اور فصاحت کے ساتھ اس مسئلے کو دل نشین کرتا پھرتا تھا کہ اس کے بعد انگریز اس کے پڑھائے ہوئے سبق کو کبھی فراموش نہ کر سکے کہ جس قوم نے محصولوں کے لیئے رائے دینے کا حق زائل کر دیا ہو، اور جسے آزادانہ جلسے، تقریر و اجتماع کے حق سے محروم کر دیا گیا ہو، اسکے لیئے بجز اصلاح پارلیمنٹ اور ہمہ گیر حق رائے دہی کے اور کوئی امید نجات باقی نہیں رہی ہے۔ "ہمیں پہلے اسی کو حاصل کر لینا چاہیئے ورنہ اور کسی طرح کچھ نفع نہیں ہے"۔ کام کرنے والوں کو بحیثیت ایک جماعت کے سلطنت کے دو بڑے فریقوں کے مقابلے میں اپنی حفاظت ذاتی کے لیئے متحد ہو جانا چاہیئے۔ کہا جاتا تھا کہ کابٹ بذات خاص گویا قوم کا ایک "ایک چوتھا طبقہ" ہے۔ اسی نے سب سے پہلے عوام کے ہاتھوں میں ایک ایسا اخبار دیا جسے انہیں میں کا ایک شخص لکھتا تھا اور جس نے اپنی علمی قابلیت کے زور سے پریس کی قوت کو ان کے ذہن نشین کر دیا۔ اس نے جب "ویکلی پولیٹکل رجسٹر"، کی قیمت دو شلنگ نصف پنی سے گھٹا کر دو پنس کر دی تو اسکی پچاس ہزار کاپیاں تمام ملک میں پھیل گئیں، اور ہر جگہ لوگ اس غرض سے گلیوں میں جمع ہونے لگے کہ ان میں سے جو شخص پڑھنا جانتا ہو وہ اس پرچے کو پڑھے اور باقی لوگ اسے سنیں۔

ٹوری حکومت

پس اب قدیم طبقۂ امرا کو طبقۂ متوسط اور مزدور دونوں سے مخاصمت کا سابقہ پیش آگیا، ان مزدوروں میں اب ایک نئی ذہانت پیدا ہو گئی تھی

اور قدیم طریقوں پر وہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ معترض ہو رہے تھے۔ طبقۂ امرا میں سے ایک شخص نے یہ کہا تھا کہ "اونچی منزلت والوں کے لئے اب یہ لازمی ہے کہ وہ اپنے گردوپیش پر نظر ڈالیں اور آمادۂ کار ہو جائیں۔ اب ہر شخص کو یہ انتباہ اس شخص سے حاصل ہو رہا ہے جو اس سے ایک درجہ گھٹ کر ہے اور یہ تحریک یوں ہی جاری ہے۔ کیا ہونے والا ہے اسکا علم خدا ہی کو ہے"، اقتضائے وقت کا وہ ہی جوش جو ایک شخص کو مصلح بنا دیتا ہے، دوسرے کو انقلابی بنا دیتا ہے"۔ اس وقت کا کوئی شخص بھی خواہ وہ زمیندار ہو یا سرمایہ دار ہو، یا اقتصادیات کا عالم ہو یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ کوئی ایسا انقلاب ہو رہا ہے جو قدیم نظم معاشرت کو پلٹ کر ایک نئی عمومیت کی طرح ڈال دیگا لیکن نپولینی جنگ کے ختم ہونے کے بعد ہی انگلستان کو اس معاشری مسئلے سے سابقہ پڑ گیا تھا جو آنے والی صدی کے تمام زمانے میں جاری رہا۔

صلح کے بعد حکومت کا کام لارڈ لورپول کے تحت میں ولنگٹن فاتح واٹرلو اور کاسلری سفیر خاص موتمر وائنا کے زیر ہدایت چل رہا تھا۔ یہ لوگ ایک ایسے ملک میں جہاں تدبر اور صحیح اصول مالیات کی ضرورت تھی وہ عادات و طبائع لیکر آئے تھے جو جنگ کے مسرفانہ اخراجات اور مسلح قوت پر بھروسہ کرنے سے پیدا ہوئی تھیں۔ معہذا فرانسیسی انقلاب نے امرا و اہل دولت کے دلوں میں اپنے املاک کے تحفظ کی طرف سے ایک مستقل اضطراب اور طبقۂ مزدوراں (یعنی "رذیل ترین آبادی") کی طرف سے ایک خوف پیدا کر دیا تھا۔ (امرا و اہل دولت کے نزدیک) سلطنت کے بچانے کیلئے خود اُن کی طاقت کا قائم رکھنا ضروری تھا۔ پارلیمنٹ کے گرداگرد فوج متعین کی گئی؛ اور اسی حال میں ان زمینداروں نے جنھوں نے جنگ کے زمانے میں اپنے کھیتوں میں زراعت کی تھی، خود اپنے فائدے کے لئے غلے کا ایک قانون یہ منظور کیا کہ جب تک اسی شلنگ فی کوارٹر قیمت نہ ہو جائے اُسوقت تک باہر سے غلہ نہ آوے۔ آمدنی پر محصول لگانے کے متعلق بروہیم کی کامیاب

شورانگیزی جس میں اہلِ دولت واہلِ صناعت اس کے موئد تھے ۔ اور بیر (شرابِ جو) کے محصول کی موقوفی ، ان دونوں نے قومی قرضے کا ایک سخت تر بارعام رعایا پر ڈال دیا ۔ دولتمند تو اپنی عمدہ شرابوں پر بیس فیصدی محصول دیتے تھے اور غریب اپنی بیر (شرابِ جو) پر دوسو فیصدی ادا کرتے تھے ، اور جب تاجروں اور کاشتکاروں کے نقد و اسباب پر محصول لگایا جاتا تھا تو مالکانِ اراضی ہر طرح کے مطالبے سے بچ نکلتے تھے ۔ فاقہ کش اشخاص اگر ایک معینہ قیمت پر روٹی کے ملنے یا خوراک کے خریدنے کے لائق مزدوری پانے کے واسطے شور مچاتے ، یا حقِ رائے دہی و طریق رائے دہی کے متعلق مجلسیں منعقد کرتے ، تو حکمراں ان سب کارروائیوں کو سلطنت کے خلاف جرم قرار دیتے ۔ اہلِ حکومت مخبروں کی ہمت افزائی کرتے تھے ، انکی تحقیقات کی خفیہ کمیٹیاں زرو زمین کی نئی تقسیم کے بیخ کن تجاویز کی بہت ہی ہیبت ناک رپورٹیں تیار کرتی تھیں ۔ احضار ملزم کا قانون معطل کر دیا گیا تھا ، جلسوں کی ممانعت ہو گئی تھی اور ہرزہ سرائی ۱۸۱۸-۱۸ وغداری کے خلاف قانون مطابع کا اجرا ہو گیا تھا ۔ ۱۸۰۰ء اور ۱۸۳۲ء کے مابین پانچ سو اہلِ قلم کو جرمانہ و قید کی سزائیں برداشت کرنا پڑیں ۔ ۱۸۱۸ء کے "ہنگامہائے گرسنگی" میں پندرہ سو قحط زدہ اشخاص "روٹی یا خون" کا جھنڈا لئے ہوئے گشت لگاتے رہے ، ان کا مطالبہ یہ تھا کہ روٹی کی قیمت مقرر کر دی جائے ۔ ان میں سے چوبیس شخصوں کو سزائے موت کا حکم دیا گیا اور پانچ شخصوں کو اس میں پھانسی دیدی گئی ۔ جب فرقۂ عوام کے سب سے زبردست "خطیب" ہنٹ نے منچسٹر کے میدان سینٹ پیٹر میں ایک جلسہ منعقد کیا تو پچاس ہزار آدمی جھنڈیاں اڑاتے ہوئے وہاں جمع ہو گئے ۔ ان جھنڈیوں پر "مساوی نیابت یا موت" "آزادی یا موت" وغیرہ کے الفاظ منقوش تھے ۔ اس غیر مسلح مجمع پر سپاہیوں نے حملہ کر دیا جس میں ایک شخص مارا گیا اور چالیس زخمی ہوئے ۔ پیٹرلو کے اس تاریک دن کے بعد پیٹرلو نہایت مضطربانہ قوانین کا اجرا ہوا ، "قوانین ستہ" جو عام طور پر "قوانین زبان بندی" مشہور ہیں ، انھوں نے حکام کو آزادی تحریر و تقریر اور جلسوں کے

بند کرنے کے نئے اختیارات عطا کیئے۔ اخباروں کے لیئے چار پنس کے اسٹامپ کا جو قانون جاری ہوا تھا، کابٹ نے اس سے بچنے کی یہ صورت نکالی کہ وہ اپنے "پولیٹیکل رجسٹر" میں کوئی خبر مطلق درج نہیں کرتا تھا، اس لیئے اب ایک قانون اس مقصد سے نافذ ہوا کہ چند اقسام کی مطبوعات کو محصول اخبارات کے تحت میں داخل کر دیا جائے تاکہ کابٹ کے "ٹوپنی ٹریش" (دو آنے والے لغویات) کی ارزاں فروخت اور اُسکا اثر برباد ہوجائے۔ خطیب ہنٹ بھی دوسرے سرگروہوں کے ساتھ قید خانے میں ڈال دیا گیا، کابٹ امریکہ کو بھاگ گیا۔ قتل، جلاوطنی اور فوجی لوٹ نے مزدوری پیشہ طبقات کے گہرے غصے کو ساکت کر دیا اور دس برس تک حکمرانوں کو کسی شدید ہنگامے سے زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔ سڈنی اسمتھ کہا کرتا تھا کہ بدمعاش و مجرم ہونا مصلح ہونیکے بہ نسبت زیادہ محفوظ ہے۔ خوف اسقدر غالب ہوگیا تھا کہ جلسۂ عام کے استحقاق کا دعوے کرنے میں کوئی وہگ مصلحین کے ساتھ شریک نہیں ہوتا تھا بلکہ اصلاح کی اعانت میں انگلی تک ہلانے یا ایک شلنگ چندہ دینے کے بھی وہ لوگ روادار نہ تھے۔ نہایت سخت خطرے میں پڑے بغیر کسی نجی شخص کے لیئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ شکایت عامہ میں سے خفیف ترین شکایت کے رفع کرنے کی بھی کوشش کر سکے۔

اولین کِنِنگ سرو ٹو

قدیم ٹوری مطلق العنانی کی یہ آخری فتح تھی۔ انگلستان جدید کے علے الرغم قانون احضار مجرم پھر کبھی معطل نہیں ہوا۔ جارج سوم اور کاسلری کی موت کے ساتھ تغیر عظیم کا ایک تلاطم برپا ہوگیا، بادشاہ کے اختیارات برابر محدود ہوتے گئے۔ ۱۸۱۵ء کی جماعت وزرا میں تین چوتھائی سے زیادہ امرا داخل تھے، ۱۸۲۳ء میں تقریباً نصف وزرا دارالعوام میں بیٹھتے تھے۔ نئے نوجوان، فرانس کے انقلاب کو بھول چکے تھے اور وہ اب ترقی سے ہراساں نہیں تھے۔ خود ٹوری تک اس مکروہ و تکلیف دہ تغیر کے زیر اثر تحت میں اہم تغیرات کی طرف گامزن تھے۔ ان وزرا میں ایک تو کیننگ تھا جو کاسلری کے بجائے وزیر خارجہ مقرر ہوا تھا اور

پیل دوسرا پیل وزیر داخلہ تھا۔ کیننگ اگرچہ قوانین سِتہ کا حامی اور جیکوبن
(انتہا پسند احرار) کا دشمن تھا مگر وہ اپنی دور بینی سے صاف دیکھ رہا تھا کہ
ایک نئے عالم کی آمد آمد ہے۔ اس نے اپنی اعلیٰ ذہانت اور اپنے اثر انداز
جوش و فصاحت کے زور سے، دار العوام پر اپنا تسلط جما لیا تھا اور اپنے مرنے
۱۸۲۷ سے قبل پانچ برس کی قلیل مدت میں وِگوں اور ٹوریوں سے ملا کر اُس نے
ایک گروہ بنا لیا تھا جو اصلاح کی طرف قدم بڑھانے کے لیئے تیار تھا۔
۱۸۵۰ پیل تیس برس تک تغیر کے بھوت کی طرح انگلستان میں قائم رہا۔ وہ
فخریہ کہتا تھا کہ وہ "انگلستان کے جنٹلمینوں کا سرگروہ ہے"، اس مغرور،
نازک مزاج اور ملکی و مذہبی مساوات کی ہر ایک تجویز کے مخالف شخص کو اپنے
معاملات عامہ کی کارروائی کی وجہ سے (جسکے باعث پارلیمنٹ کا وہ سب سے
بڑا رکن ہو گیا تھا)" مجبور ہونا پڑا کہ وہ مرضی عامہ کے آخری اقتدار، اور
مفاد عامہ کی ضرورت کے آگے روایات سابقہ کو قربان کر دے اور اس
شخص نے اپنے تسلط مطلق سے کام لیکر ایک سے زاید مرتبہ دار العوام کو
مجبور کر دیا کہ وہ ان آزادی دینے والے قوانین کو منظور کر لے جن پر خود اس شخص نے
نہایت ہی شد و مد کے ساتھ لعنت بھیجی تھی۔ اس قسم کے سرگروہوں کے
تحت میں اصلاح کے ابتدائی قدم سست، متزلزل اور بادل ناخواستہ
اُٹھتے تھے۔ کام کرنے والوں اور مالکوں کو ایک محدود حق یہ دیا گیا تھا کہ وہ
باہم ملکر مزدوری کی شرح اور کام کے شرائط طے کیا کریں، لیکن اس حد سے
آگے ہر طرح کے تجارتی اتحاد کو سازش قرار دیا گیا تھا اور اس کے لیئے سزائیں
ہوتی تھیں اور مزدوروں کی مجالس اتحاد قانون کی حفاظت سے خارج تھیں۔
۱۸۲۵ جب پیل اور ہسکسن نے (جو طبقۂ متوسط کے حالات سے خوب واقف
تھا) سلطنت کے ابتر مالیات و محصول پر نظر ثانی کی تو آزاد تجارت کی
ایک دھندلی سی ابتدا اس طرح ہوئی کہ مال کے آمد و شد اور جہاز رانی کے
قواعد میں ترمیمیں کی گئیں اور قوانین غلہ پر نظر ثانی کرنے کی تجویز ہوئی۔ جانوروں
پر بے رحمی کرنے کے روکنے کی بھی پہلی مرتبہ کوشش کی گئی، زمینداروں کو

شکار چرانے والوں کے خلاف کمانی دار بندوقوں کے استعمال کی ممانعت
کردی گئی ۔ مکنٹاش جس نے سزائے قتل کے مسئلے پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کردی 1819
تھی، اس نے پیل کو اس امر پر آمادہ کردیا کہ تقریباً سو جرموں کے لئے
موت کی سزا موقوف کردی گئی اور دیگر جرائم سے متعلق تقریباً تین سو قوانین میں
جزوی یا کلّی ترمیم کی گئی ۔ مکنٹاش نے کہا تھا کہ "جب میں اس زمانے کو یاد کرتا ہوں
جب عورتوں کو کوڑے لگانے اور دکان پر سے پانچ شلنگ کی کوئی چیز
چرا لینے کے لیئے پھانسی پر لٹکا دینے کے خلاف میں جنگ کر رہا تھا تو
اُس کے مقابلے میں یہ زمانہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا میں دو مختلف ملکوں میں
آباد رہا اور ایسے لوگوں سے باتیں کرتا ہوں جو دو مختلف زبانیں بولتے ہیں"۔

جب کیننگ کا انتقال ہوگیا اور ولنگٹن وزیر اعظم ہوا تو اُسے
فی الواقع ایک نئے ملک سے سابقہ پڑ گیا تھا ۔ تمام حالات غیر تبدیل شدہ
معلوم ہوتے تھے ۔ انگلستان کے اساسی قوانین اور اُسکا نظام سلطنت
۱۸۲۸ء میں بالکل وہی تھا جو ۱۸۰۰ء میں تھا اور قدیم خود اعتمادی میں کچھ کمی نہیں
آئی تھی مگر تین برس کے اندر قدیم نظام سلطنت درحقیقت نیا بن گیا تھا اور جدید دنیا
جس حالت سے ہمارے پیش نظر ہے اُسکی ابتدا ہوگئی تھی ؛

کیتھولکوں کے رفع

قوت کی پہلی آزمائش میں مطالبہ یہ ہوا کہ تمام مذاہب کے پیروؤں کو
ملکی مساوات حاصل ہونا چاہیئے ۔ کیتھولکوں کے رفع قیود کا مسئلہ اول ۱۸۰۱ء
میں تجویز ہوا تھا مگر پچاس برس تک نہایت جوش کے ساتھ انکار ہوتا رہا ۔
۱۸۰۵ء کے بعد سے پارلیمنٹ کیتھولکوں کے رفع قیود کے مسودات قانون
کو چودہ مرتبہ مسترد کر چکی تھی ۔ بیس برس تک وہگ اس کے لئے برسر جنگ
رہے اور کیننگ نے اس کے پیچھے اپنی جان تک دیدی مگر کچھ حاصل نہ ہوا ۔
کیتھولک اور منحرفین اپنے ملک کے لئے جان دے سکتے تھے کیونکہ بری
و بحری افواج کے دروازے ان کے لئے کھول دئے گئے تھے مگر کوئی
کیتھولک کسی ملکی عہدے پر فائز نہیں ہو سکتا تھا اور منحرفین بھی جن عہدوں پر تھے
وہ محض اس طرح سے تھے کہ سال بہ سال ان کے لئے معافی کا ایک قانون

منظور ہوا کرتا تھا۔ اب صنعتی طبقوں نے کوشش کر کے قانون اختبار و قانون جماعت شخصیہ کو منسوخ کرایا تاکہ منحرفوں کو ملکی عہدوں پر فائز ہونیکے لیئے عشائے ربانی کے متعلق اقرار سے آزادی ملجائے۔ پیل "جو غیر روا دار جماعت کا نفس ناطقہ تھا اس نے کیتھولکوں کو خلاصی دینے کے مخالفوں کی سرگروہی بڑی ہی شد و مد سے کی اور ولنگٹن نے اس تجویز کو ملک کے بہترین مفاد کے لیئے مہلک ظاہر کیا، مگر دوسرے سال ان دونوں نے متفق ہو کر کسی نہ کسی طرح پارلیمنٹ سے یہ قانون منظور کرالیا کہ کیتھولک پارلیمنٹ میں داخل اور کم و بیش تمام ملکی و سیاسی عہدوں پر فائز ہوسکیں۔ آزادی کی پہلی عظیم الشان فتح حاصل ہوئی مگر حکومت نے جو کچھ کیا وہ کسی کشادہ دلی و فراخ حوصلگی کے باعث نہیں کیا بلکہ اسکی وجہ یہ تھی کہ "اتحاد" کے وقت آئرلینڈ سے رفع قیود کے جو وعدے کئے گئے تھے وہ مدت تک ایفا نہیں ہوئے تھے اور ساری قوم نے بڑے ہی وسیع پیمانے پر اسکی مخالفت کے انتظامات کر لیئے تھے، اسی سے حکومت کو مجبور ہونا پڑا۔ کلیر کے کیتھولک کاشتکار اپنے پروٹسٹنٹ زمینداروں کے قابو سے نکل گئے اور ایک پر زور قومی مظاہرے میں ڈینیل اوکانل کو اپنی طرف سے رکن منتخب کیا۔ ولنگٹن کو اس کے بھائی ولزلی (نائب السلطنت آئرلینڈ) نے متنبہ کر دیا تھا کہ اگر اس نے قوم کی مرضی پر لحاظ نہ کیا تو اسے نہ صرف عام شورش بلکہ کیتھولک سپاہیوں کی بغاوت کا بھی متوقع رہنا چاہیئے۔ اس سے وزرا کی ضد ٹوٹ گئی اور یہ صرف ولنگٹن اور پیل ہی کا اقتدار تھا جس نے ٹوریوں کو اس مسودے کے قبول کر لینے پر مجبور کیا، مگر پیل کو آئرلینڈ کے آزاد کاشتکاروں پر زیادہ غصہ نہیں تھا بلکہ وہ زیادہ تر اس امر سے پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ اس کے نزدیک حق رائے دہی طبقاتی فوقیت کا آلہ تھا اور (اسی کے قول کے مطابق) "زمینداروں نے اس آلے کو بڑی محنتوں سے تیار کیا تھا اور ابتک بہت ہی کارگر ثابت ہوتا رہا تھا اب یہ آلہ اسکے (پیل کے) ہاتھ سے ٹوٹ گیا"۔ پس جس قانون کے رو سے اس ملے یہ قیود رفع کیئے اسی قانون کے رو سے چالیس شلنگ کے

اراضی واروں کے حق رائے دہی کو منسوخ کردیا اور آئرلینڈ کو اور بھی زیادہ پروٹسٹنٹ
زمینداروں کے سیاسی اقتدار میں دیدیا، لیکن اہل آئرلینڈ نے بھی اپنی
جگہ پر ظاہر کردیا ہے کہ ان میں قومی عمومیت کی قوت موجود ہے اور انھوں نے کلیسا
وسلطنت کی انگریزی روایات کو بیخ و بن سے ہلا دیا ہے اور اسکی معاشری ترتیب
اور خود پارلیمنٹ کے اقتدار کو معرض بحث میں لے آئے ہیں۔ اسوقت سے
اہل آئرلینڈ کا اثر انگریزی سیاسیات کا ایک اہم جزو بن گیا ہے۔ وہ کلٹی قومیں
جنھوں نے قدیمی عمومیت کی روایات اور دار و گیر کے مصائب کے
دوران میں نشو و نما پائی تھی انکی حریت نواز طبیعت میں اس درجہ قوت موجود تھی کہ
آئندہ برسوں میں انگلستان کے اندر جو معاشری و سیاسی ہیجان برپا ہونے
والا تھا اسسے تابناک بنادیں اور خیالات میں آزادی پیدا کردیں گی

پارلیمنٹ کی اصلاح کیتھولکوں کے رفع قیود کے قانون نے جہاں ٹوری فریق کو برباد کردیا،
وہیں اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ دو سو برس بعد ہابس اور چلنگورتھ کے ایسے فلسفیوں کا یہ عقیدہ
عوام الناس کے دلوں میں حلول کرتا جارہا ہے کہ "پروٹسٹنٹ اگر دوسروں کے
ایمان و ایقان کے خلاف زیادتی سے کام لیں تو وہ کسی طرح سے قابل
درگزر نہیں ہیں"۔ اس کے ساتھ ہی ہابس کی اس تعلیم و تلقین میں ایک نئی
جان پڑگئی تھی کہ تمام حکومتوں کی غایت دولت عامہ کی بہبودی ہے۔ قانون
رفع قیود کیتھولکان سے اگر ٹوریوں کو پہلی مرتبہ شکست نصیب ہوئی تھی تو اب
قانون اصلاح پارلیمنٹ نے انھیں بالکل ہی اکھاڑ پھینکا۔ اُن کا دعوے یہ تھا کہ
مستحکم حکومت کی ضمانت صرف اسی طرح ہوسکتی ہے کہ مجلس وضع قوانین پر انگلستان
کے موروثی زمینداروں کا اقتدار قائم رہے، گزشتہ ڈھائی سو برس کے دوران
۱۷۴۵-۱۸۳۰ میں پارلیمنٹی نیابت کا مسئلہ بالکل اچھوتا رہا تھا، پھر پچاس برس تک جملہ اعتراضات
کامیابی کے ساتھ مسترد ہوتے رہے۔ اصلاح پر زور دینے کو بغاوت قرار
دیا جاتا تھا، پانچ ممتاز و موقر اصحاب جو "انصاف کی ابدی بنیاد" پر زور دیتے
۱۷۹۳-۱۷۹۴ تھے، ان پر مقدمہ قائم ہوگیا اور اس جرم میں انہیں جلاوطن کر دیا گیا۔
بینتیس برس بعد اس معاملے پر نظر کرتے ہوئے اسوقت کے ایک جوری نے

یہ کہا تھا کہ "ہم سب دیوانے تھے" اس جدوجہد کی تجدید کے بعد تھوڑی ۱۸۳۱-۱۸
بہت اصلاح کرنے کے لئے بیسیوں کوششیں ہوئیں مگر بائیس برس تک
سب ناکام رہیں۔ زمیندار اپنے اقتدار و امتیاز میں بالکل مامون و مصئون معلوم
ہوتے تھے۔ دارالامرا میں ان کا غلبہ تھا، دارالعوام میں ضلع کے ارکان کا
تقرر وہی کرتے تھے اور قصبے تقریباً تمام انہیں کے ہاتھوں میں تھے۔
بہت سے نامزدگی کے قصبات تھے جہاں کے رکن کا انتخاب سرپرست
قصبہ کر دیا کرتا تھا۔ قصبات کیا تھے محض گری پڑی دیواروں اور گھاس سے
ڈھکے ہوئے تودوں کا نام قصبہ رکھ لیا تھا، زمانے کی موج انہیں اس طرح
بہالے گئی تھی کہ ان کا کہیں نام و نشان بھی باقی نہیں تھا۔ ان کے علاوہ بہت سے
"بوسیدہ قصبے" تھے جہاں کے امیدوار کا انتخاب لارڈ (رئیس قصبہ)
کے اثر سے ہوتا تھا چنانچہ نیورک میں ایسا ہوا کہ اپنے نامزد کردہ امیدوار
کے شکست کھا جانے پر ڈیوک نیوکیسل نے ہر ایسے کاشتکار کو خارج کر دیا
جس نے اس کے خلاف رائے دی تھی، اور کہا کہ "کیا مجھے یہ حق نہیں ہے کہ
جو چیز میری ہے اُسے جسطرح چاہوں کام میں لاؤں" انتخاب کے اخراجات
کی وجہ سے بھی نیابت دولتمندوں ہی کے ہاتھوں میں رہتی تھی۔ لارڈ ایشلی ۱۸۲
نے ڈارسٹشائر کے انتخاب میں ۱۵۶۰۰ پونڈ صرف کر دیئے۔ ایسے قصبے
بھی تھے جہاں سرپرست یا رکن منتخبہ سے یہ چاہا جاتا تھا کہ وہ بلدیہ کے کل
اخراجات ادا کرے۔ بعض قصبوں میں صدیوں تک یہ ہوتا رہا تھا کہ دارالعوام
میں اپنے مطلب کے لوگوں کو بھرنے کے لئے امرا قصبوں کو خرید لیا کرتے تھے۔
بعض قصبوں میں چار چار سو برس کی قیود و اختیارات کی روایات موجود تھیں۔ کابٹ
یہی چلا رہا تھا کہ "تمام برائیوں سے زیادہ افسوسناک برائی (یعنی رشوت)
نہایت ہی ذلیل و مذموم اثر پیدا کر رہی ہے" لیکن اب زمیندار طبقے کے
مسلمہ اقتدار کو اہل تجارت کی فراوانی دولت اور گروہ مزدوراں کی افزونی
تعداد کے باعث اندیشہ پیش آگیا تھا۔ مزدوروں کی آبادی شہری آبادی تھی
اور شروع صدی سے دس برس میں تیس فیصدی کے حساب سے بڑھتی جارہی تھی۔

وہ برابر یہ شور مچا رہے تھے کہ محصول ہلکے ہوں، روٹی کی قیمت معین ہو، عدالت و انصاف میں اصلاح ہو، ہمہ گیر حق رائے دہی رائج ہو اور پارلیمنٹ سالانہ ہوا کرے۔ بود و باش اور طریق پیداوار کی اشتراکی تجویزوں کے ساتھ اب پہلی مرتبہ سوشلزم (اجتماعیت) کا لفظ زبانوں پر آنے لگا۔ تمام مملکت کے کارکنوں کو متحد کرنے کے لیے متعدد تجارتوں کے گرینڈ جنرل یونین (اتحاد اعظم) وجود میں آنے لگے آئرلینڈ کے ایک رومن کیتھولک ڈوہرتی نامی نے ٹریڈ یونین (انجمن مزدوراں) کا دور رس خیال پیدا کیا جسکا مقصود یہ تھا کہ مختلف تجارتوں کے کام کرنے والوں کو ملا کر ایک عظیم الشان انجمن قائم کردی جائے، اور نصف صدی قبل عام ہڑتال کے جس خیال نے فرانس میں جڑ پکڑلی تھی وہی خیال اب انگلستان کے مزدوروں میں اسطرح شائع کیا جاتا تھا کہ وہ ان کی تمام تحریکات کا مرکزی خیال بن جائے۔ وہگ اور ٹوری دونوں پر جو دہشت طاری ہوگئی تھی اسکا اندازہ وحشیانہ داروگیر اور مطابع کا منہ بند کرنے کی کوششوں سے ہو سکتا ہے۔ دیہات کے غیر منتظم مزدور جو بھوکوں مارنیوالی شرح اجرت اور امداد غربت کے خلاف اپنے اعتراض کا اظہار گھانس کے انبارخانوں کے جلا دینے سے کرتے تھے وہ ہولناک سزاؤں کا شکار ہوتے تھے۔ ۱۸۳۰ء میں مزدوری کے متعلق شورشیں ہوئیں جن میں ایک شورشی کی جان گئی مگر حکومت کی طرف کوئی شخص زیادہ زخمی بھی نہیں ہوا۔ بدنظمی کی پاداش میں نو مردوں اور لڑکوں کو پھانسی دیدی گئی، چارسو ستاون جلاوطن کیئے گئے اور چارسو خود ملک کے اندر قید ہوئے۔ لیکن اس تمام دوران شورانگیزی میں لارڈ جان رسل برابر اس مطالبے کی تجدید کرتا رہا کہ نئے تجارتی طبقات اور ترقی کن شہروں کو کسی قدر حق نیابت دینا چاہیئے۔ لارڈ موصوف ایک مستقل العزم اور غیر مشتعل مزاج مناظر تھا جو کسی قسم کی رکاوٹ یا شکست کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ جب اس تحریک میں ترقی ہوئی تو پیروان کیننگ لارڈ پامرسٹن کے تحت میں اصلاح کنندہ بن گئے۔ لارڈ گرے اور لارڈ لینسڈاؤن نے وہگوں کی رہبری اختیار کی، ٹوریوں کو ادنی طبقات سے

مزدوروں کے تنظیمات

۱۸۲۸

جو خوف دامنگیر تھا اس میں وہ بھی شریک تھے اور اسلیئے اُنھوں نے یہ معتدلانہ اصلاح تجویز کی کہ "آزاد طبقے کے تمام ذی فہم و ذی عزت افراد" کو حق رائے دہی عطا کرنا چاہیئے۔ برو ہیم نے کہا تھا کہ "قوم سے میری مراد متوسط طبقات سے ہے جو ملک کی علم و دولت کے مخزن ہیں اور جن سے برطانیہ کے نام کی عزت ہے" میکالے نے اس امر پر زور دیا تھا کہ اس قسم کی محفوظ، معتدل، اور قطعی تجویز سے ہمہ گیر حق رائے دہی کے خطرات دور ہو جائیں گے۔ مزدوروں نے اُس کے جواب میں اُنہیں "سست رو بزدل اور پست و بعل کرنے والے لوگوں" کے نام سے سخت مطعون کیا۔ پندرہ برس تک انکی بزم گاہوں نے انہیں ہمہ گیر حق رائے دہی کی تعلیم دی تھی۔ وہ بالکل انقلاب کی حد پہنچ گئے تھے، لیکن اس نازک موقع پر اُنھوں نے صحیح سیاسی شعور کا اظہار کیا اور بجائے اس کے کہ ابتدا ہی میں اس اصلاح کو ہاتھ سے نکل جانے دیتے اُنھوں نے اس تلخ ناکامی کے باوجود سچے دل سے طبقۂ متوسط کی تائید کی۔ برمنگھم، لیڈز اور مینچسٹر وغیرہ شہروں میں جنکی نمائندگی نہیں ہوتی تھی مزدوروں کی آبادی بے انتہا زیادہ تھی۔ برمنگھم کی آبادی ۱۸۱۵ء میں نوے ہزار تھی، ۱۸۳۲ء میں یہ آبادی ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ گئی، اسپر بھی اسے ایک رائے کا بھی حق حاصل نہیں تھا اور نہ اسے امن و امان کے قائم رکھنے، بیماریوں کا مقابلہ کرنے، اور مزدوروں کی حفاظت کرنے کا کوئی اختیار حاصل تھا، اسی شہر میں سب سے پہلے "متوسط و ادنیٰ طبقات کا سیاسی اتحاد" قائم ہوا تاکہ حق رائے دہی مکانداری کے لحاظ سے حاصل کیا جائے یہی "اتحاد" ملک کے تمام قریب و بعید مقامات کے لیئے نمونہ بن گیا۔ "کارکن طبقات کے ایک قومی اتحاد" نے اس امر پر زور دیا کہ ہر مرد کو حق رائے دہی عطا ہونا چاہیئے اور اسی کو دولت کی صحیح تقسیم کا واحد ذریعہ قرار دیا۔ حکومت نے جب یہ حکم دیا کہ ہیضے سے بچنے کے لیئے روزہ رکھنا چاہیئے تو اس اتحاد کے ارکان ایک جلوس بنا کر نکلے اور وہ روٹی کا ایک ٹکڑا اور گوشت کی ایک بوٹی لیئے ہوئے تھے جسپر یہ منقوش تھا کہ

۱۸۳۲ "مفسدے کا صحیح علاج یہ ہے"۔

قانون اصلاح یہی موقع تھا جب ولنگٹن نے افتتاح پارلیمنٹ کے وقت
جولائی ۱۸۳۰ء نئے بادشاہ ولیم کی زبان سے سرکشوں اور بدولوں کو دھمکی دی اور اس نظام سلطنت
کی تعریف کی جس نے انگلستان کو اس درجہ حقیقی آزادی اور معاشری مرفہ الحالی
دے رکھی تھی کہ دنیا کے کسی اور ملک کو نصیب نہیں تھی۔ ولنگٹن آخر تک
اس امر کے خلاف رہا کہ اس مکمل نظام سلطنت میں کسی قسم کی تراش خراش
کی جائے، مگر اسے خود اپنے مکان کے اندر اس طرح محصور ہو کر رہنا پڑا تھا کہ
کھڑکیوں تک میں گولی کے روکنے والے تختے لگے ہوئے تھے۔ بادشاہ اور
وزرا کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ لارڈ میئر کی ضیافت میں شریک ہونے کیلئے
گاڑیوں پر سوار ہو کر سڑک پر سے گزر سکتے۔ جب ڈیوک کو مجبور ہو کر استعفا
دینا پڑا تو اسکی جگہ وہگوں کے سرگروہ لارڈ گرے کا تقرر ہوا۔ گرے چالیس برس
سے زائد تک اصلاح کا موئید رہا تھا، لارڈ پامرسٹن بھی پیروان کیننگ کو
نومبر ۱۸۳۰ء اپنی تبعیت میں لیے ہوئے اس کے ساتھ شریک ہو گیا۔ لارڈ جان رسل نے
یکم مارچ ۱۸۳۱ء دار العوام میں اصلاح کا پہلا مسودہ قانون پیش کیا جسکے رو سے ۶۰ بوسیدہ قصبات"
ساقط کیے گئے، ترقی پذیر قصبات کو رائے دہی کے حقوق عطا ہوئے اور
رائے دہی کے لیے بیس پاونڈ مکان کی ملکیت کا یکساں اصول مقرر کیا گیا۔
یہ مسودۂ قانون جو اس آئینی آزادی کی تجدید و ترمیم کرنا چاہتا تھا جسے پہلی مرتبہ
ارل سائمن اور اڈورڈ اول نے قائم کیا تھا، اس کے پڑھتے وقت ٹوریوں نے
حقارت آمیز شور و شغب سے بہت خلل ڈالا۔ دوسری خواندگی صرف ایک
رائے کی کثرت سے منظور ہوئی۔ ایک مہینے بعد کمیٹی کے دوران میں اس
۲۱ مارچ ۱۸۳۱ء مسودے کے خلاف ایک ترمیم منظور ہوئی اور بادشاہ نے بہ عجلت
وسٹ منسٹر میں پہنچکر پارلیمنٹ کو برطرف کر دیا۔ توپوں کی گرج نے جب
دار العوام کو بادشاہ کی اس عاجلانہ آمد سے خبردار کیا تو ایک ایسا ہنگامہ
برپا ہو گیا جسکا لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ بعینہ وہی نقشہ پیش ہو گیا تھا جو ۱۶۴۲ء
کی یادگار کشمکش کے وقت وقوع میں آیا تھا، لوگ غصے سے چلانے، ٹوپیاں

اُچھالنے اور سخت دھمکیاں دینے لگے۔ دوسری مرتبہ جب توپوں کی آواز سنائی دی تو ایک رکن نے وزرا سے چلا کر کہا کہ "یہ لوگ گولیوں کا نشانہ بنیں گے اور تم میں سے بھی بعضوں کے سر اڑ جائیں گے"۔ ملک کے جوش کے سامنے رشوت دہی وغیرہ کے پرانے موثرات کی کچھ پیش نہ گئی اور ملک نے انہیں وزرا کو سو سے زائد کی کثرت رائے کے ساتھ واپس بھیجا۔ اپریل ۱۸۳۱

دوسرے مسودہٴ اصلاح کی خواندگی کے وقت کثرت رائے ۱۰۹ تک پہنچ گئی۔ جب دارالامراء نے اسے مسترد کر دیا تو جوش عام شورشوں اور آتشزدگیوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔ برمنگھم میں لوہار ہتیار تیار کرنے اور گھوڑوں کے پیروں کے نیچے ڈالنے کے لیئے گوکھرو بنانے کے لئے تمام رات کام کرتے رہے۔ تیسرے مسودے کو ۱۶۲ کی کثرت رائے حاصل ہو گئی۔ دارالامرا نے نو کی کثرت رائے سے دوسری خواندگی منظور کر لی مگر کمیٹی میں اس مسودے کو مسترد کر دیا۔ ولنگٹن نے بادشاہ کے حکم سے ایک وزارت قائم کرنے کی کوشش کی مگر وہ ایک ہفتہ بھی نہ چل سکی۔ عوام الناس نے حصار بنانے اور علانیہ جنگ کرنے کی دھمکی دی۔ سیاسی بزم گاہوں اور اتحادوں نے اپنے ارکان کو حکم دیا کہ جب تک یہ مسودہ منظور نہ ہو جائے اُسوقت تک کسی قسم کا محصول نہ ادا کریں۔ سپاہیوں کا انداز مشکوک تھا۔ بنکوں کو ناکامیاب کرنے کے لیئے بڑے بڑے اشتہارات لندن کی سڑکوں کی تمام دیواروں پر چسپاں کیئے گئے۔ "ڈیوک کو روکنے کے لیئے سونے پر قبضہ کر لو"۔ جب اس طرح ساری قوم سے مخالفت کا سامنا پیش آگیا تو بادشاہ نے قطعی و کامل طور پر انقیاد و اختیار کیا۔ گرے کو واپس بلایا گیا اور اسے یہ اختیار دیا گیا کہ دارالامرا میں اس مسودے کے منظور کرانے کے لیئے جسقدر امرا کی ضرورت ہو اُسی قدر نئے امیر بنالے۔ امرا نے رنج و غصہ کے ساتھ اس تہدید کے سامنے سر جھکا دیا تاآنکہ ۲۷۲ ارکان دارالامرا سے غیر حاضر ہو گئے اور صرف ۱۰۶ ارکان مسودے کے موافق اور ۲۲ اس کے خلاف رائے

ستمبر

اکتوبر ۱۸۳۱

اپریل

دینے کے لیئے آئے؛

اصلاح کے اثرات

زار روس چلا اُٹھا کہ " بادشاہ (انگلستان) نے اپنا تاج نالی میں پھینک دیا ہے "، انگریز اس تجویز کی وسعت سے متحیر ہو گئے جس نے قوت کے قدیم اجارے کو برباد کر دیا تھا، ٹوری اپنے زوال پذیر ملک پر ماتم کرنے لگے، ان کا خیال تھا کہ تیس برس میں اس قانون کی تباہ کاریاں عیاں ہو جائیں گی، موروثی ریاستوں میں تغیر ہو جائے گا، سرکاری کلیسا الٹ دیا جائے گا، آزاد دار الامرا تباہ ہو جائے گا بلکہ ممکن ہے کہ اسکا وجود ہی باقی نہ رہے۔ مزدور اس خیال میں ٹوریوں سے کم نہ تھے کہ زمانۂ آئندہ کے اندر انقلاب مضمر ہے، وہ جانتے تھے کہ انہیں کے مردانہ وار استقلال وہمت کیوجہ سے " یہ فتح حاصل ہوئی ہے "۔ بقول پلیس، " درحقیقت یہی پہلا موقع تھا کہ وہ اپنی آزادانہ مرضی سے ایک حقیقی قومی غرض کے لیئے متحد ہوئے تھے اور اسی امر نے اس دور کو ہر ایک سابقہ دور کے بہ نسبت اہمیت دیدی ہے "۔ چند برسوں کے اندر نوجوانوں کی ایک نئی نسل پیدا ہو جانے والی تھی جسکی نشو و نما اس طرح ہوئی ہو کہ وہ " اقتدار کے احترام سے خالی الذہن اور نیابتی حکومت کے تخیلات سے مملو ہو " اور ان کے اخلاقی اثر سے آخر الامر ایک وسیع تر اصلاح قوم کے توقعات کو پورا کر دے۔ " ایک نہ ایک دن امرا سے فیصلہ کن جنگ ہو کر رہے گی اور انجام کار میں امرا کو ہزیمت اٹھانا پڑے گی "۔ یہ بیم و امید فی الواقع قانون اصلاح کے صورت حالات سے پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ اسکے اصول کا نتیجہ تھی، اس قانون نے چھپن بوسیدہ یا نامزدگی کے قصبات کو ساقط کر دیا تھا اور تیس دوسرے قصبات میں صرف ایک ایک رکن باقی رکھا، اس طرح ایک سو تینتالیس جگہیں تقسیم کے لیئے نکل آئی تھیں، جنمیں سے اضلاع کو پینسٹھ مزید نمائندے دیئے گئے اور بقیہ تعداد مانچسٹر، لیڈز، برمنگھم، اور دوسرے ترقی کن قصبات کے درمیان تقسیم کر دی گئی۔ قصبات میں دس پاونڈ کی مکانداری کی شرط حق رائے دہی کے لیئے قائم کی گئی اور آزاد

اشخاص کی رائے دہی کے حقوق محدود کر دیئے گئے۔ مفصلات میں نقلدار اور پٹہ دار چالیس شلنگ کے اراضی داروں اور پچاس پاؤنڈ سالانہ ادا کرنے والے غیر پابند معاہدہ کاشتکاروں کے ساتھ شامل کر دیئے گئے۔ لیکن دارالعوام کے صاحب املاک طبقات، جائداد اور غیر منقولہ املاک کی حفاظت اور انقلاب کے روکنے کی غرض سے متحد ہو گئے تھے تاکہ جہاں تک ہو سکے قدیم نظم و ترتیب کو بدلنے نہ دیں، جس قانون نے تجارتی طبقات کو رائے دہی کا حق عطا کیا تھا اس نے تینوں ملکوں میں، پانچ لاکھ رائے دہندوں کا بھی اضافہ نہ کیا اور جگہوں کی تقسیم اس طرح سے ترتیب دی گئی کہ نصف سے زائد ارکان کا انتخاب مملکت کی تین فیصدی بالغ مردوں کی طرف سے ہوا۔ قوم کے چھ شخصوں میں سے پانچ شخص اب بھی رائے دہی کا حق نہیں رکھتے تھے۔ جس انتظام نے متوسط طبقے کے نصف اشخاص کو بغیر حق رائے دہی کے چھوڑ دیا ہو، وہ درحقیقت انھیں فریب دینے کے لیئے وضع ہوا تھا۔ مزدور جن کی مدد سے یہ قانون مکمل ہوا تھا، انکی کچھ پرسش بھی نہ ہوئی اور متکبرانہ انداز کے ساتھ انھیں نظر انداز کر دیا گیا۔ اصل تو یہ ہے کہ ان کے حق میں یہ نیا نظام سلطنت پرانے نظام سلطنت کے بہ نسبت کم جمہورانہ ثابت ہوا۔ بہت سے لوگ اپنی قدیمی رائے دہی کے حق کو کھو بیٹھے اور نئے دس پاؤنڈ والے مکان داری کے انتظام میں ان میں سے بہت ہی کم کسی کو موقع ملا۔ وہ اپنی بے انتہا کوششوں سے بالکل خستہ و درماندہ ہو گئے تھے۔
ان کے سرگروہ بالکل مفلس و قلاش اور مسلسل محنت سے چور ہو گئے تھے، حقیقت العوام
میں دارالعوام میں بہت ہی کم تغیر نظر آتا تھا۔ زمیندار شرفا اپنی کثرت تعداد کی وجہ
سے اب بھی دارالعوام پر حاوی تھے اور مثل سابق قصبات میں سے بھی نصف کی ۱۸۳
نمائندگی وہی کر رہے تھے، اور وزارت وگوں کی ہو یا ٹوریوں کی ابھی آئندہ چھتیس برس تک ان کی رہبری دارالامرا ہی سے ہوتی رہی، (اس میں صرف پانچ برس کا وہ زمانہ مستثنیٰ ہے جب لارڈ جان رسل وزیر اعظم تھا) لیکن اصلاح کے دوست و دشمن دونوں انقلاب کی ظفریابی کے تسلیم کرنے میں حق بجانب تھے۔
ناقابل تغیر نظام سلطنت کا خبط دماغوں سے نکل گیا تھا اور ہر شئے تنقید و تغیر کیلئے

کھل گئی تھی۔ "اصول افادہ" یعنی دولت عامہ کے مفاد کے لئے عقلاً جو امر درست معلوم ہو اُسکا اختیار کرنا، حکمراں طبقات کے خداداد حق کی جگہ پر قائم ہوگیا تھا، اور مرتے دم بنیتھم اپنی کامیابی کی انتہائی بلندی پر پہنچ گیا تھا۔ اختیار کا توازن بدل دیا گیا تھا۔ آخری قانون جو بادشاہ کی ذاتی غرض کے موافق پیش کیا گیا ہو وہ جارج چہارم کا ملکہ کرولائین سے طلاق حاصل کرنیکا
۱۸۳۲ مسودہ قانون تھا، اور عام جوش و غضب کے سامنے جن مسودات سے دست بردار ہونا پڑا ان میں تقریباً یہی پہلا مسودہ تھا۔ ولیم چہارم کے بعد کسی بادشاہ نے وزرا کو برطرف کرنے کے حق کے دعوےٰ کرنے کی جرأت نہیں کی۔ بادشاہ کے وزرا جو اسوقت تک عملاً شاہی اثر سے مقرر ہوتے تھے اب اُن کا عزل و نصب تنہا دارالعوام کے ہاتھ میں آگیا۔ انگلستان کی تاریخ میں یہی پہلا موقع تھا کہ انتخاب عام کے براہ راست نتیجے کے طور پر
۱۸۳۴ کسی وزارت کو استعفی دینا پڑا ہو۔ جب دارالعوام نے اپنی رایوں کی فہرست شائع
۱۸۳۶ کرنا شروع کردی تو ذمہ داری کا ایک نیا احساس پیدا ہوگیا۔ جیسا کہ گلیڈ اسٹن نے اقرار کیا ہے اسوقت تک یہ ہوتا رہا تھا کہ "بند قصبات" پر قابو رکھنے کی وجہ سے امرا دونوں ایوانوں کے تصادم کو خاموشی کے ساتھ دبا دیا کرتے تھے مگر اب چونکہ یہ اقتدار غائب ہوگیا تھا اور ایوان ادنیٰ کی آزادی بڑھ گئی تھی اس لئے اب دارالامرا کی طرف سے دارالعوام کے مقابلے میں ایک ایسی مخالفت برپا ہوگئی جسکا قانون اصلاح کے قبل کہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ درحقیقت اس قانون نے دارالعوام کو "حکمراں و انتخاب کنندہ ایوان بنا دیا تھا"، اور دو سو برس قبل پم نے جو دلیرانہ تجویز قائم کی تھی وہ اب انجام کار نظام سلطنت کی ایک بنیاد بن گئی تھی یعنی بہ صورت دشواری و دقت "دارالعوام تنہا سلطنت کو بچائے گا"۔

اصلاح کنندہ پارلیمنٹ چند مہینوں کے سوا دس برس تک وھگ برسر اقتدار رہے اور ان دس برسوں میں بڑی کثرت سے قوانین وضع ہوئے۔ انکا پہلا جلیل القدر قانون یعنی تمام برطانوی نو آبادیوں میں غلاموں کی آزادی، پرانے طریق کی

اونجلکوں کی کامیابی تھی ۔ وطن کے اصلاحات میں دارالعوام کا ابتدائی جوش
متعدد قوانین کی صورت میں ظاہر ہوا ، یہ قوانین اگرچہ فی نفسہ چھوٹے چھوٹے
تھے مگر ہر ایک سے ایک اصول قائم ہوگیا تھا جو آنیوالی صدی میں سلطنت
کے افعال کی رہبری کرنے والے تھے ۔ طبقۂ متوسط کے نئے اثر کا اظہار
ان کوششوں سے ہوا جو منحرفوں اور یہودیوں کے مذہبی قیود کے رفع کرنے
اور انگلستان و آئرلینڈ کے سرکاری کلیسیا کے نظم ونسق کی اصلاح میں کی گئی ۔ ادات مذہبی
جب دارالامرا نے آکسفورڈ اور کیمبرج کے دروازے کھولنے سے ۱۸۳۳
انکار کردیا تو لنڈن کی نئی قائم شدہ یونیورسٹی کو اختیار دیدیا گیا کہ وہ تمام
مذاہب کے لوگوں کو اسناد عطا کرے ۔ ۱۷۵۳ء کے بعد سے اب پہلی مرتبہ ۱۸۳۵
عام عبادت سے اتفاق نہ کرنے والوں کو یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ خاص اپنے
کلیساؤں میں اپنے طور پر رسم مناکحت ادا کریں ۔ ملک کی مذہبی زندگی کو سیاسی اغراض
کے قیدوبند اور دنیاوی اقتدار سے حقیقۃً آزاد کرنے کا جو کام اس طرح
شروع ہوا تھا وہ تمام صدی میں جاری رہا ۔ یہ عزم ہی کچھ کم قابل احترام نہیں تھا کہ
دولت عامہ کے ہر رکن کو یکساں انصاف اور قانونی حفاظت حاصل ہونا چاہئے ۔ لاح قانونی
یکے بعد دیگرے ایسے قوانین وضع کئے گئے کہ جن لوگوں پر الزام لگایا جائے
انکی طرف سے عادل گواہوں کی شہادت پیش ہوسکے اور تمام ملزموں کو ۱۸۳۶
بذریعہ وکیل جوابدہی و مدافعت کا حق حاصل ہوگیا ۔ زیادہ زمانہ نہیں گزرنے
پایا کہ تشہیر کا قابل شرم طریقہ منسوخ ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی مردہ جسم کو ۱۸۳۷
پھانسی پر لٹکا چھوڑ دینے اور علانیہ کوڑے لگانے کی وحشیانہ حرکات
بھی بند ہوگئیں ۔ ابھی تک سینتیس جرموں کے لئے موت کی سزا مقرر
تھی ، اب وہ صرف قتل کے لئے مختص کردی گئی ۔ علانیہ پھانسی دینے کی ۱۸۳۷-۱۸
ممانعت ہوگئی اور عدالتوں میں وسیع الاثر اصلاحیں کی گئیں تاکہ اس کے فوائد
ہر شخص کی دسترس کے اندر پہنچ جائیں ۔ پہلے ہی سال میں ، اصلاحی
پارلیمنٹ کو ایک دھندلا سا احساس اس امر کا بھی ہوا کہ سلطنت قوم کی تعلیم کی
جوابدہ ہے ۔ اس فرض کی ادائیگی سے بہت دنوں تک انکار ہوتا رہا جسکی وجہ تعلیم

خواہ یہ ہو کہ عوام الناس کا خوف غالب تھا یا یہ کہ مالکان کارخانہ وعلمائے اقتصادیات کے خیالات کا پاس و لحاظ کیا جاتا تھا۔ پلیس نے لکھا ہے کہ "ارباب حکومت عوام کی تعلیم پا جانے کے نتائج سے انکے جاہل رہنے کے اثرات کی بہ نسبت زیادہ ہراساں تھے" بہرحال اب پہلی مرتبہ سلطنت کی طرف سے بیس ہزار پاونڈ کی امداد دی گئی، یہ ایک طرح کا چندہ تھا جو دو سوسائیٹوں کے درمیان تقسیم کر دیا گیا تھا، جن میں سے ایک سرکاری کلیسا کی قائم مقام تھی اور دوسری منحرف جماعتوں کی۔ بعد میں ایک مجلس تعلیم (بورڈ آف ایجوکیشن) کا تقرر ہوا اور تیس ہزار پاونڈ اسکی تحویل میں دیئے گئے کہ تمام
۱۸۳۹ فرقوں کے درمیان تقسیم کیا جائے جنمیں وہ لوگ بھی شامل تھے جو رومن کیتھولک کتاب مقدس کا استعمال کرتے تھے، یہ بھی حکم دیا گیا کہ لڑکوں کو ہفتے میں دو گھنٹے تعلیم دی جایا کرے۔ اگرچہ ہنوز ایسے ایسے کاروباری اضلاع جن میں لاکھوں کی آبادی تھی، غریب بچوں کے مدارس سے محروم تھے اور اگرچہ تعلیم پانے والوں سے صرف نصف کے قریب اس قابل ہوتے تھے کہ مدرسہ چھوڑنے کے بعد وہ عبارت پڑھ سکیں، اور چار میں ایک ایسا ہوتا تھا کہ لکھ سکے اور فیصدی دو کسی حد تک حساب بھی جانتے تھے مگر با ایں ہمہ سلطنت کی ذمہ داری کا ایک اصول قائم ہو گیا تھا جو اس کے بعد سے پھر کبھی ترک نہیں کیا گیا۔ کارخانوں کے لئے توضیع قوانین کے طریقے کو سیڈلر نے پھر زندہ کر دیا تھا، اور ایک کمیٹی نے جس کا وہ خود صدر نشین تھا دارالعوام کو اس قسم کے قوانین کے اجرا کے لئے مجبور کر دیا۔ لارڈ ایشلی کا پیش کیا ہوا ایک قانون منظور ہوا جسکی رو سے نو برس سے کم عمر کے لڑکوں کا کارخانے میں کام کرنا ممنوع قرار دیدیا گیا، اور اٹھارہ برس سے کم عمر والوں کے لئے کام کا وقت بارہ گھنٹے تک محدود کر دیا گیا۔ ایڈون چیڈوک کے اثر سے اسی قانون کے سلسلے میں پانچ برس کے لئے چار گشتی انسپکٹر (ناظر) مقرر ہو گئے۔ یہ پہلی کوشش اگرچہ محض امتحانی و عارضی تھی تاہم اس سے مرکزی نگرانی کا جدید و پرزور اصول قائم ہو گیا، انسپکٹروں کے جوش سے

لڑکوں کے لئے کچھ حقیقی حفاظت کا سامان مہیا ہوگیا اور اسی سے ایک نئی امید کی شعاع طلوع ہوئی، لیکن اس قانون کی یاد ایک اور نہج سے بھی دلوں میں جاگزیں ہے، وہ یہ کہ اس نے اس مباحثے کا دروازہ کھول دیا جو اس تمام صدی میں جاری رہا۔ اس زمانے کے تمام علمائے اقتصادیات اس رائے پر قائم تھے کہ ہر انگریز کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنا کام جس طرح چاہے کرے اس میں کسی طرح کی مداخلت نہ ہو، نہ اسے مدد دی جائے نہ اس کے راستے میں کوئی روک پیدا کی جائے تاکہ کارخانے دار کو سلطنت کی اچھی بُری مداخلت سے کوئی نقصان نہ پہنچے اور مزدور ایک آزاد شخص کے طور پر معاملت کرے، اسکی آنکھیں پارلیمنٹ کی طرف نہ لگی رہیں بلکہ وہ اپنی کامیابی کے لئے خود اپنے قوت بازو پر بھروسا کرے، لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو غریبوں سے زیادہ قربت رکھتے تھے وہ صاف دیکھ رہے تھے کہ ایک غلام و فاقہ کش قوم کے سامنے جو "آزادی" پیش کی جاتی ہے وہ لفاظی و سراب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ لارڈ ایشلی (جو ۱۸۵۱ء کے بعد سے لارڈ شافٹسبری کے نام سے زیادہ مشہور ہے) غریبوں کی مصیبتوں پر کڑھ رہا تھا اور جس حد تک آلام و مصائب اس نے معائنہ کئے تھے ان سے متاثر ہوکر وہ سلطنت کی مداخلت کا پرجوش حامی بن گیا تھا، "ہم پارلیمنٹ سے کہتے ہیں کہ تم اپنے قوانین کو اس قابل بناؤ کہ وہ قانون کا صحیح فرض ادا کرسکیں۔ ان لوگوں کی حفاظت کرو جنھیں "ظلم" سے بچانے میں دولت، مرتبہ، عمر کوئی شے بھی کام نہیں آتی"، جب حکومت نے یہ چاہا کہ تحفظ کی عمر کو گھٹا دے اور یہ دلیل پیش کی کہ بارہ برس کے لڑکے بھی بڑوں کی طرح خود اپنے متعلق فیصلہ کرسکتے ہیں، نیز یہ کہ ہفتے میں اکہتر گھنٹے کے کام سے انھیں کچھ نقصان نہیں پہنچیگا تو ایشلی نے حقارت کے ساتھ دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ وہ پارلیمنٹ جس نے غلاموں سے کام لینے کو مردود قرار دیا ہو اور بالغ حبشیوں کے لئے ہفتے میں پینتالیس گھنٹے سے زائد کام کی اجازت نہ دی ہو وہی پارلیمنٹ شہنشاہی

برطانیہ کے بچوں کو غلامی کے غار میں ڈھکیل دے۔ ایشلی کے "قانون کارخانہ" ہی سے اس جنگ کا آغاز ہوا جو بلتھم کے تعلیم کردہ انفرادیوں اور سلطنتی اجتماعیوں کے درمیان جاری ہوئی، (سلطنتی اجتماعیوں کا دعوے یہ تھا کہ سلطنت کے ہر باشندے کو استحقاقاً یہ حق ہونا چاہئے کہ وہ اپنے حکومت کے توسط سے اپنے لئے کل قوم کے تحفظ کا دعوے کر سکے)۔

قانون امداد غربا — درحقیقت اس سال کو ایک نئے دور کا دیباچہ سمجھنا چاہئے۔ پارلیمنٹ جو ملک کے حیرت انگیز جوش سے تازہ تازہ متاثر ہوئی تھی، اسکے ہر کام میں آزادی و انصاف کی روح دائر و سائر ہوگئی تھی۔ ابتدائی کارروائیاں کیسے ہی ڈرتے ڈرتے ہوئی ہوں اور وہ کیسی ہی بے حقیقت نظر آتی ہوں مگر یہی کارروائیاں پر از جرأت خیالات و مساعی کی آمد آمد کی خبر دے رہی تھیں، آئندہ سال کے قانون امداد غربا سے جسطرح زیادہ پر حوصلہ کوشش کا اظہار ہوتا تھا اسی طرح اس سے قانون سازوں کے مناقب و مثالب بھی اچھی طرح واضح ہو گئے تھے۔ قانون کارخانہ کی طرح یہاں بھی انھوں نے مقامی عہدہ داروں پر مرکزی نگرانی قائم کی، ۱۶۴۰ء سنہ کے بعد پہلی مرتبہ ایسا ہوا تھا اور بہ نظر احتیاط صرف پانچ برس کے لئے امتحاناً اسکا اجرا تجویز ہوا، انھوں نے نظم و نسق کے وہ اصول قائم کئے جو خاص اُنکے طبعزاد تھے اور اس کے ساتھ ہی سودمند بھی تھے، چھوٹے چھوٹے ناکتفی پیرشوں کو ملا کر بڑے بڑے مجموعے بنا دیئے گئے اور قدیم رضاکارانہ متولیوں اور تاجروں کے بجائے تنخواہ دار عہدہ داروں کا ایک نیا طبقہ قائم کیا گیا جسکا تمام وقت سرکاری کاموں میں ہی صرف ہوتا تھا۔ دوسری طرف امداد کا اصولی و عملی طریقہ (جسمیں کام کرنے والی جماعتوں کی رائے کو کوئی دخل نہ تھا) ایسا رکھا کہ اس نے مصائب و آلام کو اور بڑھا دیا۔ رائے عامہ پر اسوقت اقتصادیوں کی حکومت تھی اور ان کے خیالات و آرا چند معینہ نظریات کے اندر مقید تھے جنھیں وہ اپنے زمانے کے محیر العقول تغیرات میں اپنے مخصوص انکشافات سمجھتے تھے۔ ان پر یہ خوف

مسلمہ تھا کہ آبادی، ذرائع معاش کے مقابلے میں زیادہ بڑھ جائے گی، وہ اسکے بھی مدعی تھے کہ اجرت میں اگر کسی قسم کی مداخلت نہ کی جائے تو وہ فطری "قوانین" کے تابع ہو جاتی ہے، یعنی اس حد سے کبھی نیچے نہ آوے گی جو گزر اوقات کے لئے بدرجہ اقل ضروری ہو اور نہ اس سے اوپر جائے گی جسے ملک کی تجارت معقول طور پر برداشت کر سکے، بلکہ غلے کی قیمت کے لحاظ سے اس میں مناسب کمی و بیشی ہوتی رہے گی۔ وہ اپنے اس مسلمہ اصول میں کسی قسم کے حصر و استثنیٰ کو گوارا نہیں کرتے تھے کہ اقتصادی کامیابی ہر فرد کے عمل کی شخصی آزادی اور خود اسکی قابلیت کی بلا مدد کوششوں پر منحصر ہے۔
ان اصولوں کے لحاظ سے یہ امر مضر سمجھا جاتا تھا کہ انتہائی جزورسی کو مدنظر رکھے بغیر غریبوں کو مدد دی جائے، اور مدد دی بھی جائے تو صرف ایسی حالت میں جب واقعی فاقے کی نوبت آ جائے اور اس کے شرائط ایسے سخت ہوں کہ سوائے مفلوک الحال اشخاص کے اور کوئی اس سے متمتع نہ ہو سکے۔ بیرونی امداد بند کر دی گئی اور قلت اجرت کی اعانت میں غربا پروری کے طور پر غلے سے مدد کرنا بھی متروک ہو گیا۔ اس طرح مزدوروں کو موقع مل گیا کہ وہ کام کی تلاش میں جہاں چاہیں آزادی کے ساتھ جا سکیں لیکن یہ آزادی محض برائے نام تھی۔ امداد کے بند کر دینے سے اجرتوں میں تو کچھ اضافہ نہیں ہوا اور جب غلہ ساٹھ شلنگ فی کوارٹر کے حساب سے فروخت ہونے لگا تو لوگ روٹی بغیر مرنے لگے۔ کام کرنے کے مقامات بڑھائے گئے، مگر اول تو ان میں داخل ہونا دشوار تھا اور کسی طرح داخل بھی ہو جاتے تو وہاں کی تکالیف قید خانے سے بھی بدتر تھیں۔ اصولیوں کے نزدیک علم الاقتصاد اور نیابت کے اصولوں کو باہم متحد کرنے کے لئے یہ طریقہ بہت انسب معلوم ہوتا تھا کہ جو لوگ قابل محصول جائداد کے مالک ہوں انھیں مجلس متولیان میں ان کے محصول کے تناسب سے رائے دینے کا حق دیا جائے جسکا نتیجہ یہ تھا کہ ہر شخص یہ کہتا تھا کہ ان متولیوں کو غریبوں کی فکر کرنے کے بجائے صرف شرح محصول کی فکر دامنگیر رہتی ہے۔ مزدوروں نے

قانون امداد غربا کے اس سخت انتظام کا مقابلہ وحشیانہ بغاوت سے کیا اور ایک ایسا فریقانہ عناد پیدا ہوگیا جسکی خرابیاں دراثتہً منتقل ہوتی رہیں مفصلات میں انباروں کے جلانے کے وحشیانہ واقعات وقوع میں آئے اور حکام نے بھی مثل سابق ظالمانہ طور پر انکا تدارک کیا؛

بلدی اصلاح ۱۸۳۵ ایک کام جسمیں غلطی کا شائبہ کم تھا وہ قانون اصلاح بلدیہ تھا جس نے بہت ہی وسیع پیمانے پر مقامی حکومت خود اختیاری عطا کردی، اسی قانون نے عملاً اس طولانی مدنی کشمکش کا خاتمہ کیا جسکے ذریعے سے انگلستان کے شہروں نے بہت سی ناکامیوں اور ٹھوکروں کے بعد غلامی سے نکل کر خود مختاری اور معاشری آزادی کے میدان میں قدم رکھا تھا۔ یہ کارروائی تین برس پہلے کے قانون اصلاح کے مقابلے میں بے انتہا جمہورانہ تھی۔ بیشک ایک قصبہ کے مقامی معاملات کو قوم کے سپرد کردینا اس قدر ہیبتناک نہیں معلوم ہوتا تھا جتناکہ سلطنت کے معاملات میں انھیں دخل دینے کی اجازت دینا مہیب نظر آتا تھا، جب اہلِ شہر کی نئی شخصیہ جماعت (یعنی مکانداران انجمن علم) کے سامنے جسکا کام تمام باشندوں کے مشترک اغراض کو ترقی دینا تھا، مجالس تجار، وانجمن ہائے تجارت فنا ہوگئیں تو قدیم فرسودہ امتیازات اور محبوب و مرغوب اجارات بھی یک قلم ہوا ہوگئے اب نیابتی کاونسلیں (جن کا انتخاب عام کاموں کے لئے مکانداری کے اصول انتخاب کی بنا پر ہوتا تھا) اور شہر کے عہدہ دار دونوں، محصول اداکرنے والوں کے خادم سمجھے جانے لگے، یہانتک کہ قصبے کا خزانچی اس امر کا مجاز نہ تھا کہ روپیہ صرف کرنے کے متعلق خود کاؤنسل کے حکم پر اسوقت تک کاربند نہ ہو جب تک کہ وہ مصارف قوانین بلدیہ اور قصبے کے نظام حکومت کے رو سے جائز نہوں، لیکن نئے اختیارات کو پوری طرح عمل میں لانے میں سالہا سال گزر گئے۔

ایڈون چیڈوک اور لارڈ شافٹسبری کے ایسے چند دلیر اعاظم رجال نے کاہلی، تعصب، اور انتظامی مشکلات کا مقابلہ کرنے اور وبا، اموات، جہالت اور ظلم کے مقابلے میں سینہ سپر رہنے میں جس غیر متزلزل اعتماد علے النفس کا

اظہار کیا اور اس میں مدت تک انھیں جیسی کچھ تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں جب ہم ان کا خیال کرتے ہیں تو ہم پر ضرور ایک طرح کی افسردگی طاری ہو جاتی ہے۔ شہروں میں غریبوں کے محلوں کے اندر مکانوں کے ہوادار بنانے، بدررو جاری کرنے اور تعمیرات کرنے کے متعلق جب ایک مسودہ قانون پیش ہوا تو حکومت نے اسے مسترد کر دیا اور غریبوں کے لئے مکانوں کا انتظام کرنے کے لئے کچھ
بھی کوشش نہ ہوئی، مگر آزاد شدہ شہروں (بلدیات) میں مزدوروں کی امیدیں ۱۸۴
وسیع ہو گئی تھیں، بلدیات اپنی اپنی جگہ پر اظہار جوش میں ایک دوسرے سے ۱۸۴
سبقت لیجانا چاہتے تھے۔ پس صدی کے وسط سے انھوں نے اہل شہر کے لئے پانی، روشنی، پختہ سڑک، مکانات، کتب خانے، وسائل آمد و رفت، طبی امداد وغیرہ کے سامان مہیا کرنے شروع کئے اور صحت و تعلیم کے ذرائع کو اپنی جمہورانہ نگرانی میں یکجا کرنے کی کوشش میں سرگرم ہو گئے۔ رویٹو

اصلاح کی پشت گرمی اور جوش نے ابتک وہگوں کو سنبھالے رکھا تھا، مگر مزدوروں کو دغا دیجانا رنگ لائے بغیر نہ رہا، خود ان میں عزت و انصاف کا احساس ماند پڑ گیا، اور ملک کے اندر اُن کی نیکنامی برباد ہو گئی۔ دو برس کے اندر لبرلوں کی کثرت ۳۱۴ سے گھٹ کر ۱۰۷ رہ گئی۔ اسی اثنا میں سر رابرٹ پیل نے معتدل ٹوریوں کو کنسرویٹو (مستحفظین) کے نئے نام کے تحت میں جمع کر لیا۔ یہ لفظ پہلے پہل کیننگ نے نکالا تھا، اسکے بعد رفتہ رفتہ اسکا عام رواج ہو گیا۔ رابرٹ پیل ہی نے انھیں "متوسط درجے
کے طریق ٹوری"، کی طرف رہبری کی جسکا مطمح نظر یہ تھا کہ مالیات کو عمیق نظر ۱۸۳
سے دیکھا جائے، عام ہیجان و اضطراب کے بالمقابل ایک مستعد کار حکومت قائم کیجائے اور جن خرابیوں سے کلیسا یا سلطنت کو خطرے کا اندیشہ ہو ان میں با احتیاط ترمیم کیجائے۔ مسلسل کمزور حکومتوں کے دوران میں وہگوں اور معتدل ٹوریوں یعنی کنسرویٹو میں کچھ ایسا فرق نہیں معلوم ہوتا تھا، عمومی تنظیمات سے دونوں یکساں بدظن اور ریڈیکل (بیخ کن) شورش انگیزیوں سے بے حد خائف تھے۔ اسلئے طبقات کا قانون اصلاح کسی طرح بھی موجب طمانیت نہ ہوا

اور آئندہ تیس برس تک ہر ایک عمومی بزم و انجمن اس ایک مقصود کی طرف گامزن رہی کہ اپنے ملک کے نظام سلطنت میں قوم کو دخیل بنائے۔ جب ۱۸۱۸ء میں کابٹ نے غریبوں کو حق رائے دہی کے لئے برانگیختہ کیا اسوقت روئی کے کارخانوں میں ۵۰۰،۰۰۰ آدمی کام کرتے تھے مگر ۱۸۳۹ء میں مسودہ اصلاح کی رو سے جو لوگ خارج رکھے گئے تھے انھیں کی تعداد ۴۹۰۰۰ تھی یہ کثرت کبھی اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ دستکار غایت بددلی اور سخت غصے کے ساتھ الگ ہو گئے۔

دستکاروں کا انحراف

اسوقت سے ان کے سرگروہ باواز بلند یہ کہنے لگے کہ انھیں اپنی ہی متحدہ طاقت کے سوا اور کسی طرف مدد کے لئے نظر نہ اٹھانا چاہئے اور ان میں منتظمہ رفاقت کا جو احساس پیدا ہو گیا تھا وہ نفع رسانی کی انجمنوں، حرفتی مجلسوں، امداد باہمی کی انجمنوں، تجارتی بزموں اور اتحادوں سے ظاہر ہو رہا تھا۔ امداد باہمی کی انجمن اول اول ۱۸۲۸ء میں "دکان متحدہ" کے نام سے پانچ پاونڈ کے سرمایہ سے قائم ہوئی تھی، اب ان انجمنوں کی تعداد کئی سو ہو گئی ہے۔ ۱۸۲۹ء میں ایک آئرلینڈی رومن کیتھولک ڈوہرٹی نامی نے سب سے پہلے یہ کوشش کی تھی کہ کام کرنے والوں کی حفاظت کے لئے مختلف تجارتوں کو ایک متفقیت یا قومی انجمن میں متحد کیا جائے۔ اس کے بعد ایک باشندہ ویلز، رابرٹ اون نے "قومی حیات ثانیہ کی بزم" "اور متفقہ تجارتوں کا قومی اتحاد اعظم" قائم کیا، یہ اتحاد مختلف تجارتوں کی جداگانہ انجمن گاہوں کا ایک متفقہ مجموعہ تھا جسکا مقصد یہ تھا کہ کام کے لئے آٹھ گھنٹے کا دن مقرر کر دیا جائے شرح اجرت اتنی ہو کہ کام کرنے والے آرام سے بسر کر سکیں، ہر شخص کو کام ملنے کا حق ہو، اور جو کام انکے ہاتھ سے انجام پائے اس کے نفع میں انھیں حصہ دیا جائے۔ چھ ہفتوں کے اندر اندر پانچ لاکھ اشخاص اس اتحاد کے رکن ہو گئے جن میں اہل حرفہ، عورتیں اور دیہاتوں کے ہزارہا مزدور سب ہی طرح کے لوگ شامل تھے۔ یہ تعداد ایسی تھی کہ انگلستان یا اور کسی یورپی ملک میں اس سے قبل کہیں کوئی نظیر اس کی

نہیں مل سکتی۔ وھگ اور ٹوری دونوں فریق کے وزراان نئے اتحادوں کے
متعلق یہ کہتے تھے کہ "انھیں جن مشکلات وخطرات کا سامنا ہے ان میں یہ
اتحاد سب سے زیادہ مہیب ہے" "قومی اتحاد اعظم" کو تباہ کرنیکے لئے
نہایت لاابالیانہ طور پر قانونی ضوابط کی کھینچ تان کیجانے لگی، تاآنکہ عدالتی خرابی
اس حد کو پہنچ گئی کہ ڈارسٹشائر کے چھ مزدوروں کو اتحاد کی ایک دیہاتی بزمگاہ قائم
کرنے کے جرم میں سات سات برس کی جلاوطنی کی سزا دی گئی۔ اتحادی مزدوروں
کا ایک جلوس جب تینتیس جھنڈے لئے ہوئے مزدوروں کی جانب سے
ایک تعرض و درخواست حکومت میں پیش کرنے کے لئے لندن میں ہوکر گزرا،
تو تمام سڑکوں پر سوار متعین کردیئے گئے اور بغیر کسی قسم کی شنوائی کے انھیں
واپس کردیا گیا۔ جن عظیم الشان احتجاجوں سے ہم اچھی طرح واقف ہیں ان میں یہ
پہلا عظیم الشان احتجاج تھا۔ "قومی اتحاد اعظم" کی سرفروشانہ کوشش کی ناکامی
سے کسی طرح پست ہمت ہوئے بغیر، ایک دوسری "انجمن کارکنان"
نے ایک ایسی بزم کی طرح ڈالی جہاں اہل حرفہ خود اپنی تعلیمی ہیئت کو مرتب
۱۸۳۶ کریں اور خود اپنے رہنما پیدا کریں اور اس طرح کارکن طبقے کی ایک صحیح روش کو
ترقی دیں۔ علاوہ ازیں اسی انجمن نے سب سے پہلے اس طرح پر
بین الاقوامی کارروائی کا راستہ کھولا کہ تمام ممالک کے کام کرنے والوں کے
درمیان پیغامات کی آمدورفت کا ایک سلسلہ قائم کردیا، عامۃ الناس کیلئے
اخبارات مختلف صورتوں میں ایک آنے والے اخبار جاری کئے گئے، چار آنے کا سرکاری
محصول ادا کئے بغیر ان کے فروخت کرنے کے لئے سنہ ۱۸۳۰ء و ۱۸۳۶ء کے
مابین ۷۲۸ مقدمے چلائے گئے جن میں ۲۱۹ صرف سنہ ۱۸۳۵ء میں دائر ہوئے۔
اگرچہ عوام کی چیخ پکار سے مجبور ہوکر لارڈ ملبورن نے محصول ایک پنی (۱d) تک
۱۸۳۶ گھٹا دیا تاہم اشتہارات کے لئے رقوم ادا کرنے اور کاغذ پر ۷۰۰،۰۰۰ پاونڈ
محصول دینے سے غریبوں کے وہ اخبارات جو قانونی پابندی کے ساتھ شائع
۱۸۳۵-۱۸۱۵ ہوں آئندہ بیس برس تک تھوپے پنس (۲ ۱/۲ d) میں پڑتے رہے، (کاغذ کے
محصول کی محولہ بالا رقم کاغذ کی اس تمام مالیت کی نصف تھی جو انگلستان میں

تیار ہوتا تھا)۔ مزدوروں کے نئے تخیلات کی اس بیباکانہ روش پر ہم متعجب ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، لیکن ان کی ہمت کیسی ہی کچھ بلند کیوں نہ ہو جو طبقہ ہنوز غلامانہ حالت میں ہو اور مطبوعات کی ارزانی ایک آنے والے محصول ڈاک کا طریقہ، ریلوے سلسلہ رسل و رسائل، سہولت سفر، اور تبدیل کار کا موقع سب مفقود ہو اسکے وسائل سے بہت بعید تھا کہ وہ ہمہ گیر اتحاد و اتفاق قائم کرلے سلطنت کی طرف سے غداری یا سازش اور بغاوت کے مسلسل مقدمات سے حکومت کا انداز، قوم کی فلاکت اور پارلیمنٹ سے باہر کی عمومیت اور پارلیمنٹ کے اندر کی وہگ وزارت کے درمیان روز افزوں انفراق سب ہویدا ہوجاتا ہے۔ مزدوروں کو تجربے سے معلوم ہوگیا کہ جن طبقات کو نیا نیا حق رائے دہی حاصل ہوا ہے وہ اپنی شکایتوں کے رفع کرنے اور باہر والوں کی آوازوں کو دبانے میں کس درجہ سرگرم ہیں۔ مزدوروں نے ”چارٹسٹ“ (منشوری)، ”انٹی کارن لا لیگز“ (مخالفان قانون غلہ)، ”ٹریڈیونینیسٹ“ (مزدوران اتحادی)، فیکٹری ”رفارمر“ (مصلحان کارخانہ) مختلف ناموں سے اپنے اجتماعات قائم کئے، مگر انھیں کسی نام سے بھی پکارا جائے وہ سب کے سب بلا روو کد اسی عظیم الشان فوج کے متفرق دستے تھے جو قوم کی آزادی اور رفع قیود کے لئے لڑ رہی تھی؀

چارٹسٹ (منشوری)

آئندہ کے دس برسوں میں ان میں سے ہر انجمن بساط جنگ پر صف آرا ہوگئی۔ لارڈ جان رسل وہ پرجوش مصلح تھا جسکی غیر متناہی کوششوں سے ملک کو ”قانون اصلاح پارلیمنٹ“، ”قانون اصلاح بلدیہ“، ”اختیارات کی منسوخی، تعزیری قوانین اور مذہبی پابندیوں میں بہت کچھ نرمی کے فوائد حاصل ہوئے اور تعلیمی تحریک میں جان پڑگئی، وہ دار العوام میں دس برس سے زیادہ پیل کا خاص الخاص بالمقابل رہا اور بیس برس سے زیادہ وہگ فریق پر اسکا غلبہ قائم رہا،
۱۸۳۷ وہی اب دار العوام کا سرگروہ تھا اور وہ یہ کہتا تھا کہ ۱۸۳۲ء کا قانون اصلاح
مختتم حیثیت رکھتا ہے اور نظام سلطنت اب پھر مکمل ہوگیا ہے۔ اسی برس میں منشوریئین بہ سرکردگی فرگس اوکانر، سیاسی میدان میں اتر آئے انکی صدا یہ تھی

۱۸۳۸-۱۸۴ "ہم حقوں سے اپنا بدلہ لیں گے۔" اصلاح کے معاملے کی دغابازی قانون امداد غربا سے تنفر، زوال پذیر تجارت کی وجہ سے گرسنگی کی شدت و سختی ان سب باتوں نے ملکر بیخ کنوں، اجتماعیوں، اتحادی مزدوروں، اور عورتوں کے مطالبۂ رائے دہی کی بہت سی بزمگاہوں کو اس امر پر متحد و متفق کر دیا کہ وہ سب یہ تہیہ کرلیں کہ جب تک رائے دہی کا حق نہ حاصل ہو جائے گا، تمام مسائل کو برطرف رکھیں گے۔ پیل نے جب "قوانین کارخانہ" کی مخالفت کی اور اس وجہ سے کنسرویٹو طبقہ کی طرف سے مزدوری پیشہ جماعتوں کی تمام امیدیں باطل ہو گئیں تو انھوں نے سمجھ لیا کہ "منشوریت" کے سوا، ان کے درد کی اور کوئی دوا نہیں ہے۔ اوکانل نے اسکا نام "چارٹر" (منشور) رکھا تھا، اس چارٹر میں حسب ذیل چھ باتوں کا مطالبہ کیا گیا تھا: خفیہ رائے دہی، رکن پارلیمنٹ کے لئے جائداد کی شرط کا ترک کیا جانا، ارکان کو تنخواہ یا معاوضہ ملنا، ہر بالغ شخص کو رائے دہی کا حق ہونا، ملک کو مساوی حلقہائے انتخابی میں تقسیم کرنا انتخاب کا سالانہ عمل میں آنا اور پر امن جلسوں کا انعقاد، پارلیمنٹ کے پاس پر ہیبت درخواستوں کا بھیجنا (جنکی اہمیت کو جعلی دستخطیں کلی زائل نہیں کر سکتیں) اپنے مقاصد پر زور دینے کے لئے ایک پرچے کا جاری کرنا، یہی وہ مسائل تھے جنکے ذریعے سے آئین پسند منشوریوں کو یہ امید تھی کہ وہ حکومت کو راضی کرلیں گے، دوسری طرف ٹمپرنس (ترک مے نوشی) کی انجمنوں اور عامۃ الناس کے دار العلوموں کے ذریعے سے یہ کوشش ہو رہی تھی کہ قوم خود اپنی تجدید حیات کا سبب بنے اور اپنے لئے حقیقی آزادی حاصل کرے۔ دوسرا حصہ جو انتہائی عسرت کی وجہ سے بالکل سر بکف ہو گیا تھا وہ انقلاب اور جسمانی قوت سے کام لینے کی طرف مائل ہو گیا۔ حکمراں طبقات نے ان سب کو کافر کمیونسٹ (اشتراکی) کے ایک لفظ عام میں داخل کرلیا تھا، جو تخت شاہی، کلیسا، اور خاندان کے تباہ کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ لارڈ شافٹسبری نے رنج و اندوہ کے ساتھ یہ کہا کہ "اخلاقیات و سیاسیات کے دو بڑے عفریت اجتماعیت اور منشوریت تمام ملک کو تہ و بالا کر رہے ہیں۔" منشوری خود تو آپس کے اختلاف رائے سے

کمزور اور اپنے مشتبہ و مشکوک سرگروہوں کی وجہ سے مضمحل ہو گئے اور اس حال میں انھیں سابقہ پڑا اعلےٰ درجے کے فوجی انتظام اور پولیس سے، جن کی کیفیت یہ تھی کہ فوج تمام حرفتی اضلاع میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھی اور پولیس نئی نئی بھرتی ہوئی تھی اور خوب قواعد داں تھی۔ پس حکومت نے اول تو اُنکے نہایت ہی پاکباز و اعلےٰ خصائل سرگروہوں کو سخت قسم کی قید میں ڈال دیا اور جب اس طرح منشوریوں کا ہر ایک فرقہ زیادتی پر مجبور ہو گیا تو پھر ظالمانہ سختی کے ساتھ انھیں دبا دیا گیا۔

اس وقت تو ان کی کوششیں پژمردہ ہو کر رہ گئیں مگر بعد کو پھر ۱۸۴۸ء میں ان میں بیداری کے آثار پیدا ہوگئے۔ یہ نیا جوش اندرون ملک کے مصائب اور برِاعظم کے انقلابات کے متعدی اثر کا نتیجہ تھا۔ منشوریوں کی آخری مجلس مشورہ جب لندن میں جمع ہوی ہے، اس وقت غریبوں کی مصیبت حدِ غایت کو پہنچ گئی تھی، اور جب اس مجلس کے شرکا قوم کی ناقابلِ برداشت مصیبت کے اظہار کے لئے یکے بعد دیگرے کھڑے ہوے تو بہت سی صبر آزمائیوں اور غلطیوں کے بعد ان منشوریوں نے اپنے پرانے وقتوں کا جوش و خروش تازہ کر دکھایا۔ ان کا ایک جلوس پارلیمنٹ میں ایک درخواست گزراننے کے لئے چلا مگر ڈیوک ولنگٹن کی فوجی پیش بندیوں اور لندن پولیس کی وجہ سے وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جب یہ مجمع مایوس ہو کر منتشر ہو گیا تو اس کے ساتھ ہی منشوریت بھی معدوم ہو گئی لیکن اس نے جو کام کئے تھے وہ بیکار نہیں گئے۔ دس برس کی جد و جہد نے ایک نئے طبقے کے نشو و نما کا اظہار اور مشترکہ مساعی اور صبر و برداشت کے ذریعے مزدوروں کو اس طرح متحد کر دیا تھا کہ اس سے قبل ان میں کبھی ایسا اتحاد نہیں ہو سکا تھا۔ کارل مارکس کے وسیلے سے ان کے الفاظ بھی انگلستان کے حدود سے باہر پہنچ گئے تھے۔ اس شخص نے ان کی آخری مجلس مشورہ کی تیاریوں کو دیکھا تھا اور یہ کہدیا تھا کہ انگلستان کے منشوری سچے قومی ہیں اور اگر وہ اپنے چھ مطالبات کو حاصل کرلیں گے تو وہ تمام دنیا کے لئے آزادی کا راستہ کھول دیں گے۔

قوانین غلہ

درحقیقت جس شئے نے منشوریوں کو ایک طرف کو ہٹا دیا تھا وہ ان ہی برسوں میں قوم کے اندر ایک جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ یہ وہ شور انگیز تصادم تھا جو حرفتی طبقوں اور زمینداروں (اور ان کے قوانین غلہ) کے درمیان واقع ہوا۔ انگلستان کے کھیتوں میں، اب اتنا غلہ نہیں پیدا ہو سکتا تھا کہ فاقہ مست شہروں کی کثیر آبادی کے لئے کافی ہو سکے۔ آبادی میں ہر دسویں برس تقریباً بیس لاکھ کا اضافہ ہوتا جاتا تھا اور قوم کا حصہ کثیر جئی اور آلو پر گزران کرتا تھا۔ کابڈن نے بالاعلان یہ کہا کہ ایک برس کے اندر برنیل کو اس سے زیادہ سامان بھیجا گیا جتنا اس دوران میں انگلستان کی کل زرعی آبادی نے خرچ کیا ہے۔ ۱۸۳۷ء کے بعد متواتر کئی برسوں تک فصلوں کے خراب ہونے سے بڑی تباہی برپا ہو گئی۔ ایک طرف شرح اجرت گرتی جاتی تھی اور دوسری طرف غذا کی قیمت بڑھتی جاتی تھی۔ ۱۸۴۰ء تک پہنچکر اس اضافہ کا اندازہ تین کروڑ ساٹھ لاکھ کیا گیا ہے جسکا بار بالتخصیص غریبوں پر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی ۱۸۳۰-۳۴ء میں برآمد کی مالیت ۱۸۱۶-۲۰ء کے بہ نسبت کم تھی اور کاروبار کے انحطاط کے ساتھ ہی کارخانہ داروں کی تجارت بھی فنا ہوتی جارہی تھی۔ رچرڈ کابڈن "دی اینٹی کارن لا لیگ" (انجمن مخالفین قانون غلہ) میں جان برائٹ کا شریک ہو گیا۔ (کابڈن ایک کسان کا بیٹا تھا جو ۱۸۱۴ء کی زرعی تباہیوں میں برباد ہو گیا تھا اور برائٹ کوئکر مذہب کا پیرو اور راکڈیل کا ایک صناع تھا) یہ دونوں مبلغ ملک کے تمام عرض وطول میں آزاد تجارت کے لئے آتش فشانی کرتے پھرتے تھے۔ انھوں نے سیاسی اختلافات کا ایک طوفان برپا کر دیا۔ اس مہم میں ان طبقوں کو اظہار خیال کا موقع دیا گیا جنکی آواز کی ابتک قومی مجلسوں میں کوئی شنوائی نہیں ہوتی تھی۔ عام عبادت سے اتفاق نہ کرنے والے پادریوں کے سات سو نمایندوں کا جمع ہونا ٹائمز کی نظر میں محض "لغویت و مضحکہ" تھا اس وقت سے پہلے اہل سیاست انتخابات کے سوا دار العوام سے باہر بہت ہی کم کوئی تقریر کرتے تھے اور ارکان کبھی اپنے حلقۂ انتخاب سے باہر نہیں نکلتے تھے مگر کابڈن اور برائٹ نے (جو بالترتیب ۱۸۴۱ء و ۱۸۴۳ء میں

پارلیمنٹ میں داخل ہوئے) اپنی بہترین قوت عوام الناس کے جلسوں کو خطاب کرنے میں صرف کر دی۔ ان جلسوں میں کثیر التعداد اشخاص سیاسی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جمع ہوتے تھے جو انھیں ایک نئی قومیت اور ایک نئے "قانون اصلاح" کے لئے تیار کرتے ہیں کسی طرح بھی منشوری تحریک سے کم اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ انھیں دونوں نے کام کرنے والوں اور کام لینے والوں کو اپنی غرض مشترک میں متحد ہونے کے لئے پہلی مرتبہ صلاح دی، کابڈن اس امر پر زور دیتا تھا کہ انگلستان کی قوم دہقانی جماعت نہیں ہے بلکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو شہروں اور قصبوں میں رہتے ہیں اور وہی اس ملک پر حکومت کریں گے۔ "آزاد تجارت کے حامیوں کی بلیغ و سنی خیز التماسوں میں زوال پذیر حرفت، ترقی پذیر غربت، فاقہ کش و گرفتار اجل اشخاص کی ضروریات، مزدوروں کی تنگ خلاصی، صناعوں کے منافع، ماوراے بحر تجارت کی دولت و ثروت، اہل ملک کو جاگیرانہ غلامی سے نکال کر آزاد قوم کے درجے پر پہنچانا، تمام ملکوں کے درمیان امن وامان اور خیر اندیشی کی اشاعت، کاروبار، بلند حوصلگی، اور ہمدردی انسانی کے دلائل سب مباحث موجود ہوتے تھے۔ منشوری اسکا ترکی بہ ترکی جواب دیتے تھے کہ روٹی کے سستے ہونے سے مزدوری بھی سستی ہو جائیگی، زائد از ضرورت پیداوار سے اجرت غیر منتقن ہو جائے گی۔ وہگ اس سے پہلے ہی انھیں "قانون امداد غربا" کی مصیبت میں پھنسا چکے، انکے لڑکوں کو مرنے کے لئے کارخانوں میں بھیج چکے، اور ان کے سرگروہوں کو قید خانوں میں ڈال چکے ہیں۔ اور (سب پر طرہ یہ کہ) اسی کروڑ پاونڈ کا قرضہ ان کے گلے منڈھ گئے ہیں، اور وظائف، سرکاری کلیسا، ہزارہا عہدے اور تنخواہیں، بری و بحری افواج، مقامی محاصل، اور زمینداری کے بوجھ ان کے سروں پر لادے گئے ہیں۔ اس کا دنداں شکن جواب بھی موجود تھا، برائٹ نے کہدیا کہ

۱۸۴۲ "جو برطانیہ کے طبقہ امرا کا صعب ترین دشمن رہا ہے وہی تمہارا صمیم ترین دوست رہا"، حقیقت یہ ہے کہ آبادی کا دسواں حصہ محض مفلس و قلاش تھا اور امداد غربا میں ستر لاکھ پاونڈ سالانہ خرچ ہوتے تھے، مثل سابق مصیبت کی وجہ سے

شورشیں برپا ہوئیں اور ہول و تخویف کا دور قائم ہوگیا۔ صرف ایک قیدخانے میں پانچسو قیدیوں کا مقدمہ خاص کمشنروں کے ذریعے سے انجام پایا؛

۱۸۴۱ آزاد تجارت

مالیات و اقتصادیات کے متعلق وہگوں کی ناواقفیت افسوسناک حدتک پہنچی ہوئی تھی، وہ اپنے آٹھ برس کے دوران حکومت میں محصول پر محصول ایزاد کرتے گئے اور کبھی اسپر نظر ثانی نہ کی، کچھ کیا تو یہ کہ سال بہ سال اپنے موازنے میں کمی کو بڑھاتے گئے۔ سر رابرٹ پیل جب وزارت پر واپس ہوا تو اس نے پھر اس کام کو اٹھایا جسے اس نے ۱۸۱۹ء میں شروع کیا تھا، محصولوں کو کم کر کے آمدنی کو مستحکم کیا اور ۱۸۱۶ء میں جو انکم ٹیکس (محصول آمدنی) موقوف ہوگیا تھا اسے پھر جاری کر دیا۔ تجارت کے دوبارہ فروغ دینے اور اسباب معاش کے ارزاں کرنے کے لئے ۷۹، چیزوں کے محصول کم کردیئے یا انھیں بالکل ہی ساقط کر دیا لیکن غلے کا محصول جس کے ذریعے سے زمیندار امرا نے ۱۸۱۶ء میں زراعت کو محفوظ کیا تھا، اس میں بہت ہی خفیف ترمیم کی گئی۔ زمینداری سے تعلق رکھنے والے بہت قوی اور فریقانہ روابط بہت مضبوط تھے۔ لیکن جب اس امر کا ثبوت بہت کثرت سے فراہم ہوگیا کہ غلے کی قیمت کے ساتھ مزدوروں کی اجرت میں تغیر نہیں ہوا اور فاقہ کشی کے دنبال میں بدامنی بھی لگی چلی آرہی ہے تو پیل کی مخالفت کمزور پڑگئی۔ اس نے عامۃ الناس کے اس بلاخیز طوفان کی حرکت و قوت کا اندازہ کرلیا اور آئرلینڈ میں قحط کے رونما ہونے سے قدیم نظریات و خیالات کی قوت کو دبانے کا موقع ہاتھ آگیا۔ ٹوریوں ہی کی جانب رہ کر اس نے قوانین غلہ کی منسوخی کے لئے ایک مسودہ قانون پیش کیا۔ مباحثے کے دوران میں پر از غیظ و غضب اضطراب برپا رہا، ۱۸۴۶ء کی صبح کو چار بجے رائیں لی گئیں اور غلے کے معاملے میں آزاد تجارت کو فتح حاصل ہوگئی۔ ۱۸۲۹ء کی طرح، پیل نے پھر ایک مرتبہ انقلاب ہوتے ہوتے روک دیا لیکن اپنے ملک کے لئے اسکی یہ آخری خدمت تھی۔ اسی ”پر از مصائب و غضب آلود دور“ میں جس دن ملکہ نے اس مسودہ قانون پر اپنی منظوری ثبت کی ہے اسی دن پیل کے فریق نے از راہ انتقام کشی

اسے عہدے سے ہٹا دیا۔

جدید تجارتی حالات

"پس قوانین غلہ" کے متعلق دس برس کی زور شور کی جنگ کے
بعد دیہاتی فریق کو دوسری اہم شکست نصیب ہوئی جو قانون اصلاح والی شکست سے
کم سخت نہ تھی۔ آئندہ بیس برس میں جب پچاس کروڑ پاونڈ کا غلہ ملک کے
اندر آگیا تو اہل حرفہ فاقہ کشی سے جس درجہ بدحال ہو گئے تھے اس میں کمی
ہو گئی۔ نئی فتوحات ان کا راستہ دیکھ رہی تھیں۔ آزاد تجارت کی فتح سے
برطانیہ کی اب وہ حالت نہ رہی کہ کم وبیش اپنی ضرورت کے لیئے کل غلہ
ملک کے اندر ہی پیدا کرتا رہا ہو، وہ بہت کچھ ایک حرفتی ملک بن گیا اور
غیر ممالک کے گیہوں پر بسر کرنے لگا۔ تینتیس برس کے اندر مکانات،
کارخانے اور گوداموں کی سالانہ مالیت میں دو کروڑ ساٹھ لاکھ پاؤنڈ کا اضافہ
ہو گیا۔ کلیفورنیا اور آسٹریلیا میں سونے کی دریافت سے انقلاب میں ۱۸۱۵-۱۸۴۸
اور سرعت پیدا ہو گئی، ان دریافتوں کی وجہ سے دنیا کے سونے کی پیداوار ۱۸۴۸
پچپن لاکھ سے بڑھکر تین کروڑ تک پہنچ گئی۔ ریلوں نے انگلستان کے
ہر شہر کو بندرگاہوں سے ملا دیا اور کیونرڈ کے اسٹیمروں (دخانی جہازوں) ۱۸۳۰
نے بحر اوقیانوس کو عبور کر کے ایک نیا سلسلہ قائم کر دیا تھا، ان دونوں
امور نے بھی انقلاب کی تیزگامی کو بڑھا دیا۔ علمی ایجادوں نے انسان کی قوت
پیداوار کو اس درجے بڑھا دیا کہ سنہ ۱۸۱۱ء اور سنہ ۱۹۰۱ء کے درمیان اہل ملک کی
تعداد تو ایک کروڑ دس لاکھ سے بڑھکر چار کروڑ دس لاکھ تک پہنچی مگر پیداوار کی
اوسط غالباً اس سے دس گونہ زیادہ بڑھ گئی۔ لارڈ شافٹسبری تو چلا اٹھا کہ "یہ
کیسی عظیم الشان قوم ہے اور مرفہ الحالی واقتدار کے یہ کیسے سامان ہیں"۔
تیس برس کی عدیم المثال مرفہ الحالی کے دوران میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ برطانیہ عظمی
تمام دنیا کا کارخانہ ہو جائے گا، قدیم قوموں کو لامحالہ زوال ہو گا اور اہل حرفہ کی
قوت بڑھے گی۔ سفر کے نئے وسائل کے باعث جدید و دیرپا اتحادات کی
ہمت افزائی ہو رہی تھی۔ ڈاک کے ریل کے ذریعے سے بیجا نے کے
قانون نے ملک کے تمام حصص کو ایک دوسرے سے ملا دیا، اور جس ۱۸۳۸

۱۸۴۰ تجویز کو "آنے والی محصول ڈاک کی بیہودہ تجویز" کہا جاتا تھا اور جسے "قوم کے شور وغل سے مجبور ہو کر لبرل وزارت نے بادل ناخواستہ قبول کر لیا تھا"، اس کے عمل میں لانے کی صورت نکل آئی۔ اقوام کے لیئے بھی ایک دوسرے سے ملنے کے غیر مترقبہ مواقع پیدا ہو گئے۔ انگلستان کے مزدوروں نے اس سے پہلے ہی اپنے نظم و انضباط اور جلسہ ہائے عامہ کی وسعت سے تمام یورپ کو ششدر کر رکھا تھا، حکومت خود اختیاری کا پر زور احساس جو ہر نسل کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا اور متواتر مشکلات کے مقابلہ کرنیکے لیئے نئی نئی صورتیں اختیار کرتا رہتا تھا، اسی احساس نے اب اتحاد مزدوراں کے طریقے کو تمام خطرات سے بالاتر بنا دیا، اور یہ اتحاد زیادہ مضبوط ہو گیا، اس کا نظم و انضباط زیادہ بلند ہو گیا، اس کی عمومیت کا مفہوم وسیع تر ہو گیا اور خود اس اتحاد کو اپنی طاقت کا زیادہ قوی احساس پیدا ہو گیا۔ بیس لاکھ مزدور اس امر پر متحد ہو چکے تھے کہ حکومت کے اس رجعت پسند قانون کی کچھ پروانہ کریں گے جو اس غرض کے لیئے تجویز ہوا تھا کہ مالکوں اور ان کے نوکروں اور کاریگروں کے

اتحاد مزدوراں

۱۸۵۱ اختلافات کے معاملات میں جسٹسوں کے اختیارات کو بڑھا دے مگر اب ان اتحادوں کے زیادہ وسعت پذیر ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ اسی وقت سے ان اتحادوں نے خود کو ایک نئی تجویز کے مطابق ترتیب دیا، وہ اب ہر ایک ہمہ و شما خود ساختہ رہبروں کی ہدایت پر چلنا نہیں چاہتے تھے بلکہ وہ واقعی مزدوری ہی کرنیوالوں کو اپنا رہبر بنانا چاہتے تھے جنہیں تنخواہ ملتی اور خاص اسی کام کے لیئے انہیں تربیت دیجاتی ہو، انجنیروں کی "انجمن مجتمعہ" میں گیارہ ہزار ارکان شامل تھے۔ پانچسو پاونڈ ہفتہ وار آمدنی تھی، ایک محفوظ سرمایہ اور قابل تعریف، مالی و انتظامی طریق موجود تھا، آئندہ کے بیس برس تک یہی انجمن تمام نئی انجمنوں کے لیئے نمونے کا کام دیتی رہی۔ جب وہ مزدور جن کے لیئے ان کی انجمنوں نے اطمینان اور معقول اجرتیں حاصل کر لی تھیں، دس پاونڈ کے مکاندار اور انتخاب کنندہ ہونے لگے تو پہلی مرتبہ اہل حرفہ کو سیاسی اقتدار میں ہاتھ لگانے کا موقع ملا۔ اتحادات مزدوراں نے اس امر پر بحث کرنا شروع کر دیا کہ پارلیمنٹ کے ذریعے سے عمدہ قوانین، تعلیم، اور وسیع تر

مواقع حاصل کرنے کے لیئے انھیں براہ راست اپنے نمایندے پارلیمنٹ میں بھیجنا چاہیئے۔ خود پارلیمنٹ کو اب ان لوگوں سے نفرت نہیں رہی تھی، جو انتخابات کے موقعوں پر اپنا اثر دکھا سکتے تھے اور یہ خیال پھیل گیا تھا کہ بدرجہ افضل اعلےٰ درجے کے ماہر کاریگروں کا رائے دہندوں کے زمرے میں شریک کرلینا ہر طرح پر محفوظ ہے، مزدوروں کے دوسرے ایسے تنظیمات بھی اتحادات مزدوران کے پہلو بہ پہلو قائم تھے جن کے انتظام کسی طرح کم قابل تعریف نہ تھے، یہ تنظیمات امداد باہمی کی انجمنیں تھیں۔ راکڈیل پانیرز (پیشروان راکڈیل)، کے ذخائر جنھیں اس وقت کے قانون کے مطابق کوئی قانونی حیثیت حاصل نہیں تھی، اس کا دغل و دزدی سے پوری طرح بچا رہنا محض ارکان و عہدہ داروں کی شخصی عزت اور اس جوش و شوق خدمت عامہ کا نتیجہ تھا جس نے اس اجتماعی زندگی کے مطلع کو منور کر دیا تھا چند برسوں کے اندر اندر سیکڑوں انجمن ہائے امداد باہمی قائم ہوگئیں۔ مال بنانے والوں کی گلڈ اور اتحاد مزدوراں کے مانند مال کے صرف کرنے والوں کی ان انجمنہائے امداد باہمی کو کسی قسم کے خاص لوگوں سے بچے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور ان کے دروازے اہل ملک کی تمام جماعتوں کے لیئے کھلے ہوئے تھے، جو شخص ایک شلنگ کی رقم ادا کر دیتا وہ مزدوروں کی اس عمومیت کے مفاد اور اس کی حکومت کا شریک کار ہو جاتا تھا، اس عمومیت میں دستکاروں کی مجلسوں کی ایک منتظم حکمران جماعت تھی جن کا انتخاب ہر سہ ماہی میں تمام ارکان کی کھلی مجلس میں ہوتا تھا، اور ہر رکن مرد اور عورت اس میں ایک رائے دے سکتا تھا، اس سے کچھ بحث نہ تھی کہ ان کا حصہ کیا تھا اور وہ کتنے دنوں سے رکن تھے۔ پھر مجلس کے ارکان اپنی طرف سے ہر صیغے کے منتظم کا انتخاب کرتے تھے۔ خود اپنی ذات پر انحصار کرنے والوں کے ان پیشروؤں نے نہ صرف کاروبار کی حیرت انگیز قابلیت کا اظہار کیا بلکہ جس زمانے میں لوگ حکومت مقامی کو بہت کم جانتے تھے اس زمانے میں انھیں لوگوں نے دور دراز کے دیہاتوں اور کان کنی کے اضلاع میں اجتماعی

۱۸۴۴
انجمن ہائے امداد باہمی

زندگی کا ایک نیا احساس پیدا کیا، ان مقامات میں انجمن امداد باہمی کا مخزن ہی شہریت کا واحد مدرسہ ہوتا تھا جہاں عوام الناس کو آزادانہ و فہمیدہ انتخاب کے استعمال کی تربیت دیجاتی تھی اور منتخب شدہ عہدہ دار خدمت عامہ کے فخر و مباہات سے ذوق آشنا ہوتے تھے۔ زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ اہل ملک کے ان تربیت یافتہ گروہوں کی قوت کا اظہار سلطنت کے معاملات میں بھی ہونے لگا۔!

وضع قوانین دربارہ کارخانہ جات

ادھر تو مزدوران اتحادی اور ارباب امداد باہمی، منشوری اور حامیان تجارت آزاد، حصول رائے دہی کے لئے صف آرا ہونے پر مجبور ہورہے تھے اُدھر قوانین کارخانہ سے متعلقہ کشمکش نے تمام مزدوروں میں زیادہ تیز و قوی عزم پیدا کردیا۔ جن قوانین کا اثر دستکاروں کی زندگی و موت پر پڑتا تھا، ان میں خود ان کی کوئی آواز یا ان کا کوئی اثر نہیں تھا۔ ان کے مصائب کے کم کرنے کے متعلق ہر خیال اور عقیدے کے لوگوں کی طرف سے وضع قوانین کے لئے زور دیا جانے لگا تھا۔ ان کا قانون اصلاح کے قبل کا سرگروہ میکائل سیڈلر، ایک رجعت پسند شخص حق رائے دہی اور اصلاح کا مخالفت کرنے والا، اور ٹوری و مسیحی اجتماعیوں کا پیشرو تھا، ساڈوی، ٹوریوں کا جانب دار اور ہمدردئی انسان کا واعظ تھا، انھیں کے ساتھ اڈون میڈوک شریک تھا جو کسی وقت میں بنتھم کا سکرٹری (معتمد) رہ چکا تھا، فیلڈن، ریڈیکل رکن پارلیمنٹ تھا، ان کے علاوہ استیعالی کارخانہ دار، دستکار، فرقہ وسلی کے پادری، کوبکر، آزاد خیال، اخبار نویس، سب کے سب ان کی حالت زار سے متاثر ہورہے تھے۔ ایک دیکھنے والے نے آپ ہی آپ یہ شکایت کی تھی کہ "اس وقت تو ہمدردئی انسانی ہمیں بہائے لئے چلی جارہی ہے، اور خدا ہی جانے یہ کہاں جاکر رکے گی یا ہمیں کہاں لیجائیگی"

لارڈ شافٹسبری

لیکن پارلیمنٹ کے اندر برسوں تک مزدوروں کا صرف ایک سربرآوردہ حمایتی تھا اور وہ لارڈ شافٹسبری تھا۔ شافٹسبری ایک پرجوش ٹوری اور پرانے طریق کے اینجلک کلیسا کا پیرو تھا، اسے، مذہب کیتھولک کفر و الحاد،

جمہوریت، واجتماعیت سب سے یکساں نفرت تھی۔ سنہ ۱۸۵۱ء تک
دارالعوام میں اسے یکہ وتنہا سرمایہ داروں، اقتصادیوں، کارخانہ داروں،
اصولیوں، ''ہمدردی فروشوں'' سے نفرت رکھنے والوں غرض ایک
زمانے کے ساتھ روزانہ مقابلہ کرنا پڑتا تھا، ''دارالعوام میں اسے ایک
گھاس کا بھی سہارا نہیں تھا''، ''جن بیکسوں کی نہ کوئی آواز تھی نہ ان کا کوئی اثر تھا
ان کی طرف سے اسے ہر خیال کے لوگوں بلکہ نصف بنی نوع انسان سے
لڑنا پڑتا تھا''، لبرل بچوں کے تحفظ کے لیئے مدد دینے پر آمادہ تھے مگر نوجوان
مردوں اور عورتوں کے کام کرنے کی ''آزادی'' میں سلطنت کی طرف سے
کسی قسم کی مداخلت کرنے کے خلاف، سب کے سب متفق تھے۔
جان برایٹ نے یہ دھمکی دی کہ وہ اپنے کارخانوں میں قفل لگا دے گا
اورجن لاکھوں آدمیوں کو وہ نفع کے ساتھ کام میں نہیں لگا سکتا ان کے ۱۸۳۳
کھلانے کی ذمہ داری انھیں لوگوں کے سر ڈال دے گا۔ کابڈن اس امر پر
مصر تھا کہ مزدوروں کو اپنی معاملت آپ کرنا چاہیئے۔ پیز (ساکن ڈارلنگٹن)
نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر نوعمروں کے کام کا وقت اٹھاون گھنٹے تک گھٹا دیا
جائے گا تو وہ اپنے کارخانے کو بند کر دے گا۔ امرا کا کل طبقہ بالکل الگ
رہا۔ یہی حال پادریوں کا تھا، ''سرمایہ دار ذی اقتدار اور اونچلک اشخاص نے
انھیں پست کر دیا تھا۔ پیل نے وزیراعظم کی حیثیت سے اس کے (شافٹسبری)
کے راستے میں ہر طرح کی دقتیں ڈالیں جس سے یہ کہا جانے لگا کہ ''پیل کا
میلان تمامتر دولت و سرمایہ کی طرف ہے''۔ گلیڈاسٹون مجلس تجارت کا ۱۸۴۲
صدر تھا مگر اس نے شافٹسبری کے ارکان دارالعوام کو جمع رکھنے کی کبھی بھی
کوشش نہیں کی، نہ اسکی طرف سے کبھی رائے دی، نہ اسکی تائید میں کبھی ایک
لفظ زبان سے نکالا۔ شافٹسبری نے اپنے تاریک ترین ایام میں لکھا
تھا کہ ''میں نہ مایوس ہوں اور نہ مایوسی کا اظہار کرتا ہوں''۔ وہ ایک خاص الخاص
طبیعت کا شخص تھا، اور اپنے کو خدا کے ہاتھ میں سمجھتا تھا، اس نے غریبوں
کے لیئے اپنا آرام و آسایش، اقتدار، تعلقات دوستانہ، وزارت کا عہدہ

سب کچھ قربان کر دیا۔ اُس نے کہا کہ " اگر میں انھیں دغا دے جاؤں تو پھر آئندہ کبھی یہ یقین نہ ہوگا کہ اعلےٰ مرتبہ و حیثیت کا کوئی ایک شخص بھی ایسا موجود ہے جسپر اعتماد کیا جا سکے"۔ پارلیمنٹ جس امداد کے لئیے چالیس برس سے انکار کر رہی
تھی اس کا کچھ حصہ دو دکشوں پر چڑھنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئیے حاصل ۱۸۴
کر لینا مدتوں کی کوشش سے انجام پایا، یہ بچے پانچ برس بلکہ اس سے بھی کم عمر کے ہوتے تھے، لوگ انھیں چرا لیجاتے، بیچڈالتے یا پھنسا لیتے تھے، انھیں تنگ و تکلیف دہ دودکشوں پر آگ بجھانے کے لئیے کھر کے مٹھے لیکر چڑھنا پڑتا تھا، وہ تمام رات کاجل کے انبار پر برہنہ پڑے رہتے اور بہت ہولناک بیماریوں سے مرتے رہتے تھے۔ دیوانہ اشخاص کو زنجیروں میں باندھکر بھوکا مرنے کے لیئے چھوڑ دیا جاتا تھا ان کے لئیے ایک بہت ہی ناکمل مسودۂ قانون منظور کرانے کے لئیے شافٹسبری کو بائیس برس محنت کرنا پڑی اور رات کو کام کرنے کی ممانعت کے قوانین کے لئیے گیارہ برس صرف ہوئے۔ اس نے کہا تھا کہ ان برسوں میں " غریبوں کی ضروریات و حقوق، اور امیروں کے اختیارات و فرائض، کے متعلق کسی قدر توجہ پیدا ہو گئی تھی"۔ " تین لاکھ آدمیوں کی صحت کی حالت معقول حد تک درست ہو گئی ہے، اور تیرہ برس سے کم عمر کے پورے چالیس ہزار بچے روزانہ تین گھنٹے مدارس میں پڑھتے ہیں"۔ لیکن پہلے بااثر قانون کارخانے سے بیس برس گزر جانے کے بعد تک لارڈ شافٹسبری، سولہ لاکھ کام کرنے والوں کیلئیے جو ہنوز قانون سے کسی قسم کا نفع اٹھانے سے محروم تھے، حمایت کر رہا
تھا۔ اس نے کہا تھا کہ جب تک " یہ لوگ قانون کی حفاظت میں نہ آجائیں ۱۸
میں کوئی عہدہ قبول نہیں کر سکتا"۔

قوانین کارخانہ میں اس طرح رو رو کر ترقی ہونا، قانون غربا کا تلخ تجربہ، متضاد اغراض، خیالات و آرا کی پیچیدہ کشاکش، ان سب نے مزدوروں کے اس عزم کو راسخ و عمیق کر دیا کہ ۱۸۳۲ء کے قانون میں ان کے حق میں جو زیادتی ہوئی ہے اُسکی اصلاح ہونا چاہیئے۔ بارہ برس کی برہمی و ج

کشاکش کے دوران میں کامیابی و ناکامی عجیب طرح سے خلط ملط ہوگئی تھی۔ انفرادیوں
نے آزاد تجارت کی صورت میں خاص ظفرمندی حاصل کرلی تھی اور سلطنتی ۱۸۴۶
اجتماعی، قانون کارخانہ کی صورت میں اپنی پہلی کامیابی سے ہم آغوش ہوئے تھے۔ ۱۸۴۷
دوسری طرف منشوروں کی ناکامی سے عمومیت پھر رائے دہی کے ۱۸۴۸
وقت شکست یاب ہوگئی تھی۔ لیکن اس سال جب کارل مارکس نے
تمام ملکوں کے مزدوروں کو باہم اتحاد کرنے کی صلاح دی تو اجتماعیت نے اپنا
نیا کام شروع کردیا۔ جدا جدا انجمنوں اور اجتماعوں کے ذریعہ سے اصلاح
حاصل کرنے کی کوشش کو خیرباد کہکر اسوقت سے یہ فکر بھی ہونے لگی کہ
عمومی حکومت کی قوت سے تمام معاشری وحرفتی نظم کو ازسرنو مرتب کرنا
چاہئیے۔ مروجہ اقتصادی نظریات نے یہ سکھایا کہ اس کے بغیر کوئی مفر نہیں اقتصادی نظریات
ہے کہ لوگ یا تو قانون کے ذریعہ سے مصیبت میں پھنسے ہوئے غریبوں کی
امداد کریں یا سلطنت کی بہتری پر نظر رکھیں دونوں باتیں ایک ساتھ نہیں حاصل
ہوسکتیں کیونکہ تمام امیدوں کا منبع اور تمام معاشری مصیبتوں کا علاج یہی ہے کہ
افراد پر سے ہر طرح کے قیود برطرف کرکے انھیں آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ جسطرح
چاہیں خود اپنے مقاصد کو پورا کریں۔ ان مسلمات پر اب روزافزوں جوش کے
ساتھ اعتراضات ہونے لگے تھے۔ حرفتی تغیرات سے عظیم الشان قوت حاصل
ہوجانے کے باعث اگر سرمایہ داروں کو ایسی آزادی حاصل ہوگئی تھی تو ان کی
اس مطلق العنانی کے خلاف مزدوران اتحادی اور اہل اجتماعیت بھی خواہ مزدوروں
کے اتحاد کے ذریعہ سے یا سلطنت کی طرف سے اجرائے قوانین کے زور
سے جنگ پر آمادہ تھے تاکہ اجرت پر کام کرنے والوں کو کسی حد تک اپنی محنت
مزدوری میں آزادی مل جائے، یہ کام کرنے والے اب مدت العمر کے لئے صرف
مزدور ہوگئے تھے اور اپنی محنت کی پیداوار میں انھیں کسی قسم کی دلچسپی باقی نہیں رہی
تھی۔ ایسے مسائل کے ہوتے ہوئے جن پر تجربہ سے کوئی رائے نہیں قائم
کی جاسکتی تھی نہ کسی روش پر چلنے سے تیقن ہوسکتا تھا، اور نہ مصائب و آلام
کے رفع کرنے کے لئے کسی طرح کا عام الاتفاق موجود تھا، جو جماعتیں کبھی دوستوں کی

حیثیت سے اور کبھی دشمنوں کی حیثیت سے قائم ہوتی اور شکست ہوتی رہتی تھیں وہ صاف دیکھتی تھیں کہ صورت حالات بدل جاتی ہے اور انھیں نت نئے محالفے کرنا پڑتے ہیں جان اسٹورٹ مل، جسے نئے دور کا پیغمبر کہنا چاہئیے وہ اس اعتقاد کی طرف آتا جاتا تھا کہ چونکہ افراد کی کشمکش کی وجہ سے مصائب اور سخت ہوجائیں گے اس لیئے دولت عامہ کو چاہیئے کہ وہ سب کی بہبودی کا سامان کرے، زبردستوں کی قوت کو روکے اور زیردستوں کی بے کسی کی پشت پناہ بنے، بچوں کی محافظت کرے معاہدوں، سرمایہ مشترک کی کمپنیوں، ریلوے کے اجاروں اور اسی قسم کے اور امور پر نگرانی رکھے، جو لوگ نفع مشترک کے لیئے متحد ہوں، ان کی انجمنوں کو مدد دے اور علمی مہمات اور مستعمرات کی طرح کے نفع عامہ کی خدمات کی اعانت کرے۔ اس کے برعکس ملیس آزادانہ معاملت کے جوش میں اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ وہ طریق اجناس[1] تک میں مزدوروں کو ان کے مالکوں کے رحم پر چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ برائٹ اور کابڈن دونوں "اتحاد مزدوراں" پر نفریں کرتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ "ان کی بنیاد وحشیانہ ستم شعاری اور اجارے کے اصولوں پر ہے"، لیکن جہاں کابڈن مکاندارانہ طریق رائے دہی کی مخالفت کر رہا تھا وہیں برائٹ اسے صحت بخش قومی زندگی کیلئے لازمی سمجھتا تھا۔ پیل وگلیڈسٹون نے ایسے کنسرویٹو برائٹ وکابڈن کے مانند انتیمصالیوں کے ساتھ اس غرض سے شریک ہوگئے کہ ایک ٹوری (لارڈ شافٹسبری) کے اس مسودۂ قانون کی مخالفت کریں کہ عورتوں اور بچوں کو معادن وغار میں کام کرنے سے خلاصی دلائی جائے، اور اس کے بعد آزاد تجارت کے حصول کے لیئے پھر ان کے ساتھ متحد ہوگئے۔ استیصالی اور "مسیحی اجتماعی" اتحاد مزدوراں کی تائید میں تھے، جبیر لبرل بدیں خیال لعنت بھیجتے تھے کہ یہ ایک

---

[1] "ٹرک سسٹم" (Truck System) جسکا ترجمہ "طریق اجناس" کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ کارخانہ دار مزدوروں کو نقد کے بجائے جنس میں اجرت دیا کرتے تھے یا نقد اس شرط سے دیتے تھے کہ مزدور اپنی ضروریات انھیں کے کارخانہ سے خرید کریں۔

دوسری مطلق العنانی کا پیدا کرنا ہے جو بدشگونی میں سلطنت کی خودمختارانہ تعدی سے کسی طرح کم نہیں ہے اور ہیبتناک ہونے میں غالباً اس سے بڑھی ہوئی ہے۔ عامتہ الناس کا دوست شافٹسبری، اجتماعیت، رائے دہی، اور خفیہ طریق رائے دہی سب کی مخالفت کر رہا تھا غیرمذہبوں کے ان پادریوں کو جو عام عبادت سے اتفاق نہیں کرتے تھے، اینگلیکی پادریوں سے پست درجے میں قرار دیتا تھا، اور کسی مدرسے کو کیسی ہی سخت احتیاج ہو لیکن اگر وہاں رومن کیتھولک کتاب مقدس کے پڑھانے کی اجازت ہو تو اسے سرکاری امداد دینے کے مخالف تھا۔ گلیڈسٹون نے جب اس امر پر زور دیا کہ سول سروس (ملازمت ملکی) کا دروازہ مقابلے کے لئے کھول دینا چاہئے تو برائٹ نے اس سے مخالفت کی۔ لوگوں کے دلوں میں آزادی کا خیال ضرور تھا مگر مذہبی مساوات کی طرف جو قدم اٹھایا جاتا تھا اس سے اضطراب کا ایک نیا طوفان برپا ہو جاتا تھا اور اسے انگریزی اخلاق اور برطانوی سلطنت کے پارہ پارہ کر دینے کا موجب قرار دیا جاتا تھا، چنانچہ مینوتھ کو کسی عطیے کا ملنا، کسی راتھسپائلڈ کا منتخب ہو جانا، رومن کیتھولک اسافقہ کو انگلستان میں آنے دینا، ان سب باتوں پر اپنے اپنے وقت میں، شور برپا ہوا۔ ۱۸۵۴ء میں عام عبادت سے اتفاق نہ کرنے والوں اور کیتھولکوں کو ان کے بہت سے سیاسی قیود سے بڑے ہی سخت مباحثوں کے بعد آزادی ملی۔ یہودیوں کو بلدیہ عہدوں پر فائز ہونے کی اجازت ۱۸۴۵ء میں حاصل ہوئی اور پارلیمنٹ میں وہ ۱۸۵۹ء میں داخل ہو سکے اور دارالعلوم بتدریج ۱۸۵۴ء و ۱۸۷۱ء میں سب مذہبوں کے لئے کھولے گئے۔

تجارت و دولت — پہلی بین الاقوامی نمائش جس نے وسط صدی کو ممتاز بنا دیا ایک ایسے وقت میں منعقد ہوئی تھی کہ دنیا تہ و بالا ہو رہی تھی۔ انگریز اس خیال سے شاداں و فرحاں تھے کہ یہ اس امر کی ضمانت ہے کہ آزاد تجارت قوموں کے اختلافات کو برطرف اور ان کے ملک کو دائمی خوشحالی کی نعمت عطا کر دیگی۔ وہ فخر و مباہات کے ساتھ یہ محسوس کرتے تھے کہ انگریزوں کی "حریت" براعظم کا ملجا و ماویٰ اور اس کے لئے نمونہ بن گئی ہے۔ انگلستان ہی میں

کیور نے وہ سیاسی سبق پڑھے جن سے اس نے اطالیہ میں کام لیا، اور
انگلستان ہی سے کارل مارکس نے اپنے خیالات اخذ کیئے۔ پرشیا
نے انگریز مزدوروں کے اعلےٰ انتظام کا اعتراف اس طرح کیا کہ تحفظ تجارت کا
طریقہ اختیار کر لیا اور اپنے مزدوروں کے لیئے وہی قانون کارخانہ منظور کیا جسے
پیل نے مسترد کر دیا تھا۔ لیکن درحقیقت یہی "نمائش عظیم" جسکا آغاز ان
امیدوں کے ساتھ ہوا تھا، مدتوں کے امن کو رخصت کرنے والی اور اصلاح
شدہ پارلیمنٹ کے تشریعی کاموں کو ختم کرنے والی ثابت ہوئی۔ معرکوں میں
فتح و شکست پانے کے بعد پرانی دنیا کے گزرتے جانے اور نئی دنیا کی آمد آمد
کے درمیان ایک زمانہ سکون کا آگیا تھا۔ سر رابرٹ پیل مر چکا تھا، اور قدیم طریق ۱۸۵۰
ٹوری کا سرگروہ اور جدید طریق کنسرویٹو کا بانی، ولنگٹن بھی امروز فردا کا مہمان تھا۔
مصلح لارڈ جان رسل کے مستعفی ہو جانے سے وہگوں کی مستعدی کے زمانے کا ۱۸۵۲
خاتمہ ہو گیا تھا۔ جب سے وہگوں نے آزاد تجارت کے مرحلے میں امرا کے
مقابلے میں عمومیت کی رہبری کرنے سے انکار کر دیا تھا، اسی وقت اقتدار ان کے
ہاتھ سے نکل گیا تھا اور ان کے زوال کے بعد کابینہ کے سرگروہوں میں سے
کوئی سرگروہ بھی ان میں سے نہیں ہوا، دس برس کے سست تغلبی زمانے میں
قدیم تر زمانے کا آخری نمائندہ (لارڈ پامرسٹن) ملک پر حکمرانی کرتا رہا۔
وہ ۱۸۰۶ء میں پارلیمنٹ میں داخل ہوا تھا اور ۱۸۰۹ء سے ۱۸۲۸ء تک
ٹوریوں کے تحت میں برسرکار رہا تھا، عوام الناس میں اسکی قدر و منزلت اس
وجہ سے تھی کہ وہ کھیل کے شوق اور حریت پسندی کے لیئے مشہور تھا۔ اور
ترقی پذیر قوموں کے حامی اور آزادی کے موئد ہونے سے بر اعظم میں
اس نے اپنی وقعت قائم کر رکھی تھی، مگر خود وطن کے مصلحین کے نظروں میں
وہ ایک وہمی شخص اور پبلک زندگی کا بدنام کنندہ متصور ہوتا تھا جسکی نہ کوئی معین روش تھی
اور نہ کوئی اعلیٰ تعلیم تھی۔ جو نوجوان اس کے ارد گرد نشو و نما پا رہے تھے وہ انہیں
اپنے "دباؤ کے زور" سے روکے ہوئے تھا، برائٹ نے بالاعلان
یہ کہا تھا کہ اب کوئی دوسرا سرگروہ ایسا نہ ہوگا جو اتنے آدمیوں کو خاموش رکھ سکے

جتنے آدمیوں کو لارڈ پامرسٹن نے خاموش کر رکھا تھا۔ اس کے روایات
اس سکوت وجمود کے زمانے کے تھے جب پارلیمنٹ کی کتاب یادداشت
بالکل سادی پڑی ہوئی تھی۔ بعد کے زمانے میں کتاب قوانین میں ہر سال اس سے
زیادہ قوانین ثبت ہونے لگے تھے جتنے کسی اور ملک میں ہوتے تھے لیکن
لارڈ پامرسٹن کے دور اقتدار میں وضع قوانین کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ دارالامرا
کو لوگ "خوابگاہ" سمجھتے تھے جس کا کام صرف یہ تھا کہ وہ اس دارالعوام کے
فیصلوں کو مندرج کرلے جس سے اسے خوف کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی تھی۔
شکایات کے رفع کرنے کے لئے اب جلسوں کا انعقاد نہیں ہوتا تھا۔ ایک
شخص نے کہا تھا کہ "اس وقت ایجیٹیشن (شورش انگیزی) سے بدتر کوئی اور
تجارت نہیں ہے"۔ تھوڑے سے ہنرمند دستکاروں کو حق رائے دہی عطا
کرنے کے لئے باضابطہ مسودات وقتاً فوقتاً پیش ہوتے رہتے اور ویسی ہی
بے پروائی کے ساتھ خارج بھی کر دیئے جاتے۔ برائٹ نے جب مکاندارانہ
حق رائے دہی کی وکالت کی تو اس نے اپنی زحمت کشی کو مردہ گھوڑے پر چابک
1859 لگانے سے تشبیہ دی۔ گلیڈسٹون نے کہا کہ ہم "مخالف اصلاح زمانے میں
زندہ ہیں"۔ اس میں شک نہیں کہ جنگ کریمیا اور شورش ہند کے خطرات
نے لوگوں کی توجہ بیرون ملک کی طرف منعطف کر دی تھی لیکن غالباً اس دس برس
کے سیاسی جمود کی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ قوم تمام تر تجارتی و مالی معاملات میں منہمک
ہوگئی تھی۔ دولت کے انتشار سے قوم میں بلند پروازیوں کا ایسا زور ہوگیا تھا کہ
اس سے قبل کبھی یہ حالت پیش نہیں آئی تھی اور پھر متواتر مالی بربادیوں اور ابتریوں سے
قوم پر ایک خوف طاری ہوگیا تھا۔ ۱۸۳۶ء میں یہ تباہی مشترکہ سرمایہ کے
بنکوں کی تعداد کے (جو کسی سرکاری قانون کی رو سے منضبط نہیں ہوئے تھے)
روزافزوں ترقی کی وجہ سے پیش آئی۔ ۱۸۵۷ء میں بیرون ملک میں بے سوچے
سمجھے تجارت کرنے سے یہ صورت واقع ہوئی اور ۱۸۶۶ء میں لغو بلند پروازیاں،
تجارتی دغا و فریب، اور کاروبار بنک کی ناقابلیت اس کے محرک ہوئے۔ عام خوف
اس درجہ بڑھ گیا تھا کہ (پارلیمنٹ کی) ایک منتخب کمیٹی اس غرض سے بنائی گئی کہ

1850 "متوسط الحال اور مزدوری پیشہ طبقات کے پس انداز کو کہیں جمع کرنے کے
1851 مسئلہ پر غور کرے" ۔ دوسری کمیٹی وسیع پیمانے پر شراکت کے قانون پر غور کرنے
1852 کے لئے بنائی گئی، اور چھوٹی چھوٹی انجمنوں اور کاروبار کے قانون تجارت کا کمیشن مقرر ہوا۔ لوگ اب یہ مطالبہ کرنے لگے کہ جزورس لوگوں کی سلطنت کی طرف سے حفاظت ہونا چاہیئے اور قانون صرف اس لئے نہ ہونا چاہیئے کہ جب بربادیاں ہو چکیں تو ان کے نتائج کا تدارک کیا جائے بلکہ قوانین ایسے ہونا چاہئیں جو خود غلط کاری کے وقوع کو روک سکیں۔ طبقات مزدوراں کے خیال سے امداد باہمی کی انجمنوں کو قانونی حفاظت عطا کی گئی، اور مسلسل کانفرسوں (جلسہ ہائے شوری) کے بعد انھیں عام مشترکیت میں جمع کر دیا گیا جنھیں انگریزی و اسکاٹلنڈی تھوک فروشی کی انجمن اور اتحاد امداد باہمی کے ناموں سے موسوم کیا جاتا تھا اور جن میں ہزاروں اہل ملک مجتمع ہو گئے تھے جو منتظم و فہمیدہ مزدوروں کی ایک فوج تھی۔ اسی قسم میں ایک "کو آپریٹیو ہول سیل سوسائٹی" (تھوک فروشی کی انجمن امداد باہمی) تھی جسکی ابتدا دستکاروں کے ایک چھوٹے سے گروہ نے کی تھی جو منچسٹر میں "چھ آنے کی چائے پر" (یعنی ادنے درجے کے قہوہ خانے میں) جمع ہو گئے تھے، اس انجمن نے آئندہ کے پچاس برسوں میں اپنی مسلسل کامیابی سے ایسی کاروباری وسعت حاصل کر لی کہ اس درجے پر پہنچنا کسی واحد سرمایہ دار کی سعی سے خارج تھا۔ اسکی ابتدا چوبیس ہزار ارکان سے ہوئی، اور نو برس کے اندر اندر وہ ایک لاکھ خاندانوں کی ضروریات کو مہیا کرنے لگی۔ اس نے خود اپنا ایک صیغہ بنک کا قائم کر لیا جسکا سالانہ لین دین دو کروڑ پاونڈ کا ہوتا ہے، ایک کارخانہ جوتے کا جاری کیا جسمیں سالانہ کم و بیش اسی لاکھ پاونڈ مالیت کے جوتے بنتے ہیں، آٹا پیسنے کی بڑی سے بڑی کلوں میں سے پانچ کلیں اور تنباکو کے وسیع ترین کارخانوں میں سے ایک کارخانہ، اب اس کے زیر انتظام ہے۔ انگلستان میں بہت سی زراعتی زمین اور سیلون میں چاء کے باغات کی وہ مالک ہے، اور کہا جاتا ہے کہ سال میں جتنے دنوں کام ہوتے ہیں ان میں فی سنٹ تقریباً ایک ہزار پاونڈ کا مال خرید کرتی ہے اور یہ خریداری نقد ہوتی ہے۔ غریبوں کے پس انداز کو محفوظ رکھنے

قوانین تجارت وصرافے

کے لیئے ایک تجویز گلیڈ اسٹون نے یہ نکالی کہ ڈاکخانوں میں سیونگ بنک
قائم کیئے جن میں اب تمام آبادی کا پانچواں حصہ اپنا کفایت شعاری سے بچایا ہوا ۱۸۶۱
روپیہ داخل کرتا ہے۔ اسی نے اول اول مزدوروں کے لیئے اس امر کا امکان
بھی پیدا کیا کہ وہ چھوٹی چھوٹی رقوم کے لیئے مستقل و معیادی سالانہ نفع حاصل کر سکیں ۱۸۶۴
اور اس میں کسی قسم کے دغا و فریب یا دیوالہ نکل جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ قدیم سرمایۂ
مشترکہ کی کمپنیوں اور ساہوکاری کی انجمنوں کے بجائے محدود ذمہ داری کی کمپنیوں کا
قیام و اجرا مسلسل قوانین کے ذریعہ سے اس زور کے ساتھ جاری رہا کہ ۱۸۶۲ء ۱۸۵۵
کے قانون کے موافق ان کمپنیوں کے موصولہ سرمایہ کی جو مقدار معلوم ہوئی تھی وہ ۱۸۶۲
۱۸۷۷ء تک تئیس کروڑ ستر لاکھ تک بڑھ گئی۔ اور صدی کے ختم ہوتے ہوتے
اس میں دو ارب کا اضافہ ہو گیا۔ کمپنی کا سارا قانون ترمیم ہو گیا۔ نیا خیال یہ پیدا
ہو گیا تھا کہ قانون کا صرف یہی کام نہیں ہے کہ وہ دغا و فریب کی سزا دے
بلکہ عوام کو محفوظ بھی رکھے، اس خیال کا اثر قانون دیوالہ میں ظاہر ہوا، جس نے
پہلی مرتبہ یہ قرار دیا کہ بڑے بڑے ملک التجار جب مقروض ہو جائیں تو اُن کے ساتھ ۱۸۶۹
وہی معاملہ کیا جائے جو چھوٹے تاجروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ان
جدتوں کے ساتھ معاشری حالات بھی خاموشی کے ساتھ دوسرے سانچے میں معاشرتی تغیرات
ڈھلنے لگے تھے۔ دولت جو پہلے دس بیس ہی آدمیوں کے قبضے میں رہا کرتی تھی
اب وہ لاکھوں آدمیوں کے درمیان تقسیم ہو گئی جس سے چھوٹی چھوٹی آمدنیوں میں
اضافہ ہو گیا اور معمولی آرام و آسائش کی سطح کچھ بلند ہو گئی۔ ذمہ داری کے محدود ہو جانے
سے لوگوں کو یہ موقع مل گیا کہ وہ بصورت نقصان اپنی تمام املاک کو خطرے میں
ڈالے بغیر تجارت کر سکیں، اس سے متوسط طبقہ کے لوگوں کو کاروبار کرنے
اور روپیہ لگانے کے لیئے نئے موقعے حاصل ہو گئے۔ سال بہ سال ایسے
لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی جو فی الواقع تاجر بن جاتے اور کمپنیوں کے شرکا کی حیثیت
سے ملک کی وسیع حرفتی و تجارتی مستعدیوں میں شریک ہو جاتے تھے۔ محدود
ذمہ داری کے طریق کے عمل میں آ جانے سے اپنی طور پر تجارت کرنے والے
چھوٹے چھوٹے تاجروں کے بجائے بڑی بڑی دکانیں قائم ہو گئیں۔ لوگوں کی ایک

فوج کی فوج مقابلۂ باہمی، اندیشۂ نقصان اور بذات خاص مخاطرات میں پڑنے کی بجائے بڑی بڑی کمپنیوں اور کاروباری کوٹھیوں کے تنخواہ دار محرر و عہدہ دار بن گئے۔ سرکاری خدمات کے لوگوں کو بھی ملا کر یہ طبقہ اب اس درجہ وسیع ہوگیا ہے کہ قومی خصائل و روش میں اس نے ایک نیا انداز پیدا کر دیا ہے۔

نظام مالیات

درحقیقت یہ چند سال بہت اہمیت کے سال تھے۔ گلیڈ اسٹون نے اپنی ذہانت سے تمام سرکاری مالیات اور حساب کتاب کے طریق پر نظرثانی کر کے انھیں بدل دیا تھا، اور امور عامہ کے انتظام میں قوم سے یہ خواہش کی گئی تھی کہ وہ اور زیادہ گہرے تعلق کا اظہار کرے۔ سول سروس (حکام ملکی) کے عہدے سیاسی سرپرستی اور خاندانی اثرات کی وجہ سے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نالائقی کے باعث اور کسی کام کے نہ ہوتے تھے ایک محفوظ مامن بن گئے تھے۔ گلیڈ اسٹون نے اس طریق پر اعتراضات شروع کر دیئے اور دو امروں پر زور دیا کہ تقرر مقابلے کے ذریعہ سے اور ترقی لیاقت کے اعتبار سے ہوا کرے۔ بہبود عامہ کے لیئے یہ انقلاب اول درجے کی اہمیت رکھتا تھا اور زبردست مخالفت کے مقابلے میں آہستہ آہستہ اسے کامیابی حاصل ہوتی گئی۔ تحصیل وصول اور مالیات کے متعلق پیل نے جو اصلاحات شروع کیئے تھے گلیڈ اسٹون نے اپنے پے درپے موازنات سے ان میں ایسی ترقی کی کہ سب کو حیرت میں ڈال دیا اور یہ ظاہر ہوگیا کہ تاریخ انگلستان میں وہ سب سے بڑا عالم مالیات ہے اور پھر اس کے ساتھ ہی، آزاد تجارت کو مکمل کر دینے، محصولوں کے بوجھ کو ہلکا کر دینے، اور تجارت کو پرزور مدد دینے سے، اسے تاجروں اور ان لوگوں کی غایت عقیدت حاصل ہوگئی جو دس پاونڈ کے مکانداری کے سخت محصول میں جکڑے ہوئے تھے اور جنھیں مالی حیثیت سے اپنے کو محفوظ رکھنے کا کوئی اختیار حاصل نہ تھا۔ کاغذ کے محصول کے برطرف کر دینے اور اس طرح عوام کے لیئے ارزاں مطبوعات کے مہیا کرنے کے لیئے مسودۂ قانون پیش ہوا مگر دار الامرا نے اسے مسترد کر دیا۔ مالیات ۱۸۶۰ کے سے نہایت ہی اہم معاملے میں دار العوام کے روبرو دار الامرا کا یہ "نظرثانی کا اختیار"

گلیڈ اسٹون کی نظر میں "نظام سلطنت میں ایک بڑی مہیب بدعت تھی"، بلکہ
۱۸۶۰ کہنا چاہیئے کہ "دارالامرا کا قوم سے جنگ کرنا تھا"۔ پامرسٹن کی سخت مخالفت
کے باوجود اس نے دارالعوام کے اقتدار کو ایک نئی ترکیب سے بایں طور جما دیا کہ
سال بھر کی مالی کارروائیوں کو ایک ہی مسودے میں شامل کر دیا، اور کاغذ کا محصول
برطرف کر دیا گیا۔ مگر اس وقت سے دارالعوام کے امتیازات میں اسکی ذمہ داریوں
سے توازن پیدا ہوگیا۔ اس وقت تک دارالعوام کے سامنے نہ تو اخراجات کا
صحیح صحیح حساب پیش ہوتا تھا، نہ سختی کے ساتھ اسکی جانچ کیجاتی تھی اور نہ مالیات کے
۱۸۶۲ باقاعدہ انتظام کی طرف سے کوئی طمانیت تھی۔ اب کمیٹی آف پبلک اکاونٹس
(مجلس حسابات سرکاری) کے نام سے دارالعوام کی ایک مجلس مرتب کر کے
حکومت سے بالکل الگ محاسب و منقح کے نام سے اعلیٰ پارلیمنٹی عہدے قائم
مالیات کے متعلق کر کے حقیقی نگرانی کی بنا ڈال دی گئی۔ ان عہدہ داروں کا یہ فرض قرار دیا گیا تھا کہ
دارالعوام کا سلطنت کے ہر محکمہ کے سابقہ حسابات کا معائنہ کر کے دارالعوام کو اپنی رائے سے
۱۸۶۶ مطلع کریں، پارلیمنٹی عطیات جس طرح خرچ ہوئے ہوں ان کی موزونیت کی
جانچ کریں اور صرف ناجائز سے جس عہدہ دار کا تعلق ہو اسے حساب فہمی کے لیئے
طلب کریں۔ اس طور پر مالیات کے متعلق حقیقی اقتدار اور وزرا اور اُن کے عہدہ داروں
کا دارالعوام کو جواب دِہ ہونے کا پہلی مرتبہ مطالبہ کیا گیا اور یہ مقصد حاصل بھی ہوگیا۔

زمانہ جدید نپولین اول نے انگریزوں پر یہ طعن کیا تھا کہ "وہ دکانداروں کی ایک
قوم ہیں"۔ درحقیقت کاروبار کی طرف متوجہ ہو جانے سے اب ان کی تجارتی یکسوئی
میں، عمومیت کا بعید ترین خیال بھی خلل انداز نہیں ہوتا تھا۔ نظام سلطنت کی میزان کے
پلے جس طرح برابر کر دیئے گئے تھے اس سے وِگ اور ٹوری دونوں یکساں
طور پر مطمئن تھے۔ بیجہٹ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ "مزدوری پیشہ طبقات ہماری
مشخصہ رائے عامہ میں کچھ بھی شرکت نہیں کرتے"۔ بڑے بڑے صاحبان املاک
اور سرمایہ داروں کی ہیبت سے انتخاب کنندگان "مودب ہوگئے تھے، وہ اپنے
قائم مقاموں کا پاس ولحاظ کرنے لگے تھے"۔ معلوم ہوتا تھا کہ نظام سلطنت کا توازن
پھر قائم ہوگیا اور طمانیت کا عیش پسندانہ خیال پھر پیدا ہوگیا تھا، ارسکن مے، نے

لکھا تھا کہ "ایک روشن خیال و ذمہ دار حکومت کی صورت میں جسے محکومین کے فیصلے نے پسند کرلیا ہو، آزادی کے عظیم الشان اغراض حاصل ہو گئے ہیں نظام سلطنت نے مقاصد کو پورا کرکے اور نظم معاشرت کے صحیح مفاد کو ترقی دے کر محکومیت کو زیر اثر کرلیا ہے" لیکن جو ابر جمع ہو رہا تھا اس سے دفعۃً آگ برسنے لگی جس نے تمام ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، کھیت کی باقی ماندہ جڑوں کو جلادیا اور نئی فصل کے لیئے زمین تیار کردی۔ جو نیا نظم معاشرت سرسری طور پر آہستگی کے ساتھ ملک میں پیدا ہو رہا تھا گلیڈسٹون نے اپنی شاندار تقریروں میں اس کو مخاطب کیا، پامرسٹن کی موت سے کل روابط ڈھیلے پڑ گئے تھے اور قدیم طریق خاک میں مل گیا تھا لوگ متحیر ہو کر کہتے تھے کہ "پامرسٹن کے مکان کی ایک اینٹ بھی اپنی جگہ پر قائم نہیں رہی ہے" ۱۸۶۵

حقیقت یہ ہے کہ ایک نئی دنیا پیدا ہو گئی تھی جو پرانی دنیا سے مماثلت نہیں رکھتی تھی، بلکہ اس کی ظاہری و باطنی دونوں حالتیں بدلی ہوئی تھیں۔ مختلف تجارتیں جب یکے بعد دیگرے ذاتی انتظامات سے نکل نکل کر مشخصہ جماعتوں کے ہاتھوں میں جانے لگیں جو حکومت کی پیدا کردہ اور اسی کی مسلط کی ہوئی تھیں تو غیر محدود مقابلہ کا اعتقاد کمزور ہو گیا۔ حکومت کے زیر اثر اور اسکی نگرانی میں شرکت کے نئے قانون بن گئے، مشترک فائدے کے لیئے مزدوروں کی جتھابندی اور امداد باہمی کی انجمنیں تسلیم کرلی گئی تھیں۔ پرزور سرکاری نگرانی کے تحت میں (ریلوے کمپنیوں کی ایسی) جماعتوں کو اجارے عطا ہو گئے تھے، جماعت ہائے بلدیہ کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ وہ افراد کی سست و تکلیف دہ کوششوں کے بجائے قومی (اجتماعی) خدمات قائم کرے جن کا معاوضہ ایسے عام املاک یا عام محصولوں سے دیا جائے جسے قوم نے منظور کیا ہو اور سلطنت کے قرضوں سے بھی مدد لیجائے۔ یہ وہ تغیرات تھے جنھوں نے خیالات کو ایک نئے راستے کی طرف پھیر دیا تھا۔ محکومیت و سلطنت

حکومت کے متعلق بنتھم کے خیالات کا اتباع جسکا ماحصل یہ تھا کہ حکومت صرف قیود کو رفع کردے اور بس، اب نظروں سے گر گیا تھا، اور

نیا اجتماعی تصور یہ پیدا ہو گیا تھا کہ سلطنت کا فرض ہے کہ وہ بہبود عامہ کے حصول میں مستعدی سے کام لے ۔ یہ تغیر کس سرعت کے ساتھ وقوع میں آیا تھا، اس کا اندازہ مل کی اس معذرت سے ہو سکتا ہے جو اس نے "مزدوری پیشہ جماعتوں" کا تذکرہ لانے کی نسبت پیش کی ہے ۔ مل پر پہلے تو صدی کے نصف اول میں افادیوں اور انفرادیوں کا اثر پڑا، اور اس کے بعد نوخیز اجتماعیت 1865 نے اسے متاثر کیا، وہ خود اس لبرل اصول کا معتقد تھا کہ لوگوں کو مستعدی و ذہانت سے کام لینے پر مجبور کرنے کے لئے مقابلہ ہر طرح پر مفید ہے۔ پس اجتماعیوں کے ساتھ اس نے بھی پہلے سے یہ رائے قائم کر دی کہ ایک وقت ایسا آوے گا جب حرفتی زندگی نئی شکلیں اختیار کرے گی اور "مزدوری پیشہ جماعات" کا نام ہی باقی نہ رہے گا کیونکہ انجام کار ہر جماعت کو محنت (مزدوری) کرنا پڑے گی اور کام سے جو حاصل ہوگا وہ بہ تراضی باہمی سب میں تقسیم کیا جاوے گا اور جبکہ اس حقد و عناد کا کوئی اثر باقی نہ رہ جاوے گا جو کام لینے والے اور کام کرنے والوں کے ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہونے سے پیدا ہو گیا ہے ۔ "جمہوریت گویا دروازے پر پہنچ گئی تھی ۔ "غربا اب اپنے گلوں کی رسیاں توڑ توڑ کر باہر نکل آئے اور اب اس کا امکان نہیں رہا تھا کہ ان کے ساتھ بچوں کا سا سلوک کیا جائے یا ان پر بچوں کی طرح حکومت کی جاوے ۔ اب ان کی قسمت کا نیک و بد خود ان کے ہاتھ میں چھوڑ دینے کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔" یہ الفاظ جان اسٹورٹ مل کے ہیں جو قدیم و جدید دنیا میں بین بین حیثیت رکھتا تھا ۔ دیوساروں کی وہ جنگ جو آئندہ نسل پر محیط ہو جانے والی تھی اس کے لئے دو سرگروہ تیار کھڑے تھے ۔ ایک ان میں سے گلیڈ سٹون تھا جو ظفر مندانہ طور پر عوام الناس کے سرگروہ کی حیثیت سے جب زمانہ مابعد کے ٹائنسایڈ کے مزدوروں کے درمیان آیا تو وہ یہی راگ گا رہے تھے کہ "ہنر نسب سے بہتر ہے"۔ دوسرا شخص ڈزریلی تھا ۔ انگلستان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ دونوں فریقوں کے سرگروہ ایسے لوگ تھے جو نسلاً قدیم حکمران طبقے سے نہیں تھے ، گلیڈ اسٹون ۔ اسکاٹلنڈ کا باشندہ اور جزائر غرب الہند کے

ایک سوداگر کا بیٹا تھا، اور بنجمن ڈزریلی، ایک صاحب علم یہودی کا لڑکا تھا۔
گلیڈسٹون کے پہلے اصلاح شدہ پارلیمنٹ میں داخل ہونے کے پانچ برس بعد ۱۸۳۲ ۱۸۳۷
جب ڈزریلی ملکہ وکٹوریہ کی پہلی پارلیمنٹ میں داخل ہوا اسی وقت سے انکی
رقابت کا آغاز ہوا اور ڈزریلی نے جب بہ حیثیت وزیر خزانہ اپنا موازنہ مرتب کیا
اور دوسرے سال اسی جگہ سے گلیڈسٹون نے اپنا موازنہ پیش کیا تو پھر یہ
رقابت برابر بڑھتی گئی۔ آئندہ برسوں میں ان دونوں نے ایک دوسرے کے ۱۸۵۲ ۱۸۵۳
مقابلہ میں اپنے اپنے مسودات اصلاح پیش کیئے اور پھر ایک برس کے ۱۸۶۶ ۱۸۶۷
اندر ہی اندر دونوں سرگروہ وزارت عظمیٰ کے عہدے پر پہنچ گئے، اس تمام
دوران میں سلسلۂ رقابت جاری رہا۔ ان دونوں نئے مدبروں کے لیئے یہ
مقرر ہو چکا تھا کہ وہ اپنے پرانے رفیقوں کو چھوڑ کر مخالف فریق کو از سر نو مرتب
کر کے اس کی سرگروہی اختیار کریں، کیونکہ جیسا کیننگ۔ پیل کے زمانے
میں ہو چکا تھا ویسا ہی اب بھی پیش آیا کہ ایک نئی معاشری قوت یعنی منضبط و منتظم
جماعت ہائے مزدوران کی ترقی کے باعث، پرانی جماعتیں ٹوٹ رہی تھیں اور
ٹوری و وہگ جو پہلے قانون اصلاح کے وقت مزدوروں کے روکنے کیلیئے
باہم متفق ہو گئے تھے، اب اس دوسری اصلاح کا زمانہ جس قدر قریب آتا جاتا
تھا اسی قدر وہ تائید عامہ کے حصول کے لیئے ایک دوسرے کے رقیب
بنتے جاتے تھے۔ گلیڈسٹون، پیل کا اتباع کرنے والا کنسرویٹو تھا،
اس نے تہدید بالہ کی تائید اور قانون غلہ کی حمایت کی تھی، بری و بحری فوجوں میں
بلاخدمت منصبوں کو قائم رکھا تھا، مساوات مذہبی کو روکا تھا، خفیہ طریق رائے
دہی اور پارلیمنٹ پر نگرانی عام کی توسیع کی ہر ایک کوشش کی مخالفت کی تھی، ورثیوں کے
محصول کے کم کرنے اور فوج میں تازیانے کی سزا کے موقوف کرنے سے
انکار کر دیا تھا۔ اپنے استاد کی طرح وہ بھی قوم میں نئے جذبات کی ترقی کے
باعث اپنے قدیم وطیروں سے دور جا پڑا تھا مگر اس معاملۂ خاص میں وہ پیل
سے زیادہ اپنی پرجوش طبیعت کے اثر میں آگیا تھا، بقول مل وہ ایک ایسا مدبر تھا
جس میں از سر تا پا ترقی و اصلاح کی روح حلول کر گئی تھی۔ وہ اس انتظار میں نہیں

رہتا تھا کہ کوئی اسپر دباؤ ڈالے یا اسے مجبور کرے، جب وہ کچھ کرے، بلکہ اسے خود یہ فکر لاحق رہتی تھی کہ کس کس کام میں اصلاح و بہتری ہو سکتی ہے۔ وہ خود اینگلیکی کلیسا سے تعلق رکھتا تھا مگر وہ ساتھ ہی اس امر پر نازاں تھا کہ اُس کے آباو اجداد عام عبادت سے اتفاق نہ کرنے والوں میں داخل تھے، اور اس نے منحرفوں کو سیاسی تحریک کے میدان میں کھینچ لیا تھا؛ اس کی حیرت انگیز ذہنی و اخلاقی قوت سے "پرانے سے پرانے وہگ" بھی اسطرف مائل ہو گئے تھے کہ استیصالیوں کے ساتھ ملکر اصلاح کے ان راستوں پر چل کھڑے ہوں جن میں ابتک کسی نے قدم نہیں رکھا تھا۔ کاروباری لوگ اس وجہ سے اس کے مداح تھے کہ وہ فوجی اولوالعزموں کی مفاخرت و خود نمائی کے خلاف امن اور قلت خرچ کا معتقد اور کفایت شعاری پر کاربند تھا۔ بنی نوع انسان کے متعلق اسکی اعلےٰ وارفع امیدوں سے عوام کے دلوں میں ایک گہرا تموج پیدا ہو گیا تھا، اور جو دل مدتوں سے مردہ ہو چکے تھے ان میں نئی جان پڑ گئی تھی، اسی طرح اپنی پرجوش مستعدی، اپنی تابناک ذہانت، اور اپنی خوش آئند آواز سے اس نے انگلستان کے روحانی مقدرات کی تصویر کھینچ دی تھی، یہ وہ مقدس نظارہ تھا جس میں ایک قوم کی قوم حکومتوں پر رائے زنی کرنے کے عظیم الشان ذمہ داری کے فرض کی طرف بلائی گئی تھی یا یوں کہنا چاہیئے کہ بلند رتبہ والوں کی ناانصافی کے خلاف جنگ کرنے کے لیئے دنیا کے کمزوروں کو خیر و برکت دی گئی تھی۔ اس طرح پر اخلاقی و مذہبی جذبات کا

ڈزریلی

بھڑکانا اس کے رقیب ڈزریلی کی طبیعت کے بالکل منافی واقع ہوا تھا۔ ڈزریلی کی بلند حوصلگی کسی شئے کو خاطر میں نہیں لاتی تھی، وہ موقعے سے فائدہ اٹھانے میں کسی طرح کا پس و پیش نہیں کرتا تھا، کوئی کام ایسا نہیں تھا جس کے کر گزرنے سے اس کی بیباکانہ طبیعت میں ذرا بھی جھجھک پیدا ہو، اُس نے تو برائٹ سے یہ کہدیا تھا کہ "ہم یہاں شہرت طلبی کے لیئے آتے ہیں"۔ اس کی ذہنی قوت اور معاملات عامہ پر اس کی غائر و عمیق نظر اس کے وقت میں بے مذہبی سمجھی جاتی تھی اور انگلستان و آئرلینڈ کی حالت کے متعلق اس کی استیصالی

تنقیدات (جہانتک الفاظ کا تعلق تھا) دور رس، پرزور اور موثر تھیں مگر رسائی ذہن کے سوا اور کسی قسم کے آثار اس سے نہیں ظاہر ہوتے تھے، نہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد وہ ان اصلاحات کے عمل میں لانے کا کچھ ایسا متمنی معلوم ہوتا تھا جن کا وہ دوران مخالفت میں وعظ کہا کرتا تھا، امتناعیوں اور انتہائی ٹوریوں کو جب وہ سخت ہزیمت نصیب ہوئی جس نے ان کی دھجیاں اڑادیں تو اس مشکل وقت میں ڈزریلی ہی تھا جس نے ان دل شکستوں کو دوبارہ جمع کیا اور قوانین غلہ کے ہنگامہ خیز اختلاف میں پیل کا اس سختی سے پیچھا لیا کہ اسے تباہ ہی کرکے چھوڑا۔ ٹوری مخالفوں کے سرگروہ کی حیثیت سے اس نے اپنی صبر آزما ہوشیاری و تدبیر سے ان لوگوں کا ایک فریق تیار کرلیا جنھیں پیل ۱۸۴۶
ابتر و پریشان چھوڑ گیا تھا، اور تقریباً تیس برس کی برہمی کے بعد انھیں قوت ۱۸۴۸
و اقتدار کے درجے پر پہنچا دیا، اس تیس برس کے دوران میں ٹوریوں کو صرف ایک مرتبہ خفیف سی کثرت حاصل ہوگئی اور (۱۸۵۲ء، ۱۸۵۹ء، ۱۸۶۸ء میں) جب انھوں نے پارلیمنٹ کی برطرفی کا مطالبہ کیا انھیں قوم کی طرف سے کبھی فتح حاصل نہیں ہوئی۔ ڈزریلی کو جب مجبور ہوکر "تحفظ تجارت" کی حکمت عملی کو ترک کرنا پڑا تو وہ معاشرتی اصلاح کی مبہم سی تجویز کی طرف متوجہ ہوگیا جسے استبدادیوں کی فلسفیانہ اور منطقی اصلاحوں کے برخلاف قومی و تاریخی حالات کے زیر اثر رکھنا مدنظر تھا۔ وہ جس طبقۂ امرا کی رہبری کر رہا تھا وہ اپنے سر سے اس اتہام کو رفع کرنے کے لئے بےچین تھا کہ "وہ مزدوروں کی جماعت کا مخالف ہے"، پس یہ لوگ اس امر پر آمادہ ہو گئے کہ ایک منضبط و منتظم عمومیت کے اس شاندار خیال کو قبول کرلیں جس میں عمومیت کی سرکردگی بادشاہ اور دار الامرا کے ہاتھ میں ہو اور صاحب جائداد امرا قوم کے مربی ہونے کی حیثیت سے تجارتی طبقات کے مقابلے میں اپنے اختیار کو قائم رکھیں مگر اجتماعیت اور عوام الناس کے اندیشہ ناک مداخلت بیجا کے خطرات سے امرا اور معززین دیہات پر پھر خوف طاری ہوگیا۔ چونکہ ڈزریلی کو مالیات میں یا نئے کاموں کے بنانے میں کوئی نمایاں قوت حاصل نہیں تھی اس وجہ سے وہ اندرون ملک کے معاملات کو چھوڑ کر "امپیریلزم"

(شہنشاہیت) کی خیرہ کن روشنی سے ملک کے جوش کو بھڑکانے کی طرف مائل ہوگیا۔

۱۸۶۲ دوم قانون اصلاح
پامرسٹن کے مرتے ہی گلیڈاسٹون نے جو لارڈ رسل کے تحت میں وزیر خزانہ رہ چکا تھا، اصلاح کا ایک مسودۂ قانون پیش کر دیا، وہ پہلے ہی یہ کہہ چکا تھا کہ "ہر شخص جو بہ اسباب ظاہر کسی شخصی ناموزونیت یا کسی سیاسی خطرے کے لحاظ سے ناقابل نہ قرار دیدیا جائے، وہ اخلاقاً نظام سلطنت کے حدود کے اندر داخل کئے جانے کا استحقاق رکھتا ہے" لیکن (جب عمل کا وقت آیا) تو اس نے ایک ایسی محتاط مفاہمت کی تجویز کی جس میں چالیس لاکھ سے زیادہ مزدوروں کو چھوڑ دیا گیا تھا، اور جس میں مزدوری پیشہ جماعت کو جو کل آبادی کی تین چوتھائی تھی قصبات میں صرف ایک چہارم انتخابی اختیار اور اضلاع میں تو محض برائے نام ہی سا کچھ اختیار دیا گیا تھا، اسپر بھی ایک کمزور دل کی لبرل پارلیمنٹ نے اس بے جان سے مسودہ قانون کو نامنظور کر دیا۔ لارڈ ڈربی نے ایک ٹوری حکومت

۱۸۶۷
قائم کی جس میں ڈزریلی وزیر خزانہ بنایا گیا۔ اب وہ موقع آیا کہ اہل حرفہ نے اپنی درستی و ترتیب کے زمانے میں جو قوت قائم کی تھی اس کا اظہار کریں، جنگ امریکہ کے باعث روٹی کے قحط نے یہ سخت سبق دیدیا تھا کہ امداد غربا کے جس قانون کو صرف اعلیٰ طبقات کے لوگوں نے مستولی کر دیا ہو اس کے تحت میں کام کرنیوالوں کو کیا کچھ مصیبتیں جھیلنا پڑیں گی، کام کرنے والوں کے حق رائے دہی کی اہمیت

۱۸۶۷
اس وقت اور بھی زیادہ واضح و مبین ہوگئی جب عدالتوں کے فیصلے نے یہ ظاہر کر دیا کہ اتحادات مزدوران جو بزعم خود یہ سمجھتے تھے کہ ان کے سرمائے کو قانونی حیثیت و حفاظت حاصل ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ مل انھیں یہ سمجھا رہا تھا کہ بجائے خود پارلیمنٹ کا نفع جو کچھ بھی ہو اس سے قطع نظر مزدوروں کی آواز کا وہاں سنا جانا اور وضع قانون پر اس کا اثر پڑنا لازمی و ضروری ہے۔ کابٹ نے پچاس برس پہلے جو آواز بلند کی تھی، برائٹ نے اب اسی کو دھرانا شروع کیا، اس نے قوم سے یہ کہا کہ "اگر ایک طبقہ ناکامیاب رہا ہے تو ہمیں خود قوم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ ہر ملک میں قوم سے مراد وہ لوگ ہیں جو جھونپڑوں میں رہتے ہیں"

لندن کے مزدوروں کی انجمنوں نے دارالصدر میں گشت کرنا شروع کر دیا۔ مزدوروں کے عظیم الشان جلسوں نے دیہات کے صوبوں کے قصبات میں ہیبت ناک اضطراب برپا کر دیا۔ اتحادات مزدوران و انجمن ہاے اتحاد باہمی کے ارکان برائیٹ کے سامنے باقاعدہ ترتیب سے قواعد کرتے تھے، گویا فوج کا ایک ٹڈی دل حق رائے دہی کے فتح کرنے کے لئے کوچ کر رہا تھا۔ بیس برس قبل کی منشوریوں کی ناکامی اب ظفر مندی سے بدل گئی تھی۔ ڈزریلی نے ضرورت سے مجبور ہو کر یا اس امید میں پڑ کر کہ وہ پیروان بنتھم کے خلاف مزدوروں کو ٹوریوں کا جانب دار بنا لے گا، بہت سے عجیب وغریب رد و بدل کے بعد آخر پارلیمنٹ سے وہ قانون منظور کرا لیا جو ان تمام اصلاحی مسودات سے زیادہ بڑھا ہوا اور انتہا کو پہنچا ہوا تھا جو اس وقت تک پیش ہوئے تھے، اس قانون کی رو سے شہروں کے اہل حرفہ کی جماعت سے دس لاکھ سے زیادہ اشخاص رائے دہندوں میں شامل کر دیئے گئے تھے۔ اس قانون نے مسرت سے زیادہ تعجب پیدا کر دیا تھا، دوسرے انتخاب کے موقعے پر نئے انتخاب کنندوں نے گلیڈ اسٹون کو برسر اقتدار کر دیا، گلیڈ اسٹون کی شخصی ہر دلعزیزی کا جو جوش
۱۸۶ اس وقت موجزن تھا اس کی کوئی نظیر ولیم پٹ کے بعد سے انگلستان میں نہیں ملتی۔ وہ ایک ایسے وزیر خزانہ کی حیثیت سے رائے دہندوں کے سامنے آیا تھا جس نے فرانس کے ساتھ تجارت کو سہ چند بڑھا دیا تھا اور ارزاں خوراک مہیا کر دی تھی اور جو عام آدمیوں کا دوست و حمایتی، امن و امان کا وزیر اور نکو کاری و راست بازی کا واعظ تھا۔ عوام کے مجمعوں نے جب گلیڈ اسٹون کی یہ صلاے جنگ سنی کہ نیک کرداری و فرائض ملکی، قوموں کے معاملات عظیمہ کے بلند رتبہ اور آئندہ کی غیر محدود امید پر نظر رکھو، جب انھوں نے، ناانصافی کے اس لعنت کھینچنے والے مبلغ کے غصے پر توجہ کی اور اس کی آواز کی خوش آہنگی اور اس کے انداز بیان کی تاثیر و قوت کے سامنے مبہوت ہو کر سر جھکا دیئے تو پھر پامرسٹن کا سا سرد مزاج شخص بھی گرما گیا اور اس نے بالاعلان کہدیا کہ سلطنت کے جدید انکشاف اور قانون پارلیمنٹ بلکہ خود عاملانہ حکومت کی نسبت بھی

مزدوروں کے زمانۂ مابعد کے اعتماد کے سامنے قدیم عناد اب نسیاً منسیا ہوگیا ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ انگلستان، ویلز، اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کے تمام محبان آزادی کو حریت کی نئی رفاقت میں شامل ہونے کے لیئے صلائے عام دیدیجائے یہ نئی رفاقت سیاسیات وماتحتی کے قید وبند کے بجائے آزادانہ مرضی کے اتحاد پر مبنی ہو"۔

نئی پارلیمنٹ

۱۸۳۳ء کا قصہ ۱۸۶۶ء میں پھر دھرایا گیا۔ لوگوں کو یہ نئی شکایت تھی کہ "نئے رائے دہندوں نے انھیں پرانے آدمیوں کو پارلیمنٹ میں بھیجدیا ہے"۔ یہ وہی لوگ تھے جو انتخاب میں بڑی بڑی رقمیں صرف کر سکتے اور بڑے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے، ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو انتہائی عمومیت کے خیالات رکھتا ہو۔ "ان نئے حلقہ ہائے انتخاب کے جاہل عوام سے ٹوری اور وہگ دونوں حد درجہ خائف تھے"۔ یہ عوام اگر متحد ہوجاتے تو ملک میں سب پر غالب آجاتے اور یہ جہالت کا تعلیم پر اور تعداد کا علم پر غالب آنا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ بڑے بڑے وہگ خاندان جو گزشتہ چونتیس برس تک وہگوں کی سرگروہی کر رہے تھے، انھوں نے سمجھ لیا تھا کہ اب ان کی حکومت کا خاتمہ ہے۔ ایسے قابل نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد کے منتخب ہوجانے سے جو تمامتر میں طبقۂ اعیان ہی سے نہیں تھے، اب پہلی مرتبہ دارالعوام کے معاشری انداز میں تغیر رونما ہوا۔ نئے قصبات نے لبرل ارکان منتخب کرکے بھیجے۔ اہل اسکاٹلینڈ نے سات کنسرویٹو کے مقابلے میں چھیالیس لبرل منتخب کیئے۔ ان کی نسبت برائٹ نے یہ کہا کہ یہ "وہ لوگ ہیں جو مزدوروں کے معاملات کو پوری طرح سمجھے ہوئے ہیں" چاہیئے تھا کہ یہ لوگ انگلستان کے ساتھ اپنے اتحاد کو منسوخ کرا لیتے، کیونکہ اگر وہ انگلستان سے الگ ہوجاتے تو وہ ایسی حکومت قائم کر لیتے جو میرے خیال میں ایسی فہمیدہ اور عوام کے اس درجے ہمخیال ہوتی کہ روئے زمین پر کوئی حکومت ایسی نہ ہوتی"۔ لارڈ شافٹسبری نے یہ اشارہ کیا تھا کہ "مزدوروں کے طبقات اب زیردست ہونے کے بجائے بالادست ہوگئے ہیں اور وہ خود اپنے لیئے جنگ کر سکتے ہیں اور کر رہے ہیں"۔ ۱۸۶۹ء میں

جان برائٹ، وزارت میں شامل ہوا اور عام عبادت سے اتفاق نہ کرنے والے فریق سے یہ پہلا وزیر تھا، اور وہی پہلا شخص تھا جسے مزدوروں نے نامزد کیا تھا۔ ۱۸۷۰ء میں مزدوری پیشہ طبقے میں سے پہلی مرتبہ ایک شخص شاہی کمیشن میں شریک ہوا۔ ۱۸۷۴ء میں پہلا مزدوری پیشہ شخص پارلیمنٹ کا رکن منتخب ہوا، ۱۸۷۵ء میں اتحاد مزدوران کے عہدہ داروں کو مجلس مدارس میں شرکت کا موقع دیا گیا، اور ۱۸۸۲ء میں مزدوروں سے انسپکٹراں (ناظران) کارخانجات مقرر ہوئے، لیکن ترقی پذیر عمومیت کے اثرات اس سے بدرجہا بڑھے ہوئے تھے۔ پہلے اصلاحی قانون کے وقت سے وزرا کا انتخاب شاہی اثر سے نہیں بلکہ دارالعوام کی طرف سے ہونے لگا تھا۔ دوسرے قانون اصلاح کے بعد ایک نئے نشو ونما کی وجہ سے دونوں جانب سے یہ سمجھا جانے لگا کہ وزیر اعظم "قوم کا منتخب کردہ" ہوتا ہے۔ ڈزریلی کو جب انتخاب میں شکست ہوئی تو پارلیمنٹ میں گئے بغیر اس نے استعفا دیدیا اور اس طرح قوم کے براہ راست فیصلے کو تسلیم کرلیا۔ اس کے ساتھ ہی جس نسبت سے بادشاہ کی طاقت گھٹتی گئی اور دارالعوام کی طاقت بڑھتی گئی اسی نسبت سے وزرا کا ضبط وارتباط بہ مقابلۂ سابق کے زیادہ قوی ہوتا گیا۔ ملکہ وکٹوریہ کی تعلیم اس طرح ہوئی تھی کہ وہ کابینہ کو پارلیمنٹ کا نہیں بلکہ صاحب تخت کا رکن سمجھتی اور وزیر کی شکست کو "بادشاہ سے تمرد"، کے مرادف خیال کرتی اور پارلیمنٹ کے برطرف کردینے کے اختیار کو بادشاہ کی شخصی مرضی کے تابع تصور کرتی تھی۔ اس پرانے طریق کے مطابق ۱۸۲۹ء میں آرل گرے نے یہ بحث پیش کی کہ وزیر جو مسودہ قانون پیش کرتا ہے وہ ایک معمولی رکن کی حیثیت سے پیش کرتا ہے اور اس لیئے اس قسم کے مسودے کے نامنظور ہوجانے سے حکومت کی قسمت کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد بھی ایسی صورتیں پیش آئیں کہ پارلیمنٹ کو برطرف کیئے بغیر وزارت میں تغیر ہوگیا اور وزیر اعظم ایسی صورتوں میں بھی برسر اقتدار رہا جب اسے دارالعوام میں کثرت رائے حاصل نہیں رہی تھی، لیکن وزرائے اعظم نے آہستہ آہستہ یہ حق حاصل کرلیا کہ نہ صرف دارالعوام کے مخالف ہونے کی صورت میں بلکہ ایسی صورت میں بھی جب دارالامراء ان کے

راستے میں دقتیں حائل کر رہا ہو وہ پارلیمنٹ کی برطرفی کا مطالبہ کریں۔ اس دعوے کی بنا پر کہ وزرا بادشاہ کی اجازت سے نہیں بلکہ قوم کی مرضی اور دارالعوام کے اقتدار کے زور پر کام کرتے ہیں، کابینہ ایک مجتمعہ جماعت بنگیا اور اپنی ذمہ داری میں متحد و متفق ہوگیا۔ نئی اصلاح شدہ پارلیمنٹ نے ۱۸۳۳ء کے غیر ایفاشدہ وعدوں

انگلستان کے نئے اصلاحات

کی تجدید کی۔ قوانین غلہ کے منسوخ کرنے کی ایک تحریک کو ۱۸۴۶ء میں شکست ہو چکی تھی مگر اب اس محصول کی آخری یادگار یعنی گیہوں پر ایک شلنگ فی کوارٹر کی ادائی موقوف ہوگئی۔ انگلستان اس معاملہ میں ابتک دنیا کے دوسرے

۱۸۶۹ بڑے بڑے ملکوں سے پیچھے تھا کہ اس کے بیس لاکھ بچوں میں سے دو تہائی سے زیادہ مدرسے سے خارج تھے۔ اب (۱۸۵۶ء میں) ایک تنخواہ دار وزیر تعلیم کے تحت میں قومی و لازمی تعلیم کی ایک تجویز قائم کی گئی۔ سول سروس (ملازمت ملکی) کے لئے بادشاہ بہ اجلاس کونسل کے حکم سے مقابلے کا امتحان جاری کیا گیا۔ ایک '' مجلس حکومت مقامی '' اس غرض سے ترتیب دی گئی کہ وہ صحت عامہ کی فکر اور قانون امداد غربا کی نگرانی کرے۔ فوج میں طبقۂ اعیان کے واحد اثر کو اسطرح روکا گیا کہ کمیشنوں (اعلی فوجی عہدوں) کی خریداری بند کر دی گئی اور فوجی قوت کو بلا شرکت غیرے دارالعوام کی نگرانی میں لے لیا گیا۔ برسوں کے مناقشے کے بعد ان طالب علموں کے لئے جو کیمبرج یا آکسفورڈ کے امتیازات سے مستفید ہوں، مذہبی اختبارات موقوف کر دیئے گئے اور اب پہلی مرتبہ ایک یہودی کو امارت کا درجہ عطا ہوا، اور یہی پہلا موقع تھا کہ جو لوگ زندہ تھے ان کی یاد میں کسی رومن کیتھولک کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہو۔ خفیہ طریق رائے دہی کے

۱۸۷۱-۱۸۷۴ قانون نے آخر اس دہکتی ہوی آگ کو بجھا دیا جس سے شروع صدی سے وہ لوگ پناہ مانگ رہے تھے جن کی روزمرہ کمائی کا انحصار محض ان کی رائے کے

۱۸۷۲ پوشیدہ رہنے پر تھا اور اس وقت تک یہ مقصد حاصل نہیں ہوا تھا۔ پرانا جواب یہی تھا کہ '' رائے کے پوشیدہ رکھنے کی خواہش زمانے کے برے آثار میں سے ہے۔ یہ طریق انگریزوں کے مخصوص اخلاق کو تباہ کر دے گا '' اور انھیں اس درجہ مبتذل بنا دے گا جو اپنے سیاسی عقیدے کے ظاہر کر دینے سے شرماتے ہوں اور

"منہ چھپائے ہوئے رائے دہی کے صندوق کے پاس جانا چاہتے ہوں"

اسراف، عدم مساوات اور نفاذ قوانین کی تاخیرات کے ختم کر دینے کے اصلاحات کے طولانی سلسلے کی تکمیل قانون عدالت کے نفاذ اور عدالت العالیہ اور عدالت مرافعات فوجداری کے تقرر سے ہوگئی لیکن ان تغیرات کے دوران میں جو پرانے وعدوں کو پورا کر رہے تھے دو نئے قانون سب سے زیادہ نمایاں رہے۔ ان میں سے ایک قانون کلیسائے آئرلینڈ اور دوسرا قانون اراضی آئرلینڈ تھا۔ انگلستان و آئرلینڈ کے مخالفانہ مباحث میں ان قوانین سے ایک نیا دور شروع ہوگیا۔ کلیسائے آئرلینڈ جو قلیل التعداد و غالب فریق کا کلیسا تھا، اس کی برطرفی سے قدیم سیاسی نظریے کے خاتمے کا یقین ہوگیا، اس نظریے کو ۱۸۳۳ء میں بہت احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھا گیا تھا اور اس کا منشا یہ تھا کہ سلطنت میں دنیاوی حکومت کے لیئے دینی اقتدار ایک لازمی جزو ہے۔ ایوان اعلیٰ کے ساتھ مخاصمت کا آغاز تو ۱۸۶۹ء کے اختیارات دارالعوام کے مسودۂ قانون سے پہلے ہی ہو چکا تھا، اب اور زیادہ شدت کے ساتھ اس عناد کی تجدید ہوگئی۔ لارڈ مارلے نے لکھا ہے کہ "سیاسی نظم میں ایسی کشیدگی کبھی اس سے پہلے پیدا نہیں ہوئی تھی جیسی کہ دارالامرا کے ساتھ اس تیز و تند مخاصمت کے دوران میں ظاہر ہوئی امرا نے اسوقت شکست کو تسلیم کر لیا جب خطرہ نہایت ہی سخت ہوگیا۔ قانون اراضی جس کے ذریعے سے گلیڈ اسٹون نے دلیرانہ طور پر یہ کوشش کی تھی کہ آئرلینڈ کے جملہ کاشتکاروں کے لیئے السٹر کے کاشتکاروں کے سے حقوق کا تیقن کر دے، اس سے اور بھی طولانی و شدید اختلاف آرا شروع ہوگیا۔ وہ ایوان جس میں زیادہ تر زمیندار ہی شامل تھے اس کے شور تحسین و مرحبا کے اندر پامرسٹن نے یہ صدا بلند کی تھی کہ "کاشتکار کا حق زمیندار کے نقصان کے مرادف ہے" لیکن اراضی آئرلینڈ کا پہلا قانون نہ صرف آئرلینڈ کے زمیندارانہ اجارے کے لیئے صدائے موت تھا بلکہ انگلستان کے لیئے بھی یہی حکم رکھتا تھا۔ ۱۸۳۴ء میں ڈارسٹ شایر کے مزدوروں کے نقل مکان کے بعد سے انگلستان کے زرعی کام کرنیوالوں کو

اپنی حالت میں کسی تغیر کا علم نہیں ہوا تھا۔ اب پھر ایک مرتبہ ایک میتھوڈسٹ
واعظ و مزدوری پیشہ شخص جوسف آرچ کی سرکردگی میں انھوں نے اتحادات قائم
کرنا شروع کیئے، ان کا مطالبہ سولہ شلنگ ہفتہ وار مزدوری اور گیارہ گھنٹے کے ۱۸۷۲
کام کے دن کا تھا، اور ایک برس کے اندر اندر انھوں نے تقریباً ایک لاکھ
ارکان جمع کر لیئے، یہ لوگ خطرات، نقصانات اور عام مخالفت کا سامنا کر کے
اکثر رات کی چاندنی میں جمع ہوا کرتے تھے؛

۱۸۳۵ء کی طرح اس وقت بھی اصلاح کا زور ہونے کے بعد ہی رجعت ٹوریوں کی فتح
قہقری شروع ہوگئی اور اتحاد مزدوران کے ارکان نے یہ محسوس کیا کہ ان کے
حقوق خاص سے بے انصافی کی جاتی ہے۔ قانون اصلاح کے بعد جو پارلیمنٹیں
منعقد ہوئیں ان میں پہلے ہی پارلیمنٹ میں اس فریق کو غلبہ ہوگیا جسے ڈزریلی نے
از سر نو مرتب کیا تھا، اور اس تمام مدت میں اول سے آخر تک پارلیمنٹ ٹوری ہی
رہی۔ ڈزریلی نے دو برس پہلے ٹوریوں کے نئے مقصد کا ان لفظوں میں
اعلان کیا تھا کہ "اپنے تنظیمات کی بقا، اپنی سلطنت کا قیام، اور قوم کے حالت کی
اصلاح و ترقی ہمارا مطمح نظر ہے" اس زمانے کے ایک مروجہ فقرے میں، یوں کہنا
چاہیئے کہ "تمام معاشری مسائل اب شہنشاہیت کے حدود میں داخل ہوگئے تھے"
مگر ہنوز اس کا فریق سرفروشانہ انقلاب کا حامی نہیں تھا۔ آئرلینڈ کے لیئے حسب معمول
تہدیدی قانون موجود تھا۔ ایک سو پندرہ برس کی شورش انگیزی کے بعد لڑکوں کے
دودکشوں پر چڑھنے کا ظالمانہ رواج موقوف ہوا، ان قوانین کے سلسلے میں جنھوں ۱۸۷۵
نے بتدریج پچیس لاکھ مزدوروں کو قانون کے سلسلے میں لے لیا تھا عورتوں کی صحت
کے متعلق ایک قانون کارخانہ کا اضافہ ہوا۔ اتحادات مزدوراں کے کاموں ۱۸۷۴
اور ان کی یکجائی معالمت اور ان کی پرامن فہمائش اور روک ٹوک کو قانوناً تسلیم
کر لیا گیا۔ اس طولانی مخاصمت کا خاتمہ ہوا جو ۱۸۲۴ء میں اتحادات مزدوراں کو
قانونی سازش اور اس کے عواقب سے بری کرنے کے لیئے شروع ہوئی تھی۔
کاشتکاروں کے زمین کو ترقی دینے کی صورت میں ان کے لیئے ایک قانون
معاوضہ بنایا گیا تھا مگر شرط یہ رکھی گئی تھی کہ زمیندار بھی اس قانون کے تحت میں آنا منظور کریں

شہنشاہیت

اور اس طرح یہ کارروائی بالکل بے اثر ہو گئی تھی۔ ڈزریلی معاشری معاملات سے بزودی تمام ایسی کارروائیوں کی طرف متوجہ ہوا جو اس کے فریق کے لئے

عمومیت

کم بحث طلب تھیں یعنی "اپنی شہنشاہی کی بقا"، کارخانہ داروں کو یہ اندیشہ دامنگیر ہو گیا تھا کہ دوسرے ممالک اپنے فنون و آلات حرب، اپنی سعی و دولت، ذہانت، محنت اور آزادی کے زور سے انگلستان کے تقدم کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں، ڈزریلی نے اس توحش کا تدارک شہنشاہی استحکام روابط، شہنشاہی محصول درآمد برآمد، شہنشاہی نیابت اور تحفظ کے شہنشاہی ضوابط کی تجویزوں سے کیا۔ استعماری وسعت، اور معاملات یورپ میں انگلستان کے غلبہ نہیں تو دباؤ کی وجہ سے الزبیتھ کے وقتوں کی شان و شوکت کو پھر زندہ کر دکھانا مدنظر تھا، زور دار غیر ملکی حکمت عملی سے براعظم پر یہ ظاہر کر دینا منظور تھا کہ انگلستان

۱۸۷۵ کی رائے و منظوری کے بغیر وہاں کچھ نہیں ہو سکتا۔ چالیس لاکھ پونڈ پر نہر سویز کے حصوں کی خریداری سے ایک نئے طریق عمل کا آغاز ہو گیا تھا، دوسرے سال ملکہ کو قیصرہ ہند کا خطاب دیکر ایک "ایشیائی طاقت" اور "مشرقی شہنشاہی" کی حیثیت سے انگلستان کی عظمت و شوکت اور بڑھائی گئی اور

۱۸۷۷ ڈزریلی، لارڈ بیکنسفیلڈ بنکر دارالامرا میں داخل ہوا۔

[illegible]مینٹ [illegible]ر قوم

غرض اس ٹوری وزیر نے جن درخشاں خیالات اور خیرہ کن تصورات کے ساتھ جزیرۂ برطانیہ عظمی کی شہنشاہی قسمت کا نقشہ کھینچا تھا کہ روے زمین کی تمام وسعت و فسحت پر اس کا دور دورہ ہوگا اور وہی ہر ایک سمندر کی مالک ہوگی، یہی خیالات جدید شہنشاہیت کا قالب اختیار کر کے ملک کے اندر جوش عام کے ابھارنے کے لئے ایک نیا عقیدہ اور ہمارے زمانے میں تاریخ انگلستان کی روش معین کرنے کے لئے بہمہ وجوہ ایک اہم قوت بن گئے۔ اس کے برعکس استیصالی اور اجتماعی یہ دعوے کرتے تھے کہ انگلستان اقوام عالم کے درمیان اپنی بلند و مستحکم حیثیت صرف اسی طرح قائم رکھ سکتا ہے کہ وہ اپنی اندرونی اصلاح کرے۔ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ عام قوم کو فلاکت کی حالت سے نکل کر آزاد شخصوں کی سی خود مختاری، اپنی حریت کے استعمال کا ادراک اور اپنی مرضی کو

عمل میں لانے کی قوت حاصل کرنا چاہیئے۔ تمام ملک اس عام اختلاف سے گونج اٹھا تھا۔ گلیڈسٹون نے یہ رائے ظاہر کی کہ "پارلیمنٹ سے باہر جو کچھ ہے اس نے اس سے بدرجہا زیادہ اہمیت حاصل کرلی ہے جو پارلیمنٹ کے اندر ہے۔ جنگ کے لیئے نئے آلات تیار کیئے جارہے تھے۔ استیصالی مصلحین کے سرگروہ مسٹر جوزف چیمبرلین نے برمنگھم میں وہ مواد تیار پایا جو اس کی شاطرانہ عملی قابلیت ہی کے انتظار میں تھا۔ برمنگھم چھوٹے چھوٹے کارخانہ داروں اور غیر منتظم مزدوروں کا ایک نیا قصبہ تھا، وہاں دولتمند کارخانہ داروں کے روایات موجود نہ تھے، نہ ذی اثر اتحادات مزدوراں قائم تھے، یہ ایک بزگاہ تھی جسے چیمبرلین اپنے حسب مرضی جسطرح چاہتا ایک انتخابی آلے کے سانچے میں ڈھال لیتا اور وہاں کے لوگ اس سے زیادہ اس کے مطیع فرمان اور اس کے اشاروں پر چلنے والے ہوتے جتنا اٹھارھویں صدی میں قصبوں کے لین دین کرنے والوں کے لیئے ممکن تھا۔ برمنگھم کے لبرل ایک زبردست انضباط کے تحت میں ترتیب دیئے گئے جنمیں ہر ایک امیدوار نے یہ اقرار کیا کہ وہ "بزنک" کے فیصلے پر کاربند ہوگا "کاکس"، (بزنک) کا لفظ لارڈ بیکنسفیلڈ کا نکالا ہوا تھا)۔ انحراف کی

بزنک

ہر ایک علامت کو مٹا دیا اور جنگ کی ایک منضبط تجویز کے مقابل میں انفرادی رائے کو دبا دیا گیا۔ مسٹر چیمبرلین نے اپنی جودت و تغلیب سے جو صورت قائم کی تھی وہ "طریق برمنگھم" کے نام سے اور شہروں میں بھی رائج کی گئی۔ پارلیمنٹ میں منتخب ہوجانے کے بعد اس نے ان انجمنوں کو ایک نیشنل لبرل فڈریشن (قومی آزادانہ متفقیت) میں مجتمع کیا اور اس کے لیئے ایک مرکزی کاونسل قائم کی اور اس طرح وہ ایک ایسی عمومیت کا سرگروہ بن گیا جو جنگ کے لیئے

۱۸۷۶ متحد و متفق تھی۔ ادھر بزنک نے رائے دہندوں کی انفرادی رائے کو دبا دیا تھا، ادھر امیدواران انتخاب محض نئے حلقہائے انتخابی کی وسعت ہی سے مجبور ہوگئے کہ وہ اپنے فریق کے مصدقہ تجویز عمل کو سر جھکائے ہوئے قبول کرلیں

۱۸۷۷ کیونکہ یہی ایک ذریعہ عام رضامندی حاصل کرنے کا رہ گیا تھا۔ مسٹر چیمبرلین کی صف شکن قوت کے سامنے ٹوریوں کو انتخاب عام میں ہزیمت اٹھانا پڑی تو

انھوں نے اپنی باری میں "طریق برمنگھم" کی نقل کی اور لارڈ رینڈلف چرچل ١٨٨٠
نے "ٹوری عمومیت" کے سرگروہ کی حیثیت سے کنسرویٹو انجمنوں کی ایک تنقیت ١٨٨٤
قائم کردی، عام مباحثے کے زور میں ان دونوں شورانگیزوں نے پارلیمنٹ سے باہر کے
رائے دہندوں سے یہ خواہش کی کہ وہ اپنے منضبط تنظیمات کے ذریعے سے
ان کی اعانت کریں تاکہ وہ اپنے پارلیمنٹ کے اندر کے فریق کے سست رفتار
سرگروہوں کو مجبور کرکے عام پسند اصلاحات حاصل کریں۔ اب دارالعوام سے
دلچسپی نہیں رہی تھی بلکہ خود انتخاب کنندوں سے دلچسپی پیدا ہوگئی اور عوام الناس کو بہت
جلد یہ معلوم ہوگیا کہ سیاسی میدان میں آنے والے کے لیئے خود پارلیمنٹ کی
کامیابی سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ وہ ملک میں کامیابی حاصل کرے۔ اگلے
وقتوں میں کوئی وزیر پارلیمنٹ سے باہر کوئی اہم اعلان نہیں کرتا تھا اور نہ وضع قوانین
کی تجویز ان انتخاب کنندوں کے سامنے پیش کرتا تھا جنھیں قانون میں ہدایت کا
کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ ١٨٨٦ء تک یہ حال تھا کہ ملکہ وکٹوریہ نے ایک وزیر
پر اس بنا پر اعتراض کیا تھا کہ اس نے خود اپنے حلقۂ انتخاب سے باہر تقریر کی تھی
جس سے عام اضطراب کے پیدا ہوجانے کا احتمال تھا، لیکن اب جو نئے طبقات،
سیاسی زندگی میں داخل ہوئے تھے ان کو اس طرح کے باڑوں کے اندر
بند رکھنا ممکن نہ تھا۔ گلیڈاسٹون جس نے اپنے (١٨٦٦ء کے) مسودۂ قانون
کے پیش کرنے کے متعلق اپنے ارادے کا اعلان کرکے قوم کو ششدر
کردیا اور (١٨٧٤ء کے) عام پسند موازنے کے حالات بیان کرکے جو ہنوز پارلیمنٹ
میں پیش نہیں ہوا تھا ملک کو حیرت میں ڈال دیا تھا وہی اب عوام الناس کے
اندر اس پہلی مہم کی سرگرہی کررہا تھا جسے حکومت کے کسی سرگروہ نے اب تک
اختیار نہیں کیا تھا۔ "مہم مڈلوتھین" سے یہ صورت وقوع پذیر ہوی، گلیڈاسٹون
اسے "سیاسیات کا فسانہ" کہا کرتا تھا، یہی مہم تھی جسمیں یہ ستر برس کا بڈھا جو
اپنے بارھویں انتخاب کے لیئے تیار ہورہا تھا، جاڑوں کی گہری برف میں شاندار
جلوس کے ساتھ گھومتا پھرتا تھا اور اپنے عدیم المثال جوش فصاحت سے جولاہوں،
کان کنوں، دستکاروں اور کسانوں کو اس امر پر ابھار رہا تھا کہ وہ خارجی معاملات

اور اندرونی حکمت عملی کے متعلق اپنی ذمہ داریوں کی اہمیت کو سمجھیں، ٹوریوں نے عمومیت کے اس پر جوش متبرک سفر کو مطعون کیا اور اسے "نظام سلطنت میں بدعت اور دولت عامہ کے لیئے خطرہ قرار دیا"، مگر اس کے بعد سے کوئی فریق قوم کو براہ راست مخاطب کیئے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ گلیڈ اسٹون نے ملکہ کو لکھا تھا کہ "خود مارکوئس سالسبری نے کافہ انام کے عام جلسوں کے ذریعے سے ۱۸۸۰
ایک ایسی حکمرانی قائم کر دی تھی جسے عام شور انگیزی کی حکومت کہنا بجا ہوگا" لیکن بعد میں جب اپنے ہوم رول کے مسودۂ قانون کے جہاد کے لیئے گلیڈ اسٹون نے جلوس کے ساتھ **انگلستان و اسکاٹلینڈ** میں گشت کیا اور ملکہ کے سامنے اس نے یہ دعوے کیا کہ "اسے یہ حق حاصل ہے کہ اس کے نزدیک حالات کی جو صحیح صورت ہو اسے ملک کے سامنے پیش کرنے کے لئے وہ جن وسائل سے چاہے کام لے سکتا ہے" تو اس کی یہ کارروائی تمام دیگر کوششوں پر فوق لے گئی۔ لبرل پارلیمنٹ جو مڈلوتھین کے ہیجان عظیم کے بعد منتخب ہوی تھی اور جس کی رہبری تمام وزراے اعظم میں سب سے زیادہ صاحب جرأت وزیر اعظم کر رہا تھا، اس نے اب اس راستے کو پوری طرح کھول دیا جس پر جدید **انگلستان** (جو ہمارے پیش نظر ہے)
سوم قانون اصلاح گامزن تھا۔ اور اسی پارلیمنٹ نے آئرلینڈ کی امیدوں کا دروازہ بھی وا کر دیا۔

سنہ ۱۸۶۷ء کے بعد کے بارہ برس سے مسٹر ٹریولین سال بہ سال یہ تجویز پیش کرتے رہے تھے کہ پارلیمنٹی قصبات سے باہر مکانداروں کی جو تعداد عظیم موجود ہے اسے انتخاب کا حق دینا چاہیئے مگر کچھ حاصل نہیں ہوتا تھا۔ لیکن جب گلیڈ اسٹون نے زور دکھایا اور پارلیمنٹ میں ایک نیا قانون اصلاح منظور کرا لیا تو تمام رکاوٹیں فنا ہو گئیں۔ سنہ ۱۸۳۲ء میں تینوں ملکوں کے تمام حلقہاے انتخاب میں پانچ لاکھ سے بھی کم راے دہندے شامل کیئے گئے تھے۔ سنہ ۱۸۶۷-۶۹ء میں تیرہ لاکھ چونسٹھ ہزار کا اور اضافہ ہوا تھا لیکن اب بیس لاکھ نئے راے دہندے داخل کر لیئے گئے؛ اور اس سے زیادہ نمایاں کام یہ ہوا کہ محض گلیڈ اسٹون کے جوش و خروش سے دب کر پارلیمنٹ اس امر پر راضی ہو گئی کہ آئرلینڈ کے

رائے دہندوں کی تعداد دو لاکھ سے بڑھا کر پانچ لاکھ کر دے۔ پچاس برس کی جنگ وجدل کے بعد برطانیہ عظمیٰ کے مزدوری پیشہ طبقات نے شہریت کا وہ کامل حق حاصل کر لیا جس کے دینے سے ۱۸۳۲ء میں انکار کیا گیا تھا اور آئرلینڈ کی قوم کے عامۃ الناس کے لئے تو یہی پہلا موقع تھا کہ سلطنتہائے متحدہ کی پارلیمنٹ کی نیابت میں انھیں شامل کیا گیا ہو۔

ی اجتماعیت

انگلستان کے درو دیوار سے کسی سریع الوقوع تغیر یعنی ایک زور دار اجتماعی تحریک کے آغاز کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ ہنری جارج نے ایک نیا زرعی طوفان برپا کر دیا تھا اور زمین کے جوتنے بونے والوں اور شہروں میں کام کرنے والوں کے دلوں پر یہ نقش کر دیا تھا کہ رکارڈو کے اقتصادی لگان کا نظریہ کیا ہے اور اس نظریے کے بموجب شہر اور دیہات کے اندر زمیندار کا حصہ کیا ہے۔ حرفتی انقلاب کے متعلق کارل مارکس کی تعلیم اور تجدیدی سرگروہوں کے جوش سے قوی دل ہو کر مزدوروں نے برسہا برس سے بے حس و حرکت لبرل طریق کے قید و بند کو توڑ دیا تھا اور ایک نئی اتحادیت کی طرف تیز تیز قدم بڑھاتے جا رہے تھے۔ اتحادات مزدوران، جن کی نسبت کسی وقت میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ اجتماعیت کے مقابلے میں سد سکندری سے کم نہیں ہیں اب خود یہی اتحادات اس امر پر مصر تھے کہ سلطنت کو اصلاحات کے جاری کرنے
۱۸۸۷ کا تحکمانہ اختیار ہونا چاہئے اور اس کام کو اس کے فرائض میں داخل سمجھنا چاہئے۔ ان کے موتمر نے یہ منظور کر لیا کہ تمام زمین کو قومی سمجھا جائے اور کام کے لئے آٹھ گھنٹے کا دن بزور قانون قرار دیا جائے۔ کارخانوں کے قوانین جب اول اول وضع ہوئے تھے، اس زمانے کی بہ نسبت اب دنیا بہت آگے نکل گئی تھی اور اب سلطنت سے "جو درخواست کیجاتی تھی وہ اسے ماں باپ یا ایک معطی و منعم فیض رساں آقا سمجھ کر نہیں کی جاتی تھی بلکہ اُسے قوم کی مرضی کا عامل بلکہ خادم سمجھ کر کیجاتی تھی"۔ بلدی حکومت میں عمومیت نے اختیارات کے نئے احاطے کی نئی وسعت میں قدم رکھا تھا۔ شہروں نے مقامی نظم و نسق کے دور افتادہ اور منتشر باقیات کو عجلت کے ساتھ اپنے ہاتھ میں مجتمع کر کے اور اپنے حق رائے دہی کو

ایک چار دیواری مکان کے رہنے والے اور خود اختیار عورتوں تک وسعت دیکے ملی جائداد اور عام محصول کو تعمیری منفعت کے لئے کام میں لانے کو اس حد پر پہنچادیا کہ سابق ہیں کبھی اس کا تجربہ بھی نہیں ہوا تھا۔ رابرٹ اون کا خواب اب ایک حقیقت بن گیا۔ یہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ اب مقامی جماعتیں منافع عام کے لئے قوم کی مرضی سے اتنی املاک کا انتظام کرتی ہیں جن کی اصلی قیمت ایک ارب پاونڈ سے کچھ کم نہیں ہے، نیز یہ کہ قوم نے خود اپنے لئے اپنے تحت اقتدار میں جو کام وانتظام ترتیب دیئے ہیں خواہ وہ امداد باہمی کی رضاکارانہ انجمنوں کی صورت میں ہوں یا قصبات ودیہات نیز کونسلوں کی سرکاری جماعات کی حیثیت رکھتے ہوں، "ان سب کا سالانہ خرچ تقریباً بیس کروڑ پاونڈ تک پہنچتا ہے یعنی سلطنتہائے متحدہ کے تمام لوگوں کے شخصی ذاتی مصارف کے کم وبیش آٹھویں حصے کے برابر ہوجاتا ہے" پچاس برس سے پارلیمنٹ کے فیصلوں کو جن اصولوں نے اپنے تابع کر رکھا تھا اب ہر طرف اُن کی تنقیص ہورہی تھی۔ زمانۂ جدیدہ کا مطالبہ یہ نہیں تھا کہ امتیازات کو منسوخ کردیا جائے اور سلطنت ہو خواہ اتحاد کی کوئی اور صورت ہو، سب کے مقابلے میں شخصی آزادی کو محفوظ رکھا جائے بلکہ اب مطالبہ یہ تھا کہ پوری آمادگی کے ساتھ ایک جدید نظم معاشرت کی تعمیر کی جائے۔ لوگ اب اقتصادی مسلمات کے قدیم اقتدار سے اپنے کو آزاد کر رہے تھے بنتھم نظروں سے گرگیا تھا، اور مل جو اپنے وقت کا معلم اول بنا ہوا تھا، اب اُس کی تعلیمات کے پرخچے اڑ رہے تھے، مگر نئے معتقدات کے جو تضاد طومار ہر طرف شائع ہورہے تھے ان میں سے کسی کو بھی مسلمہ فوقیت نہیں حاصل ہوئی تھی، متفلسف لبرل جو اس اقتصادی انتشار میں ہاتھ پاؤں مار رہے تھے وہ اس امر پر معترض ہوسکتے تھے کہ بغیر کسی واضح و بیّن روش کے سیاسی تجربات کی عادت بڑھتی جارہی ہے مگر ان کا ایسا کہنا بالکل بیکار تھا، بنتھم نے لکھا ہے کہ "معاشری وضع قوانین کے متعلق کسی معینہ دائمی اصول پر قائم رہنے کی کوشش کرنا بھی عبث ہے۔ یہ سب کچھ تخمین و مدارج کے تابع ہیں"۔ مسٹر چیمبرلین پر اس وقت ایک اصلاح شدہ معاشری سلطنت کے تخیلات کا غلبہ تھا، انھوں نے پہلی مرتبہ

ان خیالات کو ایک شاہی وزیر کی قبولیت کا شرف عطا کیا، اور بہ حیثیت وزیر تجارت "غیر مصدقہ تجویزوں" کا مینہ برسانا شروع کر دیا، ہر بالغ شخص کو رائے دہی کا حق ہونا، کسی ایک شخص کا ایک سے زائد رائے نہ دینا، ارکان کو معاوضہ ملنا، تعلیم کا مفت دیا جانا، اراضی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر قابض ہونا، شہر کے غربا کی سکونت کا از سر نو انتظام کرنا، سلطنت کو یہ حق ہونا کہ وہ اغراض عامہ کے لئے کم سے کم بازاری قیمت پر زمین لے سکے، انکم ٹیکس (محصول آمدنی) کا تدریجی ہونا، بڑی بڑی ریاستوں کو شکست کر دینا، اور متمول صاحبان اراضی سے "جو ہاتھ پیر نہ ہلانا چاہتے ہوں" "زر فدیہ" وصول کرنا، یہ تمام تجاویز یکے بعد دیگرے نازل ہو رہی تھیں۔ انگلستان، اب زیادہ مدت تک غریبوں کا "برزخ" نہیں رہنا چاہتا تھا، یہ انقلاب بہت سرعت کے ساتھ معاشری اصلاح سے گزر کر انگریزی نظام سلطنت کے بیخ و بن تک پہنچ گیا۔ اٹھارھویں صدی کے وسط سے پامرسٹن کے وقت تک تمام مدبر اس امر پر متفق رہتے آئے تھے کہ ارضی جائداد کے بڑے بڑے غیر منقسم حصص میں موروثی جانشینی جاری رہنا چاہیئے تاکہ وسیع زراعت سے ملک کی غذا کا تحفظ ہو اور اولاد اکبر کی جانشینی سے بادشاہت کا نظام سلطنت یعنی زمیندار طبقۂ امرا کی حیثیت قائم رہے۔ برائٹ نے قوم کو آگاہ کیا کہ انگلستان کی نصف زمین ڈیڑھ سو سے کم افراد کے قبضے میں ہے اور اسکاٹلینڈ کی نصف زمین پر دس بارہ شخصوں کا قبضہ ہے۔ جائدادوں کے باہم ملانے پر اس فکر و کاوش کے ساتھ توجہ ہو رہی تھی کہ انگلستان کی تقریباً دو تہائی زمین کا قطعی بندوبست ہو چکا تھا، پہلے قانون اصلاح کے بعد ہی لارڈ شافٹسبری جب چٹسورتھ میں گیا تو اسے پرانے نظم و عمل کے ختم ہونے کے تبہات محسوس ہونے لگے اور اس انتہائی شان و شوکت میں اسے یہ نظر آ گیا کہ باغلب وجوہ "موروثی تمول" اور امرا کے شاہی جاہ و جلال کی ہمسری کرنے کی یہ آخری عظیم الشان کوشش ہے"۔ اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جانشینی خلف اکبر کے ذریعہ سے بے اندازہ جائدادوں کا حاصل کرنا "انتہائی حد کو پہنچ چکا اور اب اس کا زوال شروع ہو گیا ہے"۔ لیکن دوسرے قانون اصلاح کے دوران میں علمائے اقتصادیات تک

بڑی بڑی ریاستوں کے زرعی فوائد کو زیر بحث لانے لگے اور یہ تجویز کی کہ زمین کی خرید و فروخت بھی اسی آزادی کے ساتھ ہونا چاہئے جیسے جائداد غیر منقولہ کی خرید و فروخت ہوتی ہے اور خلف اکبر کی جانشینی اور جائداد کا ناقابل انتقال بنانا متروک کرنا چاہئے۔ مزید براں جو لوگ اس امر کے منکر تھے کہ خلف اکبر کی جانشینی زرعی مرفہ الحالی کا ستون ہے وہ آخر آخر یہ سوال کرنے لگے کہ آیا یہ طریقہ نظامِ سلطنت کا ایک لازمی ستون ہے بھی یا نہیں۔

امرا و عوام درحقیقت دونوں ایوانہائے پارلیمنٹ کے درمیان مخاصمت کی سختی بڑھنا شروع ہوگئی تھی۔ امرا قانون اصلاح کے بعد ارکان دار العوام کی نئی قوت کے سمجھنے سے قاصر رہے تھے، اور چاہتے تھے کہ بلطائف الحیل اپنی پرانی منزلت کو حاصل کرلیں اور حسب معمول اپنے اختیارات سے کام لیتے رہیں، مگر تغیر شدہ حالات بتدریج نیا رنگ اختیار کرتے جا رہے تھے۔ کسی شدید اختلاف کے نہ ہونے کے باعث لارڈ پامرسٹن کے دور میں یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ ارکان دار العوام ”اختیارات کا منبع و مخزن“ ہیں۔ لارڈ شافٹسبری نے کہا تھا کہ ”امرا تو بند آب کا کام دیتے ہیں اور وہ اپنے کو ایسا ہی سمجھتے بھی ہیں۔ یہی ان کا کام ہے اور وہ کبھی اس سے آگے نہیں بڑھتے“۔ امرا اور ارکان دار العوام دونوں ڈر رہے تھے کہ اگر انھوں نے اختلافات پیدا کئے تو جاہل غربا کا گروہ عظیم ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوگا، اس لئے انھوں نے خاندانی جماعات کے ذریعے سے (جو ۱۸۶۷ء تک عملاً دونوں ایوانوں پر حاوی تھے) مدت تک ایک سوچا سمجھا ہوا توازن قائم رکھا۔ جب تک دونوں ایوان اصلاً ایک ہی سے رہے یعنی ان کے ارکان قدیم النسب امرائے انگلشیہ کے طبقے سے ہوتے رہے، اسوقت تک ان میں باہم

1858 اختلافات برپا نہیں ہوئے۔ جائداد کی قدیم شرط کے ساقط کر دینے سے ارکان دار العوام میں کوئی حقیقی تغیر نہیں ہوا تھا، اور صاحب جائداد امرا نے بہت آسانی سے ان بندگان زر کے ساتھ اتفاق قائم کرلیا، لیکن جب دار العوام میں ایسے لوگ داخل ہوئے جن کے طبائع و خیالات نے حکمران طبقات سے باہر نشو و نما پایا تھا تو مخاصمت کا برپا ہونا لابدی ہوگیا۔ عمومیت کے ترقی پذیر میلان اور اپنے

"دوسرے ایوان کے آقاؤں" سے ارکان دارالعوام کے انحراف کا اظہار برائٹ کے ان الفاظ سے ہوگیا جن میں اس نے امرا کو صاف صاف متنبہ کیا تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ "قوم سے موافقت رکھ کر وہ زمانہ دراز تک قائم رہ سکتے ہیں لیکن اگر وہ اس کے راستے میں روڑے اٹکائیں گے تو پھر انھیں ایسے واقعات سے سابقہ پڑے گا جو اُن کے لیئے خوش آئند نہ ہوں گے۔"

جب اعلےٰ و ادنےٰ ایوانوں کا تقابل زیادہ نمایاں ہو چلا تو امرا اس طرف مائل امراکی روش
ہوے کہ وہ سلطنت کے کسی ایک فریق کے ہمنوا ہو جائیں۔ لبرلوں سے جب خصومتیں بڑھنے لگیں تو امرا کا یہ حال ہوا کہ اُنھوں نے بیس برس کے دوران میں کنسرویٹو فریق کے خلاف صرف دو مرتبہ رائے دی، ایک جنگ چین کے
متعلق پامرسٹن کی حمایت میں اور دوسرے قانون کلیسا کی منظوری کے وقت ۱۸۵۷
اگرچہ منظوری بادل نخواستہ تھی۔ لیکن تصادم و تاخیر کے واقعات پیش آنے کے ۱۸۶۹
باوجود ملک کا فائدہ اسی میں تھا کہ جو ایوان صاحبان جائداد کی جماعت عظیم کی نمایندگی کرتا ہو وہ نئی کارروائیوں کے ساتھ اپنی وابستگی کو اپنی جداگانہ منظوری کے ذریعے سے ثبت کرے، اور اس طرح یہ زبردست طبقہ قوم کی عام تحریک کے ساتھ باضابطہ متفق ہو جائے۔ مگر امرا کا ٹوریوں سے دائمی اتحاد کرنے کی طرف جھک پڑنا ایک
شدید آئینی مشکل کا سبب بن گیا۔ لارڈ بیکنسفیلڈ کے انتقال کے بعد ٹوریوں کی ۱۸۸۱
سرگروہی پھر ایک پرانے اعیانی خاندان کی طرف منتقل ہوگئی اور بیس برس سے زائد تک ان کی قسمت کی باگ مارکوئس سالسبری اور ان کے بھتیجے مسٹر بالفور کے ہاتھ میں رہی۔ بقول گوشن نظرثانی کا یہ رفیع الشان ایوان "محض ٹوریوں کی
ایک بزمگاہ" ہوگیا ہے۔ چنانچہ "قوم کی نگاہ اگر دارالامرا کے فیصلے کی طرف ۱۸۸۵
ہوتی ہے تو فریقانہ حالات سے اسے پہلے ہی سے قطعی طور پر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فیصلہ کیا ہوگا۔" قانون اصلاح کے متعلق جب اُنھوں نے شدید و طولانی مخاصمت برپا کی تو گلیڈاسٹون نے ان معنی خیز الفاظ میں انھیں دھمکی دی کہ "دارالامرا میں ایسے تغیرات عمل میں آئیں گے جس سے اسکی ہیئت ترکیبی پر اثر پڑ جائے گا۔" اس سے دونوں ایوانوں کے آخری تصادم کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔

آئرلینڈ اور انگلستان

اسی قانون کے ساتھ سلطنت متحدہ کی جدید تاریخ شروع ہوئی۔ انگریزی و آئرلینڈی دونئی عمومیتوں کی دہری قوت آئندہ کے انقلاب کا سامان مہیا کرنے لگی۔ ۱۸۱۵ء سے اہل عمومیت عملی تجاویز پر زور دے رہے تھے۔ یورپ میں اور کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں ان تجاویز نے اتنے بڑے جم غفیر میں حرکت پیدا کر دی ہو، نہ اجتماعات و اضطرابات کے ایسے عظیم الشان مناظر کہیں اور نظر آتے تھے اور نہ عملی تنظیم میں ایسے وسیع ذرائع کا اظہار ہوا تھا۔ لیکن بے انتہا کوششوں کے باوجود بھی ان کی ترقی رک گئی۔ بہت رو رو کر دھیمی رفتار کے ساتھ انھیں تھوڑی تھوڑی اصلاحیں عطا کی جاتی تھیں، اور وہ بھی اس وقت جب سختیوں نے عامۃ الناس کے صبر و ضبط کے پیالے کو بالکل ہی لبریز کر دیا ہو۔ پچاس برس مسلسل مخاصمت کے بعد یہ ہو سکا کہ اہل حرفہ کو کسی قدر رائے دہی کا حق حاصل ہوا، اور دیہات کے لوگوں کے لئے شہریت کے حقوق تسلیم کرنے کے لئے ستر برس کا زمانہ درکار ہوا۔ درحقیقت کسی عام پسند اصلاح کو عمل میں لانے کے لئے ستر برس کو اوسط زمانہ قرار دینا کچھ بیجا نہ ہوگا۔ حق رائے دہی، آزاد تجارت، مکالمۂ رائے دہی، خفیہ طریق رائے دہی، یہ سب نہایت تشدد آمیز اضطراب و ہیجان کے بعد حاصل ہوئے اور وہ بھی اس وقت جب خطرہ انتہا کو پہنچ گیا تھا، ملک میں غالب و حاوی اثر اب بھی جنوب کے پرانے **انگلستان** ہی کا تھا، یہی حصہ دربار، طبقۂ اعیان، قانون، کلیسائے سرکاری، زبردست پریس، اعلیٰ مالیات، شاہی افواج، استحفاظیت کی تمام معاشری قوت، سب کا مرکز تھا۔ جنوب کے اعیانی **انگلستان**، کا جب یہ حال تھا کہ وہ اپنے ہی ملک کی شمال کی حرفتی آبادی کے اغراض و مقاصد سے جدا ہو گیا تھا، تو پھر **اسکاٹلینڈ**، **ویلز** اور **آئرلینڈ** سے (جو اپنی معاشری تنظیم، روایت اور مذہب کی وجہ سے اس سے بالکل متمیز تھے) اس کا بدرجہ اولیٰ الگ ہونا بدیہی تھا۔ ۱۸۸۴ء کے قانون اصلاح نے نہ صرف قوتوں کا ایک نیا توازن قائم کر دیا بلکہ انگریزی سیاسیات میں ایک ایسی قوت داخل کر دی، جو جنگ کی ترتیب کو بدل دینے والی اور ترقی کے قدم کو تیز کر دینے والی تھی۔ کلٹی نسل جسے لارڈ **سالسبری** "کلٹی سنجاف"، کہتے تھے،

وہ ایک غیر اور پست درجہ کی قوم سمجھی جاتی تھی - یہی نفرت زدہ قوم تھی جو انگریزی عمومیت میں نئی قوت پیدا کرنے کے لیئے ظاہر ہوئی تھی - اہل آئرلینڈ اپنے ساتھ وہ مسئلہ لائے جو صدیوں کا پرانا ہو چکا تھا، یعنی شہنشاہی میں آئرلینڈ کا درجہ کیا ہو - ایک برس کے اندر اندر یکے بعد دیگر تین حکومتوں کے سقوط سے ان کے حملے کی شدت اور اس نئے قائم شدہ انتظام کی ابتری واضح ہو گئی، جب مخاصمت بڑھی تو حملہ و مدافعت دونوں کی شدت غضب نے سنہ ۱۸۳۲ء کی طرح بغاوت عظمی کے واقعات کو یاد دلا دیا کہ کس زور کے ساتھ آزادی کو دبایا گیا تھا اور کس جوش کے ساتھ اس نے سر اٹھایا تھا۔

اتحاد سے پروٹسٹنٹ زمیندار بے روک ٹوک ہر طرف غالب ہو گئے تھے، تمام زمین پر تنہا قابض ہونے سے جو دولت و قوت و ثروت حاصل ہو سکتی تھی وہ تو حاصل ہی تھی، اس کے علاوہ اور بہت سے اسباب بھی ایسے جمع ہو گئے تھے جن سے ان کی پشت قوی رہتی تھی، یہی لوگ انگلستان کی فوج قلعہ گیر کا کام دیتے تھے، دار الامرا میں اہل آئرلینڈ کا ایک وکیل بھی نہیں تھا، دار العوام کے ارکان زمینداروں کے حکم سے منتخب ہوتے تھے جو انتخاب کے وقت اپنے کاشتکاروں کو باہر کے مکانوں میں مقفل کر دیتے اور سپاہیوں کی نگرانی میں انھیں مقام رائے دہی تک لیجاتے تھے، شاہی فوجیں ہر وقت زمینداروں کے لیئے گوش بر آواز رہتی تھیں، مطابع ان کے زیر اثر تھے، انگریزوں کے دلوں میں مدتوں سے اہل آئرلینڈ کے عناد کا خیال جما ہوا تھا، جس میں حقارت کا شائبہ بھی شامل تھا، یہ سب باتیں زمینداروں کی تقویت کا باعث تھیں۔

ایک متمول سرکاری کلیسا جس نے مدتوں سے سیاسیات کی تعلیم پائی تھی اور جس کے عہدہ دار انھیں زمینداروں کے لڑکے اور نامزد کردہ اشخاص ہوتے تھے، وہ ان کے تابع فرمان تھا، اخراج کو آسان و زود عمل بنانے کے لیئے خاص قوانین تھے جن کا انگلستان میں کہیں نام و نشان بھی نہ تھا، اور قدیم انگریزی قانون کی سختی و تشدد کے علاوہ مزید تعزیری قوانین تھے اور ان سب کا عمل میں لانا طبقہ زمینداران کے ہاتھ میں تھا - یہ لوگ خود، ان کے لڑکے اور ان کے گماشتے

جج، وحاکم، بڑی جوری، شیرف (ناظم ضلع)، محصل، پولیس، اور تمام سرکاری محکموں کے افسروں کی جگہیں اپنے قبضے میں کئے ہوئے تھے اس عدیم المثال قوت سے یہ کام لیا جاتا تھا کہ اس طریق زمینداری کو قائم رکھا جائے جو انسانی زندگی و محنت کو کلیتہً برباد کرنے والی تھی جس کے زیر اثر چالیس لاکھ شکمی کاشتکار ایسی پردرد فلاکت کی حالت میں مبتلا تھے کہ یہ خیال کرنا ہی مشکل ہے کہ فطرت انسانی اسے کیونکر برداشت کر سکتی ہے، ان لوگوں پر لگان اس قدر سخت تھا کہ وہ فاقوں مر رہے تھے، محض آلو پر ان کا گزران تھا، مکان ایسے تھے جو بحر ابیض کے وحشیوں اور ایشیائی قبائل کے ان مکانوں سے بھی بدتر تھے جنھیں کسی سیاح نے دیکھا ہو ان مصائب کے ساتھ ساتھ انھیں یہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھنا پڑتا تھا کہ ان کی محنت کی پیداوار انگلستان میں رہنے والے زمینداروں کے لئے ملک سے باہر چلی جا رہی ہے۔ پیل کا قانون ان بھوکوں کے مرض کی دوا نہیں تھا جنھیں کبھی روٹی کی صورت تک دیکھنا نصیب نہیں ہوا تھا۔ غلے کی آزاد آمد جس سے اہل انگلستان کو سستی روٹیاں ملنے لگیں اس سے باشندگان آئرلینڈ کے چھوٹے چھوٹے قطعات اراضی کی لگان اور دوچند ہوگئی تھی۔ ایک ایسی زمین جس میں بافراط پیداوار ہوتی ہو اور جس کے رہنے والے محنتی و جفاکش ہوں وہاں قحط عظیم کے وقت لگاتار مصیبتوں کی بارش ہونے لگی، مدتوں سے اس قحط کا اندیشہ لگا ہوا تھا اور اس کی پیشین گوئی ہوتی رہتی تھی۔ دس لاکھ آدمی مرچکے تھے اور یہ ان برسوں میں جب ان کی غلے کی فصلیں بہت اچھی ہوئی تھیں لیکن غلہ تو غیر حاضر زمینداروں کے زرلگان ادا کرنے کے لئے فوج کی نگرانی میں جہازوں پر لدلد کر انگلستان کو جا رہا تھا، "مہیب بیدخلی" نے دوسرے دس لاکھ آدمیوں کو زمین سے خارج کر دیا۔ جو ہزاروں مکان گرا دیئے گئے تھے ان کے خارج شدہ اشخاص دلدلوں اور کھائیوں کی طرف بھاگ گئے یا "جہازوں کے تابوت" پر امریکہ پہنچا دیئے گئے۔ جب اس طرح ساری قوم کا اخراج شروع ہوگیا تو ہر طرف شور ماتم بپا ہو گیا، اخراج کیا تھا، ایک قوم کا جنازہ نکل رہا تھا جو اپنے مقدس

"قحط"

۱۸۵۱-۱۸۴۶

مقامات اپنی زبان، اپنے روایات اور اپنی تہذیب و تمدن کو چھوڑ چھوڑ کر
بھاگی جا رہی تھی، یہ ایک قوم کو اس طرح ان کے ملک سے نکالنا تھا جسکی نظیر
بت پرست شاہان **اشوریا**، **روم** کے "قناصل" اور **اٹلا** (قہر خدا) کے
قیامت خیز واقعات کے سوا دنیا کی تاریخ میں اور کہیں نہیں مل سکتی۔ ٹائمز نے
لکھا تھا کہ "قوم کلٹ جا رہی ہے اور جوش انتقام کو ساتھ لیئے ہوئے جا رہی ہے"
تباہی اب کاشتکاروں کی طرح زمینداروں کی بھی راہ دیکھ رہی تھی، اور انگریزوں نے ۱۸۴۷
اس کے علاج کے لیئے جو قانون بنایا کہ زیر بار ریاستوں کو فروخت کر دیا جائے
اس سے ملک کی مصیبتوں کی تکمیل ہو گئی۔ دونوں ملکوں کے اتحاد کا فوری نتیجہ
یہ ہوا تھا کہ آئرلینڈ کے مالیات کا دیوالہ نکل گیا تھا، اور جن منصوبوں کی تخت ویز ۱۸۱۷
وسٹ منسٹر کے اندر بیٹھ کر برطانیہ عظمیٰ کے محصول دہندوں کی رفع تکلیف کے
لیئے ہوئی تھی، اُس نے جس تیقن کے ساتھ اول الذکر کی تکلیف رفع کی ویسے ہی تیقن تعلقات
کے ساتھ آئرلینڈ کے بار کو جہاں حالات مختلف تھے اور گران کر دیا۔ لوگ جس
قحط زدہ ملک سے بھاگے جا رہے تھے حکومت نے اُس پر پچیس لاکھ پاونڈ کا
مستقل محصول اور بڑھا دیا، اس سے دس برس کے اندر شرح محصول میں چالیس فیصدی ۱۸۵۰ ۱۸۶
کا اضافہ ہو گیا، اور ایک شاہی کمیشن نے یہ تحریر کیا کہ اسباب کے محصول سے جو
آمدنی **انگلستان** میں فی کس کے حساب سے ہوتی ہے وہ اب تقریباً اس
سے نصف ہو گئی ہے جو ۱۸۱۹ء میں تھی، اس کے برخلاف آئرلینڈ میں
یہ شرح دونی ہو گئی ہے۔ یہ بھی نہیں تھا کہ **انگلستان** کی طرح یہاں کی کل آمدنی ملک ۱۸۹
کے اندر ہی خرچ ہوتی۔ آئرلینڈ میں جو کچھ خرچ ہوتا تھا اُس کے ماسوا آئرلینڈ
کا تیس لاکھ پاونڈ انگریزی ہی خزانے میں رہ جاتا تھا، یہاں تک کہ ترانوے برس میں ۱۸۹
ساڑھے بتیس کروڑ پاونڈ بغیر کسی معاوضہ رود بار کے دوسری جانب منتقل ہو گیا،
یہ رقم "ایک شہنشاہی کا زر فدیہ" ہو سکتی ہے۔ ملکہ وکٹوریہ کا عہد حکومت جو
انگلستان کے لیئے قابل فخر خوشحالی و ترقی کا زمانہ شمار ہوتا ہے، وہی آئرلینڈ
کی اس غیر متناہی قومی تباہی کا دور ہے جس کا مقابلہ صرف ملکہ الیزبیتھ کے دور حکمرانی
سے ہو سکتا ہے۔ عام تعرض کی ہر ایک صورت اپنی باری میں ناکام رہی۔

اہل مذہب نے تن بتقدیر رنج و غم کے ساتھ سپر ڈال دی اور وفاداری پر قائم ہو گئے۔ مختلف مقامات پر وحشت انگیز ہنگامے ہوئے جن میں زیادتیاں بھی ہوئیں مگر حقیقت یہ ہے کہ لوگ مصیبت و مایوسی سے دیوانے ہو کر یہ شور مچا رہے تھے لیکن حکمراں طبقات ان سب پر ایک طرف سے "بے وفائی"، و "غداری" کا داغ لگا دیتے تھے۔ ڈینیل او کانل جو اہل یورپ کی رائے میں

۱۸۲۳ ۱۸۴۶ ڈما ستھینس کے بعد سب سے بڑا عام پسند مقرر ہوا ہے، اس نے عشرہ کا مذموم طریقہ، کیتھولکوں کی رائے دہی سے خارج رکھنے اور اتحاد کے تمام

اہل آئرلینڈ کے تعرضات

طور و طریق کے خلاف سیاسی اضطراب کی سرگروہی اختیار کی۔ ٹامس ڈیوس نے ملک میں ذہنی زندگی کے بیدار کرنے اور قومی آزادی کے لئے تمام طبقات و مذاہب کو متحد کرنے کے لئے "ینگ آئرلینڈ"، (نوجوان آئرلینڈ) کی تحریک نکالی، (سنہ ۱۸۴۲ - سنہ ۱۸۴۶)۔ اسمتھ او برائن جب (سنہ ۱۸۴۸ میں) قحط زدہ آئرلینڈ کی فریادوں پر پارلیمنٹ کی بے توجہی کو دیکھ کر مایوس ہو گیا، تو اس نے ایک نامکمل مسلح بغاوت سے اس طرف توجہ منعطف کرانا چاہی، مگر اس میں اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ شمال و جنوب میں کاشتکاروں کی ایک لیگ قائم کی گئی جنھوں نے کناڈا اور آئرلینڈ میں ایک مہم کی تجویز سوچی کہ علانیہ جنگ کر کے اس حکومت کے جوئے کو اتار پھینکیں جس کے مظالم نفرت انگیز اور جس کی تباہ کاریاں ناقابل برداشت ہو گئی تھیں۔ ازک بٹ نے آئینی ہوم رول کے ایک فریق کی رہبری اختیار کی، مگر انگریزوں کی طرف سے ان سب کا جواب یہی تھا کہ اتحاد کی بعد والی صدی میں انھوں نے جرائم و تہدید کے چھیاسی قوانین نافذ کر دیئے تھے۔ انگریز سنہ ۱۸۱۹ کی تاریک رجعت پسندی کا خیال کر کے شرم سے پانی پانی ہو جاتے ہیں، جب خود ان کے ملک میں برطانوی آزادی کا پر فخر منشور یعنی قانون احضار مجرم معطل کر دیا گیا تھا، اتنی بڑی وسیع برطانوی شہنشاہی میں یہ قانون صرف ایک مرتبہ چند ہفتوں کے لئے جمیکا میں برطرف کیا گیا مگر آئرلینڈ میں اتحاد کے بعد کی ایک صدی کے اندر اندر یہ قانون تیرہ مرتبہ سے کم معلق نہیں ہوا ہے۔ ساختہ پرداختہ جوری، سیاسی جج، طرف دار حاکم، پولیس کی دیکھ بھال، اور مخبروں کی گرم بازاری،

یہ سب ایسے اسباب تھے کہ نفاذ قانون محض "اظہار مرضی" ہوگیا تھا۔ اس کا کوئی آئینی تدارک نہیں تھا۔ ۱۸۲۹ء میں پیل نے جو قانون نافذ کیا تھا اس کے بعد سے دیہات کے لوگوں کی نیابت مطلق نہیں ہوئی تھی۔ قصبوں کے انتخاب کنندے ۱۸۶۹ء میں ۲۰۰۰۰ سے بڑھا کر ...۷ تک کر دیئے گئے، یہ کارروائی ایک ایسی اصلاح کے ذریعے سے ہوئی تھی جو انگلستان و اسکاٹلینڈ کی اصلاحوں سے بالکل مختلف تھی، تقریباً ستر برس تک جبکہ آبادی اسّی لاکھ سے گھٹکر پچاس لاکھ رہ گئی تھی، اتحاد کی رو سے آئرلینڈ کو جسقدر ارکان دیئے گئے تھے وہ نسبتہً اُس سے کم تھے جو اتنے ہی آبادی کے لیئے انگلستان میں منتخب ہوتے تھے۔ وسٹ منسٹر میں ان کا تناسب ایک اوچھہ کا رہتا تھا، اس مستقل قلت کی انتہائی بےبسی اس سے عیاں تھی کہ جب آئرلینڈ کے کل ارکان اراضی، بلدیات، پارلیمنٹی اصلاح، مالیات و تعلیم کے متعلق آئرلینڈی مسودات کی تائید کرتے تھے تو انگریز اپنی کثرت تعداد کی وجہ سے نہایت بےپروائی کے ساتھ انھیں ٹھکرا دیتے تھے۔ آئرلینڈ کے مسودات قانون کو نصف شب یا اس کے بعد ہی وقت مل سکتا تھا، اور حکومت کے مقررہ اوقات میں اس ملک کو کبھی کوئی حصہ نہ ملا۔ آئرلینڈ کا کوئی سا مسئلہ ہو دارالعوام میں پیش ہوتے ہی وہ آئرلینڈ کے فریقانہ بساط سیاست کا ایک مہرہ بن جاتا تھا۔ برائٹ نے کہا تھا کہ

"آئرلینڈ کا کوئی ایسا حکمراں نہیں ہے جو آئرلینڈ کے لیئے حکومت کرے۔ 1851
"جب سے میں پارلیمنٹ میں ہوں، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آئرلینڈ کے مسئلہ میں کبھی کوئی کام ایسا ہوا ہو جس میں تدبیر ملک داری کی جھلک نظر آتی ہو"۔ قانون احصار جرم کا معلق کر دینا تو نہایت ہی بدعقل و ستم شعار اشخاص سے بھی ہوسکتا تھا، مگر اصلی حکومت کے لیئے ان سے زیادہ اعلےٰ طبیعت، صاحب فہم اور وطن دوست اشخاص کی ضرورت تھی۔ انگریزوں کے لیئے آئرلینڈ کے معاملات ہمیشہ دور از خیال، غیرمانوس و ناگوار رہے، ان کے دلوں میں ہمیشہ یہی خیال جما رہا کہ ہوم رول (حکومت خود اختیاری) کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ "ایک چھوٹی سی کڑھائی جوش کھا رہی ہو"۔

چارلس اسٹورٹ پارنل نے دارالعوام میں جو پہلی تقریر کی تھی اس میں اس نے پارنل

صاف کہدیا تھا کہ "آئرلینڈ ایک قوم ہے"۔ ایک ایسے ملک کے نام سے، ۱۸۷۵
جو حالت جانکنی میں مبتلا ہو اور جہاں کے بچے بچائے اہل ملک (یعنی آئرلینڈی)
سڑکوں کے کنارے جان دینے کے لیئے ابتک اپنے تیرہ وتار مکانوں سے
نکال نکال کر باہر کئے جارہے ہوں، پارنل نے ایک قومی پارلیمنٹ اور ایک
آزاد قوم کا (جو باطمینان تمام اپنے ملک میں رہتی ہو) مطالبہ کیا، جب وہ ہوم رول
(حکومت خود اختیاری) کی مشترکیت کا صدر منتخب ہوگیا تو اس نے "اشک شوئی"
کی ان کوششوں کا جو اس درجے بدنام ہوچکی تھیں صاف صاف جواب دیا، اس نے
کہا کہ بے پروا اور نظر حقارت سے دیکھنے والے انگلستان کو بزور متوجہ کرنیکے لیئے
"ہمیں اپنی روش کو انتہائی حد تک پہنچا دینا چاہیئے"۔ اپنی شاطرانہ رکاوٹوں سے
اس نے دارالعوام کو بیکار کردیا، اور مباحثے کے انضباط کے لیئے دارالعوام کو پہلی بار
قاعدہ بنانے کے لیئے مجبور ہونا پڑا جس سے اس کے ارکان کی قدیمی آزادی محدود
ہوگئی، اس کے ساتھ ہی پارنل نے دارالعوام کے اندر آئرلینڈی فریق کا ایک جتھا
قائم کرکے پرانے دو فریقی طریق کو خطرے میں ڈال دیا۔ اسی اثنا میں آئرلینڈ کے اندر
سنگینی مجالس اور "لینڈ لیگ" (معاقدۂ اراضی) نے زمینداروں کے خود سری
کے خلاف جنگ کردی تھی۔ قحط عظیم کے زمانے کی طرح اس وقت بھی اخراج کا زور
شور تھا، ۱۸۸۰ء میں ۱۰۶۵۷ اور ۱۸۸۱ء میں ۱۷۶۴۱، آدمی خارج کیئے گئے،
گویا روزانہ کم و بیش پچاس کا اوسط رہا، ۱۸۸۲ء کی پہلی سہ ماہی میں ۷۰۰۰، آدمی نکالے
گیئے اور دوسری سہ ماہی میں ۱۵۰۰۰ آدمی اسی انتظار میں بیٹھے تھے، تین دن کے
اندر اندر ساڑھے سات سو آدمی کا نی میرا کے دلدلوں اور چٹانوں کی طرف
بھگا دیئے گئے۔ بقول جنرل گارڈن مغربی آئرلینڈ میں لوگوں کی حالت جیسی
ابتر تھی دنیا میں کسی قوم کی یہ حالت نہیں تھی۔ بحر اوقیانوس والے سواحل کی طرف
دیکھا جاتا تھا کہ باشندوں کو نکالنے کے لیئے گن بوٹ مسلح پولیس کو لیئے پھرتے تھے
اور لوگوں کے مکانات ڈھاکر پھر دوڑتے ہوئے دوسرے قریب کے بندرگاہ
میں جاتے کہ وہاں سے ان لوگوں کے سدرمق کے لیئے کچھ خیراتی سامان خوراک
لائیں۔ بیکنسفیلڈ نے یہ اعلان کردیا تھا کہ آئندہ انتخاب کا معرکۃ الارا مسئلہ

" ہوم رول " ہوگا اور نئی پارلیمنٹ میں پارنل منجملہ ۱۰۳ آئرلینڈی ارکان کے ۸۵ کا سرگروہ تھا - دار العوام نے کاشتکاروں کے خطرے اور مصیبت کے گھٹانے کے لیئے " معاوضات ابتری " کا ایک قانون منظور کرلیا تھا، دار الامرا نے اسے مسترد کردیا - امرا نے جنگ کا مطالبہ کیا، پس زیادتی کا جواب زیادتی سے دیا گیا - پارنل اور " معاقدۂ اراضی " اس غضب آلود قوم کے پیشرو بنے ہوئے تھے، حکومت نے احضار مجرم کے قانون کو معلق کردیا، اور وائسرائے (نائب السلطنت) کو یہ اختیار دید یا کہ محض شبہ پر وہ جسے چاہے بے تامل گرفتار کرلے اور قید میں ڈالدے نو ہفتے تک پارنل اور اس کے رفقا اس مہیب تجویز میں دقتیں ڈالنے کے لیئے نہایت متمردی اور چیرہ دستی کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتے رہے، اور اسوقت تک ان کو شکست نہ ہوئی جب تک کہ دار العوام کی قدیم آزادی " سد الباب " کے نئے اور " مستثنے طریق " اور دار العوام سے آئرلینڈی ارکان کے تعطل کے ذریعے سے زائل نہ کردی گئی چند مہینوں کے اندر ایک ہزار سے زائد اشخاص جن میں خود پارنل اور بہت سے آئرلینڈی ارکان بھی شامل تھے، اس قانون کے طفیل میں ری ۱۸۸۱ء جو " دہقانی شورشیوں " کو دبانے کے لیئے نافذ کیا گیا تھا، قیدخانوں میں پڑے ہوئے تھے، قیدخانے ہی کے اندر سے انھوں نے " عدم ادائی لگان " کا پیغام عام شائع کیا، عوام الناس کے غیظ و غضب کے اس جوش و خروش کے دوران میں گلیڈ اسٹون نے ملک داری کے شریفانہ احساس سے متاثر ہوکر " نیا قانون اراضی " مرتب کیا جسکا منشا یہ تھا کہ آئرلینڈی کاشتکاروں کو قبضے کا یقین، مناسب و موزوں لگان، اور حق اراضی کے آزادانہ فروخت کا اطمینان دلادیا جائے -

اس میقات میں ایک شخص واحد کا یہی ایک واحد قانون پیش ہوا تھا، اہل آئرلینڈ کے سوا کسی نے اس طرف ذرا بھی فکر یا توجہ نہیں کی - گلیڈ اسٹون نے دار العوام کے اس کامل ذہول و بے پروائی کو تحمل کے ساتھ برداشت کیا اور " ایسے مشکلات کا سامنا کیا، کہ اس ملک کے کسی اور مسودۂ قانون میں ایسی دشواریاں پیش نہیں آئی تھیں " اسکی تجویزیں اگرچہ بہت سی لغزشیں تھیں اور بعد میں اس میں بہت سی ترمیموں کی ضرورت سمجھی گئی باایں ہمہ اس نے اپنی ہمت و اقتدار سے " آئرلینڈی کاشتکاروں کو ان کی

خلاصی کے لیئے بنیادی منشور عطا کر دیا"۔ لیکن چیف سکریٹری، (معتمد اعلیٰ یا والی) لارڈ فریڈرک کیونڈش اور انڈر سکریٹری (نائب معتمد) برک کو چند سرباختہ شخصوں کے ایک چھوٹے سے گروہ کے قتل کر دینے کی وجہ سے امید کی روشنی تاریک پڑگئی۔ جب آئرلینڈ کے لیئے نئی تہدید اختیار کی گئی تو دارالعوام کو بھی نئی تہدید سے سابقہ پڑا، آئرلینڈی ارکان معطل کر دیئے گئے اور مباحثوں کے بند کرنیکے قواعد زیادہ سخت کر دیئے گئے؛

یہ تھی صورت حالات جب گلیڈسٹون نے وہ معرکتہ الارا تقریر کی جس سے انگریزی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا، اس تقریر میں اُس نے عدل و انصاف کا واسطہ دلا کر مطالبہ کیا تھا کہ اہل آئرلینڈ کو وہی حق رائے دہی ملنا چاہئے جو انگلستان کو حاصل ہے۔ اور "اتحاد" کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ ۱۸۸۴ء کے قانون اصلاح میں انھیں یہ موقع دیا گیا کہ وسٹ منسٹر میں انکی آواز کا بھی کچھ اثر ہو سکے مسٹر چیمبرلین کی خواہش یہ تھی جو لوگ واقعی آئرلینڈ کے نمائندے ہیں ان سے باین طور مصالحت کیجائے کہ قومی کاونسلوں کے ذریعے سے حکومت مقامی کو رواج دیا جائے۔ اور زمین کا بندوبست (مناسب) ہو جائے مگر لارڈ ہارٹنگٹن اور کابینہ کے امرا نے اس تجویز کو مسترد کر دیا، اور "قانون جرائم" کے دوبارہ اجرا کی تہدید کے ساتھ لبرل حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ ٹوریوں نے فی الفور ایک قانون اراضی منظور کر لیا جسمیں زمین کے بیع و شرا کے اختیارات داخل تھے۔ تہدید کو بھی انھوں نے ترک کر دیا۔ انگلستان پر یہ ثابت کرنے کے لیئے کہ آئرلینڈ میں جن لوگوں کو نیا نیا حق رائے دہی عطا ہوا ہے وہ ان عنایات کی وجہ سے ہوم رول کی مصنوعی خواہش کو ترک کر بیٹھے ہیں، انتخاب جدید کے وقت ستہتر ٹوری اور پانچ لبرل امیدوار اس تیقن کے ساتھ اُٹھے کہ وہ آئرلینڈ کو قوم پرستوں کے ہاتھ سے نکال لیں گے لیکن صرف بیس مقامات ایسے ہوں گے جہاں مقابلہ نہ ہوا ہو، ورنہ ہر جگہ مقابلہ ہوا اور ان لوگوں کو آخری و کامل ہزیمت نصیب ہوئی، منسٹر، لینسٹر اور کناٹ میں ہر ضلع اور ہر قصبہ بڑی کثرت کے ساتھ قوم پرستوں کے ہاتھ رہا، اور السٹر میں نصف تعداد انھیں کی رہی۔ ٹوریوں کے لیئے السٹر کے

جون ۱۸۸۵ء

نومبر ۱۸۸۵ء

شمال مشرقی کونے اور دار العلوم ڈبلن کے سوا اور کچھ باقی نہ رہا۔ ان جگہوں پر ان کے کل اٹھارہ ارکان قابض تھے، آئرلینڈ کا "بے تاج کا بادشاہ"، پارنل، منجملہ ۱۰۳، ارکان کے ۸۵ ارکان کو اپنی معیت میں لیئے ہوئے دار العوام میں داخل ہوا، اس کا انتخاب تقریباً کُلی اتفاق رائے سے ہوا تھا، اور اس نے یہ اقرار کیا تھا کہ جب تک ہوم رول نہ حاصل ہو جائے گا وہ انگریزی حکومت کے تحت میں کوئی عہدہ نہیں قبول کرے گا، قوم پرستوں کا یہی فریق ہے جسے گزشتہ تیس برس کے اندر کسی نے صلائے جنگ دینے کی جرأت نہیں کی چونکہ انگلستان میں لبرل فریق کو کنسرویٹو پر ۸۶ کی کثرت حاصل تھی اس لیئے دونوں پلوں کا برابر رکھنا پارنل کے ہاتھ میں تھا، اور جس اساسی مسئلے کو بر وقت اتحاد (آئرلینڈ و انگلستان) ہمیشہ کے لیئے طے شدہ سمجھ لیا گیا تھا، انگلستان کو پھر اسی سے سابقہ پڑا، ٹوری حکومت نے جس روز یہ اعلان کیا کہ وہ نیشنل لیگ (معاقدۂ قومی) کے بند کرلے کے لیئے ایک مسودۂ قانون پیش کرنا چاہتی ہے اسی روز آئرش رایوں کی قوت سے سابقہ حکومت کی طرح اسکا بھی خاتمہ ہوگیا، گلیڈسٹون کی رائے یہ تھی کہ "اس ملک (آئرلینڈ) کی خواہشوں اور ضرورتوں پر نظر کرنا قانون و تنظیمات کا فرض منصبی ہے۔ جب شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی جب آئرلینڈ کے لوگوں نے اپنی رائے کے ذریعہ سے علانیہ اپنے قومی مقصد کے حق میں فیصلہ کر دیا تو پھر گلیڈسٹون نے اپنے دل میں ہوم رول کے مسئلے کا تصفیہ کرلیا۔ ایک ایسے بھرے ہوئے دار العوام میں جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی اور جسے تعطل کے اثر سے خاموش کر دیا گیا تھا، اس نے آئرش پارلیمنٹ کے از سر نو قائم کیئے جانے کیلئے اپنا مسودہ پیش کیا۔ "ہوم رول" کے عطا کرنے کے لیئے دار العوام سے باہر کے کافۂ انام کی رضامندی سے ہر شخص حیرت میں پڑ گیا لیکن اس کے سوا اور دوسرے موثرات بھی ویسٹ منسٹر پر حاوی تھے، انگلستان یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس میں ایک بے مثل خوش حالی کا آغاز ہوگیا ہے، شہنشاہی کا نیا غرور اپنی انتہائی قوت پر پہنچا ہوا تھا، اور لوگوں کو یہ گوارا نہیں تھا کہ اس شاندار عمارت میں کوئی ظاہری رخنہ پڑے، اور انھیں یہ اعتماد تھا کہ انگلستان کی فوجی قوت ایک

۱۸۸۶ء

یل

آئرلینڈ و شہنشاہی

کمزور و برباد کردہ آئرلینڈ کا سر کچل دینے کے لیئے کافی ہے۔ اتحاد کا اسکی حقیقی صورت میں قائم رکھنا بقائے شہنشاہی کے لیئے لازمی سمجھا جاتا تھا۔ یقین یہ کیا جاتا تھا کہ کیتھولک آبادی کو قابو میں رکھنے کے لیئے پروٹسٹنٹ حکومت و اقتدار کا برقرار رہنا لابد و لازمی تھا، جنگ اراضی، تعدی و تطاول، جزیرے کی انقلابی حالت اور وہاں کے انگریزی نظم و نسق پر دھواں دھار لعنت و ملامت سے خوف و غصہ طاری ہوگیا تھا، اور انگلستان میں قوم کلٹ کے خلاف قدیم عناد و حقارت میں اور شدت پیدا ہوگئی تھی۔ ترانوے لبرلوں نے اپنے فریق کے خلاف رائے دی اور مسودہ "ہوم رول" تیس رایوں کی کثرت سے مسترد ہوگیا۔

جون ۱۸۸۶ء

آئرلینڈ چھنٹ کر الگ ہوگیا اور اپنے ساتھ لبرل فریق کی قوتوں کو بھی منتشر کرتا گیا۔ مسٹر چیمبرلین کی استیصالی کوششوں اور ان کے مسئلۂ "فدیہ" کی وجہ سے انگلستان کے اندر اس فریق میں پہلے ہی تفرقہ پڑا ہوا تھا، اور اس پر خوف طاری ہوگیا تھا، بڑے بڑے امرائے عظام نے اپنے قدیمی روایات اور لبرل فریق کے ساتھ اپنے دنیاوی اتحاد کو خیرباد کہدیا، اور مارکوئس ہارٹنگٹن کے قطع تعلق کے بعد وہ لبرلوں کے ساتھ صلاح و مشورہ رکھنے سے کنارہ کش ہوگئے۔ جب لبرل امیروں کی طاقت جواب دینے لگی اور اس فریقانہ اثر میں اتنی قوت نہ رہی کہ اس کا کچھ لحاظ کیا جائے تو پھر دارالامرا کی "نحک و اصلاح" سے کوئی چارہ نہ رہا۔ ان کے بعد ارباب دولت اور اہل تجارت کی نوبت آئی اور انھیں کے ساتھ ساتھ سوداگری پیشہ اشخاص بھی نکل گئے، اقتصادی اور اہل علم ان کے ساتھ شریک ہوگئے۔ وہ دو خارجی طاقتیں جو آئندہ نسل میں انگلستان کی تاریخ کو ڈھالنے والی تھیں یعنی شہنشاہی و آئرلینڈ، وہ دونوں آئندہ انتخاب میں قطعی طور پر ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں۔

جولائی

ملکی اصلاحات

(۱۸۹۲-۹۵ء کے) ایک مختصر وقفے کے علاوہ بیس برس تک کنسرویٹو حکمراں رہے، جبکہ اس مسودۂ بالا کو اسکاٹلینڈ نے ۲ و ۳، ویلز نے ۵ و ۱، آئرلینڈ نے ۱ و ۴½ کی کثرت سے منظور کیا اور انگلستان نے اسے ۱ و ۲½ کی کثرت سے مسترد کیا تو پھر انتخابات کے وقت "ککلٹی سنجاف"

کی اہمیت کا ثبوت مل گیا اور اُس وقت سے یونینسٹ (خواہان اتحاد) سلطنت متحدہ کے مختلف حصص کے نمائندوں کی قدر و قیمت ایک دوسری ہی نظر سے دیکھنے اور انگریزوں کی رائے کو غالبانہ اہمیت دینے لگے، از منۂ جدیدہ میں، لارڈ سالسبری کی مجلس وزرا سب سے زیادہ اعیانی رنگ میں رنگی ہوئی تھی، اس کے دس ارکان دارالامرا میں نشست کرتے تھے، مگر ان لبرلوں اور استیصالیوں کے دباؤ کی وجہ سے جنھوں نے اسے اس مرتبے پر پہنچایا تھا، اسے بدرجۂ مجبوری نئے راستے اختیار کرنا پڑے اور اس نے "خواہان اتحاد"، فریق کا جدید و جامع نام اختیار کرلیا، لارڈ کیرنس نے جس قانون انتقال اراضی کو چھوڑ دیا
تھا اسے لارڈ سالسبری نے پیش کیا اس مسودۂ قانون کا منشا یہ تھا کہ خلف اکبر ۱۸۸۷
کی وراثت کا قاعدہ منسوخ کردیا جائے اور جائداد غیر منقولہ کو بھی جائداد منقولہ کے مثل قرار دیدیا جائے امرا نے اس مسودے کو یہ کہکر مسترد کردیا کہ "یہ اجتماعیت کی سیر بسرس کے لئے ایک لقمۂ تر اور بہت سے قدیمی خاندانوں کے لئے موت و معدومیت کا فتوے ہے"، پارلیمنٹ جس نے کسی وقت احاطوں کے اضافے پر اپنا سارا زور صرف کردیا تھا اب وہ آہستہ آہستہ اس "جدید و مخصوص احساس" کے ہمنوا ہوتی جاتی تھی جس نے عوام میں ہل چل ڈال رکھی تھی۔ چالیس برس قبل مرکزی اقتدار کے ترقی پذیر خیال کی وجہ سے احاطوں کے لئے کمشنروں کے تقرر کی ضرورت پیش آئی تھی اور سیر و تفریح اور مزدوروں کے لئے قطعات کے محفوظ کیئے جانے کے قواعد سے قوم کے ضروریات کے تسلیم کیئے جانے کا پہلی مرتبہ اظہار ہوا تھا، لیکن عملاً اس قانون کا نتیجہ صرف یہی ہوا کہ احاطوں کے قائم کرنے میں آسانی ہوگئی اور چوبیس برس کے اندر ۶۱۴۸۰۰، ایکڑ زمین کے احاطے بن گئے جنمیں سے ۲۲۰۰، ایکڑ عوام کے لیئے علحدہ کیئے گئے۔ ایک جمعیت مشترکہ، قانونی حقوق، مفاد عامہ، اور وسیع الاثر دست اندازی کے خلاف غریبوں کی ضروریات کے تحفظ کے لیئے قائم کی گئی تھی، وہ پارلیمنٹ، عدالت اور خود ارکان دارالعوام کے ساتھ دلیرانہ جنگ کررہی تھی اور ججوں کے اس فیصلے کے خلاف سرگرم مقابلہ تھی کہ چونکہ پبلک (عوام) کوئی شخص نہیں ہے اس لیئے وہ حصول حقوق کے ناقابل ہے

۱۸۸۷-۱۸۹۳ اور وہ ہرگز یہ دعوے نہیں کر سکتی کہ کھُلی زمینوں کے استعمال کا جو رواج ہے اس پر
اس کا حق ہے علاقوں کے رئیسوں کو بتدریج یہ اصول تسلیم کرنا پڑا کہ انکی اراضی مشترکہ
عام اغراض کے تابع ہے اس لئے جب تک عوام کے مفاد کا بدیہی ثبوت نہ ہو اُسوقت تک
کوئی احاطہ قائم نہیں کیا جاسکتا۔ قانون احاطہ کے سو برس بعد جب ایک مشترکہ اراضی کو
ذاتی اراضی کے طور پر احاطہ بنا لینے کی منظوری دی گئی تو یہ منظوری آخری منظوری تھی
اور قدیم طریقہ عملاً متروک ہو چکا تھا۔ دوسرے معاملات میں بھی نئے کنسرویٹو کابینہ
پر لبرلوں کے اثر کا ثبوت ملتا ہے، مفت تعلیم، جسکا مسٹر چیمبرلین مدت سے
۱۸۸۸ وعدہ کر رہے تھے عطا ہو گئی وہ حکومت مقامی کے قانون کے متعلق بھی برسوں سے
زور دے رہے تھے، اب ایک قانون کی رو سے دیہات کا انتظام اضلاع کے بڑے
بڑے زمینداروں کے ہاتھ سے نکال کر خود قوم کو سپرد کر دیا گیا، اور آخرالامر دیہات کے
لوگ ان عمومی امتیازات میں شریک کر لئے گئے جن کے لئے بنتھم نے زور دیا تھا
اور جن سے قصبات ۱۸۳۵ء سے متمتع ہو رہے تھے۔ اب ایک ایک مکان
یا کمرے کے رہنے والے بلا کسی شرط و قید کے خفیہ طریق رائے دہی کے ذریعہ
سے کونسل کا انتخاب کر سکتے تھے جو اُن پر محصول لگاتی اور اس روپے کو مفاد عام
کے لئے خرچ کرتی۔ بعد کو (۱۸۹۴ء میں) لبرل حکومت نے دیہاتی نظم و نسق کی جماعت
حکمران میں ضلعوں اور پیرشوں کی کونسلوں کو ملا کر اسکی پوری تکمیل کر دی، اور قصبہ
و دیہات کی قدیم زندگی جو محض قدیمی رسم و رواج کی یادگار کے سائے کے طور پر
چلتی جاتی تھی اب اسے مقامی فخر و ذمہ داری کے احساس کو زندہ کرنے کا
موقع مل گیا۔

آئرلینڈی حکومت آئرلینڈ میں ٹوریوں کی حکومت کا آغاز اس طرح ہوا کہ مسودۂ امداد
کاشتکاراں تیسری مرتبہ مسترد ہو گیا اگرچہ السٹر کے حکم پر لارڈ سالسبری کو
مجبور ہونا پڑا کہ لگان کی نظر ثانی، اور پٹہ داروں کے ادخال کو (جنھیں چند ماہ قبل
وہ غیر دیانتدارانہ و ناصواب قرار دے چکے تھے) قبول کر لیں۔ کاشتکاروں کی
"تجویز مہم" اور "قومی لیگ" کا تدارک "بیس برس کی قوی العزم حکومت"
سے کیا گیا۔ ایک دائمی "قانون تہدید" کی رو سے لارڈ لفٹننٹ کو یہ اختیار

دیا گیا کہ وہ جس ضلع کو چاہے "اعلان" کے تحت میں قرار دیدے اور اس طرح آئرلینڈ کے ہر ایک حصے میں قانون فوجداری کا بدل دینا، یہ فیصلہ کرنا کہ کن امور کو جرم قرار دیا جائے (قانونی طریق کار کیا ہو) اور آیا ملزم کو جوری کے طلب کرنے کی اجازت دی جائے یا نہیں، یہ سب حکام عاملانہ کی رائے و صوابدید پر منحصر ہو گیا۔ مسٹر بالفور نے یہ تجویز کی کہ بعض بعض صورتوں میں ملزموں کو لنڈن لا کر ان پر مقدمہ قائم کیا جائے، یہ وہی تجویز تھی جو امریکہ کی جنگ خود مختاری کے وقت وہاں کے "باغیوں" کے لئے نکالی گئی تھی مگر یہ تجویز چل نہ سکی۔ آئرش ارکان کی مخالفت کے علی الرغم اس مسودہ کو دار العوام میں سد الباب کے ترقی یافتہ طریق کی رو سے جسے اب گلوٹین (جلوتین) کہنے لگے تھے، آگے بڑھایا گیا۔ مسٹر بالفور آئرلینڈ کے چیف سکرٹری (معتمد خاص) تھے اور اس عہدے کے اختیارات تمام شہنشاہی میں سب سے زیادہ بے قید تھے، انھوں نے اس کے دفعات سے کام لینا شروع کر دیا۔ زمین کے مقدمات میں سزایابی کی تعداد ۲۸۰۵ تک پہنچ گئی، ان میں نصف سے زائد مقدمات ایسے تھے جن میں انگلستان میں ملزم کو جوری کی حفاظت حاصل ہوتی۔ یہ مورچہ شکن آلہ بہت ہی بدنام ہو گیا۔ اٹھارہ اضلاع "اعلان شدہ" قرار دیدیئے گئے، اور پارلیمنٹ کے پچیس ارکان قید میں ڈال دیئے گئے۔ ٹائمز نے اس بحث کو اٹھایا کہ پارنل بھی ان جرائم میں ملوث ہے اور حکومت کی طرف سے دار العوام کے اندر اس الزام کو دہرایا گیا؛ ملزم کو دار العوام کے اس آئینی نفع سے محروم کر دیا گیا کہ اسکی تحقیقات دار العوام کی ایک منتخب مجلس کے ذریعے سے ہو اور اسے مجبور کیا گیا کہ وہ ایک خاص عدالت کے روبرو حاضر ہو جسے اسکے سخت ترین سیاسی دشمنوں نے مقرر و منتخب کیا تھا، حکومت کے حکم سے پارنل کے ساتھ "دوسرے اشخاص"، ارکان پارلیمنٹ اور جنگ جو و با امن ہر طرح کے محبان وطن بھی اس عام جبری تحقیقات اور اس غیر محدود عدالت استیصال میں شامل کر دیئے گئے۔ سیاسی جوش ویسا ہی تیز ہو گیا جیسا سترھویں صدی میں ہوا تھا، اور لبرلوں نے یہ اعتراض کیا کہ بغاوت عظمیٰ کے بعد سے اب پہلی مرتبہ انگلستان میں یہ ہوا ہے کہ سیاسی الزام کی بنا پر لوگوں پر

کمیشن

ستمبر ۱۸۸۸

مقدمات قائم کیئے جاتے ہیں اور انھیں جوری کی حفاظت سے محروم کردیا جاتا ہے۔ اس دور میں یہی پہلا موقع ہے کہ ججوں کو واقعات جرم کی بنا پر حکم لگانا پڑتا ہے" مقدمات کی کارروائی ایک سو اٹھائیس دن تک چلتی رہی اور اس کا خاتمہ اس دروغ باف جعل ساز پگٹ کی خودکشی پر ہوا، جس کے جعلی اتہامات کی بنا پر یہ الزامات عائد کیئے گئے تھے۔"

پارنل کی موت پارنل پر طلاق کا مقدمہ دائر ہونے کے بعد جب لبرلوں نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ سرگروہی سے کنارہ کش ہو جائے تو آئرلینڈ کی مصیبت اور بھی گہری ہوگئی اس دردناک کشمکش کا خاتمہ پارنل کی موت پر ہوا، لیکن اس نے آئرلینڈ کو سیاسیات کی جس بلند منزل پر پہنچا دیا تھا پھر وہ کبھی اس سے نیچے نہیں آیا۔ نیوکیسل میں لبرل متفقیت نے ہوم رول کی حکمت عملی کا اعلان کردیا اور اس کے ساتھ ہی سرکاری کلیسائے ویلز کی مسدودی، انتخابات کی اصلاح، ارکان کی معاوضہ دہی، اصلاح اراضی، اعتدال شراب نوشی و مقامی حق انتخاب، مالیات، اراضی پر اجرائے محصول، اور دارالامرا کی "حک و اصلاح"، کے مطالبات بھی پیش کردیئے۔ دوسرے سال گلیڈاسٹون نے ہوم رول کے طرف داروں کی چالیس کی

۱۸۹۲ کثرت سے پھر وزارت قبول کی تاکہ آئرش قومیت کے حق کی وکالت کرسکے۔ ایک قوم کو آزادی دلانے کے لیئے اپنی آخری جانبازانہ کوشش کے لیئے جب یہ

دوسرا مسودۂ قانون ہوم رول ۱۸۹۲ تراسی برس کا بڈھا کھڑا ہوا ہے تو اس میں ایک عجیب شان نمایاں تھی، "اس کا سفید چہرا تمتا رہا تھا، درشتی میں اگر وہ کونٹیر (میثاقی) معلوم ہوتا تھا تو اپنے منضبط انداز سے ایک ایکٹر نظر آرہا تھا، اس کی بےچین آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے، اور اس کی حیرت انگیز آواز اور اس کے انداز بیان کا کمال اپنا جلوہ دکھا رہے تھے"! یونینسٹوں (حامیان اتحاد) نے جب دیکھا کہ سدالباب کا طریقہ جو آئرش قوم پرستوں کو دبانے کے لیئے وضع کیا گیا تھا وہ ان کے خلاف کام میں لایا جارہا ہے تو انھیں بہت ہی غصہ آیا۔ مسودۂ ہوم رول جسے دارالعوام نے ۳۴ کی کثرت رائے سے منظور کیا تھا، دارالامرا میں جاکر ۴۱ کے مقابلے میں ۴۱۹ کی کثرت رائے سے

۱۸۹۳ سرسری طور پر مسترد کردیا گیا۔ حکومت نے اور بھی جتنے مسودے پیش کیئے سب کا

۱۸۹۵

بلا استثنٰی یہی حشر ہوا، اس تذلیل کے دوران میں دار العوام کو صرف ایک طرف (یعنی معاملات مالی میں) اپنا غلبہ محسوس ہوا، اور انھوں نے اپنے اس غلبے سے یہ کام لیا کہ ایک مالک کے مرنے اور دوسرے کے قابض ہونے کے لیئے ریاستوں پر بہت سخت محصول لگا دیا جو دولت کے تناسب سے بڑھتا جاتا تھا۔ چنانچہ یہی پہلا موقع تھا کہ سر ولیم ہارکورٹ نے زمین کی وہی حیثیت قرار دے دی، جو دوسری املاک کی تھی اور یہ اصول قائم کیا کہ وراثت جتنی ہی بڑی ہو اتنی ہی اسے نسبتہً زیادہ محصول ادا کرنا چاہیئے۔ لبرل آپس کے مناقشات سے پاش پاش ہو گئے تھے۔ مسلسل شکستوں نے ان کے نظام کو ابتر کر دیا تھا۔ رفع قیود وحق رائے دہی کے متعلق ان کا کوئی ایسا لائحۂ عمل نہیں تھا جس پر وہ کچھ کام کر سکیں، ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی طاقت پر زوال آگیا، اور ان کا ستارۂ اقبال اس قدر پست ہو گیا کہ اس آخری صدی میں کبھی اس درجے کو نہیں پہنچا تھا، گلیڈسٹون
۱۸۹۴ نے جو دار العوام کے لیئے اکسٹھ برس تک محنت کی تھی وہ پہلے ہی اُسے عالم یاس وشکست میں چھوڑ چکا تھا، لیکن چلتے چلاتے امرا کو ان زوردار الفاظ میں متنبہ کرتا گیا تھا کہ جو اختیار اس طرح بے سوچے سمجھے استعمال کیا جائے گا "اس کا اقتضا خود یہ ہوگا کہ اعلےٰ ترین قوت اس کا تصفیہ کردے"۔

آئرلینڈ کے لئے اصلاحات

آئندہ کے لیئے ٹوریوں کے دس برس کے اقتدار میں اصلاح کے تمام مسائل ملتوی ہو گئے تھے اور انگلستان کے لیئے توضع قوانین بہت ہی کم ہوئی، آئرلینڈ کے لیئے حکومت خود اختیاری کو دو مرتبہ مسترد کرنے کے بعد
۱۸۹۳ یونینسٹوں (حامیان اتحاد) نے یہ چاہا کہ کچھ اصلاحات کر کے وہاں سے ہوم رول
۱۸۹۱ کا خیال مٹا دیں۔ چنانچہ آخری ٹوری حکومت نے گنجان اضلاع کی ایک مجلس قائم کی تھی کہ بحر اوقیانوس کی طرف کے سواحل کے دلدلوں اور چٹانوں پر جو کسان مارے مارے پھر رہے تھے، ان کی حالت کو ترقی دے۔ مغرب کے ویران
۱۸۹۶ قطعات میں ہلکی ریلیں نکالی گئیں تاکہ آمد و رفت کے وسائل اور بازاروں کے راستے
۱۸۹۷ کھل جائیں۔ ایک نیا قانون اراضی اس غرض سے تجویز ہوا کہ لگان کی ترتیب درست کی جائے اور کاشتکاروں کو زمین کی خریداری میں مدد ملے۔ ملک کے وسائل و ذرائع کو

۱۸۹۸ ترقی دینے کے لیئے ایک مجلس زراعت قائم کی گئی۔ اب پہلی مرتبہ انگریزی نمونے کے موافق ضلع و حلقہ کی کونسلیں قائم کر کے عام پسند مقامی حکومت کی بنیاد ڈالی گئی اور اس میں زمیندار طبقے کو مزید معاوضہ دیا گیا، فنی تعلیم کی ہمت افزائی کیگئی۔ سو برس کی ضبطی کے بعد آخر الامر آئرلینڈ کی آمدنی آئرلینڈ ہی کی طرف منتقل کردی گئی، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ہوا کہ جب ایک شاہی کمیشن نے یہ رائے ظاہر کی کہ معاہدہ "اتحاد" کے شرائط کے خلاف آئرلینڈ پر اس کی آمدنی کے تناسب سے بیس لاکھ یا اس سے کچھ اوپر سال بہ سال زائد محصول لگتا رہا ہے اور اس کا نظم ونسق تمام یورپی ممالک سے زیادہ مسرفانہ ہے تو اس رپورٹ کو چپکے سے نظر انداز کر دیا گیا، اور اس کے لیئے کوئی تدارک نہ سوچا گیا۔ آئرش قوم ایک ایسے نظم ونسق کی تادیبانہ نگرانی میں رکھی گئی جو تمام تر پروٹسٹنٹ قلیل التعداد جماعت کے ہاتھ میں تھی جس کا شمار کل قوم کے ایک ربع کے برابر تھا، مجالس اور امداد کے طریقے سے اب بھی انگلستان کے سیاسی اغراض کے پورے کرنے کا کام لیا جا رہا تھا۔ ۱۸۴۳ء میں پرانے وہگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ ۱۸۴۳
"ترمیم و تنسیخ کو خرید لینا چاہیئے بزور نہیں حاصل کرنا چاہیئے"، اب "یہ زبردست ٹوری حکومت" بلاواسطہ اس عقیدے کی وارث ہوئی تھی اور "لطف و مراعات سے "ہوم رول" کو فنا کرنا چاہتی تھی"۔ اس کی یہ حکمت عملی اس یقین پر مبنی تھی کہ قومی وفاشعاری محض شورانگیزوں کا ایک فسانہ ہے اور قوموں کا خاص مقصود مادی خوشحالی ہوتا ہے۔ یہ طریقہ اس قوم کے فرار کو روکنے میں بے اثر ثابت ہوا جو اپنے ملک آبائی کو خیرباد کہکر دوسرے ملک کو اس طرح جلاوطن ہو رہی تھی کہ تمام عالم عیسوی انگشت بدنداں تھا، اور سب اس پر ہنس رہے تھے۔ جن تارکان وطن نے ۱۸۴۶ء سے ۱۹۰۰ء تک امریکی جھنڈے کے نیچے پناہ لی ان کا شمار کسی طرح پچاس لاکھ سے کم نہیں ہوسکتا، ملک کی آبادی ساڑھے بیالیس لاکھ سے زیادہ نہیں تھی، اور اس میں بھی روز بروز زوال آتا جا رہا ہے، اس پر بھی تیس ہزار یا اس سے زیادہ بہترین قویٰ کے نوعمر مرد و زن ہر سال بحر اوقیانوس کے دوسرے طرف پہنچ رہے تھے، یہ تعداد اس سے بہت زیادہ ہے جو جرمنی کی ساٹھ کروڑ کی آبادی

رکھنے والی شہنشاہی باہر بھیجتی ہے۔ جو ملک ایک نسل سے کچھ ہی زائد زمانہ کے اندر اندر اپنے تین لاکھ زرعی مزدوروں کو ہاتھ سے کھو چکا ہے اس میں خود کشاورزی کی عادت و مہارت زوال پذیر ہو گئی ہے۔ آئرلینڈ والوں کا ایک فقرہ ہے کہ تھوڑی جگہ میں بہت آدمی بھر دیئے جاتے تھے اور کھانے کو کم ملتا تھا۔ (گویا رہنے اور کھانے دونوں کی تکلیف تھی) صدی کا آغاز نئی تہدید سے ہوا اور تجدید شدہ "پر زور حکومت" کے تحت میں ملک کا بڑا حصہ "اعلان شدہ" قرار دیدیا گیا اور دس آئرش ارکان (پارلیمنٹ) قید میں ڈال دیئے گئے۔ سر انیٹونی میکڈانل جو بطور نائب معتمد کے وہاں بھیجے گئے تھے انھوں نے جب یہ اعلان کیا کہ آئرش نظم و نسق کی رہبری "آئرش خیالات" کے زیر اثر ہونا چاہیئے تو حکمران طبقات میں غصے سے ایک شور مچ گیا، لیکن حکومت نے خرید اراضی کے ایک عظیم الشان و دلیرانہ قانون کی رو سے آئرلینڈ میں تباہ کن جنگ اراضی کو ہمیشہ کے لیئے مسدود کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس قانون کے وسیلے سے آئرلینڈ کی زمین بہت جلد جلد مالکانہ طور پر کاشتکاروں کے ہاتھ میں چلی جا رہی ہے اور قدیمی نسل جو بنجر چٹانوں اور دلدلوں کی طرف نکال دی گئی تھی، اب آہستہ آہستہ ان مقامات سے نکل نکل کر اپنے پرانے میدانوں اور چراگاہوں کی طرف کھسکتی آ رہی ہے۔ مخاصمت اراضی کے اس طرح بند ہو جانے سے یہ حقیقت عیاں ہو گئی کہ آئرلینڈ کے زمیندار اپنی باموینت کے باعث علمی فہم و فراست میں انگلستان کے طبقۂ زمینداراں سے کس قدر پیچھے رہ گئے تھے، انگلستان کے احاطے اور بڑے بڑے قطعات سیر کے ترقی یافتہ طریقے کے مقابلے میں بے زمین اور اجرت پر کام کرنے والے مزدوروں کی جنگ کچھ اور ہی چیز تھی اور آئرلینڈ کے کاشتکار جو زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے لگان پر لے کر کاشت کرتے تھے، انکی جنگ کچھ اور ہی تھی۔ مزدور صرف یہ کر سکتے تھے کہ وہ مزدوری کرنے سے انکار کر دیں اور فاقوں سے جان دیں، کاشتکار یہ کر سکتے تھے کہ لگان نہ ادا کریں اور کھاتے پیتے رہیں۔ پس آئرش زمینداروں نے کم سے کم ذمہ داری کے ساتھ زیادہ سے زیادہ نفع اٹھانے کی فکر میں مقابلتی لگان کا طریقہ نکال کر خود ہی اس طاقت کو قائم کیا جس نے بالآخر انھیں اکھاڑ پھینکا۔ اس اثناء میں انگلستان کی

دولت اور اسکی قومی خود اعتمادی میں حیرت انگیز اضافہ ہوگیا تھا۔ اس دور کی تجارت کے اعداد اس قدر وسیع ہیں کہ ان کا صحیح تصور قائم کرنا بھی مشکل ہے، ۱۸۸۶ء میں چھ ہزار ملین (چھ ارب) مالیت کے چک ساہوکاران لندن کی معرفت صاف ہوئے تھے، ۱۹۱۳ء میں اس قسم کے چکوں کی مالیت سولہ سترہ ہزار ملین (سولہ یا سترہ ارب) تک پہنچ گئی، دنیائے حرفت کے نئے ممالک میں چار لاکھ میل ریل جاری کرنے کے لئے شہر لندن نے سرمایہ مہیا کیا، گزشتہ آٹھ برس میں غیر ملکی تجارت کی مقدار چوالیس فی صدی بڑھ گئی اور اب ۱۹۱۳ء میں چودہ سو ملین (ایک ارب چالیس کرور) پاونڈ کے مجموعے تک پہنچ گئی ہے، زمین سے تقریباً اٹھائیس کرور ٹن کوئلہ نکالا گیا جس میں نو کرور آٹھ لاکھ ٹن کے قریب غیر ممالک کو ارسال ہوا، ۱۸۴۶ء سے ۱۸۶۶ء تک کے دور خوشحالی میں لبرل برسر اقتدار تھے اور ان کے تجارتی قوانین کی وجہ سے، بقول گلیڈسٹون تجارت "دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی تھی" ادھر ۱۸۸۶ء سے ۱۹۰۶ء تک کے بیس برس میں ٹوریوں کا دور دورہ رہا اس میں فراغ و دولت نے اور بھی ہاتھ پاؤں پھیلائے جس سے آبادی کے خوشحال طبقے میں قومی عیش پسندی کی عادت بہت بڑھ گئی۔ ملکہ کے دور حکمرانی کے پچاسویں اور ساٹھویں برس کی جوبلی کے مواقع پر شہنشاہی و نو آبادیات کی وہ شان و شوکت دکھائی گئی کہ چشم انگلستان نے بھی کبھی یہ نظارہ نہیں دیکھا تھا، ڈزریلی اپنی یہ حکمت عملی سالسبری کے لئے ترکے میں چھوڑ گیا تھا کہ ایک وسیع و عالمگیر شہنشاہی کا شاندار تخیل پیش نظر رہے، اور اس کے تحفظ و ترقی کے لئے کسی خرچ کی کچھ پروانہ کی جائے پھر جب چیمبرلین نے باشندگان شہنشاہی کو آواز دی کہ وہ سیاسیات کو ایک ایک قریئے کے اندر محدود رکھنے کے گورکھ دھندے کو چھوڑیں اور ہر شے کو شہنشاہی نقطہ نظر سے دیکھیں "اور اپنی استعماری قوت کی عظمت و وسعت کا اندازہ کریں تو لوگوں کے دلوں پر سحر کا سا اثر ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ملک کے اندر نہایت ہی اہم تحریکات غیر مرئی طور پر ترقی کرتی جاتی تھیں، ٹوری حکومت کا فقرہ خود ان قوتوں کا شاہد ہے جو زمین کے نیچے سے سر اٹھا رہی تھیں۔ جب مسٹر چارلس بوتھ نے لندن کی مکمل مردم شماری سے یہ ثابت

۱۸۸۶
۱۸۹۶

کر دیا کہ دنیا کے اس سب سے زیادہ متمول شہر میں کل آبادی کا تیس فیصدی حصہ حرفتی حالات سے مجبور ہو کر دائمی افلاس و مصیبت کی زندگی بسر کر رہا ہے اور صحت جسمانی کے قائم رکھنے کے لیئے اُن کے پاس ادنیٰ ضروریات تک مہیا نہیں ہیں اور نہ ان میں کام کرنے کی سکت ہے اور پھر پارلیمنٹ کے مقرر کردہ کمیشنوں نے تمام ملک کا یہی نقشہ نظروں کے سامنے کر دیا مگر اسکا کچھ علاج نہ بتایا تو علمی تحقیقات نے صاف دکھا دیا کہ ایک طبقۂ اسفل ایسا موجود ہے جو انتہائی مصائب میں مبتلا ہے ۔ بہت سے تجربات اس مقصد سے کیئے گئے کہ کیا صورت ہو کہ کام کرنے والے اپنی محنت کے منافع میں حصہ پاسکیں اور اپنی حرفتوں کی نگرانی میں شریک ہو سکیں مگر کسی تجربے میں بھی کامیابی نہیں ہوئی اور روز افزوں قومی دولت کے زیادہ مساویانہ تقسیم کا مسئلہ ویسا ہی مغلق و لاینحل رہا جیسا پچاس برس پہلے تھا ۔ البتہ اس قدیم عقیدہ کی طرف سے لوگ بدظن ہو گئے تھے کہ دولت کا مہیا کرنا
۱۸۸ ملک کا اولین فرض ہے ۔ نوجوان جوشیلوں نے "جدید اتحادیت" میں زور پیدا کر دیا تھا، انھوں نے غیر کاریگر مزدوروں کے انضباط میں کامیابی حاصل کر لی، انقلاب پسند اجتماعیت کو ترک کر کے آئینی کارروائی کی طرف توجہ کی اور تمام کام کرنے والوں کے انضباط کو مستحکم کر لیا اور ان میں نیا علم ادب شائع کیا، اتحاد مزدوران کی موج جب برطانوی حرفت کے چپے چپے پر پھیل گئی تو ارکان کی تعداد جو بیس برس پہلے پانچ لاکھ تھی ساڑھے تیس لاکھ پر پہنچ گئی آمدنی چالیس لاکھ پاؤنڈ ہو گئی اور بیماروں اور بے روزگاروں پر کم و بیش دس لاکھ پاؤنڈ سالانہ صرف ہونے لگا حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے سلطنت کے اندر ایک نئی سلطنت بنالی تھی جسمیں پارلیمنٹ کے نمونے پر کانگرس حکمرانی کرتی تھی ۔ قانون "تلافی مزدوراں"
۱۸ سے ان کی قوت کا اظہار ہو گیا ، انکی استواری و آزادی جس درجہ بڑھ گئی تھی اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ لندن کے کارخانۂ جہازات کے
۱۸ کام کرنے والوں نے جب ہڑتال کی تو اُن کی امداد عام چندے سے ہوئی جسمیں صرف دسواں حصہ تجارت و امداد باہمی کی انجمنوں سے حاصل ہوا تھا
۱۹ مگر جب ڈبلن کے مزدوروں نے ہڑتال کی تو یہ لڑائی سلطنت متحدہ کے

اتحاد مزدوران کے سرمائے سے لڑی گئی، اس میں تقریباً اسی ہزار پاونڈ صرف ہوئے جن میں اتحاد مزدوران کے سوا دیگر ذرائع سے دس ہزار سے بھی کم حاصل ہوئے تھے ۔ اتحادات کا پرہیبت انضباط، ہڑتالوں کی ترقی پذیر تعداد سے ظاہر ہوگیا۔ ۱۸۹۴ء، ۱۸۹۶ء، ۱۹۱۱ء میں تجارتی نزاعات کا اوسط ایک ہزار سالانہ کے قریب تھا، ۱۹۱۳ء میں انکی تعداد ۱۴۶۲ تک پہنچ گئی۔ ۱۹۱۱ء میں کم و بیش دس لاکھ مزدور اس میں شامل تھے، ۱۹۱۳ء میں وہ پندرہ لاکھ کے قریب ہوگئے ۔ اصل یہ ہے کہ اس مسئلے کی وسعت اور اس کی تعمیری اصلاح کے صحیح طریقے کے متعلق عام حیرانی و پریشانی، ہی ان اتحادات کی خاص مشکل ہے ۔ جسمانی محنت کی جزئیات میں پھنسے ہونے کے سبب سے طبقۂ مزدوران میں ارباب فکر کی کمی ہے۔ طبقۂ متوسط کے مصلحین کے حسب خیال تعلیم کا جو طریقہ قائم کیا گیا ہے اسکا میلان اس طرف ہے کہ ذہین نوجوان کارآمد کاموں اور خود اپنے ہم پیشہ لوگوں کی ذہنی رہبری کو ترک کرکے تنخواہ دار محرروں اور معلموں کے ہیولائی طبقۂ متوسط میں شامل ہوجائیں۔ ممکن ہے کہ غیر ملکی مقابلے کے دباؤ سے مجبور ہو کر آئندہ اس ملک کے مزدور ذہنی تربیت کی کوئی نئی صورت اختیار کریں لیکن اس وقت تک تو ان کی سیاسی سرگرمی نے ان کے جوش تعلیم کو دبا رکھا ہے۔ انھوں نے بلدی و مقامی جماعتوں میں مزدوروں کے انتخاب کو محفوظ کرنے کی فکریں کیں، اور اب ان جماعتوں میں ان کے ایک ہزار ارکان داخل ہیں۔ پارلیمنٹ میں بھی انھوں نے زیادہ موزوں قوت کا مطالبہ کیا، پہلے اتحادات مزدوران کی ایک "انجمن انتخابات مزدوران"، قائم ہوئی اس کے بعد مختلف اجتماعی و دیگر تنظیمات کو

۱۸۸۸ باہم ملا کر "آزاد فریق مزدوران"، کی بنا ڈالی گئی ۔ لیکن ان میں سے کسی گروہ کو

۱۸۹۳ بھی کچھ زیادہ اقتدار حاصل نہیں ہوا، یہاں تک کہ ایک "موتمر اتحاد مزدوران"،

۱۸۹۹ اور کام کرنیوالوں کی ایک عام "مجلس عارضی"، نے باتفاق یکدیگر اپنے اغراض

۱۹۰۰ مشترکہ کو ملا لیا اور پارلیمنٹ میں مزدوری پیشہ ارکان کے داخلے کے مستحکم کرنیکے لیئے "مجلس نیابت مزدوران"، قائم کی ۔ مزدوری پیشہ طبقے کا اثر اس وقت بھی ۱۹۰۶

برطانیہ عظمیٰ کے حدود سے باہر محسوس ہونے لگا ہے، ایک "انجمن مزدوران" اس سے پیشتر بھی بین الاقوامی تعلقات قائم کرنے کی کوشش کر چکی تھی، اور کارل مارکس تمام ملکوں کے مزدوروں کے متحد ہو جانے کی آرزو ظاہر کر چکا تھا، اب پھر ایک مرتبہ مزدوروں کو خلاصی دلانے کے تجاویز میں نئی جان پڑ گئی اور یہ تجویز ہوئی کہ "ہر ایک ماہرانہ وغیر ماہرانہ پیشہ اور آفتاب کے نیچے بسنے والی تمام قوموں کا ایک اتحاد قائم کیا جائے"۔ چھتیس برس کی کوششوں کے بعد ایک بین الاقوامی موتمر لندن میں اور دوسری پیرس میں منعقد ہوئی، اور بیسل میں ایک "بین الاقوامی اتحاد برائے وضع قانون مزدوراں" اس غرض سے قائم کیا گیا کہ تمام مہذب ممالک میں مزدوروں کے لیئے یکساں قانون رائج کرے، ان کاموں سے مزدوروں کی ایک نئی برادری مصدق ہو گئی۔ اس قسم کے واقعات نے قوم کی نظروں کو وسیع کر دیا ہے، اور کہنا چاہیئے کہ یہی واقعات مزدوروں کی جانب سے ایک قوم سے دوسری قوم کو سفارتیں بھیجنے کا باعث ہوے ہیں، تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ کسی ملک کے عام باشندوں کو غیر ملکی تعلقات سے واسطہ پیدا ہوا ہو اور وہ جنگ وصلح کی ذمہ داری میں شریک کیئے گئے ہوں؛

۱۸۳۶ ۱۸۴۸ ۱۸۶۲ ۱۸۸۸ ۱۸۸۹

جنگ بوئر کا خاتمہ

جب جنگ بوئر ختم ہو گئی اور لارڈ سالسبری کی جگہ مسٹر بالفور نے لی اسوقت ترقی کن عمومیت اور اعیانی کابینہ کا تخالف دفعتہً عیاں ہو گیا، طریقۂ تعلیم کی اصلاح کے ایک قانون سے ملک پر تین کرور سالانہ خرچ کا بار پڑ گیا، اس قانون نے یہ روا رکھا کہ کلیسائی مدرسوں کو تعلیمی ابواب کی آمدنی سے مدد ملے مگر وہ اپنے انتظامات اور مذہبی تعلیم کے لحاظ سے کامل قومی نگرانی سے مستثنےٰ رہیں، اس کی وجہ سے ایک ایسے سرکاری کلیسا کے ساتھ جو حکومت سے سیاسی تعلقات رکھتا ہو عام عبادت سے اتفاق نہ کرنے والوں کا عناد پھر تازہ ہو گیا، اور دار العوام میں یہ قانون اسی "جلوتین" کے ذریعے سے منظور کرایا گیا جسے ۱۸۹۳ء میں مسودہ ہوم رول کی منظوری کے لیئے کام میں لائے جانے کے وقت اسی کنسرویٹو فریق نے بڑی شد و مد سے ہدف ملامت بنایا تھا۔ ۱۸۸۷ء کے مستقل قانون کے بعد

آئرلینڈ میں تہدید نافذ کرانے کی کارروائی کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی لیکن اب ایک انگریزی مسودہ قانون کے متعلق خود انگریزوں ہی کی مخالفت کے دبانے کے لیئے اسے زندہ کیا گیا، اور آئندہ سات برس تک طریقۂ سد الباب (جس نے اب بہت ترقی کر لی تھی) ہر دور نشست میں کام میں آنے لگا، اور اپنی اپنی باری میں ہر ایک حکومت اپنے فریقانہ توضیع قانون کے لیئے اس سے کام لیتی رہی۔ بعد ازاں جب مسٹر چیمبرلین نے شہنشاہیت کے جوش کو جو اس زمانے میں جنگ **جنوبی افریقہ** کی وجہ سے بہت تیز ہو گیا تھا، ایک نئے راستے پر ڈالا تو ایک دوسری کشاکش پیدا ہو گئی۔ اُنھوں نے یہ آواز بلند کی کہ غیر ملکی مقابلے کے خلاف انگریزی مصنوعات کا تحفظ ہونا چاہیئے اور مستعمرات کو **انگلستان** سے اپنے تجارتی روابط مضبوط کرنے کے لیئے ایک شہنشاہی محصول درآمد و برآمد قائم کرنا چاہیئے۔ "تحفظ" و "تجارت آزاد" کی اس جنگ کے جوش و خروش میں تمام دوسرے خیالات محو ہو گئے۔ اس طوفان اختلاف میں قوانین کا وضع ہونا بند ہو گیا، اور اس سال میں اس قدر کم قوانین منظور ہوئے کہ اس صدی کے کسی سال میں ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس جنگ و جدال میں سیاسی فریق پارہ پارہ ہو گئے۔ جہاز رانی، پارچہ بافی، ساہوکاری اور کوئلے کے کاروبار کو تحفظ سے نقصان کا احتمال تھا، دوسری طرف **انگلستان** کے زرعی کام کرنے والے جو خود زمین کے مالک نہیں ہو بلکہ محض مزدوری کرنے والے ہوتے ہیں، ان کو غلّے کے گراں بکنے میں کوئی فائدہ نہیں تھا، انھیں جو کچھ غرض تھی وہ غلّے کی ارزاں خریداری سے تھی۔ جب مسٹر بالفور نے استعفیٰ دیا تو اُن کی اس صلائے جنگ کے جواب میں انھیں ایسی سخت شکست نصیب ہوئی کہ قانون اصلاح کے بعد سے کسی فریق کو ایسی شکست کا منہ نہیں دیکھنا پڑا تھا۔ ۱۸۳۲ء میں، ۱۷۲ ٹوری منتخب ہوئے تھے مگر ۱۹۰۶ء میں صرف ۱۵۸ یونینسٹ (مدعیان اتحاد) دار العوام میں داخل ہوئے۔

اصلاح محصول درآمد و برآمد

۱۹۰۵ء

اس لبرل پارلیمنٹ کے خیر مقدم کے لیئے نئے اور پرانے سب ہی مسائل حاضر تھے، اور اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ مسائل نہایت درجہ نازک، مختلف النوع، بہت ہی الجھے ہوئے، اور اس درجہ اہم تھے کہ سابق میں

قوم کی قوت

کبھی ایسے مسائل کا تجربہ نہیں ہوا تھا۔ جماعت ہائے مزدوراں، ارکان امداد باہمی اور اہالیان اتحاد مزدوراں سب اپنی اپنی سیاسی قوت کے اظہار پر تلے ہوئے تھے
ارکان امداد باہمی نے مزدوری پیشہ طبقات کا جو عظیم الشان انتظام قائم کرلیا تھا اسکی کیفیت یہ ہے کہ اس کے تیس لاکھ ارکان ہیں، جو کل آبادی کا پانچواں حصہ ہے، اور عام اشیا کے مہیا کرنے کا ساری دنیا میں یہی سب سے بڑا کاروبار ہے جسکی تجارت بارہ کرور پاؤنڈ سالانہ سے متجاوز ہے۔ اسکی پندرہ سو انجمنیں ہیں جن کا انتظام تیس ہزار منتخب شدہ ارکان مجلس سرانجام دیتے ہیں اور جن میں پچاس ہزار تنخواہ دار عہدہ دار ہیں، درحقیقت اس نظم و نسق نے یہ ثابت کردیا ہے کہ ہمارے اس زمانے میں یہی سب سے زیادہ کامیاب تجارتی کوشش ہے۔ "تھوک فروشی کی انجمن" نے اپنے کارخانوں میں کم سے کم مزدوری کا ایک معیار قائم کردیا ہے ۱۹۱۴
اور کام کا وقت اتنا رکھا ہے جو ۱۹۱۲ء کے منظور شدہ اوقات میں سب سے زیادہ فیاضانہ ہے۔ عمومیانہ حرفت کی ظفر مندی، ایسے کاروبار کی ترتیب جس میں آٹھ کرور پاؤنڈ سالانہ کی خریداری ہوتی ہو، اغراض کا استحکام، باتفاق یکدگر کام کرنے کی عادت، ان سب باتوں نے جماعت مزدوراں کی اس انجمن کو سیاسی فرقوں کے تجارتی مباحث و اختلاف میں ایک پرزور موثر بنا دیا۔ یہ لوگ صرف چیزوں کے خرچ کرنے والے نہیں بلکہ تجارت کرنے والے ہیں، ان کے جہازات سمندر پار سے دس مختلف ملکوں کی پیداوار لاتے ہیں، محاصل میر بحری میں جو ہنڈیاں ادا کی گئیں ان میں سب سے بڑی ہنڈی انھیں کی تھوک فروشی کی انجمن کی تھی قیمتوں کے متعلق چونکہ ان کا احساس بہت سخت تھا اس لیئے انھیں اس کا یقین ہی نہیں ہوتا تھا کہ محاصل درآمد غیر ملک والے ادا کرتے ہیں، اور ان کے بیس لاکھ رائے دہند ے اس قدر قوی تھے کہ انھوں نے اصلاح محاصل درآمد و برآمد کے مسئلے کو شکست دیدی اور پہلی مرتبہ دارالعوام کے اندر ایک فریق مزدوراں (حزب العمال) نے نشست کی۔ تیس انتخابات میں سہ طرفہ مقابلہ ہوا۔ اور پارلیمنٹ میں جماعت مزدوراں کے انتیس نمائندوں کا داخل ہوجانا، فریقانِ سیاسی کے قائم شدہ انتظام اور پرانے مسلمہ اغراض کے لیئے ایک خاص پر از معنی

انتباہ تھا، ۱۹۰۱ء کے ٹیف ویل کے مقدمے میں دارالامرا نے جو فیصلہ کیا اس کے تدارک کے خیال سے جب ایک "قانون منافشات تجارت" پیش کیا گیا، تو اتحادات مزدوران نے اپنی پوری قوت "حزب العمال" کی جانب ڈال دی اور اٹارنی جنرل (وکیل سرکار) کے مسودے کو مسترد کر دیا، اور حکومت سے بزور ایک ایسی کارروائی منظور کرائی جس سے اتحادات اس حد تک قانون کے حیطۂ عمل سے خارج ہو گئے کہ وہ نقصان رسانی (Tost) کے مقدمے سے مستثنیٰ رہیں اور نقصانات کے لیئے ان کے سرمایے سے کسی قسم کا مطالبہ نہ کیا جائے۔

جدید توضیع قوانین رائے عامہ نے مزدوروں کے معاملات کو سلطنت کے معاملات کی صف اول میں پہنچا دیا۔ جب یہ نیا احساس پیدا ہوا کہ دولت عامہ کو مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے اور اس کے ہر جزو کی کمزوری سے اسے نقصان کا پہنچنا لازمی ہے تو یہ نظر آنے لگا کہ ہم نے جس آبادی کو سو برس قبل مصائب کی طرف سے سخت دل پایا تھا وہی آبادی اب درد و مصیبت کے احساس رکھنے اور تکلیف سے متنفر ہونے میں ممتاز ہو گئی ہے، ۱۸۴۲ء میں سمجھا جاتا تھا کہ مفلوک الحال اشخاص کو فاقہ کشی سے بچانے میں ستر لاکھ پاؤنڈ صرف کرنا ملک کے لئے ناقابل برداشت اسراف ہے، اب جو سرکاری رقم غریب تر طبقات کے لیئے صرف ہوتی ہے اس کی مقدار ستر کرور سالانہ تک پہنچ جاتی ہے اور اس میں سے دو تہائی رقم کو قانون امداد غربا یا اعانت مفلسان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مدارس میں لڑکوں کا طبی معائنہ ہوتا ہے۔ بڈھوں کے لیئے وظائف مقرر ہو گئے ہیں۔

۱۹۰۶-۱۹۱۱ تمام مزدوروں کے لیئے بہ اعانت سرکار بیمہ لازمی کر دیا گیا ہے، غیر مشغول اشخاص کے لیئے خاص امداد مقرر ہوئی ہے، بیماروں کے لئے صحت گاہیں بنائی گئی ہیں، دیہاتی مزدوروں کے لیئے نئے جھوپڑے (مکان) اور قطعات اراضی کا سامان کیا گیا ہے۔ وسیع شدہ تعلیم کے نئے عطیات کی وجہ سے ۸۸۵ مدارس ثانیہ میں ایک چوتھائی جگہیں، ابتدائی مدارس کے امیدواروں کو "معافی" کے طور پر دیدی گئی ہیں۔

۱۹۰۲-۱۹۱۲ منافشات تجارتی میں تحکیم (Arbitration) حکومت کے فرائض میں داخل ہو گئی ہے۔ پارلیمنٹ نے جب بعض تجارتوں کے لیئے مجالس تجارت (بورڈ) قائم کر کے اور کوئلے کی کانوں کے لیئے

۱۹۱۲ کم از کم اجرت کا قانون منظور کر کے قانوناً اقل اجرت کے اصول کو تسلیم کر لیا، تو یہ قدیمی مسلمہ عقیدہ کہ مجلس واضع قوانین کو اجرتوں پر کوئی اختیار نہیں ہے، پادر ہوا ہوگیا۔ یہ وہی اصول ہے جسکا کچھ مبہم سا اشارہ ۱۸۱۸ء میں رابرٹ اون نے کیا تھا، جس پر ۱۸۷۴ء میں بحث ہوئی تھی اور جسکا مطالبہ ۱۸۹۳ء کی ہڑتال اور اقفال کارخانہ (Lockout) کے وقت (جو زمانہ جدید کا سب سے بڑا مناقشہ ہے) کیا گیا تھا، ۱۹۱۲ء کی عظیم الشان ہڑتال میں اسکی تجدید ہوئی تھی، اور دو لاکھ امداد باہمی والے رائے دہندوں نے اپنی ۱۹۱۳ء کی موتمر میں اسے وسعت دیکر ایک "ہمہ گیر اقل اجرت" کے دعوے میں بدل دیا تھا۔ مزدور اور اہل ملک کی حیثیت سے عورتوں کے خاص مشکلات کے متعلق حکومت پر برابر زور دیا جاتا رہا ہے۔ اقتصادی دشواریاں عورتوں کو محنت مزدوری کرنے پر زیادہ مجبور کرتی جاتی ہیں۔ اس صدی کے حرفتی تغیرات اور تجارتی قوانین کی وجہ سے یوماً فیوماً عورتیں بھی بدرجہ مجبوری اجرت پر کام کرنے والوں کی جمہوریت عام میں داخل ہوگئی ہیں، جب مرد کثرت کے ساتھ نئے مستعمرات و ممالک میں جانے لگے اور تنہا رہنے والی اور خود اپنا بار اٹھانے والی عورتوں کا تناسب ملک میں بڑھ گیا یہاں تک کہ اٹھارہ برس سے متجاوز عمر کی چالیس لاکھ سے زائد عورتیں (یعنی کل تعداد کا ثلث) روپیہ پیدا کرنے کے مشاغل میں مصروف ہوگئیں اور تمام معاشری، مالی اور اجیری قوانین سے انھیں بذات خاص تعلق پیدا ہوگیا تو پھر شہنشاہی کے لیئے انھیں بھی اپنا حق ادا کرنا پڑا۔ "اتحادات مزدوراں"، نے جن کا آغاز روئی کی حرفت سے ہوا تھا، سستی کے ساتھ اور بدشواری کچھ ترقی کی تھی مگر گزشتہ بیس برس کے اندر ان میں بہت جلد جلد وسعت ہوتی گئی ہے، اور ۱۹۰۶ء کے بعد سے ارکان کی تعداد تقریباً دوچند ہوگئی ہے۔ اسی دوران میں وہ قدیم حق رائے دہی جسکے بموجب مکاندار عورتوں کو مجالس کلیسا میں رائے دینے کا حق تھا، سے نئے مجالس حفظان صحت و ترقی بلدات، کے لیئے بھی وسیع کر دیا گیا، اور بعد میں اسکی توسیع بلدیاتی و اضلاعی کونسلوں کے لیئے بھی ہوگئی۔ عورتوں کو مجالس مدرسہ میں شریک ہونے، امداد قانون غربا کی تولی،

اور ضلع وقصبہ کی کونسلوں کے ارکان کی حیثیت سے کام کرنے کی اجازت ۱۸۶۹-۱۸۸۰
مل گئی، اور وہ ملکی ملازمت میں بھی داخل کر لی گئیں۔ ایک نیا طبقہ جو زیادہ مختلف النوع
اور آزادانہ زندگی کی طرف قدم بڑھاتا جا رہا تھا، اسکا اثر تعلیم کی پر زور تحریک
اور عورتوں کے کالجوں کے قائم ہونے سے ظاہر ہوگیا۔ کار آمد پیشوں میں داخل ۱۸۷۶
ہونے کا دروازہ اسطرح کھل گیا کہ عورتوں کو طبابت کرنے کا حق دیدیا گیا، دار العلوم
لنڈن اور آئرلینڈ کے دار العلوم شاہی نے انھیں سندات کا دینا منظور ۱۸۷۸-۷۹
کر لیا۔ تربیت یافتہ عورتوں کی ایک روز افزوں جماعت نے معاملات عامہ کے
متعلق بے طرح محنت کرنا شروع کر دی، اور کارخانوں کی انسپکٹری اور شاہی کمیشنوں
کی رکنیت پر عورتوں کے مامور ہونے سے، تمام معاشری وحرفتی معاملات میں
ان کے اثر کو تسلیم کر لیا گیا۔ گزشتہ پچاس برس کے اندر ان کثیر التعداد کام
کرنے والی عورتوں کی اہمیت جسطرح بڑھتی رہی ہے اسکا اندازہ ان مسلسل قوانین
سے ہوسکتا ہے جو عورتوں کے لیئے ان کی ملک اور آمدنی کے محفوظ کرنیکے لیئے ۱۸۷۵-۱۸۹۳
جاری ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں عورتوں کے کامل حقوق شہریت کے متعلق
جو اہم مطالبات ہوتے رہے ہیں ان سے بھی اس کا اندازہ ہوسکتا ہے،
کارٹرائٹ نے ۱۷۷۶ء ہی میں پارلیمنٹی اصلاح کی ایک تجویز قائم کی تھی جس میں
عورتوں کو بھی شامل کیا گیا تھا، اور پھر منشوری تحریک کے دوران میں عورتوں کی
بزم گاہوں نے کافی قوت کے ساتھ ان کے حقوق پر زور دیا تھا لیکن پھر یہ کلب
اس خیال سے بند کر دیئے گئے تھے کہ مبادا ان سے مزدوروں کے ہمہ گیر
حق رائے دہی کے حصول میں تعویق ہو جائے۔ بیس برس بعد عورتوں کی حق رائے دہی
کے سب سے زیادہ پر زور حامی جان اسٹوارٹ مل نے اس نظر انداز معاملے کو خود ۱۸۶۷
دار العوام میں پیش کر دیا۔ اور ادھر کے آخری چند برسوں میں دار العوام میں پے در پے
جو مسودات پیش ہوئے ہیں، ان سے اس مسئلے کی اہمیت ہویدا ہوتی ہے۔
حق رائے دہی کی مجلسیں اپنے حصول مقصد کے لیئے ایک لاکھ پاونڈ سالانہ صرف
کر رہی ہیں، یہ خرچ اس سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے جتنا اس زمانے کی کسی عام تحریک
میں ہوتا ہو۔ کارخانوں میں کام کرنے والی اور وہ ہزارہا عورتیں جو دوسرے

چھوٹے چھوٹے کاموں میں مصروف ہیں، اور ان کے ساتھ تقریباً وہ تمام دماغی کام کرنی والی عورتیں جو ذمہ داری کے عہدوں پر فائز یا ایسے ہی کاموں میں مشغول ہیں، سب کی سب اس حق رائے دہی کی شورش انگیزی میں ایک دل ہوگئی ہیں، اور چونکہ یہ پہلا موقع ہے کہ حق رائے دہی کی اس جد وجہد کی وجہ سے ان مستعد کارو ذہین عورتوں کا جم غفیر اجتماعیوں اور حزب العمال کے ساتھ متفق ہوجاتا ہے اس لیئے اس سے ہمارے وقت کی انقلابی تحریک میں ایک نئی قوت کا اضافہ ہو رہا ہے ۔

اس اثناء میں معاشری تغیر کے دباؤ کی مجبوری سے اہم آئینی تغیرات رونما ہوگئے ہیں کہ دارالعوام کے یوماً فیوماً حکومت کے زیادہ مطیع و منقاد ہوتے جانے سے، فریقانہ مناقشہ تیز ہوگیا، اور ایک معنی کرکے بجا بھی تھا، اپنی اپنی باری میں ہر ایک وزارت نے اپنی مطلق العنانی سے نیئے اندیشے پیدا کردیئے تھے اور اپنے معاشری قوانین سے نئی منافرت بھڑکا دی تھی۔ اس جنگ کی شدت میں ہر ایک مسئلے کی نسبت یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ کابینہ کے اعتماد کا امتحان ہے۔ روز بروز یہ خیال قوی و قوی تر ہوتا گیا کہ "دارالعوام کا وقت اور اسکی قوت حکومت کا وقت اور حکومت کی قوت ہے"۔ ارکان کی آزادی، جیسے ایوان کے قدیمی قواعد میں بہت سختی کے ساتھ محفوظ رکھا گیا تھا، بتدریج محدود ہوتی گئی۔ جسکی صورت یہ واقع ہوئی کہ "قاعدہ ترقی" ایجاد ہوا، جو اول اول مسودات کے متعلق مجلسی درجے (Committee Stage) پر عائد ہوتا تھا اور بعد کو "عطیۂ مالی" (Supply) پر بھی عائد ہونے لگا، تحریک کی بعض صورتیں جس میں صدر دارالعوام سے کرسی صدارت کے چھوڑ دینے کی خواہش کی جاتی تھی، متروک ہوگئیں، یہ طریقہ اس بنا پر مسترد کردیا گیا کہ اب یہ طریقہ آئینی حالات کے مطابق نہیں رہا ہے، کیونکہ اب ارباب حکومت دارالعوام ہی کے ملازم ہیں، مباحثوں کے محدود کردیئے پر بھی عمل ہونے لگا، فریقانہ سرمایوں کا یکجا مجتمع ہوجانا، پسندشدہ امیدواروں کے اخراجات انتخاب کا ان کے فریق کی طرف سے ادا کیا جانا، صدر دارالعوام کے انتخابات میں وہپ

(نقیب الفریق) کا اختیار و اثر کل مہم کی شاطرانہ چالوں کو مضبوط رکھنے کے لئے
ایک ایک جزئیات میں یہانتک کہ ارکان کے نئے منظور شدہ معاوضے کے
لینے نہ لینے کے متعلق بھی، اطاعت کا لازمی ہوجانا ان سب باتوں نے جمع ہو کر 1911
تمام فریقوں کو مجبور کر دیا کہ ان میں ایک فوجی انضباط کی سی کیفیت پیدا ہو جائے۔
محکمہ جات سلطنت کے اختیارات کے برابر بڑھتے جانے سے کابینہ کی قوت میں
مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ لارڈ سالسبری نے غیر ملکی معاملات کو عملاً دارالعوام کی حد ۱۸۸۶
سے باہر نکال لیا تھا اور یہی حال ملک کی برّی و بحری محافظت کا تھا اور عام طور پر ۱۹۰۲
محکمہ وار حکومت قائم ہو گئی تھی۔ ۱۸۳۴-۳۵ کے حالات میں ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ
پہلی مرتبہ باحتیاط و ترمیم پذیر صورت میں یہ کوششیں ہوئیں کہ کارخانہ جات اور
امداد غربا کے قانون کے متعلق سلطنت کی نگرانی کا نیا اصول جاری کیا جائے؛
نیز یہ کہ جو کام امتحاناً پانچ برس کے لئے جاری کیا گیا تھا وہ کس طرح ایک مستقل
قاعدہ بن گیا، اور بڑھتے بڑھتے تمام مضافاتی و اصلاحی نظم و نسق پر حاوی ہو گیا،
یہانتک کہ دو نسلوں کے اندر اندر تمام مقامی اقتدار، حکومت کی براہ راست نگرانی
میں آگیا۔ پارلیمنٹ نے جب ”مجلس تجارت“ اور ”مجلس حکومت مقامی“
کے افسران اعلےٰ کو مالی اعتبار سے وزرائے سلطنت کے مساوی کر دیا تو گویا اس
نے اندرون ملک کے معاملات میں اس بلند درجے پر پہنچے ہوئے نظم و نسق کو
تسلیم کر لیا، قومی خزانہ اور پارلیمنٹی امداد سے مقامی جماعتوں کو جو رقوم دیجاتی تھیں ۱۹۰۹
جب وہ پچاس برس کے اندر اندر دس لاکھ سے بڑھ کر دو کرور تک پہنچ گئیں
(اور اس کے علاوہ چار کرور مقامی ابواب سے وصول ہونے لگا)، تو مرکزی
حکام کو معائنے، مشورے اور نگرانی کے مزید حقوق حاصل ہو گئے۔ ان قانونی فرائض
کے علاوہ محکمہ جات کو اور بھی بہت سے وسیع و تحکیمی اختیارات حاصل ہو گئے
جن میں عدالتی و قانونی دونوں قسم کے اختیارات شامل تھے، یہ اختیارات
اپنی اپنی باری میں ہر ایک حکومتی عہدے کے لئے وسیع کر دیئے گئے۔ آخری برسوں
میں جس قدر معاشری اصلاحات ہوئے تھے ان سب کا نفاذ و انتظام حکومت دفتری
(ارباب نفوذ) کو سپرد کر دیا گیا ہے اور مقامی جماعتیں اس سے خارج رکھی گئی ہیں۔ ۱۹۰۶
۱۹۱۴

قانون وحکمت عملی دونوں کے متعلق عہدہ داروں پر جو رکاوٹ عدالت یا پارلیمنٹ کی طرف سے پہلے عائد ہوتی تھی وہ یا تو فرو ہوگئی یا اس سے پہلو بچا لیا جاتا ہے اور سلطنت کے محکمے جنھیں یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ خود یہ تاویل و تصفیہ کرلیں کہ قانون کا منشا کیا ہے، اور قانون تحریری کی متابعت میں خود اپنے لئے ضوابط و قواعد مرتب کرلیں، انھیں اب یہ قدرت حاصل ہوگئی ہے کہ وہ املاک وحقوق کے متعلق ایسے اختیارات عمل میں لاسکیں جو ابتک کم وبیش پارلیمنٹ ہی کے لئے مخصوص تھے، اس ملک میں "انتظامی قانون" کے رواج کے عملاً شروع ہوجانے سے رعایا کے حقوق اور پارلیمنٹ کی نگرانی میں بہت سی بیجا دست اندازیاں ہونے لگی ہیں۔ خزانے نے جب "وظیفۂ پیرانہ سالی" کے انتظام میں محاسب اعلیٰ یا "مجلس حسابات عامہ" کی نگرانی سے انکار کردیا تو خاموشانہ رضامندی کے ساتھ اسے قبول کرلیا گیا (حالانکہ اس صیغے میں پندرہ ہزار بحث طلب دعاوی پیدا ہوچکے تھے) تمام اثرات اس امر پر متفق ہوتے گئے کہ ارکان کی آزادی دبتی جائے اور وزرا کا درجہ بلند ہوتا جائے تاآنکہ وہی تمام اقتدار کا منبع اور ہر قسم کے وضع قوانین کا سرچشمہ بن جائیں۔ زمانۂ حال کے معاملات کی پیچیدگیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی مسودۂ قانون کا ترتیب دینا ایک ایسا دقیق کام ہوگیا ہے کہ سرکاری ماہروں کے سوا کسی اور سے اسکا انجام پانا دشوار ہے، اور ارکان دارالعوام جو اپنی طرف سے ابتدأً کسی قانون کے پیش کرنے کے تمام مواقع کو عملاً کھو چکے تھے اب نئے قوانین کی ترتیب وہیئت ظاہری پر بھی اُن کا کسی قسم کا اثر باقی نہیں رہا۔ وزیر اعظم پر جب ہر جانب سے نئے اختیار کا بوجھ پڑنے لگا تو اُسے اتنی قوت حاصل ہوگئی کہ ازمنۂ جدیدہ کی سلطنتوں میں کسی وزیر کو یہ قوت نہیں حاصل ہے۔ عمومی تحریک سے بھی یہ فائدہ نکال لیا گیا کہ بادشاہ کے اختیار کو اور کم کردیا جائے کیونکہ ملکہ وکٹوریہ کے عہد حکومت میں شاہی مداخلت کو رقیبانہ نظر سے دیکھنے کی وجہ سے جب بادشاہ کے شخصی عمل کا دائرہ برابر محدود ہوتا گیا، اور شاہی امتیاز بادشاہ کے ہاتھ سے نکل نکل کے وزیر کی طرف منتقل ہوتے گئے تاکہ وہ قوم کی امانت کے طور پر ان کو اپنے قبضے میں رکھے تو قوم نے اس

کارروائی کو بہ طیب خاطر قبول کر لیا۔ عمومیت کی ترقی کے ساتھ بادشاہ کے حقیقی اختیارات بڑھ گئے مگر عمل در آمد کا ذریعہ بدل گیا تھا، بادشاہ کے قدیمی اختیارات خاص کی تجدید کی گئی اور اسے مزید نئے اختیارات عطا کئے گئے چنانچہ انگریزی حکومت عاملانہ از روے قانون اُسوقت سب سے زیادہ بااختیار حکومت ہو گئی ہے؛ سر ولیم انیس نے کہا ہے کہ "اب اقتدار شاہی کابینہ کے ہاتھ میں ہے"۔ انیسویں صدی میں کابینہ کے سرگروہ کو اپنے ابنائے وطن میں بہ حیثیت سرگروہ کابینہ کسی قسم کا باضابطہ امتیاز حاصل نہیں تھا، اور گلیڈ اسٹون کا شمار تو معاشری درجہ کے اعتبار سے بھی عوام کے طبقات میں تھا، صرف اتنا تھا کہ وہ مشیر شاہی کا منصب رکھتا تھا، اڈورڈ ہفتم نے اپنے شاہی اعلان کے ذریعے سے پہلی مرتبہ وزیر اعظم کو یہ درجہ عطا کیا کہ وہ آئندہ ہر دو اساقفہ اعظم اور لارڈ چانسلر کے ہم رتبہ قرار دیا جائے۔ (جن کا اعزاز بہ اعتبار قدامت خود برطانوی نظام سلطنت کے ہمسر ہے) اور انھیں کے مثل اسے بھی شاہی خاندان کے بعد، محلات شاہی کے تمام عہدہ داروں اور تمام طبقۂ امرا پر تقدم حاصل ہو۔

جدید دارالعوام

اس اثنا میں ارکانِ دارالامرا و دارالعوام کی مخاصمت میں نئے مناقشات کی وجہ سے اور تیزی پیدا ہو گئی تھی۔ اس تمام صدی میں، ٹوری نظام سلطنت میں ہر طرح کے تغیر و تبدل کو روکنے کے لئے سینہ سپر ہوتے آئے تھے، گویا وہ نئے خیالات کی شدت طغیانی کو روکنے کے لئے رُکے ہوئے پانی کا کام دیرہے تھے، مگر اب وہ پوری آمادگی سے تمام نئی نئی باتوں کے جاری کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے، وہ نہ صرف جدید تجارتی نظم پر زور دیرہے تھے بلکہ خود نظام سلطنت کے ترمیم کئے جانے کی طرف بھی قدم بڑھانے لگے تھے۔ روایات کا خیال اور اسکا قدیم اقتدار جب دلوں سے محو ہوتا گیا، تو لفظ کنسر ویٹو کی جگہ "یونینسٹ" نے لے لی اور اس فریق کا رئیسانہ انداز کمزور ہو گیا اور قوی ترین اثرات طبقۂ زمینداران کے ہاتھوں سے نکل کر تجارتی طبقات کے ہاتھوں میں آنے لگے، جس کی انتہا یہ ہے کہ مسٹر بالفور کی جگہ پر مسٹر بونرلا بہ حیثیت سرگروہ منتخب ہو گئے، جو نسلاً کناڈوی، مذہباً پریسبٹرین اور شغلاً کارخانہ دار ہیں۔ اس کے ساتھ ہی دارالامرا جو دوسرے

طبقے کے جدید امرا کے بہ کثرت داخل ہونے اور ٹوری امراء عظام کے وِگ اعیان اور تجارتی ارباب دولت کے ساتھ متفق ہو جانے کے بعد ان میں جنگجویانہ قوت کے پیدا ہو جانے کے باعث بالکلیہ متغیر ہو گیا ہے، اس نے خود کو تمام و کمال یونینسٹ حکمت عملی کا ہمنوا بنا دیا ہے ؎

نظر ثانی کے آئینی طور و طریق کو چھوڑ کر اب پہلی مرتبہ امرا نے اپنی تاریخ میں، یہ کیا کہ بے چون و چرا اپنا سارا زور ایک ہی سیاسی جماعت کی طرف ڈال دیا ہے۔ دار الامرا کے حمایت کی قدیم وجہ جس پر وِگ اور ٹوری دونوں متفق تھے وہ یہی تھی کہ اس کا کام یہ ہے کہ وہ عمومیت پر ایک روک قائم رکھے، اب یہ غرض ایک نئے نظریئے کی خاطر برطرف کر دی گئی۔ وہ نیا نظریہ یہ تھا کہ قوم قصداً جس خیال پر قائم ہو اسے عمل میں لانا دار الامرا کا کام ہے خواہ یہ خیال خود پارلیمنٹی قائم مقاموں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ برک نے اپنے وقت میں دار الامرا کی نسبت یہ تحریر کیا تھا کہ "بجائے خود وہ نظام سلطنت کا سب سے کمزور حصہ ہے"۔ اسی طرح سمجھٹ نے ۱۸۱۶ئہ میں یہ یادداشت ثبت کی تھی کہ "ایوان ادنے ہی حکمران اور انتخاب کنندہ ایوان ہے، جو حکومت اسکی قوت پر مبنی ہو وہ اپنے ضروریات کے دس میں سے نو حصے پورے کر سکتی ہے، امرا کی تائید ایک طرح کی مدد و نمائش ہے"۔ بہر حال اب امرا اس امر کے دعویدار ہیں کہ ان کا ایوان محض آئینی نظر ثانی کا ایوان نہیں ہے بلکہ وہ ایک سیاسی عدالت مرافعہ بھی ہے۔ عمومیت کے محافظ ہونے کی حیثیت سے وہ یہ دعوے کرتے ہیں کہ انھیں اس امر کے جانچ کرنے کا حق ہے کہ رائے دہی کے وقت عامۃ الناس نے جو فیصلہ صادر کیا ہے اسپر ان کے نمائندے کس حد تک عمل کر رہے ہیں اور نیز یہ کہ قانون میں کسی اہم تغیر سے وہ اس وقت تک انکار کر سکتے ہیں جب تک کہ موجود الوقت پارلیمنٹ برطرف ہو کر دوسری پارلیمنٹ کا انتخاب نہ ہو جائے جس میں وہ خود بلا تغیر و تبدل کے واپس آجائیں گے۔ غرضکہ اس زمانے کے تمام ہجوم اختلافات پر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے اس اندیشناک تصادم کا بھی اضافہ ہو گیا ہے جسکی پیشبینی گوئی قانون اصلاح ہی کے وقت میں ہو گئی تھی اور جو آخری چالیس برس کے اندر قریب سے قریب تر آگیا ہے ؎

دارالعوام سے

برک نے کہا تھا کہ " ہمارے نظام سلطنت کے اجزا جس طرح مخالفانہ اغراض کی وجہ سے ترازو کے دو پلے ہیں اسی طرح روابطِ دوستانہ کے اعتبار سے انکا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتو اس پُر پیچ نظام سلطنت کا نتیجہ پریشانی وابتری کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا " یہ پریشانی وابتری اب رونما ہوگئی ہے جو سلطنت کے لئے پرخطر و باعث برہمی ہے۔ برخاستگی پارلیمنٹ کے دوران میں جب درمیانی انتخابات کا نتیجہ خلاف منشا ظاہر ہوا اور مسٹر بالفور نے

دسمبر ۱۹۰۵ء

دفعتاً استعفا دیدیا تو یہ اصول مسلّمہ کہ حکومت کو اپنا اقتدار براہ راست قوم سے حاصل ہوتا ہے تمام نظائر سابقہ کی حد سے آگے بڑھ گیا۔ اب سوال صرف یہ رہا کہ قوم کی مرضی کس طرح دریافت ہو اور اسے کیونکر نافذ کیا جائے۔ گزشتہ دس برس میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کنسرویٹو حکومت نے کوئی مسودۂ قانون منظور کیا ہو اور دارالامرا نے اسے مسترد کر دیا ہو، نہ دارالامرا کی طرف سے کبھی کسی ایسی ترمیم پر زور دیا گیا جسے کنسرویٹو وزرا ناپسند کرتے ہوں لیکن ایک لبرل حکومت جس نے ایسی بڑی فتح حاصل کی تھی کہ قانون اصلاح کے بعد سے کبھی کسی گروہ کو ایسی فتح نہیں نصیب ہوی تھی اور اس نے تازہ بتازہ حکومت کے کام کو ہاتھ میں لیا تھا، اسے چار برس کی پسپائیوں اور ذلتوں کے دوران میں کبھی یہ موقع نہ ملا کہ (دارالامرا سے) ایک کارروائی بھی ایسی منظور کرالیتی جسکی مخالفت کنسرویٹو فریق کی جماعت قلیل کر رہی ہو، خواہ (دارالعوام) میں یہ کارروائی سو سے دو سو تک کی کثرت رائے سے منظور ہوئی ہو۔ امرا اور ٹوری فریق کے باہمدگر متفق ہونے کی وجہ سے دارالعوام کے ٹوری سرگروہ کو یہ موقع حاصل ہو گیا تھا کہ وہ برسر اقتدار ہو یا نہ ہو مگر امرا کی مشورت سے وہ ہر ایک متنازعہ فیہ مسودے کی قسمت کا فیصلہ کر دے، امرا کے دعوے نے دارالعوام کی وقعت اور نیابتی حکومت کے اقتدار کو خطرے میں ڈال دیا۔ لبرل کابینہ نے انتخابی اصلاحات اور مختصر العہد پارلیمنٹوں کے ذریعے سے نیابتی تنظیمات کو تقویت دینے کی تجویزیں کیں، اور بہت بڑی کثرت رائے سے انھیں منظور کرایا مگر وہ برابر مسترد ہوتی رہیں۔ سر ہنری کیمپبل بنرمین کے تحت میں دارالعوام نے

جون ۱۹۰۷ء

اس کا جواب اس قرارداد سے دیا کہ امرا کے حق تنسیخ (انحا) کو اسطرح کم کرنا چاہئے کہ

دار العوام کا اختتامی فیصلہ ایک ہی پارلیمنٹ کے دوران میں نافذ ہو جائے۔ نئے وزیر اعظم مسٹر ایسکوتھ کے تحت میں اس نامسعود تصادم میں کچھ اور تاخیر ہو گئی۔ دونوں جانب سے انتقامات دوست درازیاں اور تیز ہو گئیں اور ہر ایک اپنے اپنے حقوق خاص کو اس حد تک کھینچنے لگا کہ سابق میں کوئی نظیر اسکی نہیں ملتی۔ جس حکومت کو حسب معمول توضیع قوانین کا موقع نہ دیا جاتا ہو تو (جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے) اسے ضرور یہ طمع ہو گی کہ ایوان سے باہر جو محکمہ جات اسکے زیر اثر ہوں وہ انھیں کے قانونی و عدالتی فرائض کو بڑھائے۔ ایوان کے اندر اس نے ایسے مسودات پیش کیے جن میں مالی مسائل کے ساتھ سیاسی معاملات بھی اس طرح ملا دیئے گئے تھے کہ ان کا جدا کرنا ممکن نہ تھا، کسی مسودے پر نظر ثانی کرنا، دونوں ایوان کے لئے محض ایک نمائشی کارروائی ہو گی۔ اس جنگ کی ہماہمی میں رعایا کے حقوق اور ارکان ایوان کے حقوق بالکل پامال کر دیئے گئے۔ آخر الامر ایک مالی مسئلہ پر بساط جنگ بچھ گئی۔ جماعت ہائے مزدوراں کی نفع رسانی کے لئے یونینسٹ فریق نے تجویز پیش کی کہ تجارت کے لئے تحفظی طریقہ اختیار کیا جائے اور ان کا دعوے یہ تھا کہ اس محصول کا بار غیر ممالک کے تیار شدہ مال پر پڑے گا اور برطانوی مزدوروں کے لئے کام کا پورا موقع نکل آئے گا، لبرلوں نے اسکا جواب اپنے مواز نے سے دیا، جسمیں یہ تجویز کی گئی کہ معاشری اصلاحات کے لئے ایک نئے طریق محصول سے روپیہ پیدا کیا جائے جسکا بار تعمیراتی زمینوں کے غیر مترقبہ اضافۂ مالیت پر پڑے کیونکہ حرفتی انقلاب کے بعد قصبات کی بنا و عروج سے یہ اضافۂ مالیت از خود بلا تردد پیدا ہو گیا تھا مسٹر چمبرلین نے اپنے بستر علالت پر سے یہ اعتراض بھیجا کہ تحفظ کے بالمقابل آزاد تجارت کی اس مالی تجویز کے منظور ہو جانے سے محصول درآمد کی کامگاری غیر معین زمانہ تک ملتوی ہو جائے گی، اور دار الامرا نے جو اپنے کو قدیمی نظام سلطنت کے ناقابل تسخیر حصار میں محفوظ سمجھتا تھا اس مواز نے کو ۷۵ کے مقابلے میں ۳۵۰ کی کثرت رائے سے نامنظور کر دیا حالانکہ دار العوام نے اسے ایک خلاف معمول طولانی دوران اجلاس میں ۲۳۰ کی کثرت سے منظور کیا تھا۔ انگلستان کی

تاریخ میں اس قسم کے اختیار کا کام میں لانا تو درکنار، کبھی اسکا دعوے بھی نہیں کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں سمجھا یہ جاتا تھا کہ ۱۸۶۰ء میں گلیڈسٹون نے ہمیشہ کے لئے اس دعوے کو طے کر دیا ہے کہ محصولوں کے عائد کرنے اور ان کے منسوخ کرنے کے متعلق "دارالعوام کا یہ حق بلا ردوکد قائم رہنا چاہئے کہ وہی جسطرح چاہے اسکے طور وطریق اور مقدار وقت کا تعین کرے"۔ عام ہیجان میں ایک سال کے اندر دو انتخابات عمل میں آئے۔ پہلی پارلیمنٹ دارالامرا کے اس استحقاق کو باطل قرار دینے کے لئے جمع ہوئی کہ وہ سال رواں کے مالیات کو درہم وبرہم کرکے ملک کے نظم ونسق کو روک دے اور اس طرح پارلیمنٹ کو بزور برطرف کرا دے۔ ایک مسودۂ قانون یہ پیش ہوا کہ آئندہ دارالامرا کو یہ اختیار نہ رہے کہ وہ کسی مالی مسودے کو نامنظور یا اس میں ترمیم کرسکے اور دوسرے مسودات کے متعلق ان کا حق تنسیخ صرف ایک ہی پارلیمنٹ تک محدود رہے، اس کے علاوہ تمہید میں بھی یہ لکھا گیا کہ وقت مناسب پر ایوان اعلےٰ از سر نو مرتب کیا جائے جو موروثی بنیاد پر نہیں بلکہ عام پسند اصول پر ہو، موازنہ دوبارہ بھیجا گیا تو امرا نے اُسے منظور کر لیا۔ دوسری پارلیمنٹ سے یہ چاہا گیا کہ وہ مسودۂ پارلیمنٹ پر قوم کی مرضی کا اظہار کرے، جب اس جنگ نے ترقی کی تو امرا نے پیہم مسودات قانون اور قراردادوں کی رو سے یہ چاہا کہ عاجلانہ طور پر اصلاح کی تجویزیں منظور کرکے اس حملے کی روک کریں مگر یہ کارروائیاں مشتے بعد از جنگ کا حکم رکھتی تھیں۔ وراثتِ خلفِ اکبر کے اصول کو جو کسی وقت میں نظام سلطنت کا اساس خاص اور انگلستان کے نظم زمینداری کی بنیاد، سمجھا جاتا تھا، اُسے ترک کرکے انھوں نے ایک تجویز یہ پیش کی کہ نسب و خدمات دونوں کو مجتمع کر لیا جائے اور انتخاب ونامزدگی کے طریق پر بھی عمل ہو۔ انھوں نے زور دیا کہ "جن مسودات مالی سے معاشری یا سیاسی اثرات مترشح ہوں"، انھیں مسترد کر دینے اور ان میں ترمیم کرنے کا حق امرا کو ہونا چاہئے۔ اس سے انھیں مالیات پر دارالعوام کے مساوی اقتدار حاصل ہو جاتا۔ انھوں نے یہی تجویز کی کہ متنازعہ فیہ مسائل کا امرا و عوام کے مشترکہ اجلاسوں میں فیصلہ کیا جائے؛ اور یہ خواہش بھی کی کہ جب دارالامرا، یا دونوں ایوانوں کے

جنوری، دسمبر ۱۹۱۰ء

ناراضامند اشخاص متحد ہو کر کسی مسئلے پر قوم کے خاص تصفیے کا مطالبہ کریں تو اُسوقت "مراجعہ" سے کام لیا جائے، یہ ایک پرخطر بدعت تھی جو نیابتی حکومت کے تمام نظم کو درہم و برہم کر دیتی، لیکن اب اس قسم کی تجویزوں کا وقت گزر گیا تھا، موازنہ کے مسترد کر دینے سے طبیعتوں میں اس درجہ اشتعال پیدا ہو گیا تھا کہ بحث و مفاہمت کے لئے کوئی موقع باقی ہی نہیں رہا تھا۔ ۱۸۳۲ء کی طرح قانون پارلیمنٹ امرا کے پاس اس تہدید کے ساتھ بھیجا گیا کہ اگر ضرورت ہوگی تو اس قدر نئے امرا بنا دیئے جائیں گے کہ وہ مخالفت پر غالب آجائیں، اس موقع پر ایوان امرا دروازوں تک بھرا ہوا تھا اور جوش کی کوئی حد و غایت نہ تھی، آخری وقت تک نتیجے کی طرف سے شک تھا، چھ سو چھتیس امرا میں سے انہتر لبرل امرا نے مسودے کی موافقت میں، اور ایک سو چودہ انتہا پسند ٹوری امرا نے اس کے خلاف میں رائے دی، تقریباً پچاس اعتدال پسند ٹوریوں نے اس خیال سے لبرلوں کا ساتھ دیا کہ پانچسو نئے امیر بنا کر ان کا تختہ غرقاب نہ کر دیا جائے۔ یہ قانون ایسے غیظ و غضب کے طوفان میں منظور ہوا کہ اس ایوان میں کبھی اس سے پہلے یہ حالت پیش نہیں آئی تھی، جب اس شور کی آواز دارالعوام تک پہنچی تو وہاں ایک نیا غلغلہ بلند ہوا جو پارلیمنٹ کی دیواروں کے باہر تک سنائی دیا، یہ آوازہ طرب یہ ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ امرا کو عوام کی مرضی پر سر جھکانے کے لئے مجبور کر دینے والی اعلےٰ قوت قوم ہی کے ہاتھ میں ہے اور قوم کی طرف سے یہ قوت "وزیر اعظم" یعنی "برگزیدۂ قوم" کو تفویض ہے۔ دارالامرا نے (جو دنیا میں قدیم ترین مجلس ہے) جب یہ دیکھا کہ اس کے آزادانہ اختیارات اور اس کے قدیم موروثی روایات دونوں کے دونوں ایک ساتھ رخصت ہو گئے ہیں، تو تغیر کا پورا دور دورہ ہو گیا اور لوگوں کو آخرالامر ان حالات سے سابقہ پڑا جن کی پیشین گوئی پہلے قانون اصلاح کے مخالفوں نے کر دی تھی کہ اس قانون کا نتیجہ یہی ہونا ہے کہ اس سے وسیع و اساسی تغیرات واقع ہوں گے اور دارالامرا کی ہستی اگر کلیتہً فنا نہ ہو جائے گی تو کم از کم اسکی آزادی تو ضرور ہی برباد ہو جائے گی۔ دوسرے قانون اصلاح کے وقت بیجہٹ نے امرا کو متنبہ کر دیا تھا کہ جو طوفان دارالامرا کو

اڑا لیجانا چاہتا ہے وہ اپنے ساتھ موروثی ریاست، وسیع اجتماع املاک اور معاشری اثر سب کو بہا لیجائے گا۔ اس کے الفاظ یہ تھے کہ "جب تک دار الامرا قائم ہے اُسوقت تک تمام جماعت امرا کو سوسائٹی پر اس سے بے انتہا زیادہ اثر حاصل رہے گا جو دار الامرا کے منسوخ ہو جانے کی صورت میں ہوگا"۔ اسی قسم کی پیشین گوئیاں تیسرے قانون اصلاح کے متعلق بھی ہوئی تھیں کہ "یہ ایک ایسی کارروائی ہے جسکا اثر ہر قسم کی جائداد کے قبضے و انتقال پر اسی طرح پڑے گا جیسا کہ دوسری کارروائیوں کا اثر سیاسی تنظیمات کے اصول و عمل پر پڑا ہے"۔

آئرلینڈ و اصلاح — اگر فیصلہ تنہا **انگلستان** کے اوپر منحصر ہوتا تو ایک ایسا عظیم الشان تغیر آخری وقت میں بھی ٹل جاتا، کیونکہ سنہ ۱۹۱۰ء کے انتخاب کے وقت رائے دہندوں کے خیالات مختلف مقاصد کی طرف بٹے ہوئے تھے، ایوان ثانی، اصلاح محصول درآمد و برآمد، اتحاد (آئرلینڈ) اور موازنہ جس سے تمام معاشری قوانین تشریعیات کی بحث اٹھ کھڑی ہوتی تھی، سب اپنی توجہ اپنی اپنی طرف کھینچ رہے تھے، ایسی حالت میں کسی ایک قانون کے وضع کرنے کے متعلق ملک کی رائے لینے کی مشکل اس سے ظاہر ہے کہ اس انتخاب کا نتیجہ کیسا کچھ الجھا ہوا سا رہا۔ **انگلستان** میں دونوں فریقوں کا توازن برابر برابر رہا، ایک طرف حرفتی بلدات و قصبات تھے اور دوسری طرف زرعی اضلاع، غرض ۲۷۴ لبرل اور ۲۷۲ ٹوری منتخب ہوئے اور ان دونوں سے الگ ایک گروہ ۴۱ حزب العمال کا تھا۔ **اسکاٹلینڈ** اور **ویلز** نے حکومت کی تائید کی مگر دونوں کے وجوہ مختلف تھے، قوم کے فیصلے کی مختلف تاویلیں کی جانے لگیں۔ اغراض کی اس ابتری اور قوتوں کے اس توازن میں آئرلینڈ کو حصول رفعت کا موقع مل گیا اور اسی نے اس قضیے کا تصفیہ کیا۔ موازنہ جسمیں اب ایک برس کی تاخیر ہو گئی تھی ہاؤس کی منظوری دینے کے قبل (آئرلینڈ کے) قوم پرستوں نے انتہا پسند استیصالیوں کے ساتھ ملکر یہ مطالبہ کیا، کہ تمام کاموں سے پہلے "حق تردید" منسوخ کر دیا جائے حکومت قطعاً وحتماً اس امر کا اقرار کرے کہ مسودہ قانون پارلیمنٹ کو وہ اتمام تک پہنچائے گی اور "ہوم رول" (حکومت خود اختیاری) کا راستہ کھلا چھوڑ دے گی۔

سنہ ۱۹۱۰ء
اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

تاریخ کے انتقامات کی یہ بھی ایک مثال ہے کہ ایک قوم جو اپنے ملک کی حکومت خود اختیاری سے منقطع کر دی گئی ہو اسے مدت تک یہ قوت حاصل رہے کہ وہ سمندر کے دوسرے جانب انگریزی سیاسیات کو یا اپنے حسب مرضی چلائے یا اسمیں ابتری برپا کر دے، ۱۸۰۱ء سے ۱۸۹۶ء تک دس وزارتیں آئرلینڈ ہی کے معاملات میں اپنی جگہ سے گریں۔ اس اتحاد کے قانونی صورت اختیار کرنے کے بعد، جو سیاسی رجعت و اضطراب کے تاریک ترین دور میں تجویز ہوا تھا، اہل آئرلینڈ، انگلستان کی مزدوری پیشہ جماعتوں میں عمومی آزادی کے مبلغ کے طور پر گشت لگاتے پھرتے تھے، اور انھیں نے عامۃ الناس کی تنظیم کے نمونے پیش کئے، اور سب سے پہلے "قومی اتحاد مزدوراں" کے ترتیب دینے کے لئے سرگروہ مہیا کئے، اور انھیں نے منشوریوں کی شورانگیزی کی بنا قائم کی۔ یہی اہل آئرلینڈ تھے جنھوں نے "قانون رفع قیود" کے وسیلے سے سرکاری کلیسا کے غلبہ پر، "جنگ عشر" کے ذریعے سے اس کے املاک کے غالبانہ دعاوے پر، اور "قانون منسوخی کلیسائے سرکاری" کے توسط سے اسکی سیاسی اہمیت پر، پہلی خوفناک ضرب لگائی۔ مسئلہ اراضی میں اہل آئرلینڈ ہی نے بساط جنگ بچھوادی، آئرلینڈ میں، غیر مقید زمینداری، اس کے سیاسی و معاشری دیوالیہ پن، اور تحریک کی قوت کا منظر پیش کر کے انھوں نے انگریزی کسانوں اور مزدوروں میں ایک نئی حرکت اور نیا ولولہ پیدا کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ انھوں نے انگلستان کے طبقۂ امرا کو اس اکھاڑے میں اترنے پر مجبور کر دیا جسکے حدود اسوجہ سے تنگ ہو گئے تھے کہ یہ امرا آئرلینڈ کے اس نظم زرعی سے اتحاد و اتفاق رکھتے تھے جس نے تعزیری قوانین کے تحت میں نشو و نما پائی تھی اور جو تہدید کے ذریعے سے قائم تھا، چودہ برس کے اندر انگلستان میں زمیندار شرفا کی قوت منتشر ہو گئی تھی اور اس جنگ کی آواز بازگشت، انگلستان میں محسوس ہو رہی تھی آئرلینڈ کے پہلے قانون اراضی کے بعد ہی، ۱۸۳۴ء کے بعد سے پہلی مرتبہ انگلستان کے زرعی مزدوروں میں اضطراب پیدا ہوا، اور انگلستان کے کسانوں نے پہلی مرتبہ یہ لاحاصل کوشش کی کہ ابتری سے ان کا جو نقصان ہوا ہے اُسکا معاوضہ ملے۔

دوسرے قانون کے بعد پہلی مرتبہ قوانین شکار میں ترقی کی گئی، یہی قوانین تھے جن کے متعلق برائٹ نے ۱۸۴۵ء میں دیہات کے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ ان قوانین کے تحت میں سالانہ پانچ ہزار آدمیوں کو جرمانہ، قید اور جلاوطنی کی سزا بھگتنی پڑتی ہے، اس کے ساتھ ہی کاشتکاروں کو زیادہ موثر طور پر معاوضہ نقصان دیا گیا، اور اسوقت کسی ایک شخص نے بھی ”آزادئ معاہدہ کے مقدس حق کے لئے آواز بلند نہیں کی۔“ انگلستان اور آئرلینڈ کے درمیان جو غار عمیق پیدا ہوگیا تھا، اس میں بقول گوشن، انگلستان ”مراعات پر مراعات پھینکتا چلا گیا۔“ وہ کہتا ہے کہ ”ہم نے اس غار میں اصول کے بڑے بڑے مدور پتھر لڑھکا دیئے ہیں، اور بڑی بڑی عظیم الشان پارلیمنٹی قربانیاں اس کی نذر کردی ہیں۔“ جو اصول اس راہ میں صدقے ہوئے تھے وہ ازلی و ابدی اصول نہیں تھے بلکہ نظام سلطنت کی وہ صورت تھی جسے انگلستان نے اتحاد آئرلینڈ کے قبل اپنے لئے قائم کیا تھا، اور اتحاد کے بعد بھی بلا تغیر اسے قائم رکھنا چاہتا تھا۔ ایک صدی تک آئرلینڈ کو تہدید کرتے رہنے سے حکمران ملک نے بنتھم کی اس تعلیم کو بھلا دیا کہ قانون کا علمی اصول پر نفاذ پذیر ہونا اور اس کا منضبط طریقہ پر مبنی ہونا رعایا کے تحفظ کی بہترین صورت ہے۔ اب رائے عامہ میں یہ خیال داخل ہوگیا کہ قانونی نظم و نسق شخصی رائے کے تابع ہے اور قانون کی مقاومت سے کوئی جرم لازم نہیں آتا۔ آئرلینڈ نے دار العوام کو یہ نقصان پہنچایا کہ قوانین تہدید کے اجرا کے لئے ”ضوابط مباحثہ“ بنانا پڑے جس سے دار العوام کی قدیمی آزادی برباد ہوگئی، ”قانون احضار بلزم“ کے معلق کرنے کے لئے سد الباب کا طریقہ نکلا، اور ایک دائمی ”قانون جرائم“ کو منظور کرنے کے لئے طریق ”جلوتیں“
جاری ہوئی، اور پارنل کے مقدمے کی سماعت کے لئے جبراً و قہراً کمیشن کا تقرر ۱۸۷۸ ۱۸۹۱
ہوا۔ اس اتحاد کی وجہ سے جب سلطنت نے زیادہ مرکب ہیئت اختیار کرلی، اور آئرش فریق جو جداگانہ اغراض کا نمائندہ تھا اس نے نئے گروہوں کے لئے ایک نمونہ قائم کردیا تو دو فریقوں کا وہ طریقہ جسے انگلستان نے اپنے خاص
ضروریات کے لحاظ سے تدریجاً پیدا کرلیا تھا، درہم برہم ہوگیا۔ اہل آئرلینڈ کے ۱۸۷۷ء

جذبات سے ان کے قدیم معاند (دار الامرا) کے خلاف جس سے یہ لوگ ہمیشہ لاحاصل التجائیں کرتے رہتے تھے، کام لیا گیا اور ایک نسل کے اندر اندر، طبقۂ امرا کا موروثی اقتدار اور ان کے ایوان کا غالبانہ اختیار شکست ہو گیا جب اہل آئرلینڈ، برطانیہ کے طبقات مزدوراں کے ساتھ متحد ہو گئے تو ان کے اس اتحاد کے سامنے وراثت خلف اکبر کی فوقیت اور بڑی بڑی ریاستوں کی قوت سب پست ہو گئی اور قدیم نظام سلطنت بیخ و بن سے ہل گیا، آئرلینڈ کبھی اس امر سے باز نہیں رہا کہ اتحاد کی رو سے برطانیہ عظمیٰ کے ساتھ اس کے جو تعلقات قائم ہو گئے تھے انھیں ایک مسئلۂ متنازعہ فیہ بنائے رہے اور اپنے "ہوم رول" کے پیاپے مطالبات سے انگریزی فریقوں کو پاش پاش کر دے۔ بارہ برس کے اندر اندر اس مسئلے کے حل کرنے کی ایک چوتھی کوشش کی گئی کہ ایک تجویز "تحویل" کی سوچی گئی جسے مسودہ کونسل ہائے آئرلینڈ ۱۹۰۷
میں مدون کیا گیا، اور جب اسے ناکافی قرار دے کر خارج کر دیا گیا تو اس کے بعد ایک نیا مسودۂ قانون پیش ہوا کہ آئرلینڈ کی پارلیمنٹ از سر نو بحال کر دی جائے اور وہاں کے حکام عاملانہ اسی کے روبرو جوابدہ ہوں، یہ مسودہ اب پارلیمنٹ کے زیر غور ہے، اسی قسم کے "ہوم رول" کی تجویز سے اس بحث کا دروازہ کھل گیا ہے کہ ۱۹۱۱-۱۹
صرف آئرلینڈ ہی کے لئے ایک نئی حکومت نہ ہو بلکہ سلطنت متحدہ کے تمام اعضا کے لئے ایک متفقہ نظام سلطنت قائم ہو۔ اٹھارھویں صدی میں جلیل القدر لارڈ چیتھم اس اتحاد کے خیال ہی کے قبول کرنے سے برابر انکار کرتا رہا تھا جس سے برطانوی مجلس وضع قوانین میں آئرش امرا و عوام کے اضافہ سے طغیانی آجائے۔ زمانۂ جدید کے مبصروں کے لئے یہ کہنا آسان نہیں ہوگا کہ انجام کار ان میں سے کونسا طبقہ سلطنت کے قدیم توازن کے لئے سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔

پس اہل آئرلینڈ، انگلستان میں اپنے مخصوص مسائل اور اپنی نئی قوتوں کو داخل کر کے اسکی ترقی کو تیز بھی کر سکتے ہیں اور اس میں روڑے اٹکا کر سلطنت متحدہ و شہنشاہی کے اہم سیاسی مسائل میں ابتری بھی پیدا کر سکتے ہیں، لیکن جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں تمام صدی میں انگریزی قوم خود اپنی ان تھک قوت سے

کومت
یاری

عمومی حکومت خود اختیاری کو پورے طور پر مکمل کرنے کے لئے برابر آگے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ (تکلیفیں اگرچہ بہت بڑھتی ہوئی تھیں مگر) قوم کے اعتبار سے ان سو برسوں کی خاص کامیابی یہ نہیں تھی کہ ان تکالیف میں تخفیف ہوگئی بلکہ کامیابی یہ تھی کہ ہر صنف کے لوگ کامل شہرت کے رتبے پر پہنچ گئے یہاں تک کہ برطانیہ عظمیٰ کے باشندے حکومت عمومی کے پیشرووں میں تمام دنیا سے مقدم قرار پا گئے۔ حکومت خود اختیاری کے حس شعور و ادراک نے طبقات مزدوراں کی رضا کارانہ انجمنوں میں پرورش و تربیت پائی، اور قصبات و دیہات کے مقامی نظم و نسق کے وسیلے سے طبقات متوسط میں نشو و نما حاصل کی اور اس حد پر پہنچا کہ پارلیمنٹ اور مجالس وزرا پر اقتدار جمالیا، اب اسے روکنا یا اسے کسی خاص روش کی طرف پھیرنا وزرا کی قوت سے بالاتر ہو گیا تھا۔ ایک طرف حکومتیں اور پارلیمنٹیں آئندہ کے متعلق غیر متیقن اتفاقات کی امید و بیم کے کنارے کھڑی ہوی تھیں اور نہیں جانتی تھیں کہ آئندہ ان کی قسمت میں کیا لکھا ہے، دوسری طرف گزشتہ صدی کے انقلاب نے لوگوں کی جہالتوں، ان کی سرگردانیوں اور ان کی خیال آرائیوں پر ایک نظر غلط انداز بھی نہیں ڈالی اور اپنا رخ بدلے بغیر ایک روش پر چلا جا رہا تھا۔ اس زمانۂ تغیر کے سربرآوردہ انگریزوں میں سے صرف **گلیڈاسٹون** کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی شخصی زور و قوت سے اپنے وقت کے واقعات کو مغلوب کر لیا تھا، اور اپنے حاوی و غالب ارادے کے علامات ان واقعات پر نقش کر گیا ہے۔ (تغیر کے اس طوفان بلاخیز کے) عین منجدھار میں اس نے **انگلستان** کو مجبور کر دیا کہ وہ عمومی و قومی مطالبہ کے پورے زور و قوت کو سمجھ لے۔ اصل یہ ہے کہ سیاسی فریقوں کے مساعی اس رو کو نہیں پھیر سکے بلکہ اس رو نے خود انھیں کو توڑ دیا۔ اس نے ٹوریوں کو کنسرویٹو بنا دیا اور پھر جب کنسرویٹو نے کوئی زیادہ پائدار نام اختیار کرنا چاہا تو انھیں "یونینسٹ" (حامی اتحاد) کا لقب دیدیا۔ اس نے وہگوں کو لبرل اور پھر لبرلوں کو ریڈیکل (استیصالی) بنا دیا، اور قریب ہے کہ یہ ریڈیکل اب نئے گروہوں میں منقسم ہو جائیں۔ جماعت مزدوراں نے اپنی ہیبت ناک مخالفت سے باری باری سب کو سرفراز کیا ہے، تمام طبقات ان تغیرات سے جنکی کوئی نظیر تاریخ **انگلستان** میں نہیں ملتی مغلوب ہو کر

پوشیدہ غیر معلوم معاملات کی طرف قدم بڑھاتے چلے جا رہے ہیں۔ سو برس پہلے کے زمیندار جو علمی طریق پر زراعت کرتے اور احاطوں کے بنانے میں ہمہ تن مستغرق تھے، انھوں نے اس امر سے کچھ تنبہ نہ حاصل کیا کہ جس طریق کار نے زرعی مزدوروں کے دلوں سے ان کے آبائی جھونپڑوں اور دیہات کی اراضی مشترک کی الفت کو زائل کر دیا ہے اور کاشتکاروں کو مزدوری پیشہ بنا دیا ہے، وہ طریق کار آخر میں ان کے قدیمی دار الامرا کی قسمت کو بھی میٹ کر رہے گا۔ اگر اس زمانے کے اقتصادیات کو صحیح باور کیا جائے تو توریث کا ٹوری اصول اور قدیمی حقوق کا فخر قومی زندگی کے اندر بیخ و بن سے اکھڑ گیا تھا۔ علیٰ ہذا ارباب دولت نے حرفتی انقلاب کی وجہ سے جو وسیع شخصی قوت پیدا کر لی تھی، انھیں بھی زمانہ آئندہ میں اس قوت کے متعلق کچھ اچھے آثار نظر نہیں آتے جب تک اعلےٰ کاریگر اور مزدور سب اجیر مزدوروں کے ایک عام انبوہ میں بلا امتیاز شامل رہیں گے اسوقت تک بالضرور دولت کا اجتماع ہوتا جائے گا لیکن ان مدت العمر مزدوری کرنے والوں کی ضروریات کے بالاستقلال اضعافاً مضاعفاً بڑھ جانے سے اور ان کی اس سعی و کوشش سے کہ وہ زندگی پر خود اقتدار حاصل کر لیں ایک نیا دار العوام صورت پذیر ہو گیا ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ دار العوام کے اس موجودہ تغیر کا انجام کیا ہونا ہے۔ اگر ایوان اعلےٰ کو کوئی تدبیر ایسی نکالنا ہے جس سے وہ بغیر طرفدارانہ نظر ثانی کی قوت حاصل کرے تو ایوان ادنےٰ کو بھی اپنے لئے ایسے تحفظات کے مہیا کرنے کی ضرورت ہے جس سے وہ قوم کی مرضی کو قوم کے آزادانہ منتخب شدہ نمائندوں کے ذریعہ سے بے دغدغہ آزادی کے ساتھ ظاہر کر سکے۔ آئندہ کے اس قسم کے مسائل میں گزشتہ واقعات نقش قدم کا کام نہیں دے سکتے کیونکہ اس سے پہلے انگریزی تاریخ میں کبھی ایسا زمانہ نہیں آیا تھا کہ روایات قدیمہ کی وقعت اس درجہ پست ہو گئی ہو یا سلطنت کی قدامت کا فخر اس طرح بے چون و چرا خاک میں ملا دیا گیا ہو۔ وہ کنسرویٹو طبقات جو ایک صدی پہلے انگریزی نظام سلطنت کو یہ سمجھتے تھے کہ انسانی تخلیقات میں وہ تقریباً اتم و اکمل شے ہے، وہی کنسرویٹو اب انقلابی تغیرات کے بڑے پرجوش حامی بن گئے ہیں۔ مزدوروں کی

دنیا ان لوگوں کے روایاتِ قدیمہ کے قبول کرنے سے انکاری ہے جو اپنے حقوق کی بنا زمانۂ قدیم پر رکھتے ہیں، ان مزدوروں کا دعوٰے یہ ہے کہ وہ لاکھوں بے نام ونشان اشخاص جو گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوے ہیں وہی نئی دنیا کے حقیقی وقابل اعتماد بانی ہوں گے۔ جو لوگ ماضی کے مسلسل مشکلات پر غالب آتے رہے ہیں وہ ان خطرات پر جن کی آئندہ ترقی میں سنگ راہ بننے کا گمان ہوتا ہے، غیر متزلزل اعتماد کے ساتھ نظر ڈالتے ہیں۔ عمومی حکومت کو منزل مقصود تک پہنچانے میں جس پُر خطر ہفتخوان کا سامنا ہے، اسے طے کرنے کے لئے انھیں اپنی تربیت یافتہ تنظیمات کے انضباط، اپنے امور عامہ کے کاموں کی ممارست اور عام اغراض و ذمہ داریوں کے مجموعی احساس کی وسعت پر بھروسہ ہے، اسے خواہ مردانہ خود اعتمادی کا نتیجہ کہیں یا تغیرات کی نئی پیدا شدہ عادت کا اثر سمجھیں لیکن ہے یہ کہ لوگ اُس ہمہ تن انقیاد و مضطربانہ خوف سے آزاد ہوتے جاتے ہیں جس نے پرانے وقتوں کے ایک دارالعوام میں (جب اسے اپنے امتیازات کے شکست ہو جانے کا خطرہ پیش آیا) ہل چل ڈال دی تھی، اور اس سیکڑوں آنکھیں پرنم تھیں، بہتوں نے بولنا چاہا مگر خود اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر خاموش ہو گئے"۔

۱۶۲۸ سو برس پہلے جبکہ بلند پایہ اصولوں کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں اور سرکش انبوہ عوام، آزادی کے بند دروازوں کو فتح کرنا چاہتا تھا، تو بہت سے پرجوش شاعر تاریکی کے رفع ہونے اور نئے زمانے کے کامیاب رہنے کے راگ گانے کے لئے موجود تھے، صدی کا کچھ زمانہ گزرنے کے بعد عام خوش حالی کے اندر جنگ کا یہ شور و شر غائب ہو گیا، اور طبقۂ متوسط نے اپنے لئے جو آزادی و ترقی حاصل کر لی تھی اسیران کے مطمئن ہو جانے سے شاعری بھی عکس پذیر ہوی، اور اس نے بھی نرم روش اختیار کی اور ہنگامۂ آزادی کا غوغا بند ہو گیا۔ بعد کے زمانے میں جب عام رضامندی سے تمام اہل ملک کے لئے یکساں آزادی وحصول مواقع کو اصولاً تسلیم ومحفوظ کر لیا گیا، تو پھر قومی فرائض نے ان قبول شدہ اصولوں کو عملی شکل میں لانے کے لئے بہت ہی نازک شرح وبسط کی صورت اختیار کی گویا وہ تربیت و توازن کا ایک صنعی آلہ بن گیا۔ زندگی کی بیتوں نے زیادہ سست رفتار اختیار کی، مادی خیالات نے سب سے تقدم حاصل کر لیا، اور جزئیات کے

انبار نے اس جوش وخروش کو نظروں سے بالکل پوشیدہ کردیا جو آزادی کے درخشاں تجلیات کی ابتدائے جنگ میں پایا جاتا تھا، علم ادب کو اس قسم کی جزئیات کی لاحاصل محنت سے کوئی سروکار نہیں تھا، لیکن اگر اسوقت کے مادی کاروبار میں عمل کے ولولہ انگیز خیالات کم روشن نظر آتے ہیں، تو (اسکی تلافی اس طرح ہوجاتی ہے کہ) معاملاتِ عامہ میں انہماک کے ساتھ کام کرنے والوں کی تعداد کے روزافزوں ہوتے جانے اور اس انقلاب عظیم کے آئندہ مرحلے کے واسطے تیار ہونے کے لئے جیسی علی الاتصال کوششیں اور بیدار مغزی کی ضرورت ہے، اس کے وجود میں آجانے سے اخلاقی جوش واعتماد کی حدیں وسیع ہوگئی ہیں، **انگلستان** کی تاریخ میں کوئی وقت ایسا نہیں آیا ہے جب آئینی تغیرات کے مسائل نے ایسی فوری ونازک صورت اختیار کرلی ہو یا انگریزی قوم کی عقل ودانش اور ان کی باہمی وفاشعاری کی ایسی سخت آزمائش کی ضرورت پیش آگئی ہو۔ اس وقت کوئی طبقہ بھی اگر ادائے فرض سے پہلو تہی کرے گا تو پھر ناکامی یقینی ہے۔ اگر یہ کام تنہا جماعت مزدوراں پر چھوڑ دیا گیا کہ وہی ترقی کے لئے اعلےٰ جوش اور قوت تحریک پیدا کریں، یا مادی آرام و آسائش کے زیادہ وسیع کرنے کے تقاضے کو علمی دوربینی ورہبری کے بغیر اختیار کرلیا گیا، یا دولت مند اور صاحب فرصت طبقات کی طرف سے اس معاملے میں محض سوء ظن ورجعت پسندی سے کام لیا گیا، یا تمدنِ جدید میں معاشری اغراض کے زیادہ لطیف فہم وفراست کے پیدا کرنے میں وہ ناکام رہے تو نتیجہ سب کا یہی ہے کہ مادیت کو غلبہ حاصل ہوجائے گا اور ان میں سے ہر ایک، علی قدر مراتب اس کا جوابدہ ہوگا۔ ہم اس خطرے کے قریب پہنچے جاتے ہیں جسے ایک آزاد قوم کے ایک بہت بڑے حکمران یعنی رئیس الجمہوریہ لنکن نے پہلے ہی دیکھ لیا اور کہدیا تھا کہ "مدتوں سے یہ امر ایک اہم سوال پیش نظر رہا ہے کہ آیا کوئی حکومت جو اپنی قوم کی آزادی کے لئے زائد از ضرورت قوی نہ ہو وہ اہم نازک مواقع پر اپنی ہستی کے قائم رکھنے کی قوت بھی رکھتی ہے یا نہیں"۔ دنیا کو یہ دیکھنا ہے کہ جن قوموں نے یہ عزم کیا ہے کہ وہ انسانی آزادی کا آخری راز دریافت کئے بغیر نہ رہیں گی انھیں ابھی کس قدر امتحانات ومصائب کے درمیان سے گزرنا اور نئی نئی زندگیاں اختیار کرنا باقی ہے ؟

جزو دوم

خارجی و استعماری حکمتِ عملی

۱۸۱۵ - ۱۹۱۴

عصر جدید

جنگ واٹرلو کے بعد برطانیہ کی معاشرتی و سیاسی ترقی اب مثل سابق صرف قومی حالات ہی کے تابع نہیں تھی بلکہ جن اثرات کے تحت میں نیا انگلستان صورت پذیر ہوا تھا وہ بہت کچھ بدل گئے تھے۔ چونکہ اس جنگ کے ختم ہونے کے بعد برطانیہ نے اپنی توجہ وسیع سمندروں کی طرف منعطف کردی تھی اور یورپی معاملات سے اپنے کو الگ کرلیا تھا، اس لیئے برّاعظم کے افکار علمیہ کی نسبت بھی دلچسپی کم ہوگئی اور اس صدی میں برّاعظم کے اعلیٰ علم ادب نے جسقدر کم اثر انگریزوں کی طبیعت پر ڈالا شاید پہلے کسی صدی میں ایسا نہیں ہوا تھا، اسی حال میں ایک صدی گزر گئی پھر کہیں جاکر یہ آشکارا ہوا کہ وہ پر زور طاقتیں جو عنقریب یورپ کے منظر کو بدلا چاہتی تھیں انکی طرف سے ملک میں کیسی سخت لاعلمی طاری ہے، لیکن کرۂ ارض کے پانچویں حصے پر برطانوی شہنشاہی کے وسیع ہوجانے سے، اس دوران میں سیاسی اثر کی دو متضاد لہریں دنیا کے بعید ترین حصص سے چلکر اس جزیرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ ایک طرف تو ان حکام کی تعداد جو دور دراز توابع سے آتے تھے روز بروز افزوں ہوتی جارہی تھی ان حکام کی تربیت نظم حکومت میں اس طرز کی پہنچی ہوئی ہوتی تھی جو ایک بڑی قوم ماں باپ بنکر دوسری قوم پر کرے۔ اس لیئے جب وہ واپس آتے تھے تو ایسا تجربہ اور ایسی طبیعتیں لیکر آتے تھے جو وطن کے عمومی رجحانات کے مغائر و مخالف ہوتی تھیں۔ دوسری طرف استعماری عمومیتوں کا مسلسل دباؤ پڑ رہا تھا، ان مستعمرات میں آزادی کی آندھی بڑی تیز چل رہی تھی جس نے پرانے انتظامات کو الٹ پلٹ کردیا تھا اور یہ دباؤ

وہ ہے جسکے زور کو انگلستان نے اب سمجھنا شروع کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ موتمر وائنا کے وقت سے انگلستان ایک ایسے زمانے میں داخل ہو گیا ہے جسکی وسعت وہجوم کی حد وغایت اور جسکی پیچیدگیوں اور الجھنوں کی کوئی نظیر سابق میں نہیں ملتی، پس ان نئے حوادث وحالات سے عہدہ برآ ہونے کے لیئے برطانیہ کی تمام خارجی واستعماری حکمت علی کو ایک نئے سانچے میں ڈھالنا پڑا ؛

موتمر وائنا ۱۸۱۵ء میں جنگ وانقلاب کا وہ دور ختم ہوا جو تقریباً تیس برس تک قائم رہا تھا۔ انیسویں صدی کا افتتاح (غیر متوقعہ) بدنظمی وابتری کے ساتھ ہوا، سرحدوں کی حالت یہ تھی کہ وہ تودہائے ریگ کی طرح اِدھر سے اُدھر ہوتی رہتی تھیں، کتنے تاج وتخت تھے کہ انکا کوئی والی وارث نہ تھا، اور کتنے بادشاہ تھے جو بے تاج ونگین تھے۔ مدبرین ملک کو ایک سربازانہ جدل وقتال کے نتائج مابعد سے دوچار ہونا پڑا تھا، اور انھیں ایک ایسے براعظم کو از سر نو ترتیب دینا تھا جسکے باشندے بے بس تھے اور مبہوت ہوکر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے تھے۔ یہ زمانہ دیرپا امن کے قائم کرنے کے لیئے نامبارک ثابت ہوا۔ جذبات شدت کے ساتھ بھڑک رہے تھے اور بے اعتمادیوں کی گرم بازاری تھی۔ تعین حدود، تاوان اور تحفظات کے سوالات نے تمام توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی۔ البا سے نپولین کی واپسی نے سکون خاطر کے ساتھ غور وفکر کو روک دیا۔ موتمر وائنا نے اپنا کام جس طرح ہوا الٹا سیدھا ختم کیا اور عہدناموں کے ایک طومار پر روا روی میں دستخط ہو گئے۔ کانٹ نے
۱۷ دائمی امن کے لیئے ایک مدلل تجویز کا اعلان کیا تھا، اور شہنشاہ روس الگزنڈر اول نے سب جگہ ایک ہی قانون عامہ کے قائم کرنے کا خیال ظاہر کیا تھا، مگر دوبارہ جنگ وجدل کے برپا ہو جانے سے جسکا خاتمہ واٹرلو
۱۸۰ میں ہوا یہ سب تجویزیں بالائے طاق ہوگئیں۔ انگریزوں کے نمایندہ لارڈ کاسلری
۱۸۲ نے جسکو امید تھی کہ ایک دائمی "ارتباط" قائم ہوجائے گا، بین الاقوامی پولس کی تجویز مسترد کردی۔ وہ پہلے ہی سمجھ گیا کہ یہ پولس زیادہ تر روسیوں پر مشتمل ہوگی

اور اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں الگزنڈر دوسرا نپولین نہ بن جائے۔ مدبرین اپنے اپنے اغراض و مقاصد کے اعتبار سے مختلف الرائے تھے، اگرچہ موتمر کے ایک اعلام کے ذریعے سے بردہ فروشی کے بند ہونے کا اعلان کر دیا گیا تھا تاہم (بالفاظ ٹیلرینڈ) "حبشیوں کا معاملہ" اس وجہ سے ملتوی کر دیا گیا کہ انگریزوں کی بحری طاقت کی طرف سے سب کو رشک و حسد تھا اور ان کے اختیارات تلاشی کی طرف سے بے اطمینانی تھی۔ ٹیلرینڈ جو اپنے زمانے کا سب سے زیادہ تجربہ کار و پرفن مدبر تھا، اس نے اس عام بداعتمادی سے فائدہ اٹھا کر "جائز" نظم حکومت کی ایک تعریف بیان کر کے اسکے منظور کئے جانے پر زور دیا۔ تعریف یہ تھی کہ جائز نظم حکومت وہی ہے جسکے مقبوضات کوئی تاریخی بنیاد رکھتے ہوں اس ذریعے سے باربن کے گھرانے والے، فرانس، اسپین اور نیپلز میں پھر برسر حکومت کر دیئے گئے اور قومیں "امیلشیوں کی طرح باڑوں میں بند کر دی گئیں"، ٹیلرینڈ کے اصول مسلمہ نے قومیت کا کچھ لحاظ نہ کیا اور اُن چھوٹی قوموں کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں جنھوں نے سب پر ظلم کرنے والے (نپولین) کو زیر کرنے میں مدد دی تھی، اور اب یہ قومیں پھر شاہی خاندانوں کی آز و حرص کا شکار رہ گئیں۔ جرمنی کے قومی اتحاد کا جو خوف طاری تھا، اسکو یوں رفع کیا کہ انتالیس جرمانی سلطنتوں کی ایک غیر مربوط سی مشترکیت قائم کر دی گئی اور آسٹریا کو اس مشترکیت کا سرگروہ بنا کر فرینکفرٹ کی ڈائٹ میں دائمی صدارت دیدی اور اس طرح قومی اتحاد یا کسی مضبوط مرکزی حکومت کے قیام کا راستہ بند کر دیا، غرض کہ کیتھولکی جنوب اور پروٹسٹنٹی شمال میں بنائے مخاصمت قائم کر دی گئی اور پروشا کو اس مصیبت میں پھنسا دیا گیا کہ جرمانی قوم کی سرگروہی حاصل کرنے کے لیئے وہ پچاس برس تک آسٹریا سے لڑتی رہے۔ اہل فنلینڈ، روس کے تابع اور اہل ناروے، سویڈن کے، تابع اور اہل بلجیم، ہالینڈ کے حوالے کر دیئے گئے۔ اطالوی بدستور آسٹریا کی رعایا بنے رہے، یا پوپ کے دنیاوی اقتدار کے تابع کر دیئے گئے،

اور اہل پولینڈ اس ناانصافانہ تقسیم کا بدستور شکار رہے۔ شورش کی آگ بجھادی گئی تھی مگر ہنوز کچھ چنگاریاں، پیروں کے نیچے روندنے سے رہ گئی تھیں۔

انگلستان و یورپ

کاسلری کی رہبری میں انگلستان کو براعظم کے ساتھ ایسا گہرا تعلق ہوگیا تھا کہ اس سے قبل یا اس سے بعد کبھی ایسا تعلق نہیں ہوا۔ جمہوریۂ فرانس کی لڑائیوں میں اس نے خود کو بہت صاف صاف رجعت پسندی کے اصول کے ساتھ متحد و متفق کردیا تھا، مگر نپولین کے آخری زمانے کی کشمکش نے زیادہ پیچیدہ ترکیب اختیار کی تھی، کیونکہ مطلق العنانی پر اصرار و ابرام کرنے کے پہلو بہ پہلو جرمنی و اسپین میں قومی تحریکوں نے ظاہر ہو کر اس نئی کشمکش میں حریت کے عناصر پیدا کردیئے تھے، لیکن جنگ واٹرلو کے بعد رجعت پسندی کی کامیابی مکمل ہوگئی۔ انگلستان نے محکوم قومیتوں کی جانبداری میں زبان تک نہ ہلائی، پوپ کی دنیاوی طاقت کے بحال کردینے میں مدد دی، اطالیہ و اسپین میں بدترین کلیسائی صورتوں کے دوبارہ قائم ہوجانے کو روا رکھا، اور جرمانی انتظام کی اس حقیر مطلق العنانی کو قبول کرلیا جو آسٹروی چانسلر، پرنس مٹرنک نے صادر کی تھی۔ خاندان باربن کی بادشاہی قائم رکھنے کے اقرار میں بھی وہ داخل تھا، کیونکہ لوئس ہژدہم جسے متحدین ”اپنے ساز و سامان کے اندر،، چھپا کر لائے اور تخت پر بٹھا دیا، اسے برطانی سپاہیوں ہی کے زور سے فرانسیسیوں پر مسلط کیا گیا تھا، اور انگریزوں ہی کے نظام سلطنت کے موافق وہ حکمرانی کرتا تھا، لیکن باوجود ناکامیوں کے موتمر نے لوگوں کو ”ارتباط یورپ،، کے ذکر مذکور کا عادی بنا دیا اور اس طرح بعد کے توقعات کے لیئے ایک نظیر قائم کردی۔ سات برس بعد تمام یہ کوشش جاری رہی کہ یورپی اقوام کے تعلقات اور مختلف سلطنتوں کے نیک و بد، دول عظام کے مشترک عمل کے تابع فرمان ہوں، مگر اس ارتباط کو دو فوری خطرات کا اندیشہ لاحق تھا۔ جن قوموں کے گلوں میں طوق غلامی ڈال دیا گیا تھا، انکا مسلسل تعرض، یعنی وہ حریت جو انقلاب کی جان رہ چکی تھی، پھر سر اٹھانے کے لیئے تیار تھا، اور قومی حقوق کے انتقاد سے ان قوموں میں اور بھی قوت آگئی تھی، لیکن

یورپی حکومتوں کو اس خطرے کا اتنا خوف نہیں تھا جتنا انھیں خود انگلستان کا دغدغہ لگا ہوا تھا، کیونکہ انگلستان کی حالت یہ تھی کہ وہ براعظم کے حلقے سے باہر واقع تھا، وہ اپنی حالت میں سب سے الگ اور اپنی ضروریات کا خود پورا کرنے والا تھا، اور اسکی نظر یورپ کے حدود سے بہت دور دور پہنچتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس یورپی حلقے کو توڑ کر نکل جانے والوں میں برطانیۂ عظمیٰ ہی سب سے مقدم ہے، وہ ایک ایسی نئی شہنشاہیت کی پرزور پیشرو تھی جو اس صدی میں قوموں میں جاری و ساری ہو جانے والی اور شہنشاہیت کی ہوس میں یورپی ارتباط کو پارہ پارہ اور یورپی طاقتوں کے توازن کو درہم برہم کر دینے والی تھی؛

شہنشاہی و قوت بحری

انگلستان جب جنگ ہائے نپولین سے فارغ ہو کر نکلا ہے تو اس نے اپنی بحری طاقت کے متعلق ایسی پرہیبت شہرت قائم کر لی تھی کہ سو برس تک کوئی ملک اسکی بحری طاقت سے آنکھ ملانے کی جرات نہ کر سکا۔ اس انقلاب کی لڑائیوں نے انکے قدیمی مقبوضات میں بحر شمال کے اندر ہیلیگولینڈ کا اضافہ کر دیا تھا، بحیرۂ روم میں قدم جمانے کے لئے اسے مالٹا کا ایک نیا موقع ہاتھ آگیا تھا، بحر ہند میں، اسے کیپ کالونی (جنوبی افریقہ) جزیرۂ ماریشس اور سیلون مع اپنے بندرگاہ ٹرنکومالی کے (جو ہر طرف سے زمین سے گھرا ہوا ہے)، مل گئے، اور جنوبی امریکہ میں ٹرینیڈاڈ اور ڈیمرارا سے کارآمد مستقر حاصل ہو گئے تھے۔ صلح کے بعد سنگاپور کا بھی الحاق کر لیا گیا، اور متواتر لڑائیوں کے بعد نشیبی برما اور آسام کا بھی اضافہ ہو گیا۔ اگر ایک طرف مشرق میں سرحدوں کے محفوظ کرنے، سرحدی قبائل کو خاموش کرنے یا
۱۸۱۹
۱۸۲۶
مشنریوں (مبلغوں) اور تاجروں کی حفاظت کی ضرورت سے فتوحات کا قدم آگے بڑھتا جاتا تھا، تو دوسری طرف آسٹریلیشیا کے ایسے نئے اقطاع ارض میں (جہاں اسوقت تک سفید رنگ تاجروں نے قدم نہیں رکھا تھا) نو آبادی قائم کرنے، یا کناڈا و جنوبی افریقہ میں (جہاں فرانسیسیوں اور ولندیزیوں نے پہلے ہی راستہ کھول دیا تھا)، غیر آباد زمینوں کے آباد

۱۸۱۹ کرنے سے، ایک دوسری شہنشاہی کی بنا پڑ رہی تھی۔ پانچ ہزار آباد کار جنوبی افریقہ
۱۸۲۴ کو بھیجے گئے اور ان پرانے قیود کے منسوخ کر دینے سے جو وطن میں سپاہیوں
کی ضرورت پڑنے پر عاید ہوتے تھے، بہت سے تارکان وطن ظلم و غربت سے
۱۸۳ پناہ حاصل کرنے کے لیئے سمندر پار چلے گئے۔ کابٹ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ
جارج چہارم ہی کے وقت میں "بادشاہت" کے بجائے "شہنشاہی" کا لفظ
اور بادشاہ کے بجائے (سوورن) "حکمران اعلےٰ" کا لقب مستعمل ہونے
لگا تھا۔ اور جو کاغذات کسی وقت میں "بادشاہ" کے روبرو پیش ہوتے تھے،
وہ اب "ہز میجسٹی (اعلیحضرت) کے قدموں پر ڈالے جاتے تھے"۔ سمندروں
میں تنہا انگلستان کے اتنے تجارتی جہازات چلتے تھے جتنے تمام قوموں
کے ملکر چلتے تھے اور اسکے بندرگاہ بیرونی دنیا کی پیداوار کے لیئے بین الاقوامی
بازار تھے۔ آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ کی روئی کا ہر ایک گٹھا لندن سے
ہو کر گزرتا تھا، تمام یورپ، روئی لورپول سے لیتا تھا۔ لنکا شائر
کے کرگھوں کے بنے ہوئے سامان کی ہندوستان میں بھرمار تھی۔
چین کی چائے، جزائر غرب الہند و شرق الہند کے گرم ممالک کی پیداوار،
جنوبی افریقہ کی بیش قیمت چیزیں سب انگریزی جہازوں میں بار ہو کر جاتی تھیں۔
ان اغراض و مقاصد کے لیئے جو ساری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے ہر ایک
بحری راستے کی رقیبانہ حفاظت ہوتی تھی اور ہر ایک کار آمد جگہ پر نگاہ لگی رہتی
تھی۔ بحر شمال کے مخرج پر "انگلستان کے قدیم بیرونی احاطہ" یعنی بلجیم پر
بھی حریفانہ نظر اس سے کم نہیں تھی جتنی آئرلینڈ کے ساحل پر تھی، اور یورپ
کے ہر ایک ساحلی ملک کا یہی حال تھا۔ برزیل اور راس امید کے
بحری راستے اور جبرالٹر کی حفاظت کے لیئے لسبن بڑی ہی اہمیت کا
قاعدۃ الجیش تھا، انسپین کو مراکو پر قدیمی حقوق حاصل تھے کیونکہ بحر روم
کے داخلے پر وہی حاوی تھا۔ نیپلز تنگ سمندروں کے راستے کو روکے
ہوئے تھا، آسٹریا، لیونٹ کی تجارت کو اپنے قابو میں کیئے ہوئے
تھا، ترکی، مصر و شام کے مالک ہونے کی حیثیت سے خلیج فارس اور

بحر احمر کے راستوں پر حکمراں تھی، ہندوستان کے مال کے بحر روم میں آنے کا سمندری راستہ یہی تھا۔ لیکن روس نے جب افغانستان کے دروں کی طرف قدم بڑھائے اور کوہ قاف سے گزر کر جنوب کی طرف آنا چاہا، جس سے خلیج فارس کی تجارت منقطع ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تو پھر کوئی اور سلطنت اس سے زیادہ خطرناک نہیں معلوم ہوتی تھی۔ خلیج فارس میں انگریزی جہازوں نے تین سو برس سے زائد تک اس سے زیادہ مسافت پر جو پلی متھ اور جبرالٹر کے درمیان واقع ہے، گرداوری کا کام انجام دیا ہے۔ یہ عریض وطویل سمندر بے آب وگیاہ وسوختہ وتفتہ ریگستانوں کے درمیان واقع ہے، انگریزوں ہی نے یہاں کے بحری قزاقوں کو زیر کیا، سمندروں میں نشانات وعلامات قائم کئے اور انھیں نے فارس کے ساتھ اپنی قدیمی راہوں اور کراچی وبمبئی کے بندرگاہوں کے سیدھے راستوں کی حفاظت کی ہے۔ انگلستان اس امر کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ اسکی ہستی کا انحصار سمندر پر ہے، جس حرفتی انقلاب نے کاشتکاروں کی ایک قوم کو ایک صنعتی قوم بنا دیا تھا، اسی انقلاب نے یہ بھی لازم کر دیا تھا کہ انکے مصنوعات کی کھپت کے لئے نئے بازار اور خود انکے لئے خام مال اور خوراک کے مہیا کرنے کے واسطے نئے مقامات ہونا چاہئیں، یورپ کے بحر و بحیرے یورپ سے باہر کے ملکوں میں جانے کے لئے انگلستان کے واسطے راستہ بن گئے۔ انگلستان کی وسعت مملکت، سمندروں پر اسکا اقتدار، وطن میں حرفتی کام کرنے والوں کے لئے غذا کی قلت، اور انکی پرشور وشر بے اطمینانی، یہ سب اسباب ایک ہی نتیجہ پیدا کرنے کے لئے مجتمع ہو گئے تھے، اور وہ نتیجہ یہ تھا کہ سو برس میں انگلستانی قلمرو کی وسعت اس حد تک پہنچ گئی کہ اس سے زیادہ کی تخمیل انسان کی طاقت سے باہر ہے اور ایک ایسے نظم حکومت نے نشو ونما پایا جسکی جدت وتنوع کی مثال ملنی محال ہے۔

کاسلری ۱۸۱۴ - ۱۸۲۲

اس اثنا میں عمارت صلح کا اٹھانے والا یعنی کاسلری، اس عزم پر

جما ہوا تھا کہ کوئی حادثہ اس عمارت کو نہ توڑ سکے - موتمر وائنا کے موقع پر اسکی معدلانہ ومتین روش نے ایک معقول اثر پیدا کردیا تھا، اور اس کے عادات و اطوار کی عظمت اور اس کے لباس کی سادگی کی وجہ سے اس کی تعریفیں ہوتی تھیں - اگرچہ بعض غیر ملکی مدبروں نے اس پر یہ الزام لگایا کہ وہ پارلیمنٹ کے اعتراضات سے خائف رہتا ہے اور دیگر اہل برطانیہ کی طرح وہ بھی برّ اعظم کے معاملات کی پروا نہیں کرتا، نہ انھیں ٹھیک طرح سے سمجھتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک موفق بالخیر وصاحب تحکیم کی حیثیت سے امن یورپ کا سب سے زیادہ با اثر محافظ تھا - اسی نے موتمر کے لیئے عملی کاموں کا ایک خاکہ مہیا کیا اور برطانیۂ عظمیٰ، روس، آسٹریا اور پرشیا کے محالفۂ اعظم کو یورپ پر بزور عائد کیا - اس کی رائے میں یورپ کی سب سے مقدم ضرورت یعنی امن کے تحفظ وطمانیت کی صورت یہی تھی کہ سلطنتوں میں ٹھیک ٹھیک توازن قائم رہے، جن سلطنتوں کے مساعی نے "یورپ کو بچایا ہے" انکی تائید کی جائے، اور آزار رساں قوموں کے ساتھ بھی مراعات برتی جائے - اسکی خواہش یہ تھی کہ دول عظام کو محض عہد نامے کے زور سے نہیں بلکہ کسی اور زیادہ دیرپا افہام وتفہیم کے ذریعے سے باہم مربوط کردے اور عام اتفاق وضمان کے ذریعے سے انھیں اس امر کا پابند کردے کہ کوئی سلطنت بھی جو قرار داد برّ اعظم کے خلاف سر اٹھائے یا اس میں خلل انداز ہو اس کے خلاف سب کے سب مسلح ہو جائیں، لیکن جب آسٹریا، روس و پرشیا "شاہان مسیحی کے ایک گروہ" میں شامل ہوگئے جو خیال پرست الگزنڈر اول کی کوشش کا نتیجہ تھا، تو کاسلری کی ۱۸۱۵
امیدوں پر اوس پڑ گئی اس "مذہبی محالفے" کے "اسرار اعلیٰ" میں مذہبی عقائد روسو کے "معاہدۂ معاشری" کے عناصر سے مخلوط کردیئے گئے تھے - حکمران باہم بھائی بھائی قرار پائے تھے، انکی قومیں انکے بچے تھے اور انکے کاموں کی بنا حضرت عیسیٰ کی انجیل کے اصول پر رکھی گئی تھی - اپنی موقت مجلسوں میں قوموں کے سکون وخوشحالی اور یورپ کے امن کے لیئے سودمند کارروائیوں کا

سوچنا ان کا کام تھا۔ حمالفے کے بڑے چڑھے نیک ارادے سب الٹ دیئے گئے۔ مطلق العنانی کے لیئے مذہب کا لباس مہیا کیا گیا عیسائیت کے برقع سے میٹرنک نے دستوری اور قومی آرزووں پر وار کرنے شروع کیئے۔ الگزنڈر جن باتوں سے ڈرتا تھا ان کو پیدا کر کے حریت کے اصولوں کے ساتھ اسکی ہمدردی زائل کر دی گئی۔ زار روس کو اسکی رائے سے پھیر دینا اس طرح آسان ہوا کہ چند ہنگامے کشت وخون کے وقوع میں آئے۔ واٹ برگ میں طالب علموں نے فساد برپا کیا۔ ساکسی ویمر میں روس کا وکیل جان سے مارا گیا۔ ڈیکڈی بیری قتل ہوا اور کاٹو سٹریٹ میں ایک سخت سازش عمل میں آئی۔ ہر فتنے اور فساد کے بعد میٹرنک کو موقع ملتا تھا کہ اس طریقے کو قوت بخشے جس سے حریت کا گلا گھوارے ہی میں گھونٹا جاتا تھا۔ اس نے عام مجلسوں کا انعقاد بند کیا اور طلبہ نے جو انجمنیں قائم کی تھیں ان کو توڑ دیا ان کی اشعار خوانی موقوف کی اور لباس میں مخصوص رنگ اختیار کرنے کی ممانعت کر دی۔ خفیہ پولس مقرر کی کہ یونیورسٹیوں میں جائے اور درس کے کمروں میں پہنچکر جاسوسی کرے۔ کاسلری کو یقین تھا کہ انگریزی دستور ہر ایک ضرورت کو رفع کرتا ہے اس لیئے اس نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ چند شاعروں کی خاطر وہ اپنے ملک کو جلکر خاک نہ ہونے دے گا۔ انگلستان اپنی سرزمین پر تو نہایت سخت گیر تھا لیکن بقول میٹرنک اس کے پاس دو طرح کے بٹے اور دو طرح کے پیمانے تھے یعنی انگلستان سے باہر جہاں کہیں انگریزی مفاد پر برا اثر پڑتا تھا تو سخت گیری کو قابل الزام قرار دیتا تھا۔ مذہبی محالفے میں قرار پایا تھا کہ انقلاب کی صورت میں ایک جرمانی ریاست مشارکت کے صاحب افواج حلیفوں سے کمک حاصل کر سکتی ہے یہ ہی بات وہ تھی جس پر ایوان کے ایک مقرر کو اپنی تقریر میں سامعین کو وہ دن یاد دلانا پڑا جبکہ ہائیڈ پارک میں قوم قزاق کے لوگ اس غرض سے جمع ہوں گے کہ اصلاحات کے لیئے جو جوش پیدا کیا جائے اس کو بند کر دیں۔ لیکن جب چھوٹی چھوٹی جرمانی ریاستوں کو خطرہ ہوا تو کاسلری نے جو اعتراض کیا

وہ سب سے کم وکاسٹ تھا۔ کاسلری اپنے بادشاہ جارج چہارم کو اجازت نہ دے سکا کہ جرمنی میں حریت کے دستور کو توڑنے کا ایماء کرے کیونکہ جارج چہارم ہنوور کا بادشاہ بھی تھا اور ہنوور وہ دروازہ تھا جس سے جرمنی کے بازاروں میں انگلستان کا مال پہنچتا تھا۔ دوسری جانب کاسلری نے اطالیہ کے معاملات میں اُن خاص مفاد کے خلاف جن کا دعویٰ آسٹریا کو تھا اہل نیپلز کی دستوری امیدوں کی حمایت سے انکار کر دیا۔ مذہبی حملائف کے بارے میں جو پہلو کاسلری نے اختیار کیا تھا وہ ناپسندیدگی کا تھا نہ کہ اعتراض کا اور ایسے وگ موجود تھے جو بڑبڑاتے تھے کہ انگلستان کی سطوت کو کم کر کے اسکو ایک دوسرے درجے کی طاقت بنا دیا گیا ہے۔

اکی یورپی حکمت علی

درحقیقت کاسلری کو پہلی فکر برطانوی شہنشاہی کی تھی، جس کے اقتدار نے ہر طرف اسکے دشمنوں اور حریفوں کو بھڑکا دیا تھا۔ روس سے رشک و حسد رکھنا کاسلری نے پٹ سے ورثے میں پایا تھا۔ اور ایشیائی ترکی کے متعلق روس کے منصوبوں اور میڈرڈ میں اسکی سازشوں کی اطلاعات سے کاسلری کے شبہات اور قوی ہو گئے تھے کیونکہ بحر روم میں انگریزی اثر کے جو دو خاص مرکز تھے ان منصوبوں اور سازشوں سے ان دونوں کو خطرہ تھا۔ ہر ایک بحری و استعماری مسئلے میں روس نے مخالفانہ صدا بلند کی۔ فرانس پر بھی اسپین و پرتگال کے تعلقات اور استعماری اولوالعزمیوں کی وجہ سے ایسی ہی مشتبہ نظر پڑ رہی تھی۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ وسطی سلطنتوں سے اتحاد کر لینا ان دونوں کا جواب ہو سکتا ہے۔ یورپ کے ساتھ ہینوور کے اتصال کا ذریعہ پرشیا تھی اور رائن کی حفاظت، ہالینڈ کی حمایت، بحر بالٹک کے سواحل، اور پولینڈی سرحد کو قابو میں رکھنا، اور فرانسیسی و روسی دست درازی کے خلاف مشرق و مغرب میں ایک ناقابل فتح سد قائم کر دینا، ان سب باتوں کی توقع انگلستان کو پرشیا ہی سے تھی۔ جرمانی تائید کی امید میں کاسلری نے آسٹریا کو لمبارڈی اور وینیشیا دیدین اور پرشیا کو اس شرط سے سیکسنی کے دیدینے کا خواہاں تھا کہ

وہ آسٹریا کے ساتھ اتفاق کر کے پولینڈ کی سلطنت کو بحال کردے۔ فرانس وروس کے روکنے کے لیئے وہ ہینوور تک کو حوالے کر دینے پر آمادہ ہو جاتا، مگر ایشیا پر روس کا اثر بڑھ جانے سے جب اسے اپنی ان تجاویز میں دشواری نظر آئی تو اس نے آسٹریا و فرانس کے ساتھ زیادہ قربت پیدا کی لیکن یہ تعلق وانحاد کچھ غیر متیقن سا تھا، کیونکہ نیپلز میں آسٹریا کے اور اسپین میں فرانس کے اغراض انگلستان کے اغراض کے ساتھ ٹکراتے تھے اور کاسلری کا مقصد یہ تھا کہ وہ جنوبی یورپ کے تمام جزیرہ نماؤں میں انگلستان کے اثر کو بالا وغالب کردے۔ وہ اپنے بعد اس حکمت عملی کو کیننگ ویامرسٹن کے لیئے چھوڑ گیا۔ بلقان کو محفوظ رکھنے کے لیئے اس نے وائنا میں یہ کوشش کی کہ باب عالی کو بھی دول متحدہ کے حلقے کے اندر لیلے مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی، اور جب یونانیوں نے ٹرکی کے خلاف بغاوت کردی تو وہ یہی کہتا رہا کہ انگلستان کا فائدہ اسی میں ہے کہ ٹرکی سلطنت علیٰ حالہا قائم وبرقرار رہے۔ اطالیہ سے متعلق یہ ہوا کہ باوجود سخت لعنت وملامت کے اس نے "مذہبی محالفے" کے ساتھ ہوکر پڈمانٹ کو دھمکانے کی تجویز میں شریک ہونے سے انکار کردیا۔ اسپین کے معاملے میں وہ تمام یورپ سے مقابلہ کرنے کے لیئے تیار تھا۔ لڑائیوں کے دوران میں کمزور شدہ اسپین نے جنوبی امریکہ میں اپنے مقبوضات کا بہت بڑا حصہ ضائع کردیا تھا۔ ممالک متحدہ (امریکہ) کی مدد سے (جن کی تجویز یہ تھی کہ اہل یورپ کو اس نئے براعظم سے خارج کرکے خود اسکی پُرانز منفعت تجارت پر قابض ہو جائیں)، بولیوا، چلی، کولمبیا اور پیرو یکے بعد دیگرے آزادی کے دعویدار ہو گئے۔ کاسلری ہمہ وقت اس امر پر آمادہ تھا کہ اسپین اور اسکی باغی نوآبادیوں میں بیچ بچاؤ کرادے بشرطیکہ قوت کا استعمال نہ کرنا پڑے۔ جنوب امریکہ کے لوگوں کو معافی دیدیجائے اور وہاں کی تجارت تمام ملکوں کے لیئے کھول دیجائے جس پر

ایک معتدل محصول لگایا جائے اور اسپین کو ایک حد معقول تک ترجیح حاصل رہے۔ اسپین کی استعماری شہنشاہی سے انگریز مدتوں سے خار کھائے ہوئے تھے۔ اسپین یہ عزم بالجزم کیئے ہوئے تھا کہ وہ تمام حریفوں کے مقابلے میں اپنی تجارت کی فوقیت کو مستحکم کرلے۔ روس و فرانس بہت شدت کے ساتھ اس کے مخالف تھے اور اسپین کو اپنا نفع اسی میں نظر آتا تھا کہ وہ یورپی طاقتوں میں تفرقہ ڈالے۔ برّ اعظم کے دوسرے مدبروں کی طرح کاسلری بھی اس خیال سے لرزہ براندام تھا کہ مبادا ممالک متحدہ (امریکہ) پرجوش انقلابیوں کی رائے پر چلکر نئی جمہوری حکومتیں نہ پیدا کردے۔ امریکہ نے نوآبادیوں کو آزاد ریاستیں تسلیم کرلیا تھا مگر کاسلری نے بڑی تدبیروں سے اس بارے میں دول کے اختلاف کو واشنگٹن سے پوشیدہ رکھکر امریکہ کے اس تسلیم و اعتراف کے معاملے کو سامنے سے ٹالدیا تھا۔ اور اسے یہ توقع پیدا ہوگئی کہ ٹوریوں کی ترغیب دہی سے یہ منحرف نوآبادیاں اصول شاہی کی معترف ہوجائیں گی مگر اس اضطراب میں پڑکر نوآبادیوں کی حوصلہ مندیوں کے سب سے پہلے تسلیم کرنے کا سہرا امریکہ کے سر نہ بندھے اور وہاں تمام تر امریکہ ہی کا اثر نہ قائم ہوجائے کاسلری رفتہ رفتہ حریت کی نئی روش کی طرف بڑھنے لگا، یہانتک کہ وہ اس خیال میں پڑگیا کہ اگر وہ برطانوی اغراض کو اور کسی طرح پر محفوظ نہ رکھ سکے تو نہ صرف نئی قوموں کی آزادی کو تسلیم کرلے بلکہ آئینی انقلابیوں تک کی مدد کرے۔ اس نے لکھا تھا کہ کس حق سے انگریزی حکومت یہ کرسکتی ہے کہ جس آبادی نے خود کو ایک آزاردہ حکومت سے آزاد کرلیا ہو اسے وہ مجبور کرے کہ پھر اسی حکومت کے تحت استبداد میں آجائے۔ جب یونان، اطالیہ اور اسپین کی بدنظمیوں پر بحث کرنے کے لیئے "محالفۂ مقدس" ورونا میں جمع ہوا تو کاسلری نے ۱۸۲۲ اسپین کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کے خلاف اعتراض کیا اور جنوبی امریکہ کی جمہوریتوں کے مسئلے پر "محالفۂ مقدس" سے قطع تعلق کرلینے پر آمادہ ہوگیا۔ اپنے انتقال کے قبل اسے یہ معلوم ہوگیا کہ اس نے جس یورپی نظم کے

برقرار رکھنے کی کوشش کی تھی اس میں خرابیاں آگئی ہیں اور وہ از کار رفتہ ہوچکا ہے ؛

کیننگ ۱۸۲۲ ۱۸۲۷ اسکے جانشین جارج کیننگ نے انگریزی تاریخ کی گزشتہ بیس برس کی رجعت پسندی کی بندشوں کو توڑ کر پھینک دیا اور بالفاظ میٹرنک "منحوس شہاب ثاقب کی طرح" یورپ پر ٹوٹ پڑا۔ کاسلری کی طرح وہ بھی آئرلینڈ میں آباد ہونے والوں کی نسل سے تھا مگر انگریزی نسب کے ساتھ اس میں قدیم آئرلینڈی نسل کا خون بھی ملا ہوا تھا۔ آئینی آزادی کی حمایت میں مطلق العنان درباروں کو خیال میں نہ لانے سے اس نے "غیر ملکی سلطنتوں میں اپنی وقعت کا احساس پیدا کردیا اور اپنے ملک کے ٹوریوں کو اپنے سے متنفر کردیا" اسکے جسم و قلب کی شاندار شخصیت نے بہت سے نوعمر وہگوں کو اسکا گرویدہ بنا دیا مگر جب کیننگ نے "وہگ کلب" میں "تمام دنیا کی مدنی و مذہبی آزادی" کا جام صحت منہ سے لگانے کے لیئے اٹھایا تو وہ محض آزادی کا متلاشی نہیں تھا، آزادی ضرور اسکا چراغ راہ تھی مگر انگلستان کے تجارتی اغراض کو بھی اس نے کبھی نظر انداز نہیں کیا، اور شہنشاہی حکمت عملی میں کاسلری کے نقشِ قدم پر چلتا رہا۔ انگریزوں ایں تفرد پسندی کی عادت کے بڑھتے جانے سے غیر ملکی مدبروں میں بدگمانی پیدا ہوگئی، معاملات کو اس طرح سوچنے کی یہ عادت یورپی ہونے کے بجائے زیادہ تر ایک جزیرے کے اندر محدود ہوگئی تھی۔ کیننگ نے کہدیا تھا کہ "ہر قوم اپنے لیئے اور خدا سب کے لیئے ہے"! چار برس کے مختصر زمانے میں اس نے انگلستان کی آزادانہ حکمت عملی کی تجدید کردی اور قومی انحراف کے اصول کو تسلیم کرلیا۔ جب اسپین نے اپنی نوآبادیوں کے ساتھ تجارت کرنے کی اجازت دینے، اور اپنے تحفظ تجارت کی سختی کے کم کرنے سے انکار کردیا تو کیننگ نے جو نہ انقلاب سے گھبراتا تھا اور نہ اسکو اسکی زیادہ پروا تھی کہ جنوبی امریکہ کی سلطنتیں جمہوری ہوتی ہیں یا نہیں یہ فیصلہ کردیا کہ ان ملکوں کی کامل آزادی سے اسکے ملک کی تجارت اور اسکی بحری طاقت کو فائدہ پہنچے گا۔ نازک ترین موقع

اسوقت آیا جب "مذہبی معاہدے" نے لوئس ہیزدہم کے توسط سے عمل پیرا ہوکر، جلا وطن بار بن بادشاہ فرڈیننڈ ہفتم کو اسپین میں بحال کردیا، اور فرڈیننڈ نے یہ تجویز کی کہ جن سلطنتوں نے اسے بادشاہ بنایا ہے وہ اسکی نوآبادیوں کے واپس دلانے کے لیئے ایک موتمر کا انعقاد کریں۔ انگریزی تجار و مالکانِ جہاز نے کیننگ کو درخواست دی اور وہگوں نے جنگ کا مطالبہ کردیا، مگر اس نے جزیرہ نمائے اسپین میں مداخلت کرنے سے انکار کردیا۔ رسل نے ان الفاظ میں شکایت کی کہ "یورپ کے تمام عرض و طول میں جتنے آدمی حریت و خود مختاری سے الفت رکھتے ہیں اسنے ان سب کی امیدوں کو توڑ دیا اور انھیں غصے سے مشتعل کردیا ہے۔" لیکن کیننگ نے انگریزی اغراض و مفاد کے لیئے کرۂ ارض کی دوسری جانب ایک سخت ضرب لگائی۔ اس نے کہدیا کہ "فرانس پسند کرے یا ناپسند کرے ہم اسپین کی سابق نوآبادیوں کے ساتھ تجارت ضرور کریں گے۔" اُس نے "مذہبی معاہدے" میں شرکت کرنے یا اس میں کسی طرح حصہ لینے
۱۸۲۴ سے انکار کرکے اس کے اجتماع کو ناممکن بنادیا، اور ممالک متحدہ امریکہ کی حکمت علی کو دلیرانہ طور پر قبول کرلیا۔ یورپ کے اجتماعی استحکام سے اس کے علانیہ کٹ کر الگ ہوجانے سے امریکہ کے لیئے نئی روش کے اعلان کا امکان پیدا ہوگیا۔ رئیس جمہوریہ منرو نے موتمر کے نام اپنے مشہور و معروف پیغام میں جنوبی جمہوریتوں کو تسلیم کرلیا، برِ اعظم امریکہ میں یورپی طاقتوں کی نوآبادی قائم کرنے کے حق سے انکار کردیا، اور یورپی معاملات میں، ممالک متحدہ امریکہ کی مداخلت کے ترک کرنے کا اعلان کردیا۔ "اصول منرو" اگرچہ ایک مبہم سا اصول ہے مگر اس میں اس دعوے پر زور دیا گیا ہے کہ جنوبی امریکہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر اپنے لیئے جس قسم کی حکومت چاہے تجویز کرلے۔ بہت سے ٹوری نئی دنیا کی اس بغاوت کے تسلیم کرنے کو جس سے ہر ایک بددل آئرلینڈی کی ہمت افزائی ہوتی ہو، شک و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے لیکن کیننگ کو کسی قسم کا خوف

نہیں تھا۔ یورپی مدبروں میں اسی نے سب سے پہلے جنوبی امریکہ کی قوموں کی
۱۸۲۵ خودمختاری کو قبول کیا اور نئی باقتدار سلطنتوں کے ساتھ تجارتی معاہدات پہ
دستخط کئے۔ اس نے کہا کہ "میں یہ عزم کرچکا ہوں کہ فرانس اگر (بالفرض)
اسپین پر قابض ہو جائے تو اسپین کے ساتھ جزائر غرب الہند
شامل نہیں ہوں گے، میں اس لئے نئی دنیا کے وجود میں لانے کا باعث
ہوا ہوں کہ اس سے پرانی دنیا کا توازن درست ہو جائے۔" امریکہ میں
پرتگالیوں کی شہنشاہی کی کسی قسم کی وسعت کا بھی وہ طرف دار نہیں تھا، جب
ڈام میگل اپنے ملک سے نکال دیا گیا تو یہ انتظام کیا گیا کہ جان ششم
۱۸۲۶ کا بیٹا ڈام پڈرو خودمختار برِیزل کے دور افتادہ ورثے پر قابض ہوا اور جان
کی نوعمر لڑکی ڈونا میریا ناپائدار وطنی ورثے کی ملکہ بنی رہے۔ بس اس طرح ایک طرف
تو پرتگال کو غیر ممالک میں اولوالعزمیاں دکھانے سے روک دیا گیا اور
دوسری طرف اسے زیرِ تربیت حالت میں رکھکر اسے محفوظ کر دیا گیا۔ معہذا
سپین کا بحری قاعدۃ الجیش جو کیننگ کی بحرِ روم کی حکمت عملی کے لئے
بسا ضروری تھا، فرانس کے خلاف محفوظ کر لیا گیا۔

وگوں کی حکمت عملی اس طرح جو علانیہ انقلاب شروع ہوا تھا اس نے آنیوالی صدی
کے لئے انگلستان کی غیر ملکی حکمت عملی کی نوعیت قائم کر دی۔ جس قوت
وطاقت کو نلسن اور ٹوریوں نے انتہا کو پہنچایا تھا اور بحری قوت کو جزاً وکلاً
اپنے قبضے میں کر لیا تھا، اسی قوت وطاقت سے لبرلوں نے اپنے زیر اثر
زیادہ تر آئینی آزادی کے معاملات کی تائید کرنے کا کام لیا۔ انگریزوں نے
اتحادیوں کے اس وعدے کو یاد دلایا کہ "جنگ وصلح دونوں کا مقصد یہ ہے کہ
تمام قوموں کے حقوق، آزادی وخودمختاری کی حفاظت رہے۔ موتمر وائنا
اپنے پیچھے دو مہتم بالشان آئینی وقومی مسائل ایسے چھوڑ گئی تھی جو وقتاً فوقتاً
حد سے تجاوز کر جاتے تھے اور انگریز اگرچہ قومیت کے نئے تخیل کی قدر کرنے
اور اسکے سمجھنے سے قاصر رہے تاہم وہ سیاسی آزادی سے دلچسپی کا اظہار کرتے
رہے۔ وگوں نے حکومت کے ان طریقوں پر حملے کئے جنھوں نے عامۃ الناس کی

آزادی کو دبایا اور اصلاح کو روکا تھا۔ انگلستان نے اپنی کوششوں سے اپنے کو بچایا تھا اور اب ان کوششوں کا اقتضا یہ تھا کہ وہ اپنی مثال سے یورپ کو بچالے، پٹ اصغر کے لفظ لفظ میں دستوریت کی روح حلول کر گئی تھی۔ ۱۸۱۵ء سے انگلستان، ان اصلاح کن سلطنتوں کے لیئے جو آزاد تنظیمات کے لیئے لڑ رہی تھیں اور انگلستان کی ہمدردی حاصل کرنے کی خواہاں تھیں، سیاسی نمونے کا کام دے رہا تھا۔ "لبرل" (آزادی پسند) کا لفظ اولاً مذمت کے طور پر استعمال ہوا تھا، اور یہ طعن ان لوگوں پر تھا، جو اس امر کے منکر تھے کہ چھوٹی قوموں کا یہ کام ہے کہ وہ سب کی سب ایک ہی طرح دانت نکوسے رہیں، اور جو دول میں توازن قوت کو اس امر پر ترجیح دیتے تھے کہ ایک اتفاق عام آزادی کو دبانے کے لیئے قائم کیا جائے۔ یہی تحفظ چپکے چپکے فریقانہ سیاسیات میں بھی داخل ہو گیا۔ بروہیم کے ایسے سچے لبرلوں کو یہ نظر آتا تھا کہ انگلستان، اور اسکی مجلس وضع قوانین تمام دنیا کے ستم رسیدوں کی اعانت و تسکین کے لیئے موجود ہے۔ یہ لفظ لبرل غیر ملکی حکمت عملی کے اصول کے لیئے قائم ہوا تھا، اور حکومت خود اختیاری کی کشمکش کے مرادف سمجھا جاتا تھا۔ کبھی کبھی ان کی (لبرلوں کی) دخل بیجا تعدی آمیز بھی معلوم ہوتی تھی، یعنی یہ دخل بیجا امداد کی صورت میں ایسی قوم کی طرف سے دیجاتی تھی جسے خود اپنی مامونیت پر اطمینان اور اپنی اہمیت کا احساس تھا۔ براعظمی مدبروں کی نظر میں انگریزوں کی حالت تلون و خودرائی کی معلوم ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہگوں اور ٹوریوں کے مخاصمانہ اغراض اور آئرلینڈ پر ظالمانہ استبداد نے "دغاباز البین" کے طنزیہ جملے اور براعظم والوں کے اس طعن میں کہ "انگریزوں کے اصول آزادی محض دساور میں بھیجنے کی چیزیں ہیں" زور پیدا کر دیا تھا، لیکن وہگ ایسی آزادی کی حکمت عملی کی تائید میں جو انگریزی قوم کے سیاسی مذاق کے موافق ہو ثابت قدم رہے۔

مصیبت زدہ قوموں کے ساتھ ہمدردی کا نیا جذبہ، یونان کے

معاملے میں افسانہ وار جوش کی حد کو پہنچ گیا۔ بلقانی ریاستیں مدت سے
یہ خواب دیکھ رہی تھیں کہ وہ ترکی سے آزاد ہو کر ایک نئی بیزنطینی شہنشاہی
قائم کرلیں گی۔ سب سے پہلے سربیا نے سر اٹھایا اور دول سے کسی طرح
کی مدد لئے بغیر ایک حد تک آزادی حاصل کرلی، لیکن دوسری ریاستوں کو
۱۸۰۴ ۱۸۱۴ جب علحدہ علحدہ شکست ہوگئی تو صرف ایک یونان باقی رہ گیا، اور اب
اسکی جنگ شہنشاہی کے لئے نہیں بلکہ ایک ہی قوم کے لئے تھی۔ وہ تن تنہا
لڑتا رہا کیونکہ میٹرنگ نے "علم ہی مخالفہ" کے نام سے زار الگزنڈر
کو اس امر پر راضی کرلیا تھا کہ ہلال کے خلاف صلیب کو مدد دینے کے
بجائے وہ حق رسائی کے اصول کی تائید کرے۔ خود مختاری کی پہلی جنگ میں
کاسلری نے عیسائیوں کی بغاوت کو ایک ایسا معاملہ سمجھا جسے ٹرکی کی
حکومت ہی کے ہاتھ میں چھوڑ دینا مناسب تھا۔ مگر ترکی کے مطلق العنان
بادشاہ کے خلاف جدوجہد نے عام عیسائیوں کے خیالات پر گہرا اثر ڈالا
اور یورپ کے ہر ملک سے عیسائی رضاکاروں کا ایک سیلاب رواں
ہوگیا۔ ہر طرف جمہوریت و آزادی کے شیدائیوں کو یہ توقع ہوگئی کہ یونان پھر
اپنی قدیمی شان و سطوت پیدا کرلیگا، اور یونانی خواب دیکھنے لگے کہ یونان
کے صاف و بے داغ آسمان کے نیچے ایک خیالی جمہوریت (اعلیٰ ترین نمونے کی)
قائم ہوجائے گی۔ شیلی نے یونان کی حمایت میں پرجوش نظمیں لکھیں۔ بائرن
کو یونانیوں کی سازشوں اور رقابتوں سے تنفر تھا لیکن اس تنفر کو اس وقت
بالائے طاق رکھکر اس نے ایک معقول قرضہ حاصل کیا، رضاکار بھرتی کئے
اور یونان کو روانہ ہوگیا مگر حاصل صرف یہ ہوا کہ مسولنگی پہنچکر مر گیا۔ حریت
کے شیدائی لارڈ ارسکن نے ایک فصیح و بلیغ رسالہ لکھکر انگلستان
۱۸۲۳ ۱۸۲۳ کو اپنی عزت کا خیال کرنے پر ابھارا۔ زیادہ بڑھے ہوئے لبرلوں نے
فوری مداخلت چاہی۔ اور وزارت پر یہ الزام لگایا کہ وہ ایسی غیر جانبدارانہ
حکمت عملی پر چل کر جو مسیحیت کے لئے موجب ذلت اور انکی قوم کی مردانگی کے
لئے باعث ننگ ہے "انگلستان کے بلند و آزادانہ اخلاق کا دھبہ لگا رہی ہے"

مگر ترکی کے حمایت کرنے والے بھی موجود تھے، پرانے خیال کے لوگ اسے ایک "پرانا وفادار حلیف" سمجھتے تھے اور ایک ٹوری نے ایوان میں یہ کہا کہ "اگرچہ ترکوں کی حکمرانی کا طریقہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کا سر اتار کر ان پر حکومت کرتے ہیں مگر اس نے ہمیشہ ان کو ایماندار پایا"۔ کیننگ فی نفسہ کسی "مجنونانہ جنگ صلیبی" میں کود پڑنے کا خواہاں نہیں تھا مگر جب اس نے انگریزی تجارت کو لیونٹ میں قزاقی سے بچانے کے لئے یونان کے جھنڈے اور یونانیوں کو محارب مان لیا تو یہ ایک نئی قوم کے تسلیم کرنے کی طرف اسکا پہلا قدم اٹھ گیا۔ یونانیوں کی بدنصیبیوں کے زمانے میں اس نے چاہا کہ ابھی انتھک گفت و شنید سے یونان کو آزاد کرانے میں روس کو اپنا طرفدار بنالے۔ تاکہ جیسا خود اس نے اپنا مصمم قصد بیان کیا کسی طرح لڑائی نہ ہو اور روس کے نام کی وساطت سے یونان کو بچالے، اس قسم کی حکمت عملی سے خبر نکلتی تھی کہ بلقان کے لئے آیندہ کیا کیا تدبیریں کی جائیں گی۔ یہ حکمت عملی ایک حد تک اس امید کا بھی نتیجہ تھی کہ یونان کے آزاد ہو جانے سے جسکا مطمح نظر ایتھنز کی شہنشاہی نہیں بلکہ بیزنطیہ کی شہنشاہی تھی ایک ایسی (ارتھوڈکس) مذہبی جماعت پیدا ہو جائے گی جو ترکی شہنشاہی کے اندر روس کے اثر کو زائل کرتی رہے گی، لیکن ولنگٹن جسے کیننگ نے نئے زار نکولس اول کے پاس ایلچی بنا کر بھیجا تھا وہ کاسلری کے زمانے کا آدمی تھا اور اسکا خیال یہ تھا کہ روس کے خطرے کا انسداد، عثمانی شہنشاہی کو علی حالہ باقی رکھنے اور اسے تقویت دینے ہی سے ہو سکتا ہے۔ اس نے معاہدے کے جس مسودے پر دستخط کئے اسکی رو سے یونان کو حکومت خود اختیاری دی گئی۔ مگر ٹرکی کا حق شاہی بدستور باقی رہا۔ میٹرنک نے اس دستاویز کو کمزور و مضحکہ خیز قرار دیا۔ مگر اسے یہ تسلیم کرنا پڑا کہ اس سے "مذہبی محالفہ" شکست ہو گیا۔ آسٹریا اور پرشیا اس قسم کی لایعنی تجویز سے علٰحدہ ہو گئے۔ ایک مدبر نے یہ کہا تھا کہ جس قدر تاریکی سخت ہو گی اسی قدر جلد غوغا کرنے والوں کے سر ٹوٹیں گے۔ صرف روس، فرانس اور انگلستان نے اس مسودے کو

معاہدہ کی صورت میں لانے کے لئے لندن میں ایک مجلس مستشارئین جمع کی۔ اس عسیر الحصول قرارداد کی طولانی اضطراب میں کیننگ نے "ساری دنیا کی آزادی کے متعلق" اپنی آخری خدمت انجام دی۔ بابعالی کے سامنے اس معاہدے کے پیش ہونے سے ایک ہفتہ قبل اسکا انتقال ہوگیا اور اس سے امن اور مستقل قرارداد کی امید کا خاتمہ ہوگیا۔ ترکوں اور یونانیوں دونوں نے ہتیار رکھنے سے انکار کردیا، اور جب امن کی ضمانت کا مطالبہ کرنے کے لیئے روس، فرانس اور انگلستان کے جہازات ترکی بیڑے کے تعاقب میں جو ابراہیم پاشا کے زیر کمان تھا خلیج نیور میں داخل ہوئے تو ایک ترکی آتش فشاں جہاز کی جارحانہ نقل وحرکت سے فضول گولہ باری ہونے لگی۔ جس نے ترقی کرکے بحری جنگ کی صورت اختیار کرلی۔ چند گھنٹوں میں ترکی بیڑہ غرق ہوگیا۔ اس تباہی انگیز خبر نے انگلستان میں سخت مناقشہ برپا کردیا۔ لبرلوں کا دعوےٰ یہ تھا کہ یہ جو کچھ ہوا وہ معاہدۂ لندن کے لازمی نتیجے کے طور پر ایک ایماندارانہ فتح اور شاندار کامیابی کی نمائش تھی۔ جس سے لبرل (آزادانہ) اصول کے غیر ملکی معاملات میں داخل ہونے کی ابتدا ہوتی ہے، مگر ولنگٹن کے زیر اثر حکومت اس خبر کے سننے سے ششدر ہوگئی، اور اس نے اس امر پر زور دیا کہ اس ناشدنی واقعے سے برطانیۂ عظمیٰ اور بابعالی کے پرانے تعلقات میں فرق نہ آنے دیا جائے۔ انگریزی بیڑے کے واپس بلا لینے سے کیننگ کا کام الٹ گیا۔ سیاسی پریشانیوں نے فرانس کے لیئے دقتیں پیدا کردیں اور صرف روس ہی یونانیوں کا نگہبان رہ گیا۔ نیور کی تباہی سے غصے میں آکر ترکی نے زار کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔ جو روس کی جانبازانہ جنگ کے بعد اس سے مجبور ہوکر معاہدہ ایڈریانوپل کو قبول کرنا پڑا، جسکی رو سے یونان کو انگلستان، فرانس اور روس کی ضمانت کے ساتھ خودمختاری عطا ہوگئی۔ بویریا کا شہزادہ آٹو جو محض سترہ برس کا لڑکا تھا یونان کا بادشاہ منتخب ہوا، لیکن

یہ ایک ایسا یونان تھا جو ولنگٹن کی مستحکم تائید کی وجہ سے اپنے سب سے زرخیز صوبۂ تھسلی کے ٹرکی کے پاس رہ جانے سے مایوس ہوگیا تھا۔ گویا یونان کو آدھی نجات نصیب ہوئی تھی، اور اسے بالارادہ باب عالی کے رحم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ روس نے پھر ہر طرح اثر حاصل کر لیا، اور انگلستان کو اسی پرانی حکمت عملی کی طرف پلٹنا پڑا جس سے بچ نکلنے کی کیننگ نے کوشش کی تھی۔ تاہم انگریزوں کی سچی ہمدردی یونان کے ساتھ رہی، اور تیس برس بعد جب آٹو کی ناقابلیت اور غلطیوں نے اسے تخت سے ہٹا دیا اور خاندان ڈنمارک کا ایک شہزادہ شاہ جارج اول کے نام سے منتخب ہوا۔ تو انگلستان نے بہ رضائے خود جزائر یونین اس شرط سے یونان کو دیدیئے کہ آئینی حکومت قائم رہے۔

بلجیم [illegible]

لیکن درحقیقت کیننگ کا کام بالکل برباد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کیننگ ہی وہ مدبر تھا جس نے "مذہبی معاہدہ" کی مطلق العنانی کو توڑ دیا اور "موتمر" کی قرار داد کے خلاف سب سے پہلے قومی انقلاب کی تائید کی۔ انگلستان کے سامنے یہ کام موجود تھا کہ جن اصولوں کی وجہ سے اس نے رجعت پسند بادشاہوں کے ساتھ قابل افسوس اتحاد کر لیا تھا ان اصولوں کے بجائے معاملات عامہ کے نئے اصول پیدا کرے اور جو شدید صورت حالات کی پیدا ہو گئی تھی ان کو قطع کر کے یورپ میں آزادی کی ترقی و حمایت کے لیے کوئی مستحکم مقصد اور طریقہ نکالے۔ ایک چھوٹی سی قوم کے خود مختاری کے لیے دوبارہ سر اٹھانے سے انگریز مدبروں کے درمیان یہ معرکۃ الآرا بحث پھر پیدا ہو گئی کہ آئندہ برّ اعظمی حکمت عملی کی صحیح روش کیا ہونا چاہیئے۔ ہالینڈ کی چند نو آبادیوں کے عوض میں جو ہالینڈ کے قبضے سے نکل گئی تھیں واٹنا میں یہ تجویز سوچی گئی کہ ہالینڈ کو بلجیم دیدیا جائے، تاکہ بلجیم فرانس و ہالینڈ میں حائل ہو جائے۔ لیکن نسل، مذہب اور زبان کے موروثی اختلاف کی وجہ سے جس میں غیر مساویانہ نظم و نسق کی وجہ سے اور اشتداد پیدا ہو گیا تھا یہ اتحاد پہلے ہی ٹوٹ چکا تھا۔ شلٹ کی آزادی اور وسعت پذیر مستقری بازاروں کے باعث نئی مرفہ الحالی

اہل بلجیم کو ہموار و رضامند کرنے میں ناکامیاب رہی، اور فرانسیسیوں نے جس انقلاب سے خاندان بار بن کو نکال کر اپنے شہری بادشاہ کو تخت نشین کردیا تھا اس سے بروسلز میں جوش و ہیجان پیدا ہوگیا تھا؛ ایک تماشہ جو انقلابی خیالات سے پُر تھا بڑے ہی زور شور کی صدائے تحسین کے ساتھ تماشہ گاہ میں دکھایا گیا اور دوسرے روز برابانٹ کا جھنڈا بلند کردیا گیا۔ اُمرا اور تجار عوام کی اس بغاوت میں شریک ہو گئے۔ اور ہالینڈی فوجوں کو پسپا کردیا۔ شاہ ہالینڈ نے جب پانچوں دول عظام سے درخواست کی کہ وہ تمام بادشاہوں اور سلطنتوں کے استقلال کی حمایت کریں، اور موتمر کے سیاسی نظم کو قائم رکھیں تو اسے سخت مایوس ہونا پڑا۔ تمام یورپ میں انقلاب کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ ان کے سامنے "مذہبی محالفہ" کے اصول کچھ کام نہ آئے، روس کو پولینڈ میں ایک قومی بغاوت کا سامنا تھا۔ برنسوک، ہینوور، ہسی، کیسل، اور سیکسنی کی شورشوں اور فرانس سے جنگ کے خطرے نے اہل پرشیا کو ہالینڈیوں کی مدد کرنے سے روک دیا تھا، سال کے ختم ہونے کے قبل ہی آسٹریا کو اطالیہ میں ایک بغاوت سے دوچار ہونا پڑا۔ فرانس جس نے بلجیم کے انقلاب کے لئے مثال قائم کردی تھی وہ ہر طرح یہ روس کا ہمدرد تھا، اور انگلستان جو "مذہبی محالفے" سے الگ ہوگیا تھا باوجود تذبذب اور بدگمانی کے از خود اس آزاد فرانس کا حلیف بن گیا تھا جو وائنا کی عائد کردہ غلامی کی قید سے نکل آیا تھا۔ ترکی پر روس کی محمیت قائم ہو جانے سے دونوں ملکوں میں سخت تردداد پیدا ہوگئے تھے، اور دونوں ایک دوسرے کی امداد کے خواہاں تھے۔ انگلستان میں لبرل اصلاحات کا مستحکم کرنا ہو یا فرانس میں نئی بادشاہی کے قدم جمتے ہوں دونوں امور کے لئے ان ملکوں کو امن کی ضرورت تھی، ٹلیرینڈ، انگلستان کے ساتھ اتحاد کرنے پر عزم راسخ کئے ہوئے تھا، خواہ انگلستان میں وہگ برسر اقتدار ہوں یا ٹوری۔ خیالات کی ایک عام لہر نے دونوں قوموں کو باہم ملا دیا تھا، کیونکہ انگریزوں کے

اقتصادی حالات کے مطالعے نے لبرلوں کے درمیان ارتباط قائم کر دیا تھا اور مدبّر مورخ گیزو نے ساربون میں انگریزوں کی آئینی تاریخ کی داد تشریح دی تھی کہ "جولائی والا انقلاب جس نے لوئس فلپ کو تخت پر بٹھا دیا تھا وہ ایک طرح کی مصالحت باہمی تھی جو انگلستان کی اس مصالحت سے کچھ مغائر نہ تھی جسے "مسودۂ قانون حقوق" میں مرتب کیا گیا تھا۔ بہت سے اثرات ایسے جمع ہوئے جن سے دونوں ملکوں کے طبائع حریت کے معاملے میں شرکت کرنے کے لیے پہلی مرتبہ تیار ہو گئے"

غرض بیرونی مداخلت سے مامون ہو کر بلجیم نے ایک قومی موتمر میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اس مسئلے نے انگلستان میں سخت فریقانہ مناقشہ برپا کر دیا۔ ٹوری جنھوں نے یورپ کے لیے امن حاصل کیا تھا وہ تغیر کی ہر ایک علامت پر آزردہ و رنجیدہ ہو جاتے تھے۔ ان کا وزیراعظم ولنگٹن انقلاب کے وقوعات کو ایک نہایت خراب اور شیطانی کام سمجھتا تھا، اور جب ولیم چہارم اپنی پہلی پارلیمنٹ سے ملاقی ہوا تو شاہی تقریر میں امن وامان کے ابتر کرنے والوں کو دھمکی دی گئی، اور اہالی بلجیم کو باغی رعایا کہا گیا۔ وہگوں کو یہ فقرہ ناگوار گزرا اور وہ اہل بلجیم کے معاملے کے پرجوش موید بن گئے۔ آئینی اولوالعزمی اور غیر ملکی حکمت عملی دونوں ایک ساتھ ملا دی گئیں۔ مسودۂ قانون اصلاح اور خود مختاری بلجیم دونوں کا ایک مقصد قرار پا گیا۔ ہیوم نے بالاعلان یہ کہا کہ قوم کا اکثر و بیشتر حصہ انقلاب سے خوش ہے۔ کابٹ جو یونان کے معاملے میں غیر ہمدرد تھا وہ بھی بڑی بلند آہنگی سے فرانس کی عمومیت عظمیٰ کے ساتھ بلجیم کے متحد ہو جانے کی موافقت کر رہا تھا۔ بروہیم مطلق العنان بادشاہوں کی جانب سے مداخلت کرنے کا مخالف تھا۔ وہ کہتا تھا کہ انگلستان کے لوگ اپنی آزادی کی محبت میں سرشار اور دوسروں کی آزادی کے دوست ہیں۔ اوکانر جو تمام یورپ میں ایک فصیح البیان مقرر اور قومیت کا پشت و پناہ ہونے کی حیثیت سے مشہور تھا اس نے اعتراضاً یہ کہا تھا کہ برطانیہ عظمیٰ و آئرلینڈ کے اتحاد کے ماسوا تاریخ کے صفحے پر بلجیم کو ہالینڈ سے ملحق کر دینے سے

زیادہ کوئی علیٰحدہ وعدہ نہیں ہے۔ ٹوریوں کا جواب یہ تھا کہ انگلستان معاہدۂ وائنا کی تائید کرنے کا پابند ہے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ جو ملک بارہا یورپ کی بڑی بڑی طاقتوں کے تنازعات کے فیصلے کا میدان کارزار رہ چکا ہو اسے اپنی سابقہ مصیبتوں سے یہ ناگوار تجربہ حاصل کرنا چاہیئے تھا کہ وہ ہتیار کی قوت سے کام لینے کے قبل اپنی تکلیفوں کے رفع کرنے کے لیئے تمام دوسرے ذرائع پر عمل درآمد کر کے دیکھ لیتا۔ اگر ولنگٹن اپنے عہدے پر قائم رہ جاتا تو بلجیم کو نہ مدد ملتی اور نہ اسے کسی طرح کی ہمدردی حاصل ہوتی مگر دو مہینے کے اندر اندر ٹوریوں کو شکست ہوگئی اور بلجیمی موتمر جمع ہی ہوئی تھی کہ سودۂ اصلاح کے دوست پھر برسر اقتدار ہوگئے۔ وزیر خارجیہ لارڈ پامرسٹن میں اگرچہ کیننگ کا سا جوش اور اسکی ذہانت نہیں تھی مگر اس نے کیننگ سے بہت کچھ سیکھا تھا، اور اس کے زیر اثر دول کی اس مستشارنے جو یونانی مسائل کے طے کرنے کے لیئے لندن میں جمع ہوئی تھی ہالینڈ و بلجیم کی متحدہ شاہی کے فسخ ہونے کا اعلان کر دیا۔ انگریزی و فرانسیسی معاقدے کی کامیابی رقابتوں اور خوفوں کی وجہ سے خراب ہوگئی۔ پامرسٹن کو خاص اندیشہ یہ لگا ہوا تھا کہ فرانس بلجیم کو جذب نہ کر لے یا اس پر قابض نہ ہو جائے، اور یہ خطرہ بھی لگا ہوا تھا کہ مبادا خاندان آرلینز کی تخت نشینی کا جشن فرانسیسی سرحد کی ترمیم سے منایا جائے۔ پس جب اہالی بلجیم نے لوئس فلپ کے ایک لڑکے کو اپنا بادشاہ منتخب کیا تو پامرسٹن نے استنے قریبی خاندانی اتحاد کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے اس تنبیہ پر کہ ہماری امن کی خواہش کبھی ہمیں اس حد پر نہیں لیجا سکتی کہ ہم اس جسارت کا قولاً یا فعلاً تحمل کر سکیں، لوئس فلپ نے اپنے لڑکے کی امیدواری سے دست برداری کر لی اور سیکس کوبرگ کا ایک جرمانی شہزادہ لیوپولڈ بلجیم میں حکمران ہوگیا۔ مستشارہ لندن میں نئے بادشاہ کو جو فیاضانہ شرائط عطا کیئے گئے ان سے اہل ہالینڈ غصے میں آگئے اور انھوں نے کہا کہ یہ شرائط دول کے ناقابل تنسیخ وعدوں کے منافی ہیں اور انھوں نے ایک فوج روانہ کر دی، جس نے دس روز کے اندر اندر اہالی بلجیم کو مغلوب کر کے

لیشر اور لوین پر قبضہ کر لیا، فرانسیسی فوجیں ان کو خارج کرنے کے لیئے بعجلت تمام آگے بڑھیں، لیکن عین اسوقت جبکہ فرانسیسیوں نے سرزمین بلجیم پر قدم رکھا انگلستان نے بھی ہتھیار اٹھائے۔ الزام لگانے کے لیئے ٹوریوں کے پاس اس سے بڑھکر کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی، انھوں نے اشارۃً یہ ظاہر کر دیا کہ بلجیم کی یہ شورانگیزیاں آئرلینڈ کی آزادی کا راستہ صاف کرنے کے لیئے برپا کیگئی ہیں۔ انھیں میں سے ایک شخص نے یہ کہا کہ "اس پر از تعصب فوج کا قلب پیرس ہے اور اسکا میمنہ بروسلز ہے اور اسکا میسرہ ڈبلن پر نظر جمائے ہوئے ہے"۔ انھوں نے یہ مطالبہ کیا کہ تمام مراسلات ایوان کی میز پر رکھہ دیئے جائیں، تاکہ پارلیمنٹ کو معاملات صلح و جنگ میں شرکت کا موقع مل سکے۔ پیل نے رازداری کے خلاف اعتراض کیا اگرچہ اس نے یہ کہا کہ "مفاد عامہ کے لیئے"، وہ اپنی خواہش کو قربان کر دینے کے لیئے آمادہ ہے۔ ایک پرغضب مباحثے کے دوران میں پامرسٹن نے اپنے عہدے کے آئینی فرائض بیان کیئے، اور اس رائے پر قائم رہا کہ جنگ و صلح کے فیصلوں کا تعین کلیتہً بادشاہ کے حقوق خاص سے ہے، اور مراسلات کے اجرا کا اختیار بھی کچھ بھی ہے وہ بادشاہ کی ذات سے ہے۔ اس لیئے اس نے اسوقت تک کے لیئے کاغذات کے پیش کرنے سے انکار کر دیا جب تک کہ معاملہ یکسو نہ ہو جائے۔

اس سخت تصادم میں کابینہ اور اس کے ساتھ مسودۂ اصلاح کو ٹیلیرینڈ نے شکست سے بچالیا، کیونکہ وہ وہگوں کے زوال سے اندیشہ مند تھا، اور اس لیئے اس نے اپنی نارضامند حکومت کو فرانسیسی فوجوں کے واپس بلا لینے کی ترغیب دی۔ بلجیم کو دول کی ذمہ داری میں ایک خودمختار اور دائمی غیر جانبدار سلطنت بنا دیا گیا، اور اسکی غیر جانبداری کو نظام سلطنت کی ایک مقدم ترین دفعہ قرار دیا گیا، مگر اس شکست خوردہ قوم پر بہ نسبت سابق کے زیادہ سخت شرائط عائد کیئے گئے۔ لکسمبرگ اور لمبرگ اس سے الگ کر لئے گئے، اور دریائے شیلٹ پر سے ہالینڈ کو محصول دینے پر مجبور کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اہل ہالینڈ نے انٹورپ کے قلعے کے واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ پامرسٹن نہ تو یہ ہمت کر سکا کہ انھیں نکالنے کے لیئے

دوم جنگ ہالینڈ

تنہا فرانس کو اجازت دے اور نہ اسے یہ جرأت ہوتی تھی کہ تاجروں کی مرضی کے خلاف جو ہالینڈ سے جنگ کرنے کے مخالف تھے فرانس کا شریک ہوجائے۔

اس دوران میں ولیم چہارم اپنی ذلیل کینہ پروری کی وجہ سے ان عمومیانہ اصولوں میں شریک ہونے کے میلان پر افسوس کررہا تھا جو فرانس میں رائج تھے، اور فرانس کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے لئے اپنے مشیروں کو لعنت ملامت کررہا تھا۔

پامرسٹن کو غیرملکی معاملات میں خاص اپنی روش پر چلنے کی کافی قوت صرف اسوقت حاصل ہوئی جب وطن میں جانبازانہ جدوجہد کا خاتمہ مسودۂ اصلاح کی کامیابی پر ہوا۔ اینٹورپ میں فرانسیسی فوج اور شیلٹ میں انگریزی بیڑے نے اہل ہالینڈ کی اچھی طرح تادیب کرکے (بقول ایک آئرلینڈی محب وطن کے) "ان کو ان کی سست دلدلوں میں واپس ہٹادیا، ان کے علم وعصا کو سرنگوں کردیا اور ان کے قوانین اور سنگینوں کو سست روشیلٹ کے اندر دریا برد کردیا، اور اینٹورپ کے برجوں پر انھیں یہ سبق دیدیا کہ ہر قوم کو خود اپنے اوپر حکومت
۱۸۳۲ کرنے کا حق ہے" مگر یونان کی طرح یہاں بھی تصفیئے میں دقت پڑگئی۔ ہالینڈ
کا بادشاہ مدتوں تک ایک آزاد بلجیم کے تسلیم کرنے سے انکار کرتا رہا چھ برس
۱۸۳۹ بعد جب بلجیم کے خاص الخاص مؤید فرانس وانگلستان آپس ہی میں لڑنے
لگے تو شاہ ہالینڈ کو موقع مل گیا اور اس نے ۱۸۳۱ء والے سخت شرائط کے نافذ کرنے پر دول کو آمادہ کرلیا۔ پامرسٹن نے جو اسوقت میٹرنک سے مراسلت کررہا تھا اہالی بلجیم کی فوری اطاعت کا مطالبہ کیا، اور صرف فرانس کے درمیان میں پڑنے سے کسی قدر سہولت روا رکھی گئی۔ معاہدۂ لندن کی رو سے بلجیم کی غیرجانبداری وخودمختاری دوبارہ پانچوں دول عظمیٰ کی ذمہ داری میں قائم ہوگئی۔

یورپ میں قومیت

قومی انحرافات اور بحری تجارت کی رقابت کے باعث وائنا کی قرارداد سات ہی برس کے اندر اندر منہدم ہونا شروع ہوگئی۔ اسوقت جن مسائل سے قوموں کو دوچار ہونا پڑا ہے وہ سب کے سب ایک ہی نسل کے اندر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ جن احکام نے یورپ کے لئے چند مالکانہ خاندان

متعین کردئیے اور ان کی رعایا کے لیئے فرضی حدود قائم کردئیے تھے ان سب کی صحت پر علی الاعلان اعتراضات عائد ہو رہے تھے ۔ پرشیا دی "زولورین" (اتحاد گمرگ) آہستہ آہستہ بڑھکر ایک تجارتی قرارداد بن گئی۔ جس میں تقریباً اڑتیس جرمانی ریاستیں شامل تھیں اور جس سے پرشیا کی سرکردگی میں جرمنی کے قومی اتحاد کے قائم ہو جانے کے آثار نظر آتے تھے۔
۱۸۳۰ اسی وقت میں ہرمنی نے "اطالیہ جدید" کی تحریک کا جوش پیدا کیا اور ۱۸۴۲
"اتحاد و خود مختاری" کا جھنڈا بلند کیا، اور چارلس البرٹ، آسٹریا کی حکومت کے ختم کرنے کو اپنا مطمح نظر بنا کر تخت سارڈینیا پر متمکن ہوا۔ وارسا کی قدیمی امارت ڈیوک کو وائنا میں دوبارہ روسی پولینڈ کی سلطنت بنا دیا گیا تھا اور الگزنڈر نے کچھ دیر کے لیئے اسے زندگی کی امید دلادی تھی مگر اب نکولس نے اسے پھر محکوم بنا دیا، اور ہزاروں باشندگان پولینڈ جو ایک مٹی ہوئی قوم کی یادگار رہ گئے تھے وہ انقلاب کا وعظ کہنے کے لیئے تمام یورپ میں پھیل گئے ۔ میٹرنک کے ساتھ جنگ کرنے میں جملہ قوم پرست اپنی قدیمی تاریخ اور اپنے اعاظم رجال کی یاد کی طرف پلٹے ۔ انکا قول یہ تھا کہ "ہم ایک آزاد قوم ہیں اور اپنی ہی زبان بولتے ہوئے زندہ رہنا چاہتے ہیں"۔ اپنے علم ادب اور روایات قدیمہ کی تجدید میں سلافی قوموں میں ایک عام حرکت پیدا ہوگئی اور ان میں سے ہر ایک منفرد گروہ یہ سمجھنے لگا کہ وہ ایک پرزور نسل کا جزو ہے ۔ بوہیمیا، آئرلینڈ کا نمونہ نظر آرہی تھی، اور اوکانل قومی آزادی کا داعی سمجھا جانے لگا۔ اہل کروشیا اور جنوب کے سلافی "الیریا"، کا خواب دیکھ رہے تھے، جسکی داغ بیل نیپولین نے ڈالی تھی اور جو ایک آزاد شدہ نسل کا گھر تھی ۔ بلقان میں سربیا کی مثال پر چل کر بلغاریہ اور ڈینیوب کی دوسری ریاستیں ٹرکی سے اپنے تفرد اور قومی حقوق خاص کا مطالبہ کرنے لگیں اور ایک حد تک اس میں کامیاب بھی ہوگئی تھیں، رومانیا پہلے ہی سے اس فکر میں لگی ہوئی تھی کہ اپنے بسربیا ٹرینسلونیا اور بکونیا میں پھیلے ہوئے
۱۸۲۶ ہم قوموں کو متحد کرلے ۔ اس حصول آزادی کی جنگ میں روس سلافی قوموں کے ۱۸۳۳

محافظ اور کلیسائے یونان کے سرگروہ ہونے کی حیثیت سے باضابطہ بلقان میں داخل ہوگیا۔ جب نشیبی ڈینیوب پر روس کا اثر قائم ہوگیا تو آسٹریا کی تنہا اجارہ داری مفقود ہوگئی۔ اور اس جزیرہ نما کی سربراہی کے لیئے ٹیوٹنوں اور سلافیوں میں کشمکش کا آغاز ہوگیا۔ عثمانیوں کی "زوال پذیر شہنشاہی" جس سے یونانیوں کی بغاوت نے ایک صوبہ کٹوا کر الگ کرا دیا تھا اب یکے بعد دیگرے اپنے اعضا کی قطع و برید اور اپنی سیاسی محکومیت کے طویل دور میں داخل ہوئی، اور خود مختار مصر کے خوف اور غیر ملکی جنگی جہازوں کے لیئے درۂ دانیال کے بند ہو جانے سے قریب تھا کہ یورپ میں جنگ برپا
۱۸۳۵ ہو جائے۔ پرشیا نے سلطان کی فوج کے لیئے وان مولٹکی اور دوسرے افسروں کو بھیجکر سلطان کے فوجی معلم بننے کی حیثیت پیدا کرلی، مگر ان لوگوں نے فوج کو درست کرنے سے پہلے ایشیائے کوچک کے وسائل دولت کو جرمنی کے ہاتھ میں ڈالنے کی فکر کی۔ اسی اثنا میں یورپ سے باہر نسلی حیثیت سے دنیا پر مسلط ہو جانے کے لیئے ایک دوسری کشمکش کا آغاز
شہنشاہی کی رقابت ہوگیا تھا جو ایک گونہ برطانوی شہنشاہی کے رشک کی وجہ سے تھا۔ روس اپنی ایشیائی شہنشاہی کے مرحلے میں داخل ہو چکا تھا، وہ کوہ قاف سے پار ہوکر آرمینیا کے لیئے بر سر پیکار تھا اور بحر کاسپین کو قلعہ بند کر چکا تھا۔ روس کا سامان لاہور تک پہنچ رہا تھا، اسکی تجارتی رقابت، سرکیشیا
۱۸۲۸ ۱۸۳۸ کے سواحل سے برطانوی جہازوں کا اخراج، دریائے فرات سے اسٹیمر کے ذریعے ہندوستان کو ڈاک جانے کی مخالفت، فارس میں ریشہ دوانیاں، ان سب باتوں نے اسکی طرف سے شک و اندیشہ پیدا کر دیا تھا۔ چند برس بعد وہ بحر الکاہل کے سواحل کی طرف کیمس کیٹکا اور دریائے آمور تک پہنچ گیا۔ اسی دوران میں فرانس ایک نئی مستعمری شہنشاہی قائم کرنے کے لیئے افریقہ و بحر الکاہل کی طرف متوجہ ہوا، لوئس فلپ نے جب محراب ظفر (Arc de Triamph) کا افتتاح کیا اور فرانس کے شاندار کارناموں کے لیئے ورسیلز کی تبریک کی تو گویا فرانس نے اپنی

مدتوں کی پستی سے نکل کر دوبارہ جنم لینے کا جشن منایا۔ پرجوش لوگوں کو یقین تھا کہ اسکے لئے الجزائر کا حاصل کر لینا ایسا ہی ہوگا جیسا انگلستان کے لیئے ہندوستان کا اور جب لارڈ گرے نے اسکے خالی کر دینے کا مطالبہ کیا تو مخاصمت سے بچنے کے لیئے آبادکاری کی کارروائی گونہ خفیہ طور پر ہونے لگی۔ شمالی افریقہ میں فرانس کی نئی قائم شدہ حکومت کے مقبوضات ساحلی حدود سے گزر کر اندرون ملک تک پہنچ گئے اور مراکو کو خطرے میں ڈالدیا۔ مارشل، ولئی نے کہا کہ "فرانسیسیوں سے میری خواہش یہ ہے کہ وہ رومانی افریقہ کو واپس لے لیں اور فرانس میرے کہنے سے جہاں کہیں بھی قدم رکھے گا میں اسے مستقل مستقر بنا دونگا"۔ نپولین کے وقت سے اسکی نگاہ مشرق کے دروازے پر لگی ہوئی تھی۔ اسکے افسروں نے مصر کے وائسرائے محمد علی کی بری و بحری قوتوں کی تربیت کی تھی اور سلطنت عثمانیہ کے اس زرخیز ترین صوبے میں اسکے ترقی پذیر اثر سے انگلستان کو خوف پیدا ہو رہا تھا۔ بحرالکاہل میں اس نے نگہبانی، محمیت اور قیام آبادکاری کی جو تجویزیں اختیار کی تھیں ان سے انگلستان چونک اٹھا اور اسی وجہ سے اس نے نیوزیلینڈ کی آبادکاری قائم کی۔ ایشیا، افریقہ اور بحرالکاہل میں یورپی ۱۸۲۷ ۱۸۴۲
طاقتوں کو نو آبادی قائم کرنے کے نازک خطرات کا سبق پہلے ہی مل چکا تھا، اور اسکی وجہ سے اب محالفے مشکوک نظر سے دیکھے جاتے تھے، اور وہ محض ہنگامی و غیر متیقن نوعیت کے ہوتے تھے کیونکہ وطنی حکومتوں کے تعلقات اسوقت تک غیر مصئون ہیں جب تک کہ اس اندیشے کا امکان باقی ہے کہ کرۂ ارض کے دوسری جانب کے کسی مناقشے سے انکی مفاہمت باہمی غارت ہو جائے گی۔ پامرسٹن برطانوی قوت کا اثر ڈالنے اور دوسری قوموں کے جھگڑوں سے نفع اٹھانے کے لیئے ہمہ وقت تیار رہتا تھا، پس اس ہمہ گیر شورش انگیزی اور انقلاب عام میں اس نے انگریزی مفاد کے لئے ہر طرف دست اندازی کرنے کی پرزور حکمت عملی اختیار کی۔ ایک معتدبہ وقفہ کو چھوڑ کر وہ پینتیس ۳۵ برس تک انگریزوں کی غیر ملکی حکمت عملی کی رہبری کرتا رہا۔ تاجر اس کی

ستان
چین

بج سرائی میں رطب اللسان تھے کیونکہ وہ تاجروں کی آن بان قائم رکھنے اور دولت حاصل کرنے کے لیئے میدان کارزار میں کود پڑنے کے لیئے تیار رہتا تھا کھیلوں کے شائق اسکے گرویدہ تھے، ایسے ہی وہ اسی کے جھنڈے کے نیچے چلتے اور ان شائستہ گھوڑوں کے نظارے کا لطف اٹھاتے تھے جو دفتر خارجہ کے باہر تیار کھڑے دہانہ چبایا کرتے تھے۔ عمومیت کے شیدائی اسکے ثناخواں تھے اور وہ ایک ایسے شخص کو جو مطلق العنانی پر سخت حملے کرتا رہتا تھا اصلاح کے معاملے میں دلچسپی نہ لینے کے لئے معاف رکھتے تھے۔ بیرون ملک میں اسکو ایک درشت، جابر اور بے خوف، کارفرمائے مطلق سمجھا جاتا تھا۔ ایک عظیم الشان حرفتی قوم کے لئے جو ہر طرف سے منقطع ہونے کی وجہ سے محفوظ ہو اس نے جو لائحۂ عمل تجویز کیا تھا وہ مختصراً یہ تھا کہ انگریزوں کا انحصار غیر ملکیوں پر نہ ہو بلکہ غیر ملکیوں کا انحصار انگریزوں پر ہو۔ جکوبین کے نام اور اپنے مخالفوں کے اس الزام کی کچھ پروا نہ کر کے کہ "اس نے عام طور پر یورپ کی قوموں کو ہم سے متنفر کر دیا ہے" اس نے اپنے ملک کو چھوٹی سلطنتوں کا حامی و سرپرست بنا دیا تھا۔ بلجیم کو آزاد کرانے میں اس نے فرانس کے ساتھ جو شرکت کی اسے زار نے ایک ناگوار حرکت سمجھا۔ اور بہ مقام منکن گراز، آسٹریا اور پروشیا کے ساتھ ملکر ان دو طاقتوں کے مقابلے میں جو "بغاوت کو علی الاعلان شائع کرنے اور استقلال و استقامت کو برباد کرنے کی ہمت رکھتی تھیں،" خداداد حق کی تائید میں مذہبی محالفے کی تجدید کی،
مگر پامرسٹن جو کیننگ وکاسلری کا شاگرد تھا وہ ایک ہی حکمت عملی ۱۸۲۳
یعنی انگلستان کے شہنشاہی اغراض و مفاد کی روش پر چلا جارہا تھا۔ وہ الجزائر میں فرانسیسی پیش قدمی اور پیرینیز سے دوسری طرف فرانسیسی اثر کو شک کی نظر سے دیکھتا تھا۔ وہ اس امر پر ہمیشہ نگاہ رکھتا تھا کہ مبادا اسپین، فرانس کے زیر اثر آجائے، اور پرتگال کو بھی اپنے حلقے میں کھینچ لے۔ اور اس طرح انگریزی جہازوں کو ٹیگس کے کارآمد مواقع سے محروم کر دے۔ دونوں ملک ایک ہی سے خاندانی مصائب میں پھنسے ہوئے تھے۔

دونوں میں کم سن بچیاں تین اور سات برس کی عمر کی ملکہ بنائی گئی تھیں اور لبرل انکی تائید کر رہے تھے دوسری طرف مطلق العنانی کے حامی اور پادری اور اعیان ملک تاج کے گرد جمع تھے۔ پرتگال میں وہ ڈام مگل تنے اور اسپین میں ڈان کرلاس کے طرفدار تھے۔ دس برس کی رجعت قہقری کے بعد جس میں اسپین کے لبرلوں کو "فرشتہ تباہی کی مجلس" کے انتقام سے مصیبتیں اٹھانا پڑی تھیں، فریقوں کی "جنگ ہفت سالہ" واقع ہوئی۔ ٹیلیرینڈ نے مداخلت کرنا چاہی، مگر پامرسٹن یہ "زبردست چال" چل گیا کہ پرتگال اور اسپین کے لبرلوں کے ساتھ محالفہ کرلیا، اور اسے دفعتہً کابینہ کے سامنے پیش کر دیا۔ بعد کو فرانس بھی اس میں شامل ہوگیا، اور اس طرح یہ محالفہ "محالفۂ اربع" بن گیا پامرسٹن فخریہ کہتا تھا کہ اسکا اخلاقی اثر یہ ہوا کہ مدعیان سلطنت خائف ہوگئے ۱۸۳۴
اور یہ سچ بھی تھا۔ دوسری طرف فرانس نے یہ دیکھا کہ اس محالفہ کی قطعی غرض یہ تھی کہ اس سے فرانسیسی حکمت عملی کے پاؤں میں بیڑیاں پڑجائیں۔ اسکو پرینیز کی دوسری جانب کسی قسم کا استحقاق جتانے کا موقع نہ رہا، اور اسپین کی ان پریشانیوں سے تنہا انگلستان نے اپنا مطلب نکالا۔ پس لوئس فلپ نے اپنے مدعی شریک کا ساتھ چھوڑ دیا، اور پامرسٹن تنہا کام کرتا رہا۔ اپنی حکومت کو مداخلت کا ذمہ دار بنائے بغیر اس نے "قانون اجتماع افواج برائے ممالک غیر" کو معلق کر دیا، اور لبرلوں کی اعانت کے لئے ایک فوج تیار کی گئی۔ بڑی بڑی تنخواہوں کی طمع میں یہ سرفروش خطرات میں پڑ کر بڑی ہی جانبازی سے لڑتے رہے، یہانتک کہ سامان کے فقدان اور اسپینیوں کی کمزور تائید کی وجہ سے وہ بڑی مشکلوں کے ساتھ جان بچاکر نکل آئے۔ کارلس کے طرفدار صرف تھک کر مغلوب ہوئے اور خانہ جنگی کا خاتمہ ہوا۔ کسی ملک کے خانگی معاملات میں دخل دینے کے خلاف جن لوگوں نے اعتراضات کیئے تھے اُنکا جواب پامرسٹن نے یہ دیا کہ آئینی حکومت سے تجارتی وسیاسی اغراض کو فائدہ پہنچے گا۔

اور یہ دعوے کیا کہ اس نے اس طرح دوسرے ملکوں کی علی الاطلاق دست اندازی کو روک دیا، اس نے یہ کہا کہ ہم اس اصول موضوعہ پر چل رہے ہیں کہ اسپین اسپینیوں کے لئے ہے، اور ہم نے یہ خیال کیا کہ باغلب وجوہ اسپین کی خود مختاری اس طرح زیادہ محفوظ ہو جاتی ہے کہ وہ خالص خود مختارانہ حکومت کے تحت میں ہونے کے بجائے نیابتی و قومی مجلس کے زیر اقتدار آجائیں"، مگر اس کے دلائل نہ اسکی حکمت عملی کے خطرے کو چھپا سکتے اور نہ اس امر پر پردہ ڈال سکتے ہیں کہ اس نے انگلستان اور فرانس کے تعلقات میں کس خطرناک حد تک کشیدگی و کبیدگی پیدا کر دی تھی ؟

انگلستان و ترکی

ایک نئی کشمکش اور پیش آگئی جس نے فرانسیسیوں کے اس خیال کو پختہ کر دیا کہ پامرسٹن ایک دشمن کے طور پر ہر ایک موقع پر ان کے ملک کو روکنے پر تلا ہوا ہے۔ مشرق میں فرانسیسی مدت سے محمد علی کے سرپرست
۱۸۰۸ بنے ہوئے تھے۔ اس نے نپولین کے مقابلے میں انگریزوں کے ساتھ ہو کر کام کیا تھا لیکن بہ حیثیت بادشاہ مصر کے اس نے اس انگریزی فوج کو شکست دی تھی جس نے اسکندریہ پر حملہ کیا تھا اور قاہرہ میں ایک دروازہ کھڑا کیا جس میں سو مقتول برطانیوں کے سر لگے ہوئے تھے۔ مگر فرانسیسی کاؤنسل کے مشورے سے قیدی بلا زر فدیہ لئے ہوئے واپس کر دئیے گئے تھے۔ فرانسیسی
۱۸۰۸ ۱۸۲۴ عہدہ داروں کی مدد سے اس نے ایک نئی بری و بحری فوج کی بنا ڈالی، اور کریٹ سے خرطوم تک کی ایک بادشاہی قائم کر لی، اپنا موعودہ انعام یعنی دمشق اور شام کی بادشاہی کے حاصل کرنے کے لئے اس نے اپنے بیٹے ابراہیم کو تمام شام کے فتح کر لینے اور ایشیائے کوچک میں بڑھ جانے کے لئے روانہ کیا۔ باب عالی کے انگریزی سفیر سر اسٹیفرڈ کیننگ نے جو ترکی کی اصلاح کے امکان اور ایک نوخیز "ینگ ٹرک پارٹی" پر یقین رکھتا تھا انگلستان سے مدد کی خواہش کی مگر انگریزی بیڑا بلجیم کی مدافعت میں ہالینڈی ساحل پر مشغول کار تھا اور فرانسیسی بھی مداخلت نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ ان کی فوجیں اینٹورپ کا محاصرہ کئے ہوئے تھیں۔ محمد علی خود قسطنطنیہ میں حکمراں ہو گیا ہوتا

مگر صرف اس وجہ سے ایسا نہ ہوسکا کہ ایک روسی فوج باسفورس میں
اتر پڑی تھی۔ احسانمند سلطان سے زار نے بزور، معاہدۂ اینکار سکلیسی لکھا لیا،
جسکی رو سے سوائے روس کے جنگی جہازوں کے عملاً اور تمام طاقتوں کے
جہازات بحر اسود سے خارج کردئے گئے۔ انگلستان اور فرانس نے بحر اسود کی کلید کو
ایک رقیب طاقت کے ہاتھ میں دیدئے جانے پر اعتراض کیا، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، اور ترکی کی حالت روس
کے ایک باجگزار سے کچھ بہتر نہ رہی، دوسری طرف زار جو مغرب کے ان دونوں انقلابی
ملکوں سے جنھیں وہ "ارتباط" یورپ سے خارج سمجھتا تھا سخت غصے
میں تھا، اس نے منکنگراز کے فیصلے سے جسکے بموجب وہ ترکی کے
علی حالہ قائم رکھنے کا پابند تھا انگلستان کو اطلاع دینے سے انکار کردیا؛
اس اثنا میں محمد علی جو یہ چاہتا تھا کہ مصر سے گزر کر شام وعرب
پر بھی اپنی آزادانہ حکومت قائم کرلے وہ ہندوستان کے دونوں راستوں
بحر احمر و وادی فرات میں حائل ہوگیا اور اب دخانی جہازوں کے
ایجاد ہوجانے سے ان راستوں کی تجارتی اہمیت بڑھ گئی تھی۔ مغربی طریقوں کی
نقل کرکے اس نے بھی پارلیمنٹ کا ایک مذاق کھڑا کیا تھا، مگر دقتوں سے
بچنے کے لیئے وہ حکومت اور فریق مخالف دونوں کا خود ہی انتخاب کرتا تھا۔
حرفتی وتجارتی مصلح بنکر اس نے روئی کے عظیم الشان کارخانے قائم کردئے۔
جن کے گراں قیمت کل پرزے بے مرمتی کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئے۔
اس نے ریشم سے لیکر باغات کی سبزی ترکاری تک کی ہر ایک نفع بخش
حرفت کو حکومت کے اجارے کے اندر لے لیا۔ اسکے اس تحفظی طریقے کو
توڑنے کے لیئے پامرسٹن نے سلطان سے تمام مملکت عثمانیہ میں آزادانہ
تجارت کا ایک معاہدہ کرلیا، اور اسکو عمل میں لانے کے لئے عدن کے ۱۸۳
قبضہ کا خواستگار ہوا۔ عدن تمازت آفتاب سے جھلسا ہوا ایک قلعہ تھا
جو ایک سابق آتش فشاں کے دہانے کے اوپر واقع اور بحر احمر کے
دروازے پر مسلط تھا۔ ملکہ وکٹوریہ کے عہد حکومت میں سب سے پہلا قطعۂ ارض
یہی حاصل ہوا جسکے مابعد منافع بہت کثیر ثابت ہوئے اس تجارتی معاہدے نے

کشمکش کا ایک نیا دور شروع کر دیا۔ محمد علی نے خود مختار ہو جانے کی دھمکی دی۔ اور سلطان نے جنگ سے اسکا جواب دیا۔ ایک بہت بڑی فوج (جسمیں دوسرے پروشیاوی افسروں کے ساتھ وان مولٹکی بھی شامل تھا) ابراہیم کے مقابلے میں روانہ کی گئی مگر جنگ نیزب میں ساری فوج تباہ ہوگئی! چھ دن کے اندر سلطان کا انتقال ہوگیا اور اسکا بیڑہ جہازات درۂ دانیال سے نکل کر محمد علی کے ساتھ شریک ہونے کے لیئے روانہ ہوگیا۔ پامرسٹن کو صرف ایک ہی مقصد مدنظر تھا، یعنی سلطنت ترکی کے قدیم حدود کو اس طرح بحال رکھا جائے کہ وہ ہندوستان کے راستوں پر قابض رہے، برخلاف ازیں فرانسیسی جن کا اثر مشرقی بحیرۂ روم، تمام یونان، مصر، و عراق میں حاوی و غالب تھا وہ یہ سمجھے تھے کہ محمد علی انگریزوں کی طاقت کے مقابلے میں سدِ سکندری کا کام دے گا۔ کیونکہ ان کو یہ یقین تھا کہ سلطنت ترکی کے شیرازے کا منتشر ہو جانا لابدی ہے، اس وجہ سے وہ اسکے متفرق صوبوں کی خود مختاری اور مصر اور شام کے اتحاد کے حامی تھے۔ فرانس کو الگ کر کے پامرسٹن نہ صرف آسٹریا اور پرشیا بلکہ روس کے ساتھ بھی پراسرار معاملات طے کرنے لگا، اور ولیعہد روس کا انگلستان میں خیر مقدم کیا۔ لندن کی قرارداد میں ان چاروں سلطنتوں نے یہ عہد کیا کہ درۂ دانیال کی غیر جانبداری کو قائم رکھکر ترکی کے علی حالہ باقی رہنے کی ذمہ داری کریں اور محمد علی سے یہ چاہا کہ وہ کریٹ، شمالی شام اور عرب کے مقامات مقدسہ سے دست بردار ہو جائے۔ اگر وہ جواب میں بیس روز سے زیادہ تاخیر کرے تو اسکے دوسرے مقبوضات بھی لے لیئے جائیں۔ جس طرح چھ برس پہلے مغربی بحیرۂ روم پر اپنے قبضے کو مستحکم رکھنے کے لیئے پامرسٹن نے ''محالفہ اربعہ'' ملک کے گلے منڈھ دیا تھا اسی طرح اب اس نے مشرق میں اپنی جگہ کو محفوظ رکھنے کے لیئے مٹرنک کے زیر اثر سطلق العنان سلطنتوں کا یہ چہارگانہ انتظام انگلستان کے سر تھوپ دیا۔ فرانس کو نہ تو اس معاہدے کی اطلاع دی گئی اور نہ اس سے اس پر دستخط کرنیکے لیئے قرارداد لندن

کہا گیا۔ اسکے لیئے اب دو ہی راستے کھلے ہوئے تھے، یا وہ اپنے پرانے حلیف محمد علی کو چھوڑ دے یا تمام یورپ سے لڑائی مول لے۔ زار کو لوئس فلپ کی حکومت سے نفرت تھی۔ فرانس میں نپولین کے افسانے کے تازہ ہو جانے سے اور لندن کانفرنس کے علی الرغم لوئس نپولین کے نہایت ہی جوش و خروش کے عالم میں سرزمین فرانس میں دوبارہ قدم رکھنے اور قوم کا پرنم آنکھوں اور پرجوش دلوں کے ساتھ شہنشاہ اعظم کی ہڈیوں کو سینٹ ہلینا سے پیرس میں لانے کی وجہ سے تمام جرمنی میں نفرت و انتقام کے جذبات بھڑک اٹھے۔ پروشیا نے ۱۸۱۵ء ہی میں فرانسیسیوں کے انتقام کا خیال ظاہر کر دیا تھا۔ جنگ لیپزگ کی سالگرہ ایک نئی قوم کے پیدا ہونے کی طرح بڑی دھوم دھام سے منائی جا رہی تھی۔ فرانس کے اس طرح سب سے منقطع ہو جانے کے باعث پامرسٹن کو موقع ہاتھ آگیا اور اس نے علی الاعلان یہ کہا کہ "محمد علی اگر اطاعت نہ کرے تو اسے دریائے نیل میں سلا دینا چاہیئے۔ انگلستان کا نفع اسی میں ہے کہ سلطان شام و مصر پر دوبارہ قابض ہو جائے"۔ وہ اس سے پہلے ہی ماہ جون میں شام کے اندر ایک بغاوت کا انتظام کر چکا تھا۔ اب قبل اسکے کہ پیش کردہ شرائط پر محمد علی کا جواب موصول ہو سکے اس نے آسٹریا اور ترکی کی مدد سے بیروت پر گولہ باری کرنے کے لیئے ایک بیڑا روانہ کر دیا۔ پیرس میں انتہائی اضطراب و ہیجان پیدا ہو گیا، اور ہر سڑک پر انگلستان کے خلاف اشتعال انگیز لعنت و ملامت کے آوازے بلند ہونے لگے۔ پامرسٹن نے ایک فرانسیسی سے کہا کہ "میں تمہارے بادشاہ کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ وہ ہرگز جنگ نہیں کرے گا۔" اسکا یہ کہنا بالکل صحیح تھا۔ اس قومی غیظ و غضب کے ہیجان میں لوئس فلپ کو "صلح پسند نپولین" کا مبارک خطاب عطا کیا جا رہا تھا تھیرز کو استعفا دینے پر مجبور کیا گیا۔ عکہ کے سقوط نے (جو اب تک ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا) محمد علی کو شام سے منقطع کر دیا، اور نیپیر، اسکندریہ پر گولہ باری کرنے کے لیئے روانہ ہو گیا،

لیکن آخر پامرسٹن کی اس ضد کو فرانس اور دوسری طاقتوں کی مداخلت نے روک دیا۔ لندن میں پانچ طاقتوں کی ایک نئی مستشار نے مصر پر محمد علی کے موروثی قبضے کو صحیح قرار دیا، اور پامرسٹن کی طول طویل مقاومت اور بہت سی سازشوں کے باوجود اسکے استحکام کا انتظام کردیا، اور الحال اسکی زندگی بھر کے لئے دور و دراز سوڈان میں دریائے نیل کے اطراف وجوانب بھی اسے عطا کر دیئے گئے۔ فرانس نے سویز اور فرات کے راستوں کی آزادی یا غیر جانبداری کی تجویز کی، اور شام کے عیسائیوں کی دردناک حالت کے لئے (جواب پھر ترکی کی وحشیانہ حکومت میں دیدئے گئے تھے) بحث وحجت کی مگر سب لاحاصل رہیں۔

پامرسٹن کی حکمت عملی

انگلستان اب لیوانٹ میں سب سے سربرآوردہ طاقت بن گیا تھا۔ فرانس اور روس کو اس نے الگ ہٹا دیا تھا اور اپنا ہندوستان کا راستہ محفوظ کرلیا تھا۔ یورپ کے دارالحکومتوں اور تمام مشرق میں پامرسٹن کا طوطی بول رہا تھا، اور اسکی شاطرانہ چالوں اور اسکی ضرب کے کاری پڑنے کا خیال جم گیا تھا۔ انگریز عام طور پر اس امر پر متفق ہیں کہ فرانسیسی حکمت عملی کی مات اور بحری فتح نے ملک کے اعزاز ووقعت کو اس بلند درجے پر پہنچا دیا تھا کہ جنگ واٹرلو کے بعد سے کبھی یہ صورت دیکھنے میں نہیں آئی تھی لیکن پارلیمنٹ میں اسے سخت مخالفت سے سامنا پڑتا تھا۔ استیصالی اس حکمت عملی پر لعنت بھیجتے تھے جو فرانس سے بگاڑ ہوجانے کی سخت مصیبت کا باعث ہوئی، اور جس نے روس کے کمینہ اغراض میں انگلستان کو شریک جرم بنادیا منگٹن نے "ایک مسلح قوم، ایک بے نفع صلح، اور ایک بے فائدہ جنگ کے خلاف جسکے لئے نہ کوئی محرک ہو اور نہ حالات اس کے جواز کے مقتضی ہوں"، اپنی آواز بلند کی۔ پلنز نے جسے فرانس کے اتحاد کی قدر و قیمت پر اصرار تھا صاف یہ کہدیا کہ ۱۸۳۰ء کے بعد سے انگلستان

دیکھ رہا ہے کہ اسکا غیر ملکی نظم بدل گیا ہے اور وہ از سر نو بنایا گیا ہے۔
دوسری طرف پارلیمنٹ خانگی معاملات میں منہمک ہونے کی وجہ سے اپنے بیرون ملک کے کاموں کے اصول کو زیر بحث لانے کے لیئے ایک موقعہ بھی نہ نکال سکی، مگر پامرسٹن نے اپنی غیر ملکی حکمت عملی کو دار العوام کے نمونے پر کبھی نہ تراشا۔ اسکی تائید دار العوام کی دیواروں کے باہر سے ہوتی تھی۔ وہ فرانس کے ساتھ قدیمی تنفر پر بھروسا کر سکتا تھا۔ اس نے قوم کے کان بھر دیئے تھے، اور برطانیۂ عظمی کی طاقت کے دعووں سے انھیں دبا دیا تھا۔ قوم اسکی پر از عصبیت تقریروں اور اسکی بے باکانہ سازشوں کی خود ستائیوں کی دلدادہ تھی۔ اس نے اپنے رائے دہندوں کے سامنے یہ کہا تھا کہ "ہم نے اسے شام سے کس طرح نکال دیا؟ محض اس طرح کہ وہاں لوگوں کو چند بندوقیں دیدیں، اور انکی مدد کے لیئے چند سو ملاحوں کو ساحل پر بھیجدیا، اور یہ کہتے رہے کہ لوگو لڑتے جاؤ، اگر تم محمد علی سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو ہم تمہاری حمایت کے لیئے موجود ہیں۔ اگر تم کچھ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو بس یہی موقع ہے۔ انھوں نے ہمارے الفاظ کا اعتبار کیا اور محمد علی کو بیک بینی و دو گوش نکال باہر کیا، اور اسکے ساتھ اسکی فوج کو بھی خارج کیا اور اپنے نجات دہندہ کے طور پر ہمارا خیر مقدم کیا"
سالہائے مابعد میں ظاہر ہو گیا کہ پامرسٹن کی اس کامیابی کی کیا قیمت دینا پڑی، سلطنت عثمانیہ اب تمام دول عظام کی مشترکہ حمایت میں آگئی تھی اور اس کے بعد سے وہ ان سب کے لیئے میدان کارزار بننے والی تھی۔ محمد علی، مصر میں یورپ کی مرضی سے حکمرانی کرتا تھا، اور یہ ایک بالکل ہی نئی سیاسی حیثیت تھی، شام کے عیسائیوں کے معاملے میں پہلے ہی ایک جنگ عظیم کا خطرہ رونما ہو چکا تھا۔ باب عالی کو اندرونی اصلاح کی کوشش سے آخر الامر ایک زبردست فوجی قوت کے مرتب کرنے میں کامیابی ہو گئی۔ جسے وہ اپنی عیسائی رعایا کے خلاف کام میں لا سکتا ہے۔ ورۂ دانیال کی غیر جانبداری کا یہ حال ہوا کہ دس ہی بارہ برس کے بعد مسودہ معاہدہ کے تمام

اس واقعے کے باوجود انگلستان و فرانس کے بیڑے آبنائے سے گزر کر بحر اسود میں داخل ہو گئے۔ روس یہ اچھی طرح سمجھتا تھا کہ ۱۸۳۳ء میں اس نے جو حیثیت پیدا کرلی تھی وہ انگلستان ہی کی وجہ سے زائل ہوئی اور وہ یہ عزم مصمم کئے ہوئے تھا کہ خواہ اپنے اس خطرناک حلیف سے رشتۂ اتحاد توڑنا ہی کیوں نہ پڑے مگر قسطنطنیہ میں وہ اپنا غالب اثر پھر حاصل کر کے رہے گا۔ فرانس، انگلستان سے دغا کھا کر آسٹریا کی طرف متوجہ ہوا، پرشیا جسے اس مخالفے کی وجہ سے اپنے مغربی و جنوبی دونوں سرحدوں پر نہایت خطرے کا سامنا تھا اس نے اپنی حفاظت ذاتی کا سامان جرمانی سلطنتوں کے زیادہ قریبی اتحاد سے مہیا کیا۔ تمام یورپ خوف اور حرص و آز اور "مسئلۂ مشرقی" کی یکسو کرنے کے خیال میں تہ و بالا ہو رہا تھا، اس مسئلے میں ہر ایک طاقت اپنی تنگدلی و کوتاہ نظری سے اپنے خاص مفاد کے درپے تھی اور براعظم کے امن کے انجام کا کسی کو خیال تک نہیں تھا، اس قسم کی قرارداد و یکسوئی اسکے سوا کچھ نہ تھی کہ وہ نئی لڑائیوں کا پیش خیمہ بن جائے۔

ٹوریوں کی حکمت عملی

جب ایک موازنے کے موقع پر جس میں آزاد تجارت والوں کے ساتھ کچھ مراعات کی گئی تھی، لبرلوں کا زوال ہو گیا تو غیر ملکی حکمت عملی میں تغیر واقع ہوا۔ ولنگٹن کے وقت سے ٹوریوں کی حکمت علمی یہ رہی تھی کہ براعظم کے مطلق العنان بادشاہوں کے ساتھ دوستی قائم رہے اور امن کو برقرار رکھا جائے۔ نئے وزیر اعظم، سر رابرٹ پیل نے وزرا کو سمجھا بجھا کر ان کے ذہن نشین کر دیا کہ "حصول ممالک جدیدہ کی ذمہ داریوں سے سخت تنفر اختیار کریں اور دیگر ممالک کے مساویانہ حقوق کو صاف طور پر قبول کرلیں"۔ اسے پامرسٹن کے طریقے سے نہایت درجہ نفرت تھی، اس نے اس طریقے کو پلٹ دیا اور زیادہ آشتی آمیز و مصالحانہ تعلقات پیدا کئے۔ ممالک متحدہ امریکہ کے ساتھ پامرسٹن نے جو بہت سے مناقشے برپا کر رکھے تھے انھیں اس خوبی سے طے کر دیا کہ امریکہ سے دوستی ہو گئی۔ ۱۸۱۲ء سے

تعلقات دوستانہ چلے آرہے تھے، دونوں ممالک اصول منرو میں
۱۸۴۲ شریک یکرنگ تھے، مین اور نیو برنسوک کی سرحد کے متعلق
۱۷۸۳ء سے جو پرانا مناقشہ قائم تھا اسے اور اسکے ساتھ دوسری
غلط فہمیوں کو ایشبرٹن و وبسٹر کے معاہدے نے صاف کردیا، اور
آریگان کی حدبندی کے متعلق جنگ کا جو شور مچ رہا تھا اسے پیل کے
تجاویز نے ساکت کردیا۔ یورپ میں ملکہ کے مورد عنایت وزیر لارڈ ابرڈین
کو مظلوم قوموں کے ساتھ کچھ یوں ہی سی ہمدردی تھی اور جنگ کے روکنے
کے لیئے اسے معاہدۂ وائنا سے زیادہ قوی کوئی دمدمہ نظر نہیں آتا تھا۔
اسکے تحت میں انگلستان اور آسٹریا و پرشیا کے خیالات
ایک دوسرے کی طرف سے زیادہ اچھے ہوگئے چونکہ وہ یہ ارادہ کرچکا تھا کہ
فرانس کے ساتھ دوبارہ اچھے تعلقات قائم کرے اس لئے جب
ایک فرانسیسی امیر البحر نے اپنی ہدایات سے تجاوز کرکے ٹہیٹی کو ملحق کرلیا،
الجزائر کی فرانسیسی جنگ کے شعلے مراکو تک پہنچ گئے اور ٹانجیر و جبرالٹر
کے درمیان تجارتی آمدورفت خطرہ میں آگئی اور ایک غوغا سا مچ گیا تو اس نے
اس شوروغل پر کان دھرنے سے انکار کردیا۔ لوئس فلپ نے جسے اپنے
تخت کے محفوظ ہونے کی طرف سے بے چینی تھی، انگریزوں کی دوستی کی
تجدید کو لبسا غنیمت سمجھا، دو مرتبہ ملکہ وکٹوریہ سے فرانس میں ملا اور ایک مرتبہ
۱۸۴۳ ۱۸۴۵ خود ونڈسر میں آیا۔ جانشینیٔ اسپین کے دائماً قائم رہنے والے مسئلے کو
مشترکہ قرارداد سے طے کرنے کی کوشش کی گئی۔ نوعمر ملکہ ازبیلا ایک باربن
شہزادے کے ساتھ منسوب کردی گئی اور اسکی بہن کی نسبت اس شرط سے
لوئس کے سب سے چھوٹے بیٹے کے ساتھ کردی گئی کہ پہلے تاج و تخت کا
کوئی وارث پیدا ہوجائے اسکے بعد یہ عقد ہو۔ مگر جس باربن شہزادے کا
انتخاب ہوا تھا وہ اس قدر بداطوار و سالخوردہ شخص تھا کہ بہت ممکن تھا کہ
کوئی انقلاب رونما ہوجائے یا اسکے کوئی اولاد ہی نہ ہو اور اس طرح
تاج و تخت لوئس فلپ کے پوتے کو ملجائے۔ پامرسٹن جب پھر اپنے

اس معروف و مشہور عزم کے ساتھ واپس آگیا کہ وہ خاندان آرلینز کے ساتھ مخالفہ نہ ہونے دے گا تو تین برس کی یہ ذلیل سازش دفعتہً کالعدم ہوگئی۔
۱۸۴۶ اس نے جب ان عقدوں کے متعلق تحکمانہ مراسلت بھیجی جس میں اسپینی حکومت کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ خود مختارانہ طریق حکومت کو فوراً ہی ترک کر کے دوبارہ آئینی طریقہ اختیار کرے، تو اس سے اسپین و فرانس دونوں برگشتہ ہوگئے اور یہ دونوں شادیاں ایک ہی دن میں انجام پاگئیں۔

یورپ میں انقلاب

پامرسٹن نے پھر ایک مرتبہ انگلستان و فرانس کی مفاہمت کو توڑ دیا۔ ایک جمہوریت پسند فریق کی ترقی سے خوف زدہ ہوکر گیزو نے پریس (مطابع) اور جلسوں کی آزادی کو محدود کردیا تھا۔ اور دوسری طرف گویا اسکی ضد میں پامرسٹن نے آزادانہ خیالات کی بیدریغ سرپرستی اختیار کرلی تھی۔ اس نے ان اطالوی سلطنتوں کے پاس جو اصلاح کے لئے جدوجہد کررہی تھیں ایک مشن (وفد) روانہ کیا، جس سے درحقیقت اسے توقع یہ تھی کہ وہ انھیں عاقبت اندیشی سے کام لینے کی صلاح دے سکیگا اور حریت کی سرخ ٹوپی کے استعمال کو روکدے گا، اسپر ڈزریلی نے یہ مذاق اڑایا کہ "پامرسٹن اس ملک کو تدابیر سیاسیہ سکھانا چاہتا ہے جہاں میکاولی پیدا ہوچکا ہے"، اسکے اس فعل کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب سوئٹزرلینڈ کے لوگوں نے انقلاب برپا کیا تو مٹرنک اور گیزو کے مابین اتحاد ہوگیا۔ سات کیتھولک صوبوں نے متفقیت کے ساتھ وفاشعاری ترک کردی اور سانڈربنڈ بناکر آمادۂ جنگ ہوگئے متفقی ڈائٹ نے جب ایک تیز و تند مہم میں انھیں شکست دیدی تو گیزو نے ایک یورپی
۱۸۴۷ مستشار کے ذریعے سے یہ کوشش کی کہ کیتھولکوں کی جانبداری میں مداخلت کی جائے، لیکن پامرسٹن اس دعوے پر قائم تھا کہ سوئز قوم کو اپنے معاملات اپنے طور پر سرانجام دینے کا حق حاصل ہے اور اس نے مستشار کے کام کو آگے بڑھانے پر کچھ ایسی توجہ نہ کی یہاں تک کہ جنگ ختم ہوگئی۔ دول کو اب بہت جلد زیادہ اہم نتائج سے سابقہ پڑا کیونکہ چند ہی ماہ کے اندر اندر

۱۸۴۸ سوئٹزرلینڈ کی مثال عام ہوگئی۔ برائٹ نے کہا کہ "حریت نے
اب یلغار شروع کردیا ہے" قوم پرست عموی تمام یورپ میں اپنے
حقوق کے دعوے کرنے کے لیئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سسلی میں بغاوتیں
شروع ہوگئیں اور ہر ڈاک میں کسی نہ کسی انقلاب یا کسی نہ کسی بادشاہ کو
تخت سے اتارے جانے کی خبریں آنے لگیں۔ اس فتنہ و آشوب سے
شہ پاکر قوم مگیار (مجر) نے بھی بغاوت کردی اور ایک برس کے اندر اندر
لوئیس کوستہ نے ہنگری کی آزادی کا اعلان کردیا۔ زیکوں نے "جنوبی
سلافی قوموں" کا شیرازہ درست کرلیا اور پریگو کی سلافی موتمر اور اگروم کی
موتمر کروشیا نے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا۔ روما نے پوپ کو
خارج کردیا اور مزینی و گریبالڈی نے ایک رومن جمہوریت قائم کردی۔
سارڈینیا نے شمال اطالیہ سے آسٹریوں کو نکال دینے کی کوشش کی
اور اہالی پرشیا نے ایک نظام سلطنت کا مطالبہ کیا۔ بڑی طاقتوں میں
سے صرف انگلستان ہی ایک ایسی طاقت تھا جسے اپنے حاصل کردہ
سیاسی و اقتصادی آزادی پر اعتماد تھا اور وہی مفرور بادشاہوں، مدبروں اور
انقلابیوں کا جائے پناہ بنا ہوا تھا۔ پامرسٹن اس سے زیادہ کچھ کرنا
نہیں چاہتا تھا، وہ محض دور سے تماشا دیکھتا تھا۔ مداخلت اگر کیجاتی تو اس کی
کوئی حد و غایت نہ رہتی اور مشترکہ کسی کام کا کرنا ناممکن تھا۔ آخر ارباب اقتدار کو
غلبہ حاصل ہوگیا اور بغاوتیں آہستہ آہستہ فرو ہوتی گئیں۔ فرانس کے
اجتماعیوں نے یکے بعد دیگرے بہت سے تجربے کئے جنکا انجام تباہیوں پر
ہوا اور لوئس بوناپارٹ کی حکمرانی کے لیئے راستہ صاف ہوگیا۔
آسٹریا نے بہ مقام نووِرا، سارڈینیا کو شکست دیدی اور روس کی
مدد سے اس نے کوسیتھ کو ہنگری کے میدانوں سے نکال دیا اور اسے
ترکی میں پناہ لینا پڑی۔ اہل جمہوریت روما سے نکال دیئے گئے۔ تقریباً
۱۸۴ دو برس تک یورپ کا ہر ایک دربار اضطراب میں مبتلا اور ظلم و تعدی
پر تلا رہا، اور یہی حالت ہر ایک انبوہ عوام کی تھی۔ برطانیہ عظمیٰ نے اگرچہ قحط زدہ

آئرلینڈ کو سختی کے ساتھ دبائے رکھا اور منشوریوں کی آگ کو فرو کر دیا تاہم پامرسٹن دوسری قوموں کے لبرلوں کی طرف سے بے فکر نہیں تھا۔ اس نے سسلی والوں کو ہتیار مہیا کیے، ہنگری میں روس کی مداخلت کے خلاف اعتراض کیا، اور آسٹریا کی جفاکاریوں پر لعنت و ملامت کی۔ آسٹروی وزیر نے جب پامرسٹن کی ان پند و نصائح کا ترکی بہ ترکی جواب دیا اور اسے "بدنصیب آئرلینڈ" اور اس شہنشاہی کی یاد دلائی جس کے وسیع حدود میں انگلستان قانون کے غلبے کو قائم رکھنے کا عادی ہے خواہ اس میں خون کی ندیاں کیوں نہ بہ جائیں اور یہ لکھا کہ "ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ہم اس پر الزام لگائیں" تو اسکا کوئی جواب ہی نہ دیا گیا۔ صلاح و مشورے سے گزر کر پامرسٹن نے اب عمل کے میدان میں قدم رکھا، جب ان مطلق العنان بادشاہوں نے سلطان پر زور دیا کہ کوسُتھ اور دوسرے ہنگروی پناہ گزینوں کو خارج کر دے تو ٹرکی کی تائید میں زور دکھانے کے لئے برطانوی بیڑا روانہ کیا گیا۔ ٹرکی سے مخالفت کرنے اور فرانس و روس سے دوستی رکھنے کی علت میں شاہ آٹو کی تنبیہ کے لیئے اس نے بیڑے کا ۱۸۵۰
رخ پیریس کی طرف پھیر دیا اور فنلے مورخ سے ایک ٹکڑا زمین کا لے لینے اور ڈان پیسیفکو کے مکان کے ایک مجمعے پر تاخت کرنے کے لئے نہایت سخت تاوان وصول کیا گیا، (ڈان پیسیفکو ایک یہودی تھا اور جبرالٹر میں پیدا ہوا تھا) فرانس و روس جنھوں نے انگریزوں کے ساتھ سلطنت شاہی یونان کی ذمہ داری کی تھی، انکے اعتراضات کی کچھ پروا نہ کی گئی اور اب معلوم ہوتا تھا کہ جنگ ہو پڑے گی۔ ایسی حد سے بڑھی ہوئی زیادتی کو دارالامرا نے مسترد کر دیا اور امرا کی ملامت نے لارڈ جان رسل کو مجبور کر دیا کہ وہ یا اپنے وزیر خارجہ کو الگ کر دے یا اسکی حکمت عملی کو حق بجانب ثابت کرے ورنہ مستعفی ہو جائے۔ جن طور و طریق اور جس اصول پر کام ہو رہا
مباحثہ ڈان پیسیفکو تھا اس پر اعتماد ظاہر کرنے کے لیئے ایک تحریک پیش کی گئی۔ رسل نے کہا کہ "اس تحریک کی شکست سے سارے یورپ میں مطلق العنانی کے

دوست رکھنے والوں اور حریت سے نفرت کرنے والوں کے دل خوشی سے اچھلنے لگیں گے۔" کنسرویٹو فریق کے لوگوں نے مداخلت کے اس "نظر فریب وخطرناک اصول" کی مذمت کی اور یہ دعوے کیا کہ پامرسٹن کی یہ دخل وہی نفسانیت پر مبنی ہے، انھوں نے اُس کی اشتعال انگیز زبان پر اعتراض کیا، اور کہا کہ "جسے اصول حریت کہا جاتا ہے" اسکی ہمت افزائی کرنے سے، اس نے طریق جیکوبن اور طوائف الملوکی کا راستہ صاف کیا جسکا نتیجہ انجام کار میں رجعت قہقری ہوا گلیڈاسٹون نے یہ کہا کہ "انگلستان کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ ساری دنیا کا معلم بن جائے۔" اس نے اس امر سے انکار کیا کہ کسی ایک ملک کو مختص حقوق خاص رکھنے کی حیثیت حاصل ہے اور جب اس نے تمام یورپ کو عالم مسیحی کی ذمہ داریوں کے تحت میں شریک کر لیا تو اس مباحثے کو ایک بلند تر سطح پر پہنچا دیا۔ پیل نے اس امر سے بے خبر کہ وہ آخری مرتبہ ایوان کو مخاطب کر رہا ہے، "غیر ممالک میں دست درازی کی روش کو گراں قیمت اور مضرت رساں ظاہر کیا اور یہ دعوے کیا کہ جو لوگ آزادی کے لیئے جان لڑا رہے ہیں انھیں کی کوششیں آزادی کی بہترین ضمانت ہیں۔ رسل نے اسکے جواب میں مداخلت کی تائیدکی، اس نے کہا کہ "بنی نوع انسان کے عام مفاد کے علاوہ یورپ کے اعتبار سے بھی ہماری یہ خاص غرض ہے کہ آزادی کو وسعت دی جائے۔" وزیر اعظم نے اپنی تقریر کو ان الفاظ پر ختم کیا کہ "جب تک کہ اس ملک کی حکومت ہمارے ہاتھ میں ہے، میں اپنے معزز دوست کی طرف سے یہ جواب دے سکتا ہوں کہ وہ آسٹریا کے وزیر، روس کے وزیر یا فرانس کے وزیر یا کسی اور ملک کے وزیر کی حیثیت سے کام نہیں کریں گے بلکہ وہ انگلستان کے وزیر کی حیثیت سے کام کریں گے۔" وزیر اعظم کے ان آخری الفاظ سے ایک ایسا جوش وخروش ابل پڑا کہ اسکی کوئی نظیر اس نسل میں نہیں ملتی مگر سب سے زیادہ پرزور مدافعت خود پامرسٹن کی جانب سے ہوئی جس نے اعتماد کے ساتھ انصاف و آزادی کے ان اصولوں پر توجہ دلائی جو اسکی عام حکمت عملی کے محرک رہے ہیں۔

اس امر سے انکار کرتے ہوے کہ یونان کا معاملہ مداخلت کے قابل نہیں تھا اس نے یہ دعوے کیا کہ کوئی برطانوی شخص جو دوسرے ممالک میں رہتا ہو اسکا مکان خواہ ایک محل ہو یا ایک کوٹھری، اسے انگریزی جھنڈے کی حفاظت حاصل ہونا چاہئے نہ یہ کہ وہ غیر ممالک کے عدالتوں کی لاپرویانہ انصاف کے تابع بنا دیا جائے۔ اس نے رومی شہریت کی یاد دلوں میں تازہ کردی اور یہ دعوے کیا کہ "ہر ایک برطانوی رعیت خواہ کسی ملک میں ہو اسے اس خیال سے قوی دل رہنا چاہئے کہ انگلستان کی نگراں آنکھ اور اسکا مضبوط بازو اسے ناانصافی و زیادتی سے محفوظ رکھے گا" اسکے اس دلیرانہ خاتمۂ کلام پر جس زور شور کی صدائے تحسین بلند ہوئی اس سے سارا ملک گونج اٹھا، اعتماد کا ووٹ منظور ہوا اور پامرسٹن کی ہردلعزیزی مستحکم ہوگئی۔

طریق منچسٹر

یہی مباحثہ تھا جس میں کابڈن اس طریق خیال کے پیشرو کی حیثیت سے نمایاں ہوا جسمیں کانٹ کے مسلمات اور موتمر وائنا کے اغراض مجتمع تھے۔ غیر ملکی معاملات میں کابڈن کو معقول واقفیت حاصل تھی البتہ یہ واقفیت یک طرفہ تھی۔ اس نے مصری مسئلے پر اسوقت غور کیا تھا جبکہ محمد علی برسر اقتدار تھا، وہ امریکہ و پرشیا میں گیا تھا، مٹرنک سے آئرلینڈ کی حالت کے متعلق بحث و مباحثہ کیا تھا۔ پیرس اور فرینکفرٹ میں جو ستشار امن منعقد ہوئی تھیں انکا وہ ایک سرگرم رکن رہ چکا تھا اور نکیم کا بہت بڑا حامی تھا۔ یونانی مباحثے میں اس نے "تدابیر خارجیہ کے متعلق سخت نفرت کا اظہار کیا اور ملمع کئے ہوئے نظر فریب الفاظ کی خوب ہی قلعی کھولی۔ اس نے کہا کہ نیلی کتابوں (سرکاری اشاعتوں) میں جو کچھ شائع ہوتا ہے، اگر اہل ملک کو اسکے مطالب پر پوری طرح عبور ہوتا تو وہ اس چھوٹے سے ملک کو دھمکانے کی جگہ یہ زیادہ پسند کرتے کہ خود روپیہ جمع کرکے یونان کی برطانی رعایا کے نقصانات کا معاوضہ کردیں"۔ اس نے صاف یہ کہا کہ "میرے دل میں قوی سے قوی اعتماد اگر کوئی ہے تو یہی ہے کہ غیر قوموں کے خانگی معاملات میں عدم مداخلت کا اصول اختیار کرنا چاہئے"۔ اسکی امیدوں کا مرکز قانون بین الاقوامی تھا کیونکہ

غیر ممالک کے تنازعات کے بارے میں یہ اطمینان حاصل کرنا کہ حق کس کی جانب ہے کچھ آسان نہ تھا اور مباحثوں کی گرماگرمی اور "ناواقف و اشتعال پذیر رائے دہندوں" کو خطاب کرنے کے جلسے، اس بارے میں کسی صحیح رائے پر پہنچنے کے واسطے بدترین وقت اور بدترین مواقع تھے، اسکی تمام سیاسی عمارت کی خشت بنیاد "آزاد تجارت" تھی، اسی پر اس نے اپنے اعتماد کی بنا رکھی تھی اور امن کے مفاد اور اس کے عمل درآمد کے لئے اسباب کے مبادلے کو علمی سبق سمجھتا تھا۔ وہ ایبی ڈی سنٹ پیری کی بلند پروازیوں کو دار العوام میں لے آیا، اور اگرچہ اعزاز و مفاد کی حمایت کے لیئے وہ بادل ناخواستہ جنگ کو قبول کرتا تھا مگر وہ اس دن کا متوقع تھا جب جنگ ایسی ہی متروک ہو جائے گی جیسے "ڈول" متروک ہو گیا ہے، اور اسکا خیال تھا کہ اس مقصد کے حصول کے لیئے انگریزی قوم کو پیشروی اختیار کرنا چاہیئے۔ اس نے لکھا تھا کہ "چونکہ برطانیہ عظمی کے وسائل، اسکی ہمت، اسکے تنظیمات اسکا جغرافی محل وقوع سب مضبوط ہیں، پس خاص اسی وجہ سے وہ تمام سلطنتوں سے پہلے اخلاقی اصول پر عمل اور اس امر کی مثال پیش کر سکتی ہے کہ کس طرح ایک طاقتور قوم انصاف و امن کے راستے پر چلتی ہے"۔ مگر امن کو بہت سے دشمنوں سے مقابلہ کرنا تھا اور کابڈن اسوقت کے دیکھنے کے لیئے زندہ رہا جب اس ملک میں جسے وہ اپنے خاص ملک کے بعد دنیا کے لیئے ایک نمونہ سمجھتا تھا، غلامی بزور اسلحہ بند کی گئی۔ کابڈن جسوقت پورے زور پر تھا اطالیہ کی حقیقت ایک "جغرافی نام" سے زیادہ نہ تھی، اور جرمانی شہنشاہی نسلوں اور قوموں کا ایک ایسا پراگندہ مجموعہ تھی جو "خون و آہن" کے اصول پر اتحاد کے لیئے سربازی کر رہی تھی۔ ایک پر از اسلحہ دنیا میں غیر مسلح ہونے کے خطرے کو کابڈن نے نظر انداز کر دیا تھا۔ اسکے نظریات پر زور کے ساتھ حملہ کیا گیا۔ ایک مدبر نے یہ کہا تھا کہ "مانچسٹر میں اصول جس شے کا نام ہے، اسکا انحصار روئی کی قیمت پر ہے"، اور تھیکرے نے اس "پھیری لگانے والے کا" مضحکہ اڑایا جو جنگ کو بند کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن ڈزریلی کا اعتراض

غلامی بزور اسلحہ

زیادہ باوزن و دل نشین تھا کہ محض اس بنیاد پر کہ امریکہ و انگلستان دولتمند و مرفہ الحال ہیں، یہ سمجھنا کہ ساری دنیا میں امن قائم ہو جائے گا دیوانگی ہے کیونکہ "جنگ کا آغاز ان قوموں کی طرف سے نہیں ہوتا جو آسودہ حال و مطمئن ہوتی ہیں بلکہ اسکی ابتدا اس قوم یا اس بادشاہ کی طرف سے ہوتی ہے جو اپنی حیثیت کے بلند کرنے کے لیئے مضطرب ہو"۔ لیکن ایک حامی امن فریق برابر بڑھتا گیا اس سے بحث نہیں کہ اسے کابڈن نے اپنے اقتصادی اصول پر سبق دیا تھا یا گوئکر جان برائٹ بے مثل کسی محب بنی نوع انسان سے اس نے تعلیم پائی تھی مگر نتیجہ یہ تھا کہ آئندہ سے غیر ملکی حکمت عملی کے متعلق ان اعتراضات کو ملحوظ رکھنا پڑتا تھا جو اخلاقیات کے نقطۂ نظر سے وارد ہوتے ہوں۔ لبرل اس رائے پر مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے تھے کہ انھیں آزادانہ خیالات کے لیئے مداخلت کرنے کا حق حاصل ہے اور کنسرویٹو طمانیت کے ساتھ امن کے قائم رکھنے کے موید و حامی تھے مگر استیصالیوں نے ایک دوسرا ہی علم بلند کیا جس پر قوموں کے درمیان نیک نیتی کا پیغام منقوش تھا اور انھوں نے بین الاقوامی قانون کو عملی حیثیت دینے کی کوشش کی۔

پامرسٹن کا زوال

مقلدان طریق منچسٹر نے "نمائش عظیم" کی کامیابی اور پامرسٹن کے دفعتہً اعلیٰ علیین سے اسفل السافلین میں گرنے سے امن کے لاحاصل توقعات قائم کر لئے تھے۔ آخری چار برس کے دوران میں پامرسٹن دربار سے کشاکش میں پھنسا ہوا تھا، خارجی معاملات کی رہبری کے متعلق ملکہ اپنے ایک نئے اقتدار پر مصر تھی۔ دربار پر جرمانی اثر چھایا ہوا تھا اور وہاں کے خیالات رجعت پسندی کی طرف مائل تھے۔ اپنے مراسلات کے آخری مسودات کو ملکہ کے سامنے پیش کرنے میں پامرسٹن کی سہل انگاری، آسٹروی یونانی، اور پرشیاوی سفیروں سے اسکی مدمغانہ بیرخی، لوئس کوستھ کے ساتھ اسکی علانیہ ہمدردی کی وجہ سے ملکہ اور ملکہ کا شوہر اور وزیر اعظم سب کبیدہ خاطر ہو چکے تھے آخر آخر یہ ہوا کہ اس نے اپنے رفقا کی رضامندی کے بغیر

سرکاری طور پر لوئس نپولین کی حکومت تسلیم کرلی جو اپنی ایک زبردست
دسمبر ۱۸۵۱ء چال سے جمہوریہ فرانس کا رئیس بن گیا تھا، پامرسٹن کو یقین یہ تھا کہ یہ نیا حکمران
مطلق العنان بادشاہی کا جویا نہیں بلکہ آئینی حکومت کے بحال کرنے کا خواہاں ہے۔
اس نے اپنی پیش بینی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ شخص آئندہ نسل کی زبردست
قوتوں میں سے ایک قوت ہوگا اور مشرق میں انگریزوں کی حکمت علی کو
اگر خطرہ پیش آئے گا تو انگلستان کو اسی کی تائید کی ضرورت ہوگی۔ غرض دربار
اور کابینہ دونوں طرف سے ایک ایسے وزیر خارجہ کے لیئے تقاضا ہونے
لگا جو اپنا داہنا ہاتھ حد سے بڑھے ہوئے مطلق العنانوں کی طرف اور اپنا
بایاں ہاتھ عمومیت پسند سازشیوں کی طرف بڑھائے بغیر کام کرسکے۔
مگر پامرسٹن کے مستعفی ہونے کے بعد رسل کی حکومت چند ہفتوں تک
۱۵۵۲ قائم رہی اور رسل کے جانشیں لارڈ ڈربی کا بھی چند ماہ بعد زوال ہوگیا۔
جب یہ اضطراب پھیلا کہ جدید مطلق العنانی کے تحت میں فرانس پھر ایک مرتبہ
ایک زبردست فوجی طاقت بن جائے گا تو تمام ملک جنگ کی حرارت سے
گرما گیا اور ملک کو کسی نئے نپولین سے بچانے کے لیئے مسودہ فوج محافظ
کی حمایت میں دارالامرا کے اندر ولنگٹن کی آخری تقریر سے یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ
اضطراب انتہائی حد کو پہنچ گیا ہے۔ ایک برس بھی نہیں گزرنے پایا کہ ملکہ اور
وزرا کو اپنی حکمت علی کے بدلنے اور نپولین سوم کے سرکاری طور پر شاہ فرانسیسیاں
تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ دربار کو بہت جلد یہ معلوم ہوگیا کہ معزول وزیر کا
اثر زائل نہیں ہوا ہے، وہ اپنا ایسا نقش قدم چھوڑ گیا تھا جسے نہ اعتراضات
مٹا سکے اور نہ مرور دہور سے وہ کلیتہً محو ہو سکا چونکہ اسکے خیال میں انگلستان
انصاف کا علم بردار تھا اسلیئے وہ (دیگر ممالک میں) مداخلت کو اپنا ایک حق
سمجھتا تھا، اور جب کبھی دوسرے ملکوں میں مطلق العنانی و عمومیت کے درمیان
جنگ برپا ہوتی تھی تو وہ ہمیشہ عامتہ الناس کا جانبدار ہوجاتا تھا۔ جب ایک
بھٹی خانے پر گاڑی بانوں کے ایک انبوہ نے ہینا "قصاب ہنگری" کو زدوکوب
کی تو پامرسٹن نے اس ستم شعاری پر قہقہہ لگایا اور آسٹروی سفیر سے جواب طلب

کرنے کے لیئے جو مسودہ تیار کیا وہ ایسے نخوت بھرے الفاظ میں تھا کہ رسل کو مجبور ہو کر اسکی عبارت کو نرم کرنا پڑا۔ استیصالی جنھوں نے لوئس کوسِتھ کے سامنے محضر پیش کئے تھے، جس سے کابڈن کے لئے "زائد از ضرورت بارود"، اور برائٹ کے لئے زائد از ضرورت "سامان ہنگامہ آرائی" مہیا ہوگیا تھا، وہ یہ جانتے تھے کہ کوسِتھ کو بلانے کی تجویز سے پامرسٹن
١٨٥١ نے حکومت کو خوف زدہ کردیا، اس امر کو روا رکھا کہ ایک وفد دفتر خارجہ کے اندر آکر شہنشاہان روس و آسٹریا کو قابل نفرت قاتلوں کے لفظ سے مطعون کرے۔ اس نے اپنی عمومیت پسند ہمدردیوں سے استیصالیوں کی مدح اور ان کا اعتماد ایسے مکمل طور پر حاصل کرلیا تھا کہ اسکے رفیقوں نے ایک بے پروا کوچوان کو برطرف کردینے کی بہ نسبت گاڑی سے چمٹے رہنا بہتر سمجھا۔ متوسط طبقہ "پام" کو ایک ایسا مدبر جانتا تھا جو اپنے ملک کی حمایت کے لیئے ہر طرح کے خطرات میں کود پڑنے کے لیئے تیار رہتا تھا اور اس نے تجارت کو مستحکم رکھنے کی جو شہرت حاصل کرلی تھی اسکا معاوضہ طبقۂ تجار نے اسے دیدیا۔ ملکہ کو اگرچہ یہ یقین تھا کہ وہ ہمیشہ دربار کو خطرناک پیچیدگیوں میں پھنسا دیا کرتا ہے لیکن ایک وقت ایسا آگیا جب ملکہ کو یہ معلوم ہوگیا کہ اسکے بعد کے مشیروں نے اسے ایسی فوجی کارروائیوں کے اختیار کرنے پر مجبور کردیا ہے جسمیں پڑنے سے پامرسٹن انکار کرتا رہتا تھا۔ پامرسٹن اس زمانے کے لیئے خوب ہی موزوں تھا جسمیں تعدی اور جذبۂ ہمدردی انسانی عجیب وغریب طرح سے ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ یہ امتزاج اس طرح کا تھا کہ اسی میں اسے اپنی "سب سے بڑی کارگزاری" کا موقع نظر آتا تھا، اہل برازیل کو غلاموں کی تجارت کے ترک کردینے پر مجبور کرنا اسی قسم کے کاموں میں داخل تھا۔ اگرچہ وہ بسا اوقات تحکیم کو اپنے ملک کی عزت کے منافی خیال کرکے، اسکی مخالفت کیا کرتا تھا مگر اس نے ممالک متحدہ امریکہ کے ساتھ ایک ایسے معاہدے کی تجویز کی تھی کہ دونوں ملکوں میں کوئی تنازعہ
١٨٤٨ پیدا ہو تو دونوں قومیں کسی دوست سلطنت کو درمیانی بنائیں۔ اسکے ساتھ ہی

وہ یہ بھی دیکھتا تھا کہ انگریزوں کی قوتِ بحری اور ان کی نوآبادیوں سے ایسا رشک وحسد پیدا ہو گیا ہے کہ کسی بے لوث صاحب تحکیم کا ملنا دشوار ہے۔ آزاد تجارت کے زبردست حامی ہونے کے باوجود وہ ان وہمی خیالات میں نہیں پڑتا تھا کہ دنیا جو دائمی امن کے قبول کرنے کے لئے ہموار نہیں ہوئی ہے وہ دائمی امن کو قبول کرلیگی۔ کابڈن کے برعکس وہ پہلے مسلح ہونا اور پھر بات کرنا چاہتا تھا، اس نے سختی کے ساتھ اہل ملک کو یہ نصیحت کی تھی کہ وہ یاد رکھیں کہ ایک غیر مسلح و ناتیار انگلستان اپنے دوستوں کو دغا دے رہا، خود اپنے حق میں برا کر رہا اور جس کام کو اس نے اپنے سر لیا ہے اس کے لئے نا اہل ثابت ہو رہا ہے۔ اسکی نظر میں (انگلستان کا) جھنڈا آزادی کی علامت اور تحفظ کی ضمانت تھا۔ اس نے صاف صاف کہدیا تھا کہ "میں صرف انگلستان کی عزت و مفاد پر نظر رکھتا اور صرف یہی دیکھتا ہوں کہ اس کے تجارتی تعلقات اور اس کے اثر و قوت کے نظام کی وسعت بہترین طریقے سے کیونکر ہوسکتی ہے"!

صلح اعظم کے وقت سے انگلستان کی خارجی حکمت عملی وہگوں اور ٹوریوں کے فریقانہ اصول کے مطابق چلتی رہی تھی مگر جب پیل نے آزاد تجارت کے اصول کو قبول کرلیا تو ایک عام ابتری و برہم زدگی پیدا ہوئی اور فریقانہ اطاعت شعاری کی بندشیں ٹوٹ گئیں اور پرانے آئین و قواعد بیکار ہو گئے۔ یہی اسباب تھے کہ رسل کی وزارت کے لئے کوئی مستحکم تائید باقی نہ رہی بلکہ وہ ایک "تابہ اجازت" حکومت بن گئی۔ اس کے زوال کے بعد کنسرویٹو چند ماہ تک کسی نہ کسی طرح وزارت پر قائم رہے تا آنکہ وہگ اور پیروان پیل (بہ سرکردگی لارڈ ابرڈین)، دونوں نے اتفاق باہمی کر کے انھیں بھی خارج کیا اور خود انکی جگہ لے لی۔ پامرسٹن کو وزارت داخلہ میں بھیجا گیا اور رسل، اور اسکے بعد کلیرنڈن نے امور خارجہ کی سربراہی اپنے ہاتھ میں لی۔ باوجود متضاد خیالات و باہمی مشاجرت کے اس خلط ملط وزارت نے آئندہ دو برس تک سچے دل سے کوشش کی کہ

مشرقی

کہ تقلیب کے اس پریشاں کن دور سے ملک کو بخیر و خوبی نکال لے جائے۔
ایک برس کے اندر اندر اس نے ملک کو ایک بڑی جنگ میں پھنسا دیا اور
چالیس برس کے امن کو توڑ دیا۔ سلطنت ترکی کا مسئلہ جو دس برس پیشتر
ایک حد تک دبا دیا گیا، وہ پھر سر اٹھا رہا تھا اور آثار کچھ اچھے نظر نہیں
آتے تھے۔ زار نکولس کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اس نے انکیار سکلسی کے
موقع پر ترکی میں جو حاوی حیثیت حاصل کر لی تھی اور جو مستشار لنڈن کی وجہ
سے ضائع ہو گئی تھی، اب اسکے دوبارہ حاصل کرنے کا وقت آ گیا ہے۔
کارروائی کے لیئے حیلہ و حجت ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ ۱۷۷۴ء سے
روس کا ادعا یہ تھا کہ وہ تمام ترکی سلطنت میں یونانی مذہب کی حفاظت کا
حق رکھتا ہے، کلیسائے یونان کے اکابر کلیسا بادشاہوں کی قبروں کی حفاظت
کرتے تھے، مزار مقدس کے لیئے دربان کا تقرر کرتے تھے اور کنیسۃ المیلاد کی
چھت کی مرمت کرتے تھے۔ فرانس کو بھی ان ہی خدمتوں کا دعویٰ فلسطین
کے لاطینی عیسائیوں کی جانب سے کچھ اوپر بارہ سو برس سے تھا لیکن
نپولینی لڑائیوں میں وہ عملاً زائل ہو گیا تھا۔ لوئس نپولین بہ حیثیت رئیس جمہوریہ
یا شہنشاہ کے اس عزم پر جما ہوا تھا کہ وہ ان تاریخی حقوق میں سے کسی ایک حق کو
بھی ترک نہیں کرے گا۔ اس بارے میں فرانس و روس کے مابین
قسطنطنیہ میں جو کشاکش شروع ہوئی اسے پادریوں کے طبقے نے اور بھی
۱۸۵۱ بڑھانا شروع کیا اور نپولین کے شہنشاہی لقب پر زار کے اظہار حقارت کی وجہ
۱۸۵۳ سے نپولین کو جو غصہ تھا اس سے اس مناقشہ میں اور تلخی و ناگواری پیدا ہو گئی تھی۔
لاطینی راہبوں کو متبرک ظرف والی درگاہ کی کنجی اور مزار حضرت مریمؑ کے ایک
صندوق اور چراغ کے حوالے کر دینے کے سوال نے تین بڑی سلطنتوں کو
جنگ میں مبتلا کر دیا۔ برطانیۂ عظمیٰ کی شرکت نہایت مستبعد معلوم ہوتی تھی مگر
حکومت نے ہنوز کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا، ترکی کی حمایت عقیدۂ سیاسیہ کا
ایک مسلمہ جزو تھا۔ اور اب ہندوستان میں برطانوی اقتدار کے متعلق
روس کا خطرہ خارجی حکمت عملی کے موثرات میں سب سے زیادہ حاوی و غالب موثر

ہو گیا تھا۔ اپنے سفرا کی اطلاعوں اور سر برآوردہ اشخاص کی تقریروں سے زار اس مغالطے میں پڑ گیا تھا کہ انگلستان ایک نیم جان سلطنت کے لیئے جنگ میں پھنسنا گوارا نہ کرے گا۔ اسکے ساتھ ہی وہ ایک مدت سے اس وہم میں بھی پڑا ہوا تھا کہ مشرق کے اقتدار کو باہم تقسیم کرکے روس و انگلستان میں دائمی مصالحت ہو سکتی ہے، یہ تقسیم اس طرح پر ہو کہ روس کو بحر اسود سے اپنے جہازات باہر لیجانے کا موقع ملے اور بحر احمر کی طرف ہندوستان کے راستے میں انگلستان کا اقتدار جم جائے۔ یورپ کے "مرد بیمار" یعنی ترکوں کے ورثے کے تقسیم کرنے کے لیئے زار نے جو تجاویز کیئے تھے وہ کم و بیش وہی تھے جن کے متعلق اس نے نو برس پہلے ابرڈین سے ملاقات کے وقت زور دیا تھا۔ ڈینوب کے صوبوں میں آزادانہ کارروائی کی اجازت ملجانے کے لیئے کریٹ و مصر، انگلستان کو پیش کیئے تھے۔ اسکی پیش بینی ضرور حیرت انگیز تھی مگر انگریزی قوم کو اپنے اس معتمد پر اعتماد نہیں تھا۔ فرانس پر اعتماد پسندی اور باب عالی پر اصلاحات کے لیئے زور دینے سے جنگ کو ٹال دینے کی کوشش کی گئی مگر اس معاملے میں ثالث کے انتخاب نے اس کوشش کو ناکام رکھا۔ رسل نے کلیرنڈن کو وزارت خارجہ کا قلمدان سپرد کرنے کے قبل لارڈ اسٹریفرڈ ڈی ریڈکلف (سابق اسٹریفرڈ کیننگ) کو باب عالی میں سفیر کر دیا تھا۔ کلیرنڈن کو اسٹریفرڈ پر اعتماد نہیں تھا مگر وہ اسے واپس بھی نہیں بلا سکتا تھا۔ اسٹریفرڈ کو زار سے ایک شکایت تھی اور روس کی طرف سے وہ خوش عقیدہ نہیں تھا۔ قسطنطنیہ کے روسی سفیر منچیکاف نے یہ خیال کر لیا کہ اس تنازعہ سے جو کچھ تعلق ہے روس و ترکی کو ہے اور اس نے تمام یونانی عیسائیوں پر روس کی حمایت کا دعوے کر دیا جس سے اس کے ملک کو سلطنت عثمانیہ کے ہر ایک مقام میں مداخلت کرنے کا حیلہ مل سکتا تھا۔ اسٹریفرڈ کے اشارہ پر باب عالی نے ایک ایسی تجویز سے پرزور مخالفت کی جس سے اسکا اقتدار شاہی صرف ایک پرچھائیں رہ جاتا تھا۔ روس نے الٹیم (بلاغ نہائی) سے اسکا جواب دیا۔

اپنے سفیروں کو واپس بلالیا اور مالڈیویہ اور ولیشیا پر قبضہ کر لیا۔ برطانوی اور فرانسیسی جہاز است درۂ دانیال کو روانہ کر دیئے گئے اور بعجلت تمام جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں جس سے آتش فساد فرو ہونے کے بجائے اور مشتعل ہوگئی۔ اس تباہی سے بچنے کے لیئے ایک آخری کوشش یہ ہوئی کہ آسٹریا، فرانس، پرشیا اور برطانیۂ عظمی کے نمائندے وائنا میں جمع ہوئے اور سینٹ پٹرسبرگ و قسطنطنیہ میں پیش کرنے کے لیئے ایک یادداشت تیار کی گئی مگر یہ ماہران سیاست خود اپنے ہی فن میں ناکام رہے کیونکہ یہ یادداشت ایسے مبہم الفاظ میں لکھی گئی تھی کہ اسکی کچھ حقیقت نہ رہی۔ روس نے ایک ایسے انتظام کو قبول کر لیا جسکی تاویل اسکے حسب مراد ہوسکتی تھی مگر ترکی نے جسے اسٹریفرڈ کی خفیہ تائید حاصل تھی اسکے متعلق ترمیمیں پیش کیں ترکی کو انگریزوں کی مدد کا یقین تھا اور درۂ دانیال میں بیڑے کے موجود ہونے سے اس یقین کو اور تقویت حاصل ہوگئی تھی، پس اس نے روسی فوجوں کے ڈینوبی صوبے سے واپس کئے جانے کا مطالبہ کیا اور ان مطالبات کو عمل میں لانے کے لیئے فوجیں روانہ کردیں۔ اِدھر امتحاناً چھیڑ چھاڑ ہو رہی تھی، اُدھر ماہران سیاست کسی تصفیے کی اُدھیڑ بن میں لگے ہوئے تھے مگر نپولین نے روس کا کلہ بہ کلہ جواب دینے کا عزم کر لیا تھا، اور انگریزوں کے لیئے اپنے دشمن کے مانند اپنے حلیف سے بھی پرحذر رہنے کے وجوہ موجود تھے۔ ابرڈین اور کلیرنڈن صلح کے خواہاں تھے تاہم وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ انگلستان "جنگ کی طرف کھنچا چلا جارہا ہے۔" عزم و استحکام کے ساتھ ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکلا مگر ۱۸۴۱ء کے معاہدے کے باوجود برطانوی بیڑے کو یہ حکم دیدیا گیا تھا کہ بحر اسود میں ہر ایک مقام کی "مدافعانہ کارروائیوں" کے لیئے وہ باسفورس سے گزر کر چلا جائے۔ مذبذب مگر اشتعال انگیز کارروائیاں اسی طرح ناکام رہیں جیسے اس سے قبل نومبر میں ناکام رہ چکی تھیں۔ ایک "دوسرے نامطبوع واقعہ" نے تدابیر سیاسیہ کو درہم و برہم کر دیا۔ بخارسٹ کے قریب روسیوں کی

فوج پر حملہ ہو گیا تھا، اسکے جواب میں روسی بیڑے نے خلیج سینوب کے ترکی جہازات کو غرق کر دیا۔ اس خبر کے ساتھ ہی صلح کی تمام امیدیں غارت ہو گئیں۔ فوجوں کو مالٹا کی طرف حرکت دی گئی اور برطانوی و فرانسیسی بیڑے بحر اسود کو روانہ ہو گئے۔ تدابیر سیاسیہ نے اپنا آخری زور دکھایا مگر صوبوں کے خالی کرنے سے روس کے انکار کر دینے پر جنگ کا اعلان کر دیا گیا۔ ۳۰ نومبر

یہ نتیجہ تھا منقسم رایوں کا۔ ابرڈین میں عزم و استقلال نہیں تھا، برخلاف اسکے، پامرسٹن مستحکم رائے کا آدمی تھا اور چیرہ دست بے لگام حریت نے مطلق العنانی کے حامی و سرپرست کے ساتھ تصادم پیدا کر دینے میں عجلت سے کام لیا۔ یہ جنگ و جدل مقامات مقدسہ کے لیئے نہیں تھی بلکہ "مخالفۂ مذہبی" کے اثرات باقیات اور اس اصول کے خلاف تھی جسے ۱۸۴۹ء میں غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔ ہنگری پر روس کا حملہ، پولینڈ سے اسکا برتاؤ یہ سب اسی طویل فرد جرم کے دفعات تھے، مگر ان سب سے بڑھ کر اثر اس رقابت کا تھا جو روس کے ہندوستان کی طرف برابر بڑھتے جانے اور درۂ دانیال پر دانت رکھنے سے پیدا ہو گئی تھی۔

جنگ کا آغاز زندہ دلی کے ساتھ ہوا۔ بیشمار آدمیوں کے مجمعوں نے سپاہیوں کو خیر باد کہا اور سپاہیوں کو چلنے کے لیئے راستہ مشکل سے ملتا تھا، بیڑا اسپیٹھیڈ سے اس شان کے ساتھ نکلا کہ شاہی کشتی اسکے آگے آگے تھی لیکن بہت جلد ظاہر ہو گیا کہ وزارت خارجہ اور وزارت جنگ ایک ساتھ کام کرنے سے قاصر ہیں۔ بیڑا تو دو طاقتوں کے معیار سے بھی زائد تھا مگر بری فوج بلجیم کی فوج سے کچھ ہی زائد تھی۔ بے ہنگام جوش میں حکومت نے مستعمری اور جنگی محکموں کو الگ الگ کر دیا۔ ڈیوک نیو کاسل نے ایک بالکل ہی نئے عملے کے ساتھ کام شروع کیا، فوجوں کا اجتماع محض دکھاوے کی باتیں تھیں، فوج محفوظ کا کہیں پتہ نہیں تھا، سامان حرب و لباس کی قلت تھی اور سرمائی مہم کے لیئے کسی قسم کی تیاری نہیں کی گئی تھی۔ ترکوں اور فرانسیسیوں کے پہلو بہ پہلو لڑنے کے لیئے چار مہینے کے اندر گیارہ ہزار آدمی ترکی میں اتارے گئے۔ سپہ سالاری کے متعلق رقابت جنگ کریمیا

پیدا ہو گئی ۔ مستعد کار و شاندار سنٹ آرناڈ ، رگلین سے اتفاق کلی نہیں رکھتا تھا جو جنگ جزیرہ نما کو دیکھ چکا تھا اور جسکی عمر اب ستر کے قریب پہنچ گئی تھی ۔ روسی فوج کے وسائل آمد و رفت کو خطرے میں ڈالنے اور اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کرنے کے لیئے ورنا میں فوجیں اتاری گئیں دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ خود روس کے اندر فوجی کارروائیوں کے لیئے کوئی قاعدۃ الجیش قائم کیا جائے ، اور سیبسٹوپول پر قبضہ کر کے روس کی بحری طاقت کو برباد کر دیا جائے ۔ ابتدائے جنگ میں سیبسٹوپول کے سقوط کی خبریں روزانہ اڑا کرتی تھیں مگر مخالفین ابھی کامیابی سے بہت دور تھے ۔ پہلا مقابلہ قلعے سے جانب شمال دریائے الما پر ہوا ۔ روسی دریا کی بالائی جانب کی بلندیوں پر جمے ہوئے تھے اور شدید مقابلے کے بعد وہ وہاں سے بیدخل کئے گئے مگر وہ عمدہ ترتیب کے ساتھ پیچھے ہٹے اور ان کا تعاقب بھی نہیں کیا گیا وقت سے فائدہ اٹھا کر ٹوٹلیبین نے شمال کی جانب سے حملے کو تقریباً ناممکن بنا دیا ۔ اس نے خود اپنے ہی جہازوں کو غرق کر کے بندرگاہ کا راستہ روک دیا ۔ اور نئی کمک لے آیا ۔ اب اس نے خود حملہ کر کے انگریزوں کو بلیک لاوا سے ہٹا دینا چاہا ۔ انگریزی پیدل سپاہ کی مقاومت کو سواروں کے جانبازانہ حملے سے تقویت دی گئی جنھوں نے اپنے سے کئی گنی زیادہ سپاہ کو منہزم کر دیا ۔ اس فتح کے علاوہ اسی دن اور فتح حاصل کرنے کے لیئے رگلین نے ہلکے سواروں کے دستے کو بھی میدان میں بھیجدیا مگر احکام کے سمجھنے میں سواروں سے غلطی ہوئی ، چھ سو تہتر سوار اس وادی کی طرف جھپٹ پڑے جدھر روسی توپخانہ لگا ہوا تھا اور صرف ایک سو بچانوے آدمی اس مشہور حملے سے زندہ بچکر آئے ۔ افسر و سپاہی سب کے سب شجاعت و بسالت کے جوہر دکھا رہے تھے اور دوسرے حملے میں انھوں نے حیرت افزا جرأت و تہور کا ثبوت دیا ۔ انکرمان کے برطانوی خطوط پر جہاں گارڈ (محافظ) متعین تھے اچانک حملہ کیا گیا ۔ ایک صبح جب کہ کہر پڑ رہا تھا روسی غول در غول اُدھر بڑھ رہے مگر وہ بار بار پیچھے ہٹائے گئے ۔

جب گولی بارود ختم ہوگئی تو انگریزوں نے رائفلوں سے یا تو لاٹھیوں کی طرح کام لیا یا سنگینیں چلائیں بعض گھونسوں ہی سے لڑتے رہے۔ بااین ہمہ دشمن کی کثرتِ تعداد کی وجہ سے سیبسٹوپول پر یورش نہ ہوسکی اور سپاہیوں کی جنگ ایک بے نتیجہ قربانی بن گئی۔ سرما کی شدت بحرِ منجمد کی سی تھی اور سپاہ اسکے لیئے بالکل تیار نہ تھی۔ وہ وردیاں جو کسی وقت پیکرِ تصویر معلوم ہوتی تھیں اب چیتھڑے چیتھڑے ہوگئی تھیں، نہ آدمیوں کے لیئے غذا رہی تھی نہ جانوروں کے لیئے چارہ، نہ کہیں کوئی جائے امن تھی اور نہ زخمیوں کی تیمارداری کا کچھ سامان تھا، ہر طرف بیماری و موت کا بازار گرم تھا، ایک ہولناک طوفان نے خیموں کو اکھاڑ پھینکا، سامان خورونوش بہت بڑی مقدار میں ضائع ہوگیا اور ناقابل بیان مصیبت برپا ہوگئی۔ اخبار ٹائمز کے نامہ نگار کی مراسلت سے لوگوں کو اصلی حالت کا کچھ نہ کچھ پتہ چل گیا، اس نے لکھا تھا کہ "شدتِ مصائب سے سپاہی صرف ہڈی اور چمڑا رہ گئے ہیں، جنگ کی ساری ہمت و دلیری ان سے جاتی رہی ہے، ان کے جسم پر کپڑوں کے بجائے چیتھڑے ہیں، پیروں میں جوتے تک نہیں، کیچڑ میں لت پت ہیں، کیڑے مکوڑوں نے ستا رکھا ہے، اور فسادِ خون کی بیماری سے تکلیفیں اٹھا رہے ہیں، غرض کہ زندگی وبالِ جان ہوگئی ہے۔" فلورنس نائٹنگیل جس نے انکی مصیبتوں کے گھٹانے کی کوششیں کی تھیں وہ سپاہیوں کی "ہیروئن" (دیوی) بن گئی تھی۔ سپاہ کی غیر متزلزل بہادری کا اعتراف "وکٹوریا کراس" کے ذریعہ سے کیا گیا جس پر "(برائے شجاعت)" کے الفاظ منقوش تھے۔ لیکن ملک اس ناقابلیت و بدانتظامی کے انکشاف سے مبہوت ہوگیا تھا، اس نے جنگ کی کارروائیوں کی تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ وزارت آپس کے مناقشوں اور بری و بحری افسروں کے ایک دوسرے پر الزام لگانے میں پھنسی ہوئی تھی، آخرکار اس نے استعفیٰ دیدیا، اور کچھ پس و پیش کے ۱۸۵ء
بعد رائے عامہ سے مجبور ہوکر ملکہ نے پامرسٹن کو طلب کیا، ملک یا تو ی
توقعات کے انتہائی عروج پر پہنچا ہوا تھا، اور یا اب مایوسی کے قعر میں آگرا۔

صلح اسوقت تک ناممکن معلوم ہوتی تھی جب تک کہ اس ذلت کا دھبہ کچھ نہ کچھ دھل نہ جائے۔ صلح و امن کے حامی کابڈن و برائٹ کے کاغذی مجسمے آگ میں جلائے گئے۔ وائنا میں جو گفت وشنود شروع ہوئی تھی وہ بحر اسود کی غیرجانبداری کے مسئلے پر آکر ٹوٹ گئی مگر جنگ کی طوالت کی نسبت عوام کی طرف سے کوئی تعرض نہیں ہوا۔ سمندر پر اقتدار ہونے کی وجہ سے آدمیوں اور سامان کا برابر صدر مقام کو پہنچتے رہنا ممکن تھا اور مخالفین کو پڈمانٹ کے پندرہ ہزار سپاہیوں کی کمک بھی پہنچ گئی۔ اعلٰے عہدہ دار بدل دیئے گئے، فرانسیسیوں اور اہالی سارڈینیا نے مختلف دمدموں پر دلیرانہ حملے کئے اور انگریزی فوج اگرچہ ادان کے حملے میں پسپا کردی گئی تھی مگر جنرل فنوک ولیم کے تحت میں قارص کی مدافعت نے انگریزوں کی فوجی مفاخرت کو بچالیا۔ فنوک ولیم ابتدائے جنگ سے اس شہر پر قابض تھا، اور ایک برس کے محاصرے کے بعد سبیسٹوپول کے سقوط کے وقت تک اس شہر پر (ترکی) جھنڈا اڑتا رہا، مگر آخر میں بہ مجبوری اسے اطاعت قبول کرنا پڑی۔ بحر اسود میں روس کے بحری قاعدۃ الجیش کے تباہ ہوجانے کے بعد انگلستان یہ چاہتا تھا کہ کرانسٹاڈ کو برباد کردے، سنٹ پٹرسبرگ پر گولہ باری کرے، سویڈن کے اس معاملے میں شریک ہونے کے معاوضے میں فنلینڈ اسے واپس دلادے اور بحر بالٹک میں روس کی طاقت بالکل شکست کردے، مگر نپولین جنگ کے مقصد اولین کو چھوڑ کر کسی اور کارروائی کے سننے تک کا روادار نہیں تھا اور اس نے مخاصمت کے بند کیئے جانے پر اصرار کیا۔ ستمبر

اس مشہور جنگ کا نتیجہ ایک نامطبوع صلح کی صورت میں نکلا، ایک فرانسیسی نے یہ کہا تھا کہ، کچھ پتہ نہیں کہ فاتح کون ہے اور مفتوح کون ہے، فوجوں کی قواعد اور جشن وچراغاں، صداقت پر پردہ نہیں ڈال سکتے تھے، برطانیہ نے مال و دولت کی قربانی کی مگر حاصل اُسے کچھ بھی نہ ہوا۔ معاہدۂ پیرس

دوسری طرف فرانس نے اندر ہی اندر صلح کے شرائط طے کر لیئے اور یہی شرائط خفیف تغیرات کے ساتھ معاہدۂ پیرس میں منظور کر لیئے گئے۔ انیسویں صدی میں یہ پہلا موقع تھا کہ سلطان نے ایک ایسے عہدنامے پر دستخط کیئے جس سے ان کی مملکت و قوت میں کسی قسم کی کمی نہیں واقع ہوئی۔ سلطان کے محض اس وعدے پر کہ وہ اپنی عیسائی رعایا کو مسلمانوں کے مساوی حقوق عطا کر دیں گے عیسائیوں کو کلیتہً سلطان کے رحم پر چھوڑ دیا گیا، دول عظام نے بحر اسود اور آبنائے کی غیر جانبداری کی ذمہ داری کر لی، ترکی نے اندرونی و بیرونی طور پر یورپ والوں کی مداخلت اور سمندر کی جانب روس کے حملے سے محفوظ ہو کر، وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو کاسلری وائنا میں اسے دلانا چاہتا تھا یعنی وہ دول یورپ کے زمرے میں اور یورپی قانون عامہ میں شامل ہو گئی۔ بحر اسود میں کسی قسم کے جہاز رکھنے اور سلاح خانے بنانے کی ممانعت ہو جانے سے انگلستان کو روسی بیڑے کے معدوم ہو جانے کی طرف سے اطمینان ہو گیا، کیونکہ اس بیڑے سے اندیشہ لگا رہتا کہ کسی دن وہ بحر روم میں نکل پڑے۔ آسٹریا کو یہ فائدہ ہوا کہ والیشیا و مالڈیویا سے روسی حمیت خارج ہو گئی اور ترکی کے شاہانہ اقتدار کے تحت میں ان صوبوں کی خودمختاری تسلیم کر لی گئی۔ آسٹریا ہی کے اصرار سے بیسربیا کا ٹکڑا بھی مالڈیویا میں شامل کر دیا گیا۔ روسی سفیر نے یہ فقرہ کہا تھا کہ آسٹریا کو اسکی کیا خبر ہے کہ اس تبدیل شدہ سرحد کے لیئے (آسٹریا کو) کس قدر آنسو اور کتنا خون بہانا پڑے گا۔ بیس برس کے اندر اندر معاہدہ طاق نسیاں پر رکھ دیا گیا، ترکی کی اصلاح مردہ ہو گئی۔ روسی جہازات بحر اسود میں چلنے لگے، اور روس نے ساحلوں پر قلعہ بندی کر لی اور بیسربیا کو واپس لے لیا ترکی کے علی حالہا باقی رکھنے کی ذمہ داریاں بھی نسیاً منسیا ہو گئیں۔ انگلستان نے کریٹ کے بجائے قبرص کو قبول کیا اور مصر پر قابض ہو گیا۔ اس مستشار کے اثرات باقیات میں سے صرف ایک نقش اعلان پیرس کا

باقی رہ گیا جس میں بحری جنگ کے متعلق قواعد متعین ہوئے تھے۔ عام رائے کے خلاف انگلستان ہمیشہ سے اس حق کا دعوےٰ کرتا رہا تھا کہ دشمن کا جو مال غیر جانبدار جہازوں پر ہو اُسکو انگلستان ضبط کرسکتا ہے۔ فرانس کی دعوت پر ایک بین الاقوامی اصول کے قیام کی کوشش کی گئی، اور ان امور پر اتفاق ہوگیا کہ غیر سرکاری جہازوں کو دشمن کے جہازوں کے لوٹ لینے کا پروانہ نہ دیا جایا کرے، غیر جانبدار جھنڈے کے نیچے سوائے ممنوعات جنگ کے دشمن کا اور مال و اسباب لانا جائز ہے، باستثناء ممنوعات جنگ غیر ملکوں کے دیگر مال و اسباب کا جو دشمن کے جھنڈے کے نیچے ہو گرفتار کرلینا روا نہیں ہے، بحری ناکہ بندی کا لحاظ اسی وقت تک کیا جائیگا جب تک کہ وہ اتنی قوت کے ساتھ عمل میں آرہی ہو کہ دشمن کے سواحل تک کسی کو نہ پہنچنے دیتی ہو۔ اس قسم کے ضابطے کا خاص اثر برطانیہ عظمیٰ پر پڑتا تھا جسکے جزائر ایک وسیع سلطنت کا کام دیتے ہیں اور جسکے تحفظ کا انحصار تمامتر بیڑے پر ہے اور اس لئے جنگ کے وقت بیڑے کو اپنی کارگزاری کے لئے پوری پوری وسعت ملنا چاہیئے۔ دیگر اقوام کے لحاظ سے اس اعلان کی حالت دوسری تھی، ان میں سے ہر ایک کو برطانیہ کی بحری طاقت کے کم کرنے میں اپنا نفع نظر آتا تھا اور اُنھوں نے اس ضابطے کو تسلیم کیا جس سے ان کا مقصود پورا ہوتا تھا۔ کلیرنڈن نے حکومت سے مشورہ کئے بغیر اعلانِ پیرس پر دستخط کردیئے اور اگرچہ برطانیہ عظمیٰ و ممالک متحدہ امریکہ نے کبھی بھی باضابطہ اسکی تصدیق نہیں کی مگر اس کے اصول قبول کرلیئے گئے۔ ممنوعات جنگ کی تعریف کے مندرج نہ ہونے سے انگریزوں کو قانونی جھگڑوں میں مبتلا ہونا پڑا بحری ماہرین نے ایک ایسی کارروائی پر جس سے انگریزوں کی حیثیت غیر محفوظ ہوگئی افسوس کیا اور اخبارات نے ماتمی جدولوں کے اندر اس خبر کو شائع کیا۔

جنگ کے نتائج

جنگ کریمیا کے نتائج اور اسباب دونوں متعدد اعتبارات سے اصول حریت کے حق میں فائدہ مند تھے۔ یہ صحیح ہے کہ اس جنگ کا نفع

نپولین سوم کو پہنچا۔ موتمر پیرس کے سر پنچ کی حیثیت سے وہ پیچھے مڑ کر وائنا پر فخریہ نظر ڈال سکتا تھا، ایک ایسی کشمکش کے بعد جسمیں انگلستان نے بہت کچھ اپنی فوجی شہرت میں بٹہ لگا کر نپولین کو فوجی بلند مرتبگی حاصل کرنے میں مدد دی تھی، نپولین سیاسیات یورپ کا ایک بڑا رہبر بنا ہوا تھا۔ اسکا دل سرکیشیا سے لیکر مکسیکو تک کے سپاہیانہ واقعات کے افسانہ وار خیالات اور اپنے ملک کی شان وشکوہ کے دور کو دوبارہ زندہ کردینے کے لیئے اپنی شہنشاہی ذمہ داری کے خیالات سے موجزن تھا۔ دوسری نسل میں روس کی طرف سے جو خوف طاری ہوجانیوالا تھا اور اسوقت جرمنی کی طرف سے جیسا خوف طاری ہے، وہی حالت جنگ کریمیا کے بعد فرانس کی ہوگئی تھی اور اسکی طرف سے خوف کی کوئی حد نہیں رہی تھی۔ نپولین کے حب جاہ وتوسیع مملکت کے خیال سے لبرل و ٹوری اور دربار ی عوام سب یکساں خائف وہراساں تھے، اس پر جب فرانس نے اپنے بیڑے میں اضافہ کیا تو یہ خوف ایک عام اضطراب کی حد کو پہنچ گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس ہولناک حملہ کو باطل کردینے کے لیئے رضاکاروں کے بھرتی کرنے کی تحریک کا آغاز ہوگیا، مگر نپولین کے دور حکومت میں چھوٹی قومیتوں کے لیئے فرانس کی سلطنت ایک حریت پسند طاقت تھی، اور جنگ کریمیا کا یہ نتیجہ کچھ کم نہ تھا کہ نپولین کو روس، پرشیا اور آسٹریا کے محالفے کے توڑنے میں کامیابی ہوگئی اور اس طرح اطالیہ کے لیئے حصول آزادی کا راستہ صاف ہوگیا، اس اثناء میں روس کے اندر ناقص ونجیب پسند نظام قوم کے غیظ وغضب کے سامنے زیر ہوگیا، قوم کو یقین یہ تھا کہ یہی نظام جنگ میں ان کی ناکامی کا باعث ہوا ہے۔ اس عام جوش سے متاثر ہوکر نئے زار الگزنڈر نے غلامان وابستہ ارضی کو آزاد کرنے اور حکومت میں بتدریج آزادی کی روح پھونکنے کی طرف قدم بڑھائے۔ جنگ کریمیا کے موقع پر آسٹریا بالکل الگ رہی، اس "تماشہ گزاری" سے روس سخت غضبناک تھا۔ پس جب ۱۸۵۹ء میں آسٹریا کو اطالیہ کو زیر کرنے کی ضرورت

پڑی تو روس نے ۱۸۴۹ء کی طرح اسے مدد دینے سے انکار کر دیا۔ برطانیہ عظمیٰ سے ایک طولانی و تلخ مخاصمت برپا ہو چکی تھی۔ ۱۸۴۹ء میں روس تمام یورپ کا صاحب تحکیم بنا ہوا تھا، اب اس نے دیکھا کہ اسکی قوت زوال پذیر ہو رہی ہے۔ انگلستان کے خلاف اسکی تلخی و ناگواری بدستور قائم رہی۔ ایک مسلمان بادشاہ کے ساتھ انگریزوں کے اس طرح دوستانہ بڑھنے سے زار بیزار تھا اور ترکی حکومت کی خرابیوں کی طرف سے انگریزوں کے دیدہ و دانستہ آنکھ بند کر لینے پر اسے اعتماد نہیں تھا۔ روس جب قسطنطنیہ کی طرف بڑھتے جانے سے روک دیا گیا تو وہ اپنے موقع کی تاک میں لگا رہا یہانتک کہ بحر اسود کا راستہ پھر کھل گیا اور دوسری طرف وہ ایک سیل بے پناہ کی طرح ہندوستان اور خلیج فارس کی طرف بڑھتا چلا۔

حکومت ہند جنگ کریمیا کی جھنکار سب سے پہلے ہندوستان میں محسوس ہوئی۔ یہ ملک کچھ عجیب و غریب طرح سب سے الگ واقع ہوا ہے، صحرائے بلوچستان اور اسکی بلند زمینوں نے، کوہستان ہمالیہ اور اور برما کے جنگلوں سے ڈھکی ہوئی پہاڑیوں نے اس ملک کو سب طرف سے منقطع کر دیا ہے، انگریزی مملکت کو جس بیرونی خطرے کا اندیشہ ہو سکتا تھا وہ صرف روس کا خطرہ تھا، خشکی کی طرف سے ہندوستان کا ایک ہی راستہ تھا اور وہ افغانستان سے ہو کر گزرتا تھا اور افغانستان نے پہاڑوں اور وادیوں کے عقب میں ترکستان، خراسان اور شمال مشرق ایران کے میدان، صحرا اور کوہستان بجائے خود ایک ہولناک رکاوٹ کا کام دیتے تھے۔ شمال مغرب کے عمیق راستوں کی طرف روس کی پہلی ہی پیشقدمی پر انگلستان نے ایک مختصر سی فوج اور چند
۱۸۳۴ ملکی حکام کو کابل پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجدیا اور روس کے رفیق امیر دوست محمد کو نکال کر ان کے رقیب کو تخت نشین کر دیا مگر افغانیوں نے
۱۸۳۹ خروج کر کے انگریزوں اور انکی فوج کو نکالدیا اور اس مصیبتناک پسپائی میں

۱۸۴۲ صرف ایک شخص بچا جس نے برف سے ڈھکے ہوئے راستوں سے گزر کر قریب ترین انگریزی چوکی پر اس وقوعے کی خبر دی۔ چند ماہ بعد اس مصیبت کا کسی قدر انتقام لے لیا گیا اور ایک ہنگامی کامیابی کو بڑے "شاندار" اعلانوں کی صورت میں شائع کیا جانے لگا، لیکن دوست محمد امن و امان کے ساتھ اپنے تخت کابل پر واپس آگیا، اور انگریزوں کی حکمت علی اور ان کی کارروائی کے عملاً شکست کھا جانے سے ہندوستان میں برطانی رعب داب کو نقصان پہنچ گیا۔ مگر جب سر چارلس نیپیر نے بلا وجہ سندھ پر ہاتھ ڈال دیا اور اس میں انھیں کچھ فوجی کامیابیاں حاصل ہوئیں اور پھر گوالیار کے مرہٹہ رئیس کے مقابلے میں کچھ فتوحات نصیب ہوئے تو یہ اقتدار کسی حد تک بحال ہوگیا۔ ان دونوں سے زیادہ اہم معاملہ سکھوں کی جنگ کا تھا۔ رنجیت سنگھ والی لاہور کا انتقال ہو چکا تھا اور اسکے سکھ سپہ سالا انگریزوں سے زور آزمائی کرنے کے لیئے بیتاب تھے۔ وہ ستلج کو عبور کرکے
۱۸۴۵ انگریزی علاقے میں آگئے لیکن تھوڑی مدت کے اندر اندر مدکی، فیروز پور، علی وال اور سبراں کے میدان ہائے کارزار میں انکی فوجی قوت پاش پاش ہوگئی اور انگریزوں نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ صلح کے لیئے سکھوں کو کچھ ملک دینا پڑا اور انکی فوجی قوت محدود کر دی گئی۔ لارڈ ڈلہاؤزی کا گورنر جنرل ہو کر آنا انگریزوں کی تاریخ ہند میں ایک نئے دور کا آغاز تھا، وہ نیک ارادے اور پرزور طبیعت کا شخص تھا اور اسکا یقین یہ تھا کہ ہندوستان کی تمام خرابیوں کا صحیح علاج یہی ہے کہ برطانوی حکومت کو وسعت دیجائے۔ پنجاب کے الحاق کا باعث تو خود سکھ سپاہی ہوئے کیونکہ انھوں نے پھر چلیانوالا اور گجرات میں برطانیوں کو صلائے جنگ دیدی تھی، اور نشیبی برما کا الحاق اسوجہ سے ہوا کہ برطانی سوداگروں کے ساتھ بدسلوکی ہوئی اور اس پر تعرض کرنے کے لیئے جو جہاز بھیجا گیا اسکے کپتان کی بھی تذلیل کی گئی۔ لیکن الحاق اودھ اور کسی وارث کے نہ ہونے کے باعث ریاست ستارہ کا تاج برطانیہ کے حق میں ضبط ہو جانا ڈلہاؤزی کی

ہندوستان میں اصلاحات

اسی توسیع سلطنت کی حکمتِ عملی کی وجہ سے عمل میں آیا۔ ڈلہاؤزی نے نظم ونسق ملک کو ترقی دی، مالیات کو درست کیا اور نہروں کے ذریعے سے قحط کا انتظام کیا لیکن اس نے والیانِ ملک کو اس حکم سے برگشتہ کر دیا کہ جس والیٔ ملک کے بیٹا نہ ہو وہ اپنی ریاست کی جانشینی اور مرنے کے بعد اپنے لیئے مذہبی رسوم ادا کرنے کے واسطے کسی کو متبنیٰ نہ بنائے۔ ڈلہاؤزی کے بعد جارج کیننگ کا ایک بیٹا گورنر جنرل ہوا اس نے ترقی یافتہ ہندوستانیوں کے مطالبے پر بیواؤں کے عقدِ ثانی کی اجازت دیکر راسخ خیال کے لوگوں کا دل آزردہ کر دیا۔ سواحلی علاقہ جات میں ہندوستانی مغربی تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے اور اسی کو وہ ملازمت سرکاری اور پیشوں کی کامیابی کا یقینی زینہ سمجھتے تھے مگر ہندوستانی سوسائٹی میں تمام جگہ علوم جدیدہ کے اس جوش نے شک وشبہ اور باہمی اختلاف پیدا کر دیا تھا، مغربی و مشرقی تعلیموں کے تصادم سے لوگ تحیر میں پڑ گئے تھے۔ ہندوستان کے لوگوں نے سب سے الگ اپنے قدیمی رسوم اور اپنے خاص طرزِ زندگی کو قائم رکھا تھا جو ایشیا کی دوسری اقوام کے عادات واطوار وطرزِ ماندبود سے بالکل مختلف تھے۔ ان کو اپنے تمدن سے گہری الفت تھی اور اگرچہ بتدریج اس تمدن میں نہایت جہل توہمات اور سخت خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں، مگر پھر بھی وہ اپنی مقدس تحریرات اور اپنے فلسفے کی وجہ سے سب سے ممتاز تھا اور فنِ تعمیر، مصوری اور نازک ونفیس کاموں کی شاندار روایات اسکے پاس موجود تھیں۔ غیر ملکی انگریزوں کی اصلاحات سے جو جسمانی آسائش حاصل ہوئی اس سے پرانے خیال کے لوگ اسقدر خوش نہ تھے جتنے وہ اس امر سے ناخوش تھے کہ انتظامی اصلاحات کی وجہ سے ان کے قدیمانہ راسخ احساس کو صدمہ پہنچتا تھا۔ عام قوم جاہل تھی اور وہ قوانین وضوابط کے طومار کو وبالِ جان سمجھتی تھی۔ علاوہ بددلی کے اور کچھ اسباب بھی جمع ہو گئے اور جب اس بددلی کے ساتھ یہ اعتقاد بھی شامل ہو گیا کہ قدیمی ایشیائی تمدن یورپی حکمرانوں کی نظرِ التفات کو اسوقت تک اپنی طرف مائل نہیں کرسکتا جب تک کہ تلوار سے

کام نہ لیا جائے، تو اس بد دلی میں مزید تقویت پیدا ہو گئی۔

بغاوت ہند ادھر ہندوستان میں خیالات و اغراض کی اس زور آزمائی سے ہل چل مچی ہوئی تھی اُدھر جنگ کریمیا کے واقعات سے بازاروں میں مفسدانہ گپ کا سامان مہیا ہو گیا اور انگریزی طاقت کی ہیبت میں کمی آ گئی۔ غیر ملکی حکومت کے ساتھ بغض و عناد میں اس ذلت انگیز خیال سے اور تیزی پیدا ہو گئی کہ ان غیر ملکیوں کی مرضی کا اجرا و نفاذ ایک بے حقیقت سی فوج کے ذریعے سے ہوتا ہے جس میں سے کچھ فوج چین و کریمیا کو چلی گئی اور انگریزی سپاہی ملک میں بمقابلہ ہندوستانی سپاہیوں کے اس قدر کم رہ گئے تھے کہ اگر ایک گورا سپاہی تھا تو آٹھ ہندوستانی سپاہی تھے۔ دیسی فوج میں نئی رائفلیں تقسیم ہوئی تھیں جنہیں کارتوس بھرے جاتے تھے جسکا کچھ حصہ ۱۸۵۶ بندوق میں بھرنے سے قبل دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا اس سے مذہبی جوش مشتعل ہو گیا کیونکہ یہ قصہ شائع ہو گیا تھا کہ ان کارتوسوں کے بنانے میں گائے اور سور کی چربی سے کام لیا گیا ہے جسکا چھونا (علی الترتیب) ہندوؤں اور مسلمانوں کے لیئے حرام تھا۔ ہندوستانی حکومت نے فوجوں میں فوراً ہی نئے کارتوس تقسیم کر دیئے مگر سپاہیوں پر ہنوز شک و شبہ کا بھوت سوار تھا۔ افواہیں اور پیشین گوئیاں ہر طرف پھیلائی جا رہی تھیں۔ اور خفیہ پیغامات اندر ہی اندر بھیجے جا رہے تھے میرٹھ کی شورش سے مقامی بغاوتیں شروع ہوئیں اور ہندوستان کی چھاؤنیوں میں پھیل گئیں۔ باغی دہلی کی طرف روانہ ہوئے جہاں آخری مغل بادشاہ (انگریزوں کے) دست نگر کے طور پر رہتا تھا، ان باغیوں کو توقع یہ تھی کہ دہلی کا شہر پھر مغل شہنشاہی کا شاندار مرکز بنجائے گا۔ دہلی سے یہ شورش وادئی جمنا کے راستے آگے ہوتی ہوئی تمام وسطی ہندوستان اور بندھیلکھنڈ میں پھیل گئی اور اس نے سب سے زیادہ زور اودھ میں دکھایا، جسکا چند ہی برس پیشتر الحاق ہوا تھا، دوسری طرف نہر گنگا کے ساتھ ساتھ کانپور و بنارس کی طرف پھیل گئی۔ قدیم خاندانوں کی روایات، مقامی سرداروں کی حرص و ہوس اور مذہبی

جوش جنون سب غیر ملکیوں کے مقابلے میں متحد ہو گئے تھے اس اندوہناک زمانے کے خطرات اور جانبازی کی صرف چند مثالیں یہاں دی جا سکتی ہیں۔

۶-۲۷ جون کانپور میں ۸۰۰ یورپین ایک عارضی حصار میں بند ہو گئے تھے جس میں ۲۱۰ قلعہ گیر سپاہ تھی، موسم تابستان کے کچھ دنوں کے مہلک محاصرے کے بعد ان لوگوں کی حالت فاقہ کشی کے قریب پہنچ گئی تھی، پس انھوں نے راجہ بتھور کے اس وعدے پر اطاعت اختیار کرلی کہ ان کو امن کے ساتھ چلا جانے دیا جائے گا، یہ راجہ عام طور پر نانا صاحب کے نام سے مشہور ہے اور اسکو دعوے یہ تھا کہ آخری مرہٹہ پیشوا نے اسے اپنا متبنی بنایا تھا مگر یہ تبنیت ڈلہاؤزی کے حکم سے ناجائز ہو گئی تھی۔ مفرورین دریائے گنگا میں ابھی اچھی طرح کشتیوں پر سوار بھی نہیں ہوئے تھے کہ باغیوں نے ان پر بندوقیں سر کرنا شروع کردیں، بہتوں کو مار ڈالا اور جو بچے ان کا بھی قیمہ کر ڈالا، عورتیں اور بچے بڑی بیرحمی کے ساتھ قتل کیئے گئے اور انکی لاشیں ایک

۱۵ جولائی کنویں میں ڈال دی گئیں، اس واقعے کے عین بعد ہی امدادی فوج آپہنچی، انگریزی فوج جسے سکھ تقویت دے رہے تھے دہلی کی خلاصی کے لیئے روانہ کی گئی مگر وہ خود پہاڑی پر محصور ہو کر مصیبت میں پھنس گئی اور تین مہینے تک ہندوستان کی تمازت آفتاب، ہیضہ اور دیگر عوارض، رات دن کے حملوں اور شہر کے دمدموں کے طوفان آتش باری، غرض ہر طرح کے آلام و مصائب میں مبتلا رہی، یہاں تک کہ کمک آپہنچی اور شہر و قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ ہیولاک اور

۲۱ ستمبر آوٹریم بعجلت تمام لکھنؤ کی مدد کو روانہ ہوئے جو کلکتے کے بعد دوسرے درجے کا شہر تھا اور جس میں باغی سپاہی بھرے ہوئے تھے اور تقریباً ایک ہزار یورپی زن و مرد اور بچے اور بتیسویں رجمنٹ کا بہت بڑا حصہ تھوڑی سی وفادار دیسی فوج کے ساتھ رزیڈنسی اور قریب کے ایک چھوٹے سے باغ کے چند مکانات میں جمع ہو گیا تھا مگر یہ عمارتیں مدافعت کے لیئے نہیں بنی تھیں۔ محاصرے کے دوسرے ہی روز اودھ کا گورنر سر ہنری لارنس مارا گیا، مگر ہر طرف سے منقطع ہو جانے پر بھی محصورین، سپہ سالار انگلس کے تحت میں تین مہینے تک

۲۵ ستمبر بچے رہے یہانتک کہ مدد آگئی اور ایک مہینے کے بعد کالن کیمبل نے شہر پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ حکومت نے بہت عجلت کے ساتھ فارس، مدراس، سیلون سے امداد بھیجی اور جنگ چین سے فوجیں بلالیں اور انگلستان کو جو خطرہ تھا وہ سال کے ختم ہوتے ہوتے جاتا رہا۔ یہ انحراف و سرکشی بہت بڑی حد تک انگریزی فوج اور والیانِ ملک کے سپاہیوں تک محدود رہی تھی، برطانوی فوج کی بہادری اکثر والیانِ ملک اور سکھوں کی وفاداری اور مہاراجہ نیپال کے اپنے پہاڑی ملک سے طاقتور گرکھا سپاہیوں کی مدد دینے کی وجہ سے، ہندوستان شہنشاہی برطانیہ کے ساتھ وابستہ رہ گیا؛

ہندوستان تحت تاج برطانیہ

شورش کی وجہ سے خوف و غصہ کی جو آگ مشتعل ہوگئی تھی اس سے جوش انتقام بھڑک اٹھا اور دونوں جانب سے انتہائی زیادتیاں عمل میں آنے لگیں، اس سے گورنر کو یہ خوف ہوا کہ مبادا یہ تلخ و ناگوار کشاکش مزید خطرات کا موجب بن جائے اس لیئے اس نے ان جذبات کو فرد کرنے کی فکریں کیں جرأت و بلند نظری کی وجہ سے لوگوں نے "کیننگ مشفق" اسکا عرف کردیا۔ بغاوت کا ہنگامہ ابھی گرم ہی تھا کہ اس نے ایک اعلان شائع کیا جسمیں ایسٹ انڈیا کمپنی کو نامعقول انتقام سے پرہیز کرنے کی نصیحت کی۔ اس نے لکھا تھا کہ "ہندوستان کی ہر ایک قوم سے ہمیں خونریز مخاصمت کا اتفاق پیش آچکا ہے مگر ان کے زیر ہوجانے کے بعد ہمنے کبھی بھی ان کے ساتھ عام حقارت و نفرت کا برتاؤ نہیں کیا۔ وہ دن ہمارے لیئے برا دن ہوگا جب ہندوستان میں لوگوں کی زبان پر یہ جاری ہوجائے گا کہ ہم ان سے حقارت و نفرت کا برتاؤ کرتے ہیں۔" جو لوگ "سیکسنی" (انگریزی) "قہر و غلبہ" کی حالت میں ہندوستانیوں کے لیئے سخت قوانین کا اور تمام معتمد علیہ و با اقتدار جگہوں سے ان کے اخراج کا مطالبہ کر رہے تھے انھوں نے کیننگ کی اس روش پر لعنت و ملامت کی، (اسکے جواب میں) کیننگ نے یہ کہا کہ اگر "انگریزی غلبہ" کے معنی یہی ہیں تو

جسقدر بھی یہ غلبہ کم ہو اتنا ہی اچھا ہے۔ میں تو انصاف کروں گا اور انصاف بھی ایسا کہ قانون و قوت کے ذریعے سے اسے جسقدر سخت و ناقابل شکست کرنا ممکن ہوگا کروں گا مگر جب تک کہ میں حکومت ہند کا ذمہ دار ہوں یہ ہرگز نہ ہونے دونگا کہ حکومت سے کوئی فعل غصہ یا نافہمی کی وجہ سے صادر ہو جائے۔"
خود انگلستان میں اسکی اس حکمت علی پر بڑی شد و مد سے اعتراضات ہوئے کہ اس نے صوبۂ اودھ کی تمام زمین کو سلطنت کے حق میں ضبط کر لیا تھا مگر اس نے اپنے اس فعل کو اس طرح بجا ثابت کر دیا کہ از سر نو یہ زمین ان کے مالکوں کو اس شرط سے عطا کر دی کہ وہ سرکار کے مالگزار اور تاج برطانیہ کے وفادار رہیں۔ تعلقدار ان عطیات کو اب اپنے لیئے ناقابل انفکاک سند حقیت سمجھتے ہیں، اگر کیننگ نے اسکے ساتھ ہی مزارعین کے لیئے بھی مناسب انتظام کر دیا ہوتا تو اسکی یہ کارروائی بہت ہی قابل تحسین ہوتی۔ اس فروگزاشت کی اصلاح اب بہت قریب زمانے میں آکر ہوئی ہے۔ انگریزوں کو اب اپنے اسقدر وسیع مقبوضہ کی اہم ذمہ داری کے احساس پر مجبور ہونا پڑا، جسکی وجہ صرف گزشتہ بغاوت کے خطرات ہی نہیں تھے بلکہ مختلف اقطاع ملک کا اس سرعت کے ساتھ حاصل ہو جانا اور حکومت کے نئے مسائل بھی اس کے بواعث میں شامل تھے۔ ہندوستان کا اس قدر وسیع مقبوضہ جسمیں بیس تیس کروڑ آدمی بستے ہوں بیفتالیس مختلف نسلیں آباد ہوں اور اکیس مختلف زبانیں بولی جاتی ہوں اس پر ابھی تک پٹ کے قانون ہند کے مطابق حکمرانی ہوتی تھی اور اسکی تجارت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹروں کے اختیار میں تھی۔ پامرسٹن نے ہندوستان کی بہتر حکومت کے لیئے ایک مسودہ پیش کیا اور اس کے چند روزہ زوال کے موقع پر کنسرویٹو وزرا نے کیننگ کو اپنی تائید کا یقین دلایا۔ انھوں نے آخری مسودہ تیار کیا جسکے بموجب "کورٹ آف ڈائرکٹرز" اور "بورڈ آف کنٹرول" منسوخ کر دیئے گئے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے اختیارات و مقبوضات بالآخر تاج برطانیہ کے تحت میں آگئے ملکہ کے

فرمانروائے ہندوستان ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ ملکہ کا پہلا وائسرائے (نائب السلطنت) کلکتہ میں حکمراں ہوا اور وسٹ منسٹر میں ایک وزیر پارلیمنٹ
کو جوابدہ قرار دیا گیا۔ اس وسیع مقبوضے کی ترقی مابعد میں آئرش و اسکاٹش نسل کے ۱۸۵۸
عہدہ داروں نے پُرامن و ہمدردانہ حکومت کے لیئے بہت سے کار نمایاں انجام دیئے ہیں، بہ حیثیت منتظم کے انھوں نے بڑی نمود حاصل کر لی ہے۔ رعایا کے دلوں سے زیادہ قریب ہو گئے ہیں اور فتح کی وجہ سے جو سخت طریق حکومت عائد ہوتا ہے اسکی سختیوں کو نرم کرنے کا طور و طریق انھیں خوب آتا ہے؛

چینی تجارت ۱۸۳۴

بغاوت ہند فتح ہی ہوئی تھی کہ ہندوستانی افواج کو بعجلت تمام ساحل چین پر جانا پڑا جہاں انگلستان نے قریب ہی زمانے میں ہانگ کانگ کو مشرق میں اپنا انتہائی مستقر بنا لیا تھا۔ پامرسٹن کے اولین کاموں میں سے ایک کام یہ بھی تھا کہ چین کی تجارت میں جس پر اب تک ایسٹ انڈیا کمپنی نے تنہا اپنا حق اجارہ رکھا تھا، دوسرے انگریزی تاجروں کو بھی شامل کر دیا تھا۔ قدیمی دانشمندانہ قواعد سے معرا ہو کر، نئی تجارت بدنظمی و پیچیدگی کے ساتھ چل رہی تھی۔ چینی اس دخل دہی سے منغص تھے انھوں نے غیر ملکی (افیون) کی درآمد کی ممانعت کر دی، حکومت ہند نے اپنی آمدنی کے کم ہو جانے پر
اعتراضات کئے اور سوداگروں نے جنمیں دس میں سے نو اسی افیون کی ۱۸۳۶
تجارت کرتے تھے، غصے میں آ کر بہت کچھ شور مچایا، مگر چینیوں نے کسی کا کچھ خیال نہ کیا، سوداگر صاف یہ کہتے تھے کہ چینیوں کا افیون کے لیئے اپنے بندرگاہوں کو بند کرنا محض ایک حیلہ بازی ہے تاکہ وہ غیر ملکیوں کی تمام تجارت کو روک دیں، عام نظروں میں "افیون کی یہ جنگ"، تجارت کے لیئے کھلے دروازے (آزادی عام) کی جنگ سمجھی جانے لگی۔ بندرگاہ کے محافظوں اور خفیہ مال لانے والوں (یعنی چینی عہدہ داروں اور برطانوی گماشتوں) کے درمیان
پریشان کن و غیر مساویانہ جنگ و جدل ہونے لگی۔ پامرسٹن نے ۱۸۴۰
جو تہدید کے سخت و صعب طریقوں پر قائم تھا چین سے یہ مطالبہ کیا کہ یا تو وہ ایک تجارتی معاہدہ کرے یا وہ ایک جزیرہ حوالہ کر دے جس سے

اہل برطانیہ تجارت کر سکیں، اس کے ساتھ اس نے ایک بحری فوج
بھی روانہ کر دی کہ دریاؤں کی ناکہ بندی کرے اور جن جزیروں کی ضرورت ہے
ان پر قابض ہو جائے۔ اس حملہ و قبضہ میں ایسی کامیابی ہوئی کہ معاہدۂ
۱۸۴۲ نینکنگ کے بموجب ہانگ کانگ، انگلستان کو دیدیا گیا، پانچ
اور بندرگاہ اسکی تجارت کے لیئے کھول دیئے گئے اور تاوان میں زر کثیر
ادا کیا گیا۔ برطانیہ نے صرف ایسے تجارتی حقوق کی خواہش کی جو دوسری
قوموں کو بھی مل سکیں، پس امریکہ نے بھی ایک معاہدہ موکد کرنے
اور اس میں یہ شرط قائم کرنے میں عجلت کی کہ اگر پیکنگ میں یورپ
۱۸۴۴ کے سفیروں کا داخلہ ہو تو امریکہ کا سفیر بھی وہاں رکھا جائے۔ فرانس
نے ایک زبردست بیڑے کی مدد سے تجارتی معاہدہ اور رومن کیتھولک
عقیدے کے نئے عیسائیوں کی حمایت کا حق حاصل کر لیا۔ شافٹسبری
نے کہا کہ چین کی تجارت کے نشے میں تمام دنیا مخمور ہو گئی ہے؛ ایک
جنگ دوسری جنگ کا باعث ہونے لگی۔ چینیوں نے اس تمام پریشانی
کا اصلی باعث انگریزوں کو سمجھا اور ان کے ملاحوں کو قید اور ان کے
مبلغین کو قتل کر دیا۔ چینی حکام نے ایک چینی جہاز ایرو نامی کو جس پر برطانوی
جھنڈا اُڑ رہا تھا، گرفتار کر لیا اور اس کے ملاحوں کو قزاق قرار دیا۔ انگریزی
نمایندہ سرجان بورنگ نے اُن آدمیوں کے رہا کیئے جانے کا مطالبہ
کیا اور کینٹن پر گولہ باری کرنے کا حکم دے دیا۔ فرانس، انگلستان
کے ساتھ شریک ہو گیا؛ ممالک متحدۂ امریکہ اور روس نے اس
حلقہ کو قائم رکھنے میں مدد دی۔ پارلیمنٹ میں کابڈن نے اس طریق کار
کو ظالمانہ قرار دیکر اس پر نفرین کی اور حکومت کو شکست ہو گئی۔ گلیڈ اسٹون
نے کہا کہ "یہ مباحثہ دارالعوام کے لیئے اس درجہ موجب عزت ہوا کہ
مجھے یاد نہیں آتا کہ کوئی دوسرا مباحثہ ایسا ہوا ہو"، مگر پامرسٹن نے
بورنگ کی حمایت کے لیئے ملک سے درخواست کی اور کہا کہ ایک
خود سر وحشی نے بورنگ کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ اہل تجارت

پھر ایک مرتبہ برطانوی اغراض و مفاد کی صلائے عام پر جمع ہو گئے
اور اس آمادگی کے ساتھ جمع ہوئے کہ پامرسٹن کی زندگی میں یہ پہلا ۱۸۵۷
موقع تھا کہ نئی پارلیمنٹ میں وہ ایک مجمع کثیر کا سرگروہ ہو گیا۔ کینٹن پر
حملہ آور ہونے اور اس پر قبضہ کرنے کے لئے ایک ہندوستانی فوج
سمندروں کو عبور کر کے پہنچ گئی اور برطانوی ایلچی لارڈ الجن نے معاہدۂ
ٹنٹسن کے وقت چینیوں کو مجبور کیا کہ وہ افیون کی تجارت کو قانوناً تسلیم ۱۸۵۸
کریں، اسی قسم کے اور بھی مذموم تر شرائط عائد کئے گئے، از انجملہ یہ کہ
پیکنگ میں غیر ملکی سفارت خانے قائم ہوں۔ چین کے دیسی عیسائیوں
کے ساتھ رواداری برتی جائے، اور بغیر کسی شرط کے غیر ملکی طاقتوں کو
ان کی حفاظت کا اختیار دے دیا جائے۔ چین نے جوش حب الوطنی میں،
اس کی مقاومت کی۔ اس مقاومت میں شدت و ستم گاری حب الوطنی سے
کم نہ تھی، اس کا جواب پیکنگ کے محل کو تاراج کر کے جلا دینے
اور سخت تاوان عائد کرنے سے دیا گیا۔ اس کے بعد جو بغاوتیں ہوئیں ۱۸۶۰
ان میں امریکہ کا وارڈ حکومت چین کا ایسا ہی مشہور عہدہ دار ثابت
ہوا جیسے انگلستان کا گارڈن۔ آئرلینڈ کے ایک باشندے
رابرٹ ہارٹ نے نئے محصول کروڑگیری کو منتظم کرنے میں، چین کی
وفادارانہ خدمات انجام دیں۔ تمام یورپین قومیں اس قسم کے معاہدوں
سے فائدہ اٹھانے کے لئے دوڑ پڑیں، ان میں سب سے مقدم ۱۸۶۱ ۱۸۶۹
پرشیا تھی۔ اس کے بعد ڈنمارک، اسپین، ہالینڈ، بلجیم، اٹلی
اور آسٹریا کا شمار تھا۔ چینی مدبر اعظم کے قول کے موافق یہ معلوم
ہوتا تھا کہ خربوزے کی طرح چین کی قاشیں کر دی جائیں گی۔ جن دول نے
چین پر بیرونی تجارت کا بوجھ ڈال دیا تھا انھیں نے جاپان کو بھی
بلا میں پھنسایا، ان طاقتوں میں انگلستان، فرانس اور روس کے بعد
ممالک متحدہ امریکہ کا درجہ تھا، یہاں بھی ظلم و ستم، بغاوت، جنگ،
حملہ آوروں کو ادائے تاوان، وہی سب کچھ ہوا جو چین میں ہوا تھا، رقیب طاقتوں

نے اب سواحل اوقیانوس کی دولت کے لیئے اپنے جداگانہ حقوق قائم کر لیئے ہیں ؎

جنگ ہائے یورپ

خود یورپ میں پے در پے پانچ بڑی لڑائیوں کے وقوع پذیر ہونے سے عالمگیر شہنشاہی کی کشاکش میں بیس برس تک تعویق ہوگئی۔ موتمر وائنا نے دس قوموں یا قوموں کے مجموعوں کو اس حال میں چھوڑ دیا تھا کہ ان کی قومی زندگی یا قومی طمانیت کا کچھ سامان نہیں ہوا تھا اور ان میں سے صرف یونان و بلجیم کی دو چھوٹی چھوٹی طاقتیں اس وقت تک خود مختاری حاصل کر سکی تھیں۔

۱۸۵۹
۱۸۷۸

جنگ کریمیا جس سے قوموں کے امن کا خاتمہ ہو گیا تھا، اور معاہدۂ پیرس کی نامکمل قرار داد، ان دونوں نے یورپ میں ہر طرف خوف و رقابت پھیلا دی اور تصادم باہمی اور تنظیم جدید کے ایک نئے دور کا آغاز کر دیا تھا۔ انگلستان سب سے الگ رہا مگر جب قومی منتہائے خیال کی تکمیل کا عزم مُلک در مُلک جاری ہو گیا تو قوموں کے حدود از سر نو قائم ہو گئے، ان کے حوصلے اور ارمان کچھ سے کچھ ہو گئے، اور جب قدیمی توازن طاقت نے کروٹ بدلی تو یورپ کے اتحاد کا کہیں پتہ ہی نہیں رہا ؎

اطالیہ کا عروج

کاسلری نے ۱۸۱۵ء میں لکھا تھا کہ "آلپس کے اس جانب تمام مملکتی انتظامات مکمل ہیں" لیکن اس کوہستان کے دوسری جانب اطالیہ اپنے اتحاد کے لیئے بدستور جد و جہد کر رہی تھی۔ جس "واویلا" سے تمام یورپ گونج اٹھا تھا اس کا باعث یہ تھا کہ پاپائی ریاستوں میں ازمنۂ وسطی کے طرز کی ناقص حکومتیں قائم تھیں، لمبارڈی میں آسٹریا کی سختی جاری تھی اور سسلی و نیپلز میں باربن بادشاہوں کی مضحکہ خیز حکمرانی برقرار تھی۔ اطالیہ کی تمناؤں اور آرزوؤں کا مرکز پیڈمانٹ سارڈینیا کی بادشاہت تھی جس کے تنظیمات آزادانہ تھے اور جس کی مختصر سی فوج میں جرأت و شجاعت موجود تھی۔ ادھر مزینی کے جمہوری اصول اور خفیہ انجمنوں کے کام، بے سر و پا شورشوں کی ناکامی سے ساقط الاعتبار ہو چکے تھے،

ادھر سارڈینیا کا وزیر اعظم کیور ایک اول درجہ کا مدبر تھا، اس کے
بہترین تربیت پذیر زمانہ میں سے کچھ برس انگلستان میں بھی گزرے
تھے۔ اُس نے مسئلہ آئرلینڈ کے متعلق تحریرات لکھے تھے اور زراعت
کے انگریزی طور وطریق کا مطالبہ کیا تھا۔ اُس نے یہ سمجھ لیا تھا کہ سیاسی آزادی
کا منبع صنعت وحرفت اور سائنس کی طاقت میں مخفی ہے۔ اس نے لکھا تھا
کہ "ریلیں جوتوں کی مرمت کے لئے ہیں۔" انگریزوں کی تائید حاصل کرنیکے
اشتیاق میں اُس نے نمائش اعظم میں اطالوی مال روانہ کیا لبرلوں کو
آزاد تجارت کے وعدے سے گرویدہ کیا، اور انگلستان کے اہل قلم
کے لئے مواد تحریر اور انگریزی مطابع کے لئے آسانیاں بہم پہنچا کر اپنے
مقصد کو اور ترقی دی۔ شاہ وکٹر امانیول، ونڈسر، میں آیا، اور اپنی جرأت
وصداقت سے اپنا نقش دربار پر بٹھا دیا۔ برٹش میوزیم (عجائب خانہ برطانوی)
کے مہتمم کتب خانہ پنیزی نے "اُس نہایت ہی دلچسپ وبدبخت ملک کے"
مفید مطلب رائے عامہ کے پیدا کرنے میں محنتیں برداشت کیں، پیڈمانٹ
کو اب ایک نمونہ بنا دیا گیا۔ اس کے سرگروہ نہ جمہوریت پسند تھے اور نہ قتل
وہلاک کے خواہاں تھے، بلکہ وہ ایسے لبرل (آزاد خیال) تھے، جو اپنے
قرضوں کو ادا کرتے اور حکومت کو مستحکم مالی بنیاد پر چلاتے تھے۔ اس قسم
کے تخیلات اور اس طرح کی عملی شائستگی کے یکجا ہو جانے سے اہل پیڈمانٹ
کو انگریزوں کی ہمدردی حاصل ہوگئی۔ پامرسٹن اور رسل کے حامی و
موید ہونے کا اعلان ہوگیا، اور ٹیورن کا (برطانی) سفیر سرجان ہڈسن
"خود اطالیوں سے بڑھا ہوا اطالوی تھا۔" گلیڈاسٹون نے نیپلز کے
سیاسی مقدمات کی کارروائی کو خود اپنی آنکھ سے دیکھا تھا، اور وہ نیپلز کی
بدنظمی اور وہاں کے تمام مصائب وآلام کی نسبت یہ کہا کرتا تھا کہ گویا "خدا کو ۱۸۵۱
بھول کر حکومت کا ایک طریقہ قائم کیا گیا ہے۔" انگریز وہگوں کے ذہن میں
اس جدوجہد کی یاد تازہ ہوگئی جو گلیڈاسٹون نے بلجیم و یونان کے لئے
کی تھی، فرقہ ریڈیکل اس چھوٹی سی سلطنت کی تائید کرتا تھا جو آزادی کے نام سے

پادریوں کے امتیاز خاص پر حملہ آور تھی، پروٹسٹنٹ اپنے جوش میں ایسی تحریک کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے جو پوپ کو صلائے جنگ دے رہی تھی تا آنکہ لارڈ شافٹسبری (شہیر بہ "ہیوگیناٹ") نے اس خروج کا خیر مقدم کیا جو پوپ کے خلاف برپا ہوا تھا حالانکہ شافٹسبری ریڈیکل نہیں تھا، کیور نے اس کے عوض میں بائبل سوسائٹی (بزم انجیل) کی ہمت افزائی کی بشرطیکہ اس کے کارکن اہل پڈمانٹ کو اپنے طریق میں داخل کرنے کے جوش میں ابتری پیدا کرنے کا اشتعال نہ دیں، غرض رفتہ رفتہ اس چھوٹے سے معزز ملک کی طرفداری وحمایت کے قدم جم گئے۔ سب سے زیادہ جوش وخروش اس وقت پیدا ہوا جب نپولین کی دعوت پر کیور نے کریمیا میں ایک فوج روانہ کی اور اپنے اس دلیرانہ
۱۸۵۵ فعل سے اپنے کو عمومی حکومتوں سے متحد کرلیا اور یورپ کی مجلس میں اپنی جگہ قائم کرلی۔ موتمر پیرس میں اسے اٹلی کے معاملات کو زیر بحث
۱۸۵۶ لانے کا موقع دیا گیا۔ انگریزی ایلچی لارڈ کلیرنڈن نے غیظ وغضب سے تقریر کی مگر اس کی واپسی پر لارڈ لنڈہرسٹ نے (جو اطالیہ کا ہوا خواہ تھا) آسٹروی قبضہ پر اظہار ملامت کی تحریک کی۔ کلیرنڈن کی خواہش پر یہ تحریک واپس لے لی گئی اس پر کسی مدبر نے یہ کہا تھا کہ انگریز بھونکے تو مگر کاٹنے کی ہمت نہ کرسکے۔ حقیقت یہ ہے کہ کیور نے اپنی اس خواہش کا افشا کرکے کہ وہ آسٹریا سے جنگ کرنا چاہتا ہے، کلیرنڈن کو خوفزدہ بنا دیا تھا، کلیرنڈن کو امید یہ تھی کہ فرانس وانگلستان، صلح وآشتی کے ساتھ اطالوی مسئلہ کا کوئی حل پیدا کردیں گے۔ کیور نے جوش ناامیدی میں یہ کہا کہ "اگر ہمارے حلیف ہمیں چھوڑ دیں گے تو آسٹریا اور پوپ کی ظفر مندی مکمل ہو جائے گی"

انگلستان واطالیہ

دنگوں کے زوال سے یہ خطرہ بڑھ گیا۔ کوستہ ومزینی سے لیکر ادنےٰ درجہ تک کے فراری پناہ گزینوں کو انگلستان میں جس کثرت سے پناہ دی گئی اس سے غیر ملکی حکمرانوں کی نظر میں لندن

"سازشیوں کا بھٹ" بن گیا تھا۔ ایک اطالوی جلاوطن آرسینی نے (جو معزز طبقات میں اچھی طرح روشناس تھا)، برمنگھم کے بنے ہوئے ایک بم سے نپولین کے ہلاک کرنے کی کوشش کی اس حرکت پر فرانس کے غیظ وغضب نے پامرسٹن کو مجبور کر دیا کہ ایک مسودہ پارلیمنٹ میں پیش کرے۔ اس مسودے میں اگرچہ پناہ دہی کا حق رکھا گیا تھا مگر سازش کو ایک نامطبوع حرکت کے بجائے ایک جرم قرار دیا گیا تھا، لیکن ایک غیر ملکی طاقت کے اشارے پر قانون میں تغیر کرنے سے عام ناگواری اس قدر بڑھ گئی کہ وہگوں کو عہدے سے الگ ہو جانا پڑا۔

ٹوری حکومت اور دربار جو اپنے "امن و انتظام" کی روایت پر جمے ہوئے تھے، انھیں یہ خوف لاحق تھا کہ اگر اطالیہ میں یا اور کسی مقام پر ۱۸۱۵ء کے معاہدوں کے خلاف کیا گیا تو اس کا نتیجہ منجر بہ جنگ ہوگا، اور نپولین کو اپنی حرص و طمع کے پورا کرنے کا ایک دوسرا موقع مل جائے گا۔ یہ خطرات ۱۸۵۹ء، ۱۸۶۶ء اور ۱۸۷۰ء کی لڑائیوں میں صحیح ثابت ہوئے۔ یہ ضرور ہے کہ ان لڑائیوں کا انجام نپولین کی شان و شوکت کے بڑھنے پر نہیں ہوا۔ کاسلری کی طرح لارڈ ڈربی کو بھی یہ توقع تھی کہ پرشیا، و آسٹریا کی وسطی سلطنتوں سے اتفاق رائے کر کے وہ خطرے کے مقابلے میں توازن قوت کو برقرار رکھ سکے گا، مگر پیٹ کی صلح جویانہ حکمت عملی کی اس مبالغہ آمیز طور پر تجدید کرنے سے یہ لازم آتا تھا کہ آسٹریا کو اطالیہ کا مالک رہنے دیا جائے اور انگریز اطالیوں کی تحریک آزادی کی مخالفت پر مجبور ہو جائیں۔ ملکۂ وکٹوریہ نے وزیر خارجہ لارڈ مامزبری کے اس خیال کی تائید کی کہ لمبار وی پر آسٹریا کا حق ایسا ہی درست و بجا ہے جیسا آئرلینڈ پر انگلستان کا حق ہے۔ "وہ جو اس کی گرفت میں پھڑ پھڑا رہا ہے" نیز یہ کہ نپولین کی حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ انقلاب پسندوں کے متعلق جو چاہے کرے۔ کیور کی "فتنہ زا مستعدی" سے خائف ہو کر کنسرویٹو وزرا نے اطالیہ کو اسلحۂ جنگ یا سیاسی اثر سے مدد

دینے کے بجائے یہ چاہا کہ اسکی شکایات کو دبا دیں۔ کیور نے نپولین سے رجوع کی اور اس نے بے تحاشا تائید کا وعدہ کر لیا، جس وقت جنگ کی تیاریاں زور و شور سے ہو رہی تھیں مامزبری نے تلوار کے رکھوا دینے کے لئے ایک مستشار کے انعقاد پر زور دیا، فرانس تذبذب میں پڑ گیا اور کیور نے عالم مایوسی میں اس تجویز کو منظور کر لیا، مگر آسٹریا کو اپنی فتح کا یقین تھا، اس نے مامزبری سے اپنے حسب مطلب کام لیا۔ شہنشاہ نے دفعتہً ایک الٹیمیٹم پڈمانٹ میں بھیجدیا اور فرانس و سارڈینیا کی متفقہ فوجوں کے مقابلے میں اعلان جنگ کر دیا۔ تمام صوبے یکے بعد دیگرے اطالوی اتحاد کے معاملے میں شریک کار ہوتے گئے، اتحادیوں کی عاجلانہ کامیابی نے تمام یورپ کو ششدر و متحیر کر دیا۔ پرشیا جو دریائے رائن پر مضطرب ہو رہی تھی، اُس نے یہ دھمکی دی کہ وہ بھی ایک جرمانی سلطنت کی حمایت میں ہتھیار اٹھائے گی۔ نپولین کو نہ صرف یورپ کی طرف سے خوف لگا ہوا تھا بلکہ وہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ اس کا زبردست بہت جلد ایک خود مختار حلیف بنا چاہتا ہے۔ اہل فرانس اسے ملامت کرتے تھے کہ اُس نے بحر روم میں ایک رقیب کا امکان پیدا کر دیا ہے۔ پس مجنٹا اور سالفرینو کے فتوحات کے بعد اُس نے اپنے حلیف کا ساتھ چھوڑ دیا اور بہ مقام ولیفرنیکا، فرانسس جوزف سے ایک عارضی صلح کر لی۔ صرف لمبارڈی کو آزادی ملی۔ اس غدر عظیم نے کیور کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا اور اطالیہ جسے اب آسٹریا و فرانس دونوں سے مقابلہ پڑ گیا تھا تنہا اپنے اتحاد و خود مختاری کے حاصل کر لینے کی توقع نہیں کر سکتی تھی۔ اس انتہائی خطرے کے وقت اسے انگلستان سے مدد ملی۔ جب ڈربی کی وزارت کے زوال کا اعلان ہوا تو سارڈینیا کے نمایندے نے جو (پارلیمنٹ کے) رواق میں بیٹھا ہوا تھا، خوشی سے اپنی ٹوپی اچھال دی۔ جن کا غذات سے ان وزرا کی حکمت عملی کے بجا ہونے کی تصدیق ہو سکتی تھی۔ انھیں ڈزریلی نے دار العوام میں پیش ہونے سے

اس طرح روک لیا کہ کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا راز ہے۔ ماہ جون میں جب اطالیہ کی قسمت کا نہایت ہی نازک وقت آگیا تھا، پامرسٹن بہ مشکل تمام صرف تیرہ رایوں کی کثرت سے پھر برسر اقتدار ہوگیا، اسکے وزیر خارجہ رسل نے فوراً ہی یورپی کانفرنس (مستشار) کی تجویز کو مسترد کردیا اور یہ اعلان کردیا کہ خود اہل اطالیہ اپنے معاملات کا بہترین فیصلہ کرسکتے ہیں اور یہ اقرار کیا کہ برطانوی حکومت اس قوم کی آرزوؤں کو ہمدردی کی نظر سے دیکھتی ہے جو یورپ کی خیر خواہی کے ساتھ اپنی خود مختاری کی عمارت تیار کرنا چاہتی ہے۔ رسل کے بھتیجے نے اس سے کہا کہ "دو کرور اطالوی صبح و شام آپ کے لیئے دعائے خیر کرتے ہیں"۔

اطالوی قوم انگلستان کا خیال یہ تھا کہ اطالیہ کے مختلف صوبے عام اظہار رائے کے ذریعے سے اپنے اتحاد سے مطمئن کریں تو نپولین کو جس کے اقتدار کی بنا عام رائے پر تھی مخالفت کے لیئے کوئی مفر نظر نہیں آئے گا۔ نپولین کو اپنی امداد کا معاوضہ سیوائے و نائس کی حوالگی سے مل گیا تھا، یہ قربانی اتنی بڑی تھی کہ صرف کیور کی بروقت واپسی سے اسکا عمل میں آنا ۱۸۶۰ ممکن ہوا۔ بولونیا، وپرما، ٹسکینی، وامیلیا نے پڈمانٹ کے ساتھ اتحاد کی رائے دی۔ جس سے شاید ہی کسی فرد کو خلاف ہوا ہو، مگر ابھی جنوب کا اتفاق کرنا باقی تھا، اور رسل نے دول کی مداخلت کو بیکار کردینے میں کیور کی تائید کی۔ نپولین کا مقصد یہ تھا کہ شمال اطالیہ میں ایک ایسی آزاد سلطنت قائم کرے جو اپنی کمزوری کی وجہ سے آسٹریا کے مقابلے میں اسکی دست نگر رہے اور پوپ اور نیپلز کے خاندان باربن کی حکومتوں میں فرانس کے اثر سے کام لے کر اصلاح کردے۔ برخلاف اسکے پامرسٹن و رسل یہ چاہتے تھے کہ نپولین سوم کی مہیب طاقت کو روکنے کے لیئے (اطالیہ میں) ایک ایسی مضبوط و آزاد بادشاہت قائم کردیں جو فرانس و آسٹریا دونوں کو اپنے ملک کے حدود سے خارج کردے۔ انھوں نے ہڈسن کی اس رائے کو قبول کرلیا کہ متحدہ اطالیہ، فرانس کے خلاف

آسٹریا و پرشیا سے متحد ہونے کی طرف خود بخود جھک جائے گی۔ یہ پیشین گوئی بعد کے حالات سے صحیح ثابت ہوگئی۔ سسلی و نیپلز کو گریبالڈی اور اس کے ایک ہزار رضاکاروں نے آزاد کرالیا، پوپ کی مملکت کا ایک حصہ ملحق کرلیا گیا، اور وکٹر امانیول کا شاہ اطالیہ کے لقب سے خیر مقدم کیا گیا۔ برطانیہ کا وہ بیڑا جس نے نلسن کے تحت میں دربار نیپلز کی زیادتیوں میں مدد کی تھی اسی بیڑے نے اب ایک غیر جانبدار دوست کی حیثیت سے شاہ وکٹر اور گریبالڈی کی تائید کی۔ جب نپولین نے یہ دھمکی دی کہ وہ خاندان باربن کو سسلی میں قائم رکھے گا تو انگلستان کے پرزور تعرض نے فرانسیسی امیر البحر کو مجبور کردیا کہ وہ گیٹا سے اپنے جہازوں کو ہٹالے۔ نپولین سوم کی تجاویز کو زک دینے اور ایک ایسی متحدہ اطالیہ کے قائم کرنے میں جو خود اپنے قدموں پر
۱۸۶۱ کھڑی ہوسکے، پامرسٹن و رسل کو جو کامیابی ہوئی وہ اس صدی میں انگریزوں کی خارجہ حکمت عملی کی سب سے بڑی فتح ہے۔ ایک مہینے کے اندر اندر مختلف سلطنتوں کی منتخب کردہ پارلیمنٹ، ٹیورن میں جمع ہوئی اور انگلستان پہلی طاقت تھا، جس نے اس شاہی کو تسلیم کیا۔ کیور کے انتقال پر (برطانی) پارلیمنٹ میں اس کی تعریف و توصیف اس طرح ہوئی کہ شاید ہی کسی غیر ملکی مدبر کو یہ بات نصیب ہوئی ہو۔ پامرسٹن اور رسل نے اس کی مدح سرائی میں جو کچھ کہا اس پر احسنت و مرحبا کا شور بلند ہوگیا۔ رابرٹ، الزبتھ براوننگ اور جارج مریڈتھ نے (اپنی نظموں میں) ملک کے احساس کو شریفانہ طور پر ظاہر کیا۔ گریبالڈی جب سواحل برطانیہ
۱۸۶۴ پر آیا تو ایسے شاہانہ تزک و احتشام کے ساتھ اس کا استقبال ہوا کہ کسی بادشاہ کے لیئے بھی اتنا نہ ہوتا۔ اُپیرا (تماشا گاہ) میں اس کے لیئے ایک شب بزم طرب مرتب ہوئی اور شہر لندن کی آزادی اُسے عطا کی گئی، لیکن سب سے زیادہ موثر قدر دانی خود انگریزی قوم کی طرف سے ہوئی۔ مجالس اتحاد مزدوراں اور انجمن ہائے نفع رسانی باہمی نے

اس کے جلوس کے ساتھ لندن میں گشت کی، سڑکوں پرکوسوں لوگ دو طرفہ قطار باندھے کھڑے تھے، اور ہر ایک درودریچہ جھنڈیوں سے آراستہ تھا، مہمان نے یہ کہا کہ "میں یہ چاہتا ہوں کہ دنیا کے ہر حصے میں مجھے محب عمال کہا جائے" خیالات جمہوریۃ کا اظہار اس حیرت انگیز حد تک ہوا کہ جب اس کی یہ سیاحت دفعۃً ختم ہوگئی تو ایسے بہت سے مدبر تھے جو یہ کہتے تھے کہ اسے قصداً اس عجلت کے ساتھ ملک سے باہر کر دیا گیا ہے، ہزاروں اشخاص جنھوں نے اس "پاکباز محب وطن" کا خیر مقدم کیا تھا وہ اس کے خوابوں کی تعبیر کو دیکھنے کے لئے زندہ رہے۔

پرشیا و آسٹریا کی کشمکش میں اطالیہ کو اگرچہ خشکی وتری دونوں میں شکست
۱۸۶۶ ہوگئی تھی مگر پھر بھی وینشیا اسے مل گئی، اور روم جس خاموشی کے ساتھ فتح ہو گیا اور فرانیسی فوجیں وہاں سے جس طرح نکل گئیں ان کی اہمیت پر محض جنگ فرانس و پرشیا کی زیادہ اہم مہمات کی وجہ سے پردہ پڑا رہ گیا۔ وکٹر ایمانیول نے کہا کہ "آزادی کے وطن یعنی انگلستان کے لوگوں نے ہمارے اس حق کو شریفانہ طور پر تسلیم کر لیا ہے کہ ہم خود اپنی قسمت کے فیصلے کرنے والے ہیں اور انھوں نے فیاضی کے ساتھ ہماری نیک خواہی کی جسکی یاد ہمیشہ ہمارے دلوں میں باقی رہے گی۔"

پرشیا کا عروج

اطالیہ کے اتحاد نے جرمانی قوم کے تخیل وتمنا کو تیز کر دیا کیونکہ فرانس میں نپولین کی شاہی قائم ہو جانے سے دونوں قوموں کی رقابت میں پہلے ہی جوش پیدا ہو چکا تھا، فریڈرک اعظم کی یاد کے جوش نے پرشیا کو اس امر پر زیادہ مستعد کر دیا کہ وائنا کی بنا کر وہ شرکت ثنائی کو شکست کر دے اور خود کو جرمانی نسل کی سرگروہی کے لئے بہ صلائے جنگ پیش کر دے۔ جرمنی کے عظیم الشان مستقبل کی پیشین گوئی پہلے ہی ہو چکی تھی۔ ٹیلیرنڈ نے موتمر میں یہ کہا تھا کہ "اتحادیوں نے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ پرشیا کو اس کی ایک کرور آبادی کے ساتھ علےٰ حالہا
۱۸۲۱ چھوڑ دیں گے، لیکن اگر اسے اس طرح چھوڑ دیا گیا تو بہت جلد اس کی

آبادی دو کرور کی ہو جائے گی اور تمام جرمنی اس کے تحت میں آجائے گی"۔
گوٹنجن کے ایک پروفیسر ہیرین نے یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ ایک متحد
جرمانی شہنشاہی جو اُس تفوق کی ساعی ہو جو اس کے مرکزی محل وقوع کا اقتضا
۱۸۴۴ء ہے، آزادی یورپ کی قبر تیار کر دی گئی، مگر پرشیا برابر اپنے حصول
مقاصد کی طرف گامزن رہی۔ اس کے "زولورین" (اتحاد محصول تجارت)
نے آسٹریا سے جنوب کی تمام سلطنتوں کو بتدریج اپنے حلقۂ اثر میں لے لیا
اور اغراض تجارت کو قومیت کے ساتھ ملا دیا۔ متحدہ جرمنی کی تمناؤں کی
آواز بازگشت "وفادار رائین" اور "حب الوطن فوق العالم" کے نغموں میں سنائی
دیتی تھی۔ انگلستان اسے یہ سمجھتا تھا کہ یہ ایک مانوس اور مبارک قوم
ہے جو موسیقی و فلسفہ کی غذا سے پرورش پا رہی ہے، دربار پر جو زوردار اثر
چھایا ہوا تھا وہی اس غلط خیال کے پیدا کرنے کا باعث ہوا۔ کابڈن کا
خیال تھا کہ پرشیا میں جس قسم کی نرم مطلق العنانی رائج ہے وہ یورپ
کے عامۃ الناس کے لیئے بہترین حکومت ہے، اور باوجود اس کے کہ
ڈزریلی، رسل کے "جرمانی قومیت کے پراسرار واہمہ" پر خندہ زن
رہا کرتا تھا، مگر رسل یہی یقین کرتا رہا کہ جرمنی "نیا تی تنظیمات قائم کر دے گی"۔
موتمر کے موقع پر اپنے مقاصد میں سد راہ ہونے کے لیئے پرشیا نے
کاسلری کو معاف نہیں کیا تھا، وہ اصول مانرو سے چیں بجبیں تھی
جس کی وجہ سے جنوبی امریکہ میں اس کی ترقی پذیر تجارت میں رکاوٹ
پیدا ہو گئی تھی اور وہ اس آزادانہ نظام سلطنت پر بھی حملے کر رہی تھی جو ولیم چہارم
نے ہینوور کو اس وقت عطا کیا تھا جب اس کی موت ہینوور کو تاج
انگلشیہ سے جدا کر دینے والی تھی، انگریزی مدبرین امور خارجہ پرشیا کے
۱۸۲۷ انداز کی طرف سے شک میں تھے۔ اسٹریفرڈ کیننگ اس امر سے
نالاں تھا کہ باب عالی کا پرشیاوی سفیر اس کی طرف سے غلط و پر فریب
ملاقاتوں کی شہرت دیتا تھا، بقول کیننگ "دغابازی کی یہ ایسی
تجویز تھی کہ معاملات سفارت میں بھی اس کی مثال کا ملنا دشوار ہے"۔

پامرسٹن نے بالاعلان یہ کہا کہ سلشوگ ہالسٹین کے متعلق اس سے
۱۸۵۸ جو گفتگوئیں ہوئی ہیں، پرشیاوی حکومت نے ان کی غلط اطلاعیں شائع
کرائی تھیں۔ امور خارجہ کے ایک ماہر رابرٹ ماریہ نے (جو اس وقت
جرمنی میں موجود تھا جب ایک خفیف سے واقعہ پر اسے سخت اشتعال
طبع پیدا ہوگیا تھا) اس امر پر زور دیا کہ جرمنی کے اغراض کے (صحیح طور پر)
سمجھنے کی ضرورت ہے۔ (واقعہ یہ ہوا تھا کہ) ایک انگریزی افسر کو
جو پرشیاوی قانون اور جرمانی زبان دونوں سے نابلد تھا ریل گاڑی کی
ایک نشست کے متعلق کچھ نزاع پیش آگئی۔ دونوں جانب سے
کوئی بھی معافی کا خواہاں نہ ہوا، اور اس معاملے نے اس درجہ بین الاقوامی
اہمیت حاصل کرلی کہ ایک سرکاری کتاب کے شائع ہونے کی ضرورت
لاحق ہوئی۔ وزیر اعظم کی ایک پرغیظ تقریر کا پرشیاوی پارلیمنٹ میں بھی
ویسا ہی ترکی بہ ترکی جواب دیا گیا، ایک جرمانی قافیہ سنج نے کہا کہ
"شیطان کا اگر کوئی نطفہ ہے تو بالیقین وہ پامرسٹن ہے"۔ مطابع نے
ہر امر پر جس کا پرشیا سے تعلق ہوا بیجا اعتراضات کرکے بے اندازہ
نقصان پہنچا دیا۔ ایک تنازع جس میں اس قدر آسانی سے غلط فہمی واقع
ہوگئی اور جس میں اس درجہ طول دیا گیا اس کے نتائج بہت دور تک
پہنچ گئے۔ جرمنی کے ولیعہد نے ۱۸۵۸ء میں انگلستان کی
شہزادی سے عقد کیا تھا اور عین اسی وقت انگلستان کی نخوت کی
شہرت اور برلن میں اس کے اثر کی کمی واقع ہوئی جب پرشیاوی
حریت پسند حصول اقتدار کی آخری جد و جہد میں مشغول تھے اور ایک
۱۸۶۲ زبردست فریق انگریزی پرشیاوی مخالفہ کا طرفدار تھا، مگر نو وان بسمارک
نے جو فوجی قانون قوم کے سر منڈھ دیا تھا، اس سے آئینی حکومت
کی تمام امیدیں فنا ہوگئیں۔ اس نے یہ دعوے کیا کہ پرشیا کی حالت
اس درجہ نازک ہے کہ وہ کسی نظام سلطنت کے خطرے میں پڑنے
کی ہمت نہیں کرسکتی۔ (اس نے کہا کہ) اہم معاملات تقریروں اور رایوں

سے فیصل نہیں ہوتے بلکہ ''خونریزی و شمشیر زنی'' سے فیصل ہوتے ہیں۔ اس کا مقصد فقط یہ تھا کہ جرمانی سرحد کو ہر جانب سے جو خطرات لاحق ہیں انھیں دفع کر دے۔ مشرق کو محفوظ رکھنے اور مغرب میں فرانس کے حملے سے مامون ہونے کے لئے اس نے ایک خاص خدمت یہ انجام دی کہ روس سے اتحاد پیدا کر لیا۔ موتمر وائنا کے موقع پر باشندگان پولینڈ کو جو نظام سلطنت عطا ہوا تھا، وہ ۱۸۳۲ء میں شکست کر دیا گیا، اور ان کی نگاہ امید اس حریت پسند روش کی طرف لگی ہوئی تھی جو جنگ کریمیا کے بعد سے زار نے اختیار کی تھی لیکن ''باہر کے دشمن'' ان کی تباہی کا باعث ہو گئے۔ روسی فوج میں جبراً بھرتی کئے جانے کے ایک جدید وسعت پذیر طریقے کی وجہ سے ان میں شورش و یاس پیدا ہو گئی اور پرشیا کی طرف سے انکی ہمت افزائی ہونے لگی۔ ان رازدارانہ مراسلات سے جن کا ابھی حال میں کریملو میں پتہ چلا ہے اس بے اعتمادی و رشک و حسد کے حالات واضح ہو گئے ہیں جنھوں نے دول کو کسی متفقہ کارروائی سے روک دیا تھا۔ نپولین نے ایک موتمر کی تجویز پیش کی؛ ملکۂ ہالینڈ نے یہ کہا کہ اگر ''یہ محض باتیں کرنے کا ایک مکان ہوتی (جہاں کوئی کسی کی نہ سنتا) جب بھی اتنا تو ہوتا کہ تاک میں لگی ہوئی جمہوریت کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جو دعاوی و مظالم یوماً فیوماً زیادہ پرشور و شر ہوتے جاتے ہیں ان کو کمسو کرنے کیلئے دول سچے دل سے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتے ہیں۔'' انگریزوں کی ہمدردی زیادہ تر پولون کے ساتھ تھی مگر فرانس کی تائید کے بغیر مداخلت ناممکن تھی اور نپولین اس خبط میں پڑا ہوا تھا کہ میکسیکو میں ایک کیتھولک شہنشاہی قائم کر دے۔ آسٹریا کو یہ خوف دامنگیر تھا کہ مبادا یہ انقلاب اسکے مقبوضات کے لئے ایک مثال بن جائے مگر بسمارک نے آزاد خیالی کے علی الرغم اپنے ملک کو زار کا جانبدار بنا دیا اور روس کی کامیابی کو مکمل کر دیا۔ جب اس کی مشرقی سرحد محفوظ ہو گئی تو وہ اس جانب

شورش پولینڈ

۱۸۶۳ء

متوجہ ہوا کہ پرشیا کو ایک بحری طاقت بنا دے اور بحر بالٹک
اور بحر شمال پر جو بندرگاہیں واقع ہیں ان سب کو ملا دے۔ سلشوگ
اور ہالسٹین کی ریاستیں ایک موہوم سے شخصی سلسلے سے مربوط تھیں
اور جب ۱۸۴۸ء میں انھوں نے اتحاد کی تہدید کے باعث شورش برپا
کر دی تو پرشیاوی فوجوں نے ان کی مدد کی۔ انگلستان میں تنہا
ڈزریلی نے اس کوشش کے خلاف اعتراض کیا کہ "قومیت کی
ایک وہمی و پرخطر لغویت" کو عذر قرار دے کر پرشیا، بالٹک
کے بندرگاہوں اور اس کے دہانے پر قابض ہو جائے۔ بہت دنوں
قبل آسٹریا نے پرشیا کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ سلشوگ ہالسٹین
سے اپنی فوجیں واپس لے لے۔ ڈنمارک کے ساتھ ان ریاستوں
کے تعلقات اور وہاں کے پیچ در پیچ طریق جانشینی کا انضباط لندن
کے جدید عہدنامے کے مطابق کر دیا گیا۔ مگر بسمارک اب بھی یہی
سمجھتا تھا کہ "ان امارتوں کی آزادی" پرشیاوی توسیع کا ایک ذریعہ ۱۸۵۲
ہے۔ ڈنمارک کے ایک نئے بادشاہ کی جانشینی سے یہ مناقشہ
پھر برپا ہو گیا، اس خاندان کی تائید کے معاوضے میں بسمارک نے
کییل میں ایک بحری مستقر اور دونوں سمندروں کے درمیان ایک
پرشیاوی نہر کے بنانے کا مطالبہ کیا۔ ان صوبوں کی آزادی میں ڈنمارک
کی دست درازی اور وہاں کے خاندانی تنازعات کی وجہ سے اسے یہ
موقع مل گیا کہ اُس نے ان امارتوں پر متفقاً حملہ کرنے کی تجویز پر آسٹریا
کو آمادہ کر لیا۔ اطالیہ میں اپنی کامیابیوں سے سرمست ہو کر پامرسٹن
و رسل نے مداخلت کا ارادہ کیا اور اپنی تقریروں میں یہ اقرار کیا کہ انکی
حکومت ڈنمارک کو علی حالہا قائم رکھے گی خواہ اس میں ہتھیاروں سے
بھی کام لینے کی نوبت کیوں نہ آجائے، مگر نپولین نے انعقاد مؤتمر کی
تجویز کی تھی، اور اب اُس نے اس معاملے میں شرکت سے انکار کر دیا
اور روس اپنے نئے حلیف کے ساتھ ہو گیا۔ صرف بیڑے سے

جنگ ڈنمارک

یہ کام پورا نہیں ہو سکتا تھا اور فوج ناکافی تھی۔ ملک کو اس چھوٹی قوم سے ہمدردی تھی مگر ملکہ پرشیا کی تائید میں تھی اور یہ ظاہر کر دیا تھا کہ "کسی طرح پر بھی ڈنمارک کی ہمت افزائی کرنا مہلک ہو گا۔" مجلس مستشار ناکام رہی کیونکہ اہل ڈنمارک نے انگریزوں کی تائید کے بھروسے پر ہر طرح کی رعایت سے انکار کر دیا، اور جب آسٹریا و پرشیا کی متحدہ فوجوں نے ان ریاستوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا تو انگلستان کو علیحدہ رہنا پڑا۔ جس حکومت نے پیش آنے والے محاربات کے لئے
۱۸۶۴ اپنے نام نیک کی ضمانت کی تھی اب اسے اعانت سے دستکش ہونا پڑا۔ انگلستان اگر بے تعلق رہتا تو ممکن تھا کہ اسے ثالث بننے کا موقع ملجاتا مگر ایک طرفدار کی حیثیت سے وہ خارج از بحث تھا۔ جو نقصان واقع ہو گیا، اس پر ڈزریلی نے اظہار افسوس کیا، اور معاملات خارجہ میں کسی معین اصول پر نہ چلنے کا حکومت کو طعنہ دیا۔ کابڈن نے اصول مداخلت پر اس طرح ضرب لگنے کو اگرچہ اچھا سمجھا مگر اس نے بھی انگریزوں کی حکمت عملی پر ملامت کی۔ پامرسٹن نے اٹھاون برس خدمت عامہ میں صرف کئے تھے۔ جن میں سے صرف نو برس ایسے تھے کہ وہ عہدے پر نہیں رہا تھا، اب موت نے اسے اس نظارے کے دیکھنے سے بچالیا کہ وہ ایک رقیب قوم کو یوں ترقی کرتے ہوئے دیکھے جس کی آیندہ قسمت کی نسبت اس نے کوئی پیش بینی نہیں کی تھی۔ اس کی خارجہ حکمت عملی کا نظام اس کے ساتھ ہی فنا ہو گیا، اور ان ریاستوں کے معاملے میں انگلستان کی بے بسی نے بسمارک نے یہ سمجھ لیا کہ معاملات برّاعظم میں یہ قوم خارج کر دینے کے قابل ہے۔ برائٹ نے کہا کہ "توازن قوت کے مسئلے کو
۱۸۶۸ تو یہ سمجھنا چاہئے کہ نیست و نابود ہو چکا ہے۔" دو برس تک یورپ سازشوں کے جال میں پھنسا رہا۔ ان ریاستوں کو تقسیم کر لینے کی تجویز سے بسمارک نے آسٹریا کو ساکت و صامت کر دیا۔ اطالیہ کو وینشیا کا

قبضہ دلا دینے کا وعدہ کر لیا اور اس طمع سے اسے غیر جانبدار بنا دیا اور جیسا کہ ہڈسن نے پہلے ہی پیش بینی کر دی تھی اسے جرمانی اتحاد کی طرف کھینچ لیا۔ فرانس کی موافقت اس طرح حاصل کی کہ رائن و بلجیم کے حدود پر ایک سراب آسا سرحد کے لئے نپولین کو فریب دہ توقع دلا دی۔ جب اس کے تجاویز مکمل ہو گئے تو اُس نے ان ریاستوں کے معاملے میں آسٹریا کی کارروائی کو دفعتہً قابل الزام قرار دیدیا،
فرینکفرٹ کی ڈائٹ سے جرمنی کے مشترک نظام سلطنت کی ۱۸۶۶
اصلاح کا مطالبہ کیا، اپنی فوجوں کو ہالسٹین پر قبضہ کر لینے کا حکم دیدیا، اور آخر الامر جرمانی مشترکیت کے منسوخ ہونے کا اعلان کر دیا۔ سات ہفتوں کی جنگ کا انجام سیڈووا کی پرشوکت کامیابی پر ہوا۔ آسٹریا نے وینشیا، اطالیہ کے حوالے کر دیا، اور خود جرمنی سے خارج ہو گئی۔ پرشیا سمندر پر جس جگہ کے حاصل کرنے کے لئے مضطرب تھی وہ جگہ اُسے مل گئی اور وہ ایک نئی قائم شدہ ”شمالی جرمانی مشترکیت“ کی سرگروہ بن گئی، اور اس وقت یورپ میں وہی سب سے بڑی فوجی طاقت ہو گئی۔ انگلستان میں جو قوم ہائیڈ پارک کی
ہنگامہ آرائیوں، سرکاری مالیات کی ترتیب جدید، اور وسیع تر ۲۳ اگست
قانون اصلاح کی تجاویز میں ہمہ تن غرق تھی اس نے اس حیرت انگیز انقلاب پر خیال تک نہ کیا، ٹوریوں اور وہگوں دونوں نے یہ سمجھ لیا کہ پرشیا کی وسعت مزید سے روس و فرانس کے مقابلے میں زیادہ طمانینت پیدا ہوتی ہے، ادھر دربار میں اس توسیع کی وجہ سے شاہی اتحاد کی درخشانی میں اور اضافہ ہو گیا؛

اب یورپ کے اسٹیج (تماشا گاہ) پر بسمارک اور نپولین جنگ فرانس
کی شکلیں خاص طور پر نمایاں رہ گئیں۔ پرشیاوی سرحد کے لئے اب فرانس ہی آخری خطرہ نظر آتا تھا اور جب جرمانی اشتراک سے آسٹریا کے اخراج کے بعد جنوب جرمنی کی کیتھولک ریاستیں

پروٹسٹنٹ پرشیا کی سرگرمی سے متنفر ہونے کے باعث نپولین
سوم سے خفیہ مراسلتیں کرنے لگیں تو یہ خطرہ اور بھی بڑھ گیا۔ بسمارک ۱۸۶۵
نے دیکھا کہ جرمانی اتحاد کے مستحکم کرلینے اور مغرب میں ایک فوجی سرحد
کے معین کردینے کا یہی موقع ہے۔ مکسیکو میں ایک کیتھولک و لاطینی
شہنشاہی قائم کرنے کی افسانہ وار مبادرت میں نپولین کی ناکامی نے
اس کے اعزاز و وقعت کو گھٹا دیا تھا، اطالیہ و انگلستان کی ہمدردی
سے وہ محروم ہو چکا تھا، آسٹریا کا اپنی کمزوری کی وجہ سے نپولین
کا شریک کار ہونا ممکن نہیں رہا تھا، اور جانشینی اسپین کے
پرانے مسئلے کے متعلق وہ (نپولین) ایک مہلک قدم اٹھانے پر
آمادہ ہوگیا تھا۔ اس نے جب خاندان ہوہنزولرن کے شاہزادے ۱۸۷۰
کی امیدواری سے اظہار تنغض کیا تو اس امیدواری سے دست برداری
کردی گئی مگر مزید طمانیت حاصل کرنے کی مجنونانہ کوشش میں ایک
فرانسیسی سفیر، ریمز روانہ کیا گیا اور شاہ پرشیا سے اسکی ملاقات
کے حالات کو بسمارک نے توڑ مروڑ کر پیرس میں روانہ کیا، اور ایک
ایسی ساعت میں جبکہ یورپ میں بالکل ہی سکون معلوم ہوتا تھا،
اس تار کا جواب اعلانِ جنگ سے دیا گیا۔ دس روز بعد بسمارک
نے ٹائمز کی وساطت سے یہ اعلان کیا کہ نپولین نے حال میں
بلجیم کے ملحق کرلینے کی سازش کی تھی۔ انگریزی حکومت پر اس راز کے
افشا کا سخت اثر پڑا اور اس نے یہ فیصلہ کرلیا کہ دونوں فریق میں سے
جو سرحد بلجیم کو عبور کرے گا، برطانیہ اس غیر جانبدار مملکت کے
تحفظ میں دوسرے فریق کو مدد دے گی مگر اس سے زیادہ اور
کارروائیوں میں وہ شریک نہ ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اہم اعلانات
شائع کیے گئے تھے۔ گلیڈسٹون نے اس امر پر زور دیا کہ انگریزوں
کا فعل خود ان کی مرضی کے تابع ہے یعنی ذمہ دار شخص کو یہ حق حاصل
ہے کہ اپنے ضمان کے متعلق اپنے قول کو پورا کرنے کے قبل وہ صورت حالات کو

جا پہنچ لے۔ مگر (اس کے ساتھ ہی) محض اس خیال سے کہ آسٹریا اور روس
مداخلت نہیں کرنا چاہئیے انگلستان پر یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بھی علیحدہ
رہے۔ برّی و بحری افواج کے بڑھانے کے لئے (پارلیمنٹ کے)
اظہار رائے نے بلجیم پر یہ ظاہر کر دیا کہ انگلستان جو کچھ کہتا ہے
اُسے کرنا چاہتا ہے مگر فرانسیسیوں کو یہ دیکھکر سخت مایوسی ہوئی کہ اس یقین
کی وجہ سے کہ فرانس نے جرمنی پر حملہ آور ہونے کو آسان سمجھ کر یہ جنگ
برپا کی ہے، انگلستان کا میلان ابتداءً پرشیا کی جانب ہو گیا ہے۔
رفتار جنگ نے بہت جلد یہ ظاہر کر دیا کہ ایک حریف تو تیار او رمتحد ہے
اور دوسرا تیار نہیں ہے اور وہ اپنے شاہی خاندان کا شکار ہو گیا ہے۔
چھ ہفتوں کے اندر اندر معرکۂ سیڈن سر ہو گیا اور فرانس کو شکست
ہو گئی۔ نپولین کے زوال کے بعد تھیرز نے فرانسیسیوں کی انتہائی
یکم ستمبر — مصیبت میں متوسط ہونے کے لئے تمام دول میں سب سے پہلے
انگلستان سے التجا کی مگر گلیڈ اسٹون اور لارڈ گرینول نے اس
امر سے انکار کر دیا اور باوجود اس کے کہ تھیرز نے معاملات برّاعظم
سے ان لوگوں کے اس طرح علیحدہ رہنے پر معارضات کئے
پھر بھی اُنھوں نے فرانس کو جرمنی سے نبٹ لینے کے لئے تنہا
چھوڑ دیا۔ سزا کی سختی، آلسیس لورین کی حوالگی، پرشیاوی
فوجوں کی بیرحمی، ان سب باتوں نے ملکر فرانس کی رائے عامہ میں تبدیلی
پیدا کر دی۔ دونوں جانب کے غیظ و غضب کے باوجود انگلستان
نے اپنی غیر جانبداری کو قائم رکھا۔ موریر نے لکھا تھا کہ "لڑنے کے لئے
انگلستان مقدس بنتا ہے مگر سامانِ حرب اور کارتوس کی جو وسیع
تجارت ہم اس سے کر رہے ہیں اس سے مٹھی گرم کر رہا ہے۔ اُس جرمانی
نسل کی طرف سے جو آئندہ دنیا پر حکومت کرے گی ہمارے دلوں میں
دائمی نفرت پیدا ہو رہی ہے"۔ قریب تر واقع ہونے کی وجہ سے فرانس
کو یہ موقع تھا کہ وہ انگریزوں سے کوئلہ، سامان جنگ اور گھوڑے خرید سکے۔

اس سے اہل پرشیا اس حکومت پر لعنت ملامت کرتے اور اسے وہ دن یاد دلاتے تھے جب واٹرلو میں ولنگٹن اور بلوچر نے ہاتھ ملائے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ انگریزوں نے آلات قتل کے لئے آزاد تجارت کے اصول کو روا رکھا حالانکہ وہ آئرلینڈ والوں کے ساتھ آلات جنگ کی تجارت کو جب چاہیں روک سکتے ہیں۔ ولی عہد بیگم نے لکھا تھا کہ (جرمنی میں) "اس وقت فرانسیسیوں سے زیادہ انگریزوں سے بغض ہے"۔ اس انکشاف سے ایک مزید خطرہ پیدا ہو گیا کہ بسمارک نے روس سے یہ وعدہ کر کے کہ جب وہ معاہدۂ پیرس کے برخلاف بحر اسود کو اپنے جنگی جہازوں کے لئے کھول دے گا تو جرمنی کی طرف سے کوئی اعتراض نہ ہوگا، روس کی بغیر جانبداری کا تیقن کر لیا تھا۔ گلیڈ اسٹون نے اب جو کچھ سمجھا پامرسٹن پہلے ہی سمجھ چکا تھا کہ اس قید کا دائمی قائم رہنا دشوار ہے مگر معاہدین کی مرضی کے بغیر کسی معاہدے کی دیدہ و دانستہ خلاف ورزی ایک فال بد تھی، انگلستان کو ممالک متحدہ کے ساتھ تنازعات کے باعث جو خطرہ درپیش تھا اور فرانس کی بے بسی سے اسے جو مجبوری لاحق ہو گئی تھی، اس کی وجہ سے وہ اندیشہ ناک تھا مگر جنگ کی دھمکی سے اُس نے لندن میں انعقاد مستشار کا مقصد حاصل کر لیا۔ اگرچہ روس کے فعل کو باضابطہ منظوری حاصل ہو گئی مگر اس اصول کی توثیق کی گئی کہ موافقت یورپ کی رضامندی کے بغیر کوئی طاقت نہ کسی معاہدے میں اصلاح کر سکتی ہے نہ خود کو کسی شرط عائدہ سے آزاد کر سکتی ہے۔ جنوری ۱۸۷۱ء

برطانوی شہنشاہی

ورسیلز میں شاہ پرشیا کا شہنشاہ جرمنی کے بلند منصب کو اختیار کرنے سے اور معاہدۂ فرینکفرٹ کو پارہ پارہ کر کے اس کی توہین کرنے سے انگلستان نے اس زبردست فوجی قوم کے عروج کو (جس کی پیشین گوئی ٹیلرینڈ کے وقت سے ہر اعظم کا ہر ایک مدبر کرتا آیا تھا) اطمینان کی نظر سے دیکھا۔ ایک مبصر نے کہا کہ "بیرن اسٹاکمر تمام عمر یہی خواب دیکھتا رہا تھا کہ پرشیا کی سرکردگی میں ایک مضبوط جرمنی

قائم ہو جائے۔ اور اسٹاکمر ہی کے اثر سے ملکۂ وکٹوریہ اور شہزادۂ البرٹ نے اس جدید یورپ کے لئے جو ۱۸۴۸ء کی خاکستر سے اُٹھنے والا ہے، اس اساسی خیال کو اپنی خاص الخاص امید کی بنیاد قرار دے رکھا ہے" زمانۂ مابعد میں لارڈ مارلی نے لکھا ہے کہ اگر سیڈووا و سیڈان کا نشانہ خطا کر جاتا تو ایک غیر متحدہ وطن کے ابر آلود آسمان سے جرمانی ضیاگستری اور اس کے قوائے ذہنی کی تابناک شفق کبھی ظاہر نہ ہوتی، اور نہ اس کی شعاعیں مہذب دنیا کو اس طرح منور کرتیں" بڑی شہنشاہیوں کے عروج و زوال کو انگریز بالکل ایک بے غرض تماشائی کی طرح سے دیکھتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنگ کریمیا کے بعد یورپ میں جتنی لڑائیاں ہوئیں انگلستان ان سب سے الگ رہا۔ ۱۸۵۶ء کے بعد سے شاید ہی کوئی سال ایسا گزرا ہو جس میں برطانیۂ عظمیٰ، کرۂ ارض کے دور دراز ممالک میں، کہیں نہ کہیں اپنے روز افزوں مقبوضات کی سرحدوں کو اور آگے بڑھانے یا اپنے مستقروں کی مدافعت کرنے کے لئے جنگ و پیکار میں مشغول نہ رہا ہو۔ سمندر کے اندر سے ایک شہنشاہی ظہور پذیر ہوگئی تھی، دنیا کی تاریخ میں یہی پہلی جزائری شہنشاہی تھی۔ اس کا یہ سریع السیر عروج، اور اس کی ماتحت قوموں کا پیچیدہ نظم و نسق اگرچہ اپنی کیفیت و کمیت میں تمام اگلے واقعات سے بڑھا ہوا تھا، پھر بھی اس کی اصلی رفتار و طبیعت اور اس کی آخری قوت کچھ انھیں امور پر معلق نہیں تھی۔ بلکہ قدیم و جدید شہنشاہیوں کے زمرے میں حکومت خود مختاری کی مستقل تحریک سے انگلستان جو نئی طاقت پیدا کر رہا تھا، ان کے مقابلے میں امور بالا کی اہمیت گھٹی ہوئی تھی۔ جرمانی سلطنت اور برطانوی مقبوضات کا نشو و نما ایک ہی زمانے میں، قدم بہ قدم آگے بڑھتا رہا۔ یورپ ایک ایسی شہنشاہی کے قیام کو نظر غائر سے دیکھ رہا تھا جو فوجی قوت کا نمونۂ کمال ہو، جس کا فقط ایک ہی مقصد ہو، جس کی تنظیم حیرت انگیز حد کو پہنچی ہوئی ہو، اور جس میں شارلیمین اور باربروسا کے زمانے کی روایات

جوشزن ہوں۔ انگلستان کا کام یہ تھا کہ آہستہ آہستہ خود اپنی منتشر نوآبادیوں کو جو دنیا کے دوسری جانب واقع تھیں باامن و جمہوری اصول پر تراضی باہمی کی مشترکیت کے سانچے میں ڈھالتا جائے مستقبل کے لئے یہ ایک ایسی دلیرانہ پیش قدمی تھی کہ ازمنۂ گزشتہ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی نہ یہاں کوئی سابق کا تجربہ کام آتا ہے اور مدبروں کو اپنی تجویز و تنظیم میں آزاد اقوام کے زندہ جذبات کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔

جنگ کریمیا سے بیس برس پہلے انگلستان نے انگریزی نسل کی نوآبادیوں کو "پنج اقوام آزاد" کی اس شہنشاہی کی صورت میں مبدل کرنا شروع کر دیا تھا جو بحار عظیمہ میں قائم کی گئی تھی۔ ادھر پامرسٹن، چین و اسپین کے ساتھ الجھا ہوا تھا، اُدھر نوآبادی والے اس آزادی کا راستہ تیار کر رہے تھے جسے دلیرانہ جذبات نے مشتعل کر دیا تھا۔ بنتھم نے ۱۷۹۳ء میں لکھا تھا کہ "اپنی نوآبادیوں کو طوق غلامی سے آزاد کرو"، اور اُس نے ایک نئی حکمت عملی کا راستہ بھی بتا دیا تھا۔

امریکہ کے ہاتھ سے نکل جانے کی وجہ سے تاجرانہ اصول ساقط الاعتبار ہو چکا تھا اور قدیم شہنشاہی کے کھنڈروں سے ایک نئی شہنشاہی صورت پذیر ہو چکی تھی۔ امریکہ کی شورش اور نپولین کی لڑائیوں کی دہشت نے سخت قسم کا فوجی انضباط و تحکم لازم کر دیا تھا، اور انیسویں صدی کے نصف اول میں شہنشاہی سے مراد سخت گیری و مرکزی اقتدار تھا۔ طمانیت مزید کے خیال سے اقتدار اعلےٰ تاج کے بجائے پارلیمنٹ نے خود لے لیا تھا۔ کسی نئی مملکت کو مختص المقام مجلس وضع قوانین نہیں عطا کی گئی۔ تمام مملکتوں میں گورنر، مطلق العنان اور صرف انگلستان کے وزیر کے تابع تھے۔

کامل تجارتی و مالی ماتحتی کی وجہ سے نوآبادیوں کو اکثر بہت نقصان و زحمت اٹھانا پڑتی تھی۔ وہی وزرا جو انگلستان میں عمومیانہ اصول میں حسب تجربہ ترقی کی ہمت افزائی کرتے تھے، اس امر سے خائف رہتے تھے کہ مبادا ایسی عمومیت نوآبادیوں میں مادر وطن کے لئے خطرناک صورت

نہ اختیار کرلے۔ وہگ اور ٹوری دونوں کے دونوں آزادی کے
۱۸۳۷ اصول مسلمہ کی مخالفت کرتے تھے۔ رسل تک کا یہ دعویٰ تھا کہ وسعت دادہ
حکومت خود اختیاری عملی سیاسیات کی حد سے خارج ہے اور ولنگٹن اس
۱۸۴۰ امر پر مصر تھا کہ "ذمہ دار حکومت اور برطانیۂ عظمیٰ کا حق شاہی دو بالکل ہی
متضاد امر ہیں" لیکن آزادی کا وہی جذبہ جس نے قانون اصلاح کے
ذریعے سے انگلستان میں ذمہ دار حکومت کی داغ بیل ڈال دی تھی،
نوآبادی والوں کے دلوں میں بھی موجزن ہو رہا تھا۔

کناڈا کی آزادی

لوگوں کے ایک مختصر گروہ نے جو قوت تخیل سے آراستہ تھا، بنتھم کی اس پیشین گوئی کے سچ ثابت کرنے کا عزم کرلیا کہ شہنشاہی، اور حکومت خود اختیاری باہم متضاد نہیں ہیں۔ چارلس بلر، اڈورڈ گبن ویکفیلڈ (جس کی نسبت کارلائل نے یہ کہا تھا کہ عمومیت اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہے) یہ دونوں ایک جدید و شریف مستقبل کے مبلغ و مبشر بن گئے تھے۔ انھوں نے اپنی پیش بینی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ انگلستان کی دولت، اس کی حرفت و جہاز رانی اور اسکے باشندوں کی قوت و شجاعت کو نوآبادیوں سے نفع بخش مواقع حاصل ہونے والے ہیں۔ ان نئی سرزمینوں کی اہمیت کے سمجھنے میں مدبروں کی طرف سے جس سست رفتاری کا اظہار ہو رہا تھا اس پر وہ افسوس کرتے تھے اور مادر وطن کے قائم مقام یعنی کار فرمایان ڈاؤننگ اسٹریٹ جس قسم کی سخت گیری و بیدردی سے کام لے رہے تھے، اس کے خلاف یہ لوگ شور مچا رہے تھے، ان کے نزدیک علاج یہ تھا کہ بلدی معاملات کو خود نوآبادیوں کے ہاتھ میں دے کر انھیں وسیع تر فرائض کی تعلیم دینا چاہئیے۔ انھیں اپنے اس اعتقاد کی جانچ کا بہت جلد موقع مل گیا۔ پیل نے کہا کہ "ہر ایک نوآبادی جو تمہارے قبضے میں ہے اس میں تم ایک دوسرے آئرلینڈ کو نشو و نما دے رہے ہو" نتائج مابعد سے اس کے اس انتباہ کی صداقت ثابت ہوگئی۔ کناڈا کی نیابتی مجلسوں میں حکومت خود اختیاری کا

کچھ سایہ موجود تھا، مگر اصلی اقتدار گورنر اور ایک انتظامی مجلس کے ہاتھ میں تھا، اور وہ صرف ڈاؤننگ اسٹریٹ کے تابع تھے۔ مجلس انتظامی اور مجالس نمایندگان کی رقابت میں کناڈا کے انگریزی و فرانسیسی نسل کے باشندوں کے قومی مناقشے اور عمومیت و مقامی جماعت حکمرانان (یعنی کلیسا، حکام اور بنکوں کے "اتحاد خاندانی") کی باہمی مخاصمت کا بھی اضافہ ہو گیا۔ آخرالامر نشیبی و فرازی کناڈا کے صوبوں نے علانیہ بغاوت کر دی اور دو برس تک حالت یہ رہی کہ باغی اپنے سیاسی جذبے کی وجہ سے قانون کی مخالفت کر رہے تھے اور حکمران جماعت امن و انتظام کے نام سے عدل و انصاف کا خون کر رہی تھی۔ پناہ گزیں سرحد کے پار ان وحشی و شوریدہ سر لوگوں سے مل گئے جو جھیلوں کے قریب رہتے تھے۔ امریکہ نے بجا طور پر یہ شکایت کی کہ اس کی سرحد کے اس قدر قریب اس درجہ ابتری برپا ہوگئی ہے۔ اس کے ساتھ یہ خیال بھی پیدا ہو رہا تھا کہ سرحدی نوآبادکاروں اور ان کے امریکی ہمسایوں کے درمیان جو مضبوط رشتۂ اتحاد قائم ہے اس کی وجہ سے کناڈا کو ہضم کر لینے کے لیئے ممالک متحدہ میں پرزور ہیجان پیدا ہو جائے گا۔ وفادار اس شک میں تھے کہ ہمدردی کا ہر ایک فعل کناڈا کو خراب کرنے کی کوشش کرنا ہے، پس وہ یہ شور مچا رہے تھے کہ کناڈا کے فرانسیسی باشندوں سے انتقام لینا اور ممالک متحدہ سے جنگ کرنا چاہیئے۔ دونوں ممالک غارت گری و کینہ کشی کی دھمکی دے رہے تھے۔ اس افسوسناک و تباہی انگیز ابتری کی حالت میں لارڈ ڈرہم کو بطور ہائی کمشنر کے کناڈا بھیجا گیا اور اس کے ساتھ بلر اور ویکفیلڈ بھی گئے۔ بلر نے لکھا تھا کہ "مجھے یہ یقین ہے کہ کسی خدمت عامہ کے لیئے کبھی کوئی جماعت ہم سے زیادہ اتحاد مقصود و صداقت اغراض کے ساتھ جہاز پر سوار نہ ہوئی ہوگی"۔ ڈرہم کی پہلی کارروائی دلیرانہ و خوش گوار تھی۔

اُس نے معافی عام کا اعلان کر دیا اور قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ ممالک متحدہ پر اس کا فوری اثر پڑا اور اس کی اس جرأت کی مدح سرائی میں کچھ دیر کے لیئے رقابت کا خیال فراموش ہوگیا۔ اُس نے کناڈا کو پھر تاج کے ساتھ متحد کر لیا، مگر وطن میں بلبروں کی وزارت کی رائے مذبذب تھی۔ معافی عام کے معاملے میں وہ ڈرہم کی تائید سے قاصر رہی اسی وجہ سے چھ مہینے کے اندر اندر وہ شکستہ دل اور حیران انگلستان کو واپس آگیا۔ اپنی شہنشاہی حب الوطنی کے جوش میں اس نے بلر اور ویکفیلڈ کی رپورٹ کو ایک "پرخطر فوری ضرورت" کے طور پر پرس میں بھجدیا۔ ۱۸۳۹ اس رپورٹ میں یہ لکھا تھا کہ "نہ حکومت کے اصول میں کسی تغیر کی حاجت ہے، نہ کسی نئے آئینی نظریئے کے ایجاد کرنے کی ضرورت ہے، کرنے کا کام صرف اتنا ہے کہ ثابت قدمی کے ساتھ برطانی نظام سلطنت کے اصول کی پیروی کی جائے"۔ بہت سی تفصیلی اصلاحات پر زور دیا گیا تھا مگر سب سے بالاتر یہ اصول تھا کہ نوآبادیوں کے "میگنا کارٹا" (منشور اعظم) کے طور پر انھیں ذمہ دار حکومت دی جائے اور ساتھ ہی ساتھ بلدی تنظیمات کا بھی ایک عمدہ نظام شامل کر دیا جائے۔ بادشاہ کو چاہیئے کہ آیندہ سے اپنے خدام کے انتخاب میں قوم کی خواہشات کو مرعی رکھے"۔ مجلس انتظامی جب مجلس نیابتی کا اعتماد کھو بیٹھے تو پھر وہ عہدے پر بحال نہ رہے"۔ لارڈ ڈرہم اور اس کے معاون اپنی آزادی کے متعلق اپنے دلیرانہ احساس خیال کی وجہ سے شہنشاہی معاملات پر اپنا نشان چھوڑ گئے ہیں۔ انھوں نے ان ممالک کے عظیم الشان مستقبل اور نوآبادیوں کے اندر اپنے قومی مباہات کے پیدا ہو جانے کی پیشین گوئی کر دی تھی اور اس ضرورت کا بھی اظہار کر دیا تھا کہ ان نئی قوموں کے لیئے خود ان کا ایک ملک ہونا چاہیئے جس کی باگ خود ان کے ہاتھ میں ہو اور جس کی آزادانہ بقا کی وہ تمام دشمنوں کے خلاف محافظت کریں۔ اگرچہ ڈرہم کا خیال

تمامتر کناڈا اور اس کے خطرات پر مرکوز تھا مگر اس نے ایسے اصول قائم کیئے تھے، جن سے اس کی رپورٹ "مستعمری آزادی کے ہر ایک حامی و مؤید کے لیئے ایک درسی کتاب بن گئی"۔ رسل نے اس کی اصلاح کو قبول کرلیا اور کناڈا کو ذمہ دار حکومت مل گئی جس میں ایک پارلیمنٹ اور ایک تشریعی مجلس قرار دی گئی۔

کناڈا کی مشترکیت

ٹوریوں نے یہ شور مچا دیا کہ "برطانوی امریکہ ہاتھ سے جاتا رہا اور "بغاوت و ضرر رسانی کی رپورٹ" میں انھیں بس یہ نظر آتا تھا کہ آیندہ کی بغاوتوں کے لیئے عذر پیدا ہو جائے گا۔ ان کی رائے یہ تھی کہ کیسا ہی کچھ نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے مگر انگلستان کا یہ فرض ہے کہ وہ نوآبادیوں پر "شہنشاہی کے ایک غیر منفک جزو کی حیثیت سے" اپنا پورا اقتدار قائم رکھے۔ وہگ اپنی آزاد تجارت کے جوش میں سیاسی آزادی کو تو روا رکھتے تھے مگر تجارت کی نگرانی پر مصر تھے۔ استیصالیوں کا یقین یہ تھا کہ صرف کامل آزادی اور اغراض متحدہ کی ترقی ہی وہ شے ہے جس سے شہنشاہی اتحاد مامون و مصئون رہ سکتا ہے مگر عموماً انگریزی قوم کی بے التفاتی نے نوآبادیوں کو بالکلیہ ڈاؤننگ اسٹریٹ کے ہاتھ میں چھوڑ دیا تھا اور نوآبادیاں اس کی شاکی تھیں۔ اس کے علاوہ جبکہ فریقانہ رائے کی ضرورت پیش آجاتی تھی، شہنشاہی مسائل کی بحث کے وقت دارالعوام خالی ہوتا اور کسی کو کچھ توجہ نہیں ہوتی تھی۔ ولیم مولسورتھ کی قائم کردہ "مجلس اصلاح مستعمرات" نے ملک کو ان مسائل کے
۱۸۵۰ سمجھانے کی کوشش کی۔ مولسورتھ نے یہ تسلیم کیا کہ وزارت مستعمرات جس نے چالیس مختلف قوموں کی فکر اپنے ذمے لے لی ہے وہ ایک ناممکن العمل کام کے درپے ہے۔ ان نوآبادیوں کے اندرونی نظم و نسق کا "گراں خرچ"، انگلستان کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اسے ساری دنیا کے معاملات خارجہ میں ان کے اغراض کی حفاظت اور سیکڑوں سرحدوں کی فوجی مدافعت کرنا پڑتی ہے جن میں برف سے

ڈھکے ہوئے کوہستان، بے آب وگیاہ بیابان، ریگستان، دشت پرخار، دریا، سمندر تمام ہی انواع واقسام کی سرحدیں داخل تھیں۔ نوآبادیاں اپنے اخراجات کا صرف دسواں حصہ ادا کرتی تھیں، اور ان سے کسی قسم کا خراج بھی نہیں وصول ہوتا تھا۔ اس میں بھی شبہ تھا کہ ان سے کسی قسم کا اہم تجارتی فائدہ بھی پہنچتا تھا یا نہیں اور ایک عام رائے یہ تھی کہ آزاد تجارت کے اختیار کر لینے سے وہ مقصد ہی باطل ہوگیا جس کے لئے نوآبادیوں پر اقتدار کا قائم رکھنا ضروری تھا۔ جس قدر ذمہ داری بڑھتی جاتی تھی جوش میں کمی آتی جاتی تھی۔ کارلائل کی زبان سے بے ساختہ یہ طنزیہ فقرہ نکلا کہ لندن اس وقت کے برطانوی مدبروں کی اقتضائے طبیعت یہ ہے کہ وہ آبادیوں سے کہتے ہیں کہ،، اگر تم ہم سے علیحدہ ہونا چاہتے ہو تو ہو جاؤ، ہمیں تمہارے روکنے کی ضرورت نہیں ہے، تمہاری وجہ سے ہمیں روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے جو یوں ہی بہت کم ہے۔ (تمہاری وجہ سے) بے انتہا مشکلات کا بھی سامنا ہوتا ہے، بس اگر تمہاری خواہش ہے تو علیحدہ کیوں نہیں ہو جاتے،، مولسورتھ اپنی جگہ پر یہ زور دے رہا تھا کہ نوآبادی والوں پر اعتماد رکھنا چاہئیے اور اُس نے یہ ظاہر کیا کہ حکومت خود اختیاری کی وسعت کے ساتھ ساتھ وہ بتدریج خود اپنا بار اٹھانے لگیں گے۔ ادھر مدبرین بحثیں کر رہے تھے، اُدھر کناڈا شہنشاہی کے اندر ایک نئی حیثیت پیدا کرنے کی جانب نوآبادیوں

۱۸۴۷ء کی رہبری کر رہا تھا، لارڈ الجن جس نے ذمہ دار حکومت کا تخم بویا تھا کناڈا پر اس کی رہنمائی کا بہت بڑا بار احسان ہے۔ عوام الناس کے جس بے تربیت مجمع نے مانٹریل میں پارلیمنٹ کے مکان کو جلا ڈالا تھا، اُس نے اگرچہ لارڈ موصوف پر بھی حملہ کیا مگر وہ ایک نامقبول قانون پر اپنی رضامندی ظاہر کرنے پر مصر رہے اور کناڈا پر زور دیا کہ وہ اپنے نظم ونسق کو خود اپنے قابو میں کرے۔ جب قانون غلہ کی تنسیخ سے کناڈا کے کاشتکاروں کو تباہی سے دوچار ہونا پڑا تو الجن نے قانون جہازرانی

کی بیڑیوں کو کاٹ دیا اور اس طرح ممالک متحدہ امریکہ کے
۱۸۵۴ء ساتھ عوض معاوضہ کے اصول پر معاہدے کے لیئے راستہ صاف کردیا،
اور پانچ برس بعد کناڈا نے خود اپنا تحفظی اصول تجارت قائم کرلیا اور
۱۸۵۹ نوآبادیوں کے لیئے تجارتی خود مختاری کی بنیاد ڈال دی۔ کناڈا کے
مدبر اس دن کو دیکھ رہے تھے جب آباد قطعات ایک دوسرے کے
ساتھ مربوط ہو جائیں گے اور ممالک متحدہ امریکہ کی طرح ایک وسیع
کناڈا غیر منفک سیاسی اتحاد کے ساتھ بحر اوقیانوس سے بحرالکاہل
تک پھیلا ہوگا۔ آزادی کے تیقن اور دولت کی امید میں اہل یورپ
کا جو سیلان اُدھر ہو رہا تھا اور جس وجہ سے آبادی جلد جلد بڑھ رہی
تھی، اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیئے انھیں ملک کی
بے انتہا وسعت کی خواہش تھی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایک پر زور
و چیرہ دست ہمسایہ کی مستعدی دیکھ کر خوف کھا رہے تھے کیونکہ ممالک
متحدہ امریکہ کا رئیس جمہوریہ پوک ٹکساس کو ملحق کرنے کے بعد
اپنے دعاوی کو کناڈا کی اس کمزور سرحد کی طرف بڑھانے کی کوشش
کر رہا تھا، جدھر غیر ملکی تاجروں کے نزول یا غیر ملکی فوجوں کی یورشوں
سے بحرالکاہل کے راستے میں خلل پڑ جانا ممکن تھا۔ پوک نہ صرف
ان کی امیدوں بلکہ ان کی خود مختاری کو تباہ کر دینا چاہتا تھا۔ علاوہ بریں
ممالک متحدہ امریکہ میں خانہ جنگی کے پھیل جانے سے یہ ممالک ان بڑے
احتمالی خطرات میں مبتلا تھے جن سے انگلستان کو اندیشہ پیدا
ہو رہا تھا۔ متخاصمین باغی، ناکہ بندی، ممنوعات جنگ، "سفر مسلسل"،
ان سب امور کی تعریفات کے متعلق خطرناک سوالات پیدا ہوگئے تھے۔
امریکہ کی خانہ جنگی سنہ ۱۸۶۱ء جنوبی ریاستوں کے دو ایلچیوں کو (جو ایک برطانی جہاز ٹرنٹ میں
لنڈن کو جا رہے تھے) شمالی بیڑے کے ایک عہدہ دار نے
گرفتار کرلیا۔ کئی ہفتے ہوگئے اور صلح حالت تذبذب میں پڑی رہی۔ اخبارات
سخت جوش میں بھرے ہوئے تھے، امریکہ کی سینات میں جنگ

کے لیئے دعائیں مانگی گئیں، اور ایک قرارداد یہ منظور ہوئی کہ بیڑہ اس قدر کافی ہو کہ وہ "ایک خودسر خداوند بحر کے تسلط سے سمندروں کی حفاظت کر سکے"۔ لیکن دانشمندانہ مشوروں نے جنگ کو روک لیا پھر بھی ایلچیوں کے رہا ہونے کے بعد ہی ایک نیا خطرہ پیدا ہو گیا۔ (جنوب کے) مشترکیت والوں نے ایک برطانی جہاز خرید کر اسے ایک مسلح جہاز بنالیا۔ حکومت ابھی اس مبادرت کے حقوق پر غور ہی کر رہی تھی کہ یہ جہاز الباما چپکے سے دریائے مرسی سے نکل گیا اور شمال کی
۱۸۶۲ تجارت پر مسلسل حملے کرنے لگا۔ اس کی غیر متوقع کامیابی سے بڑا جوش پھیل گیا اور اسی عالم میں گلیڈاسٹون نے جنوب کی مشترکیت کی نسبت اپنا شہرۂ آفاق اعلان شائع کیا کہ ان کے سرگروہوں نے ایک فوج مرتب کر لی ہے، ایک بیڑہ تیار ہے اور ان دونوں سے بڑھ کر یہ کہ "انھوں نے ایک قوم بنالی ہے"۔ ہزارہا انگریز اس کے الفاظ کو دھرا رہے تھے کیونکہ وہ سمجھے کہ جنوب اپنی دستوری زندگی کیلیئے جنگ کر رہا ہے، مگر رئیس جمہوریہ لنکن نے جب غلاموں کی آزادی کا اعلان کر دیا تو خیالات میں دفعتہً تغیر واقع ہو گیا، تمام دوسرے معاملات فراموش ہو گئے اور انگریزوں نے ایک ایسی سلطنت کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جس کی بنیاد انسانی غلامی پر قائم ہو۔ عام انگریزوں کا خیال اب وہی ہو گیا جو مہینوں پہلے سے منچسٹر والوں کا خیال تھا۔ کلیں بہت دنوں سے خام مال سے محروم ہو گئی تھیں مگر اس فاقہ مستی کی حالت میں بھی کارخانہ داروں نے غلاموں کی تجارت کرنے والی ریاستوں سے روئی کی ایک گڈی لینے سے بھی انکار کر دیا۔ امیر و غریب، وہگ و ٹوری سب نے لنکاشائر کی امداد میں چندہ دینے میں ایک دوسرے پر سبقت کی، رئیس جمہوریہ لنکن نے ان مزدوروں کے لیئے (جن کی روش نے دونوں ملکوں میں صلح کے قائم رکھنے میں مدد دی تھی)، بہت سے جہازات آٹے سے بھرے ہوئے بھیجے، یہ ضرور ہے کہ

شمالی ریاستوں کے ایک حصے کی رائے برطانیۂ عظمیٰ سے جنگ کرنے کی خواہاں تھی اور ان میں سے زیادہ جوشیلے اشخاص کناڈا پر یا انگریزی تجارت پر حملہ کرنا چاہتے تھے، دوسری طرف انگریز سوداگر یہ تجویز کر رہے تھے کہ جنوبی ریاستوں کی بے قاعدہ ناکہ بندی کو توڑ دینا چاہئے۔ اہل مشترکیت کے لیئے انگریزی کارخانۂ جہاز سازی میں دو آہن پوش جہاز بھی تیار کیئے گئے تھے مگر غیر جانبداری کے توڑنے کی ہر ایک کارروائی میں حکومت سدراہ ہوئی، جہازوں کو روک لیا، اور متفقہ مداخلت کے لیئے نپولین کی تجویز کی مخالفت کی (جنگ آخر ختم ہوئی لیکن) جنگ کے خاتمے سے نئے مشکلات پیدا ہو گئے۔ قحط و اخراج کی وجہ سے لاکھوں آدمیوں نے آئرلینڈ سے بھاگ کر برطانوی شہنشاہی سے باہر ان ممالک میں آزادی، توطن اور کاروبار کے مواقع حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ "اینگلو سیکسن قرابت" کے مروجہ نظریے کی حد سے خارج تھے، ان میں سے ہزاروں امریکی فوج میں داخل ہو گئے تھے۔ بحر اوقیانوس کے دونوں جانب آئرلینڈ والوں کے بغاوت کر دینے کی تجویز قرار پا گئی تھی۔ آئرش نسل کے سپاہی جب صلح کے بعد فوج سے آزاد ہو گئے تو وہ اپنے ان امریکی رفیقوں کے ساتھ شامل ہو کر جو جنگ کے مشتاق تھے، یورش کر کے سرحد کناڈا کو عبور کر گئے۔ موتمر امریکی کے ایک رکن نے یہ خیال ظاہر کیا کہ آئرلینڈ کو ایک محارب کی حیثیت سے تسلیم کرنا چاہئیے۔ کناڈا میں سیاسی اختلافات کی افواہوں نے اور اس کی وفاداری کے شکوک نے کچھ اعتبار پیدا کر لیا تھا۔ خود انگلستان میں ممالک متحدہ کے ساتھ جنگ میں پھنس جانے کے اندیشہ سے اختلاف کے چرچے ہونے لگے تھے۔ رسالوں کے سیلاب سے عام ہیجان کا اظہار ہوتا تھا۔ اسی اثنا میں ممالک متحدہ نے اس امید سے ۱۸۵۴ء کے معاہدۂ مبادلہ کو باطل قرار دیدیا کہ تجارتی دباؤ سے مجبور ہو کر کناڈا اتحاد کر لے گا۔ اور خود کناڈا کے جمہوریت پسند بھی

یہی چاہتے تھے، مگر اس خفیہ تہدید سے کناڈا والوں میں قومیت کا جوش پیدا ہوگیا۔ رئیس جمہوریہ **لنکن** کے تحت میں فرقۂ متفقہ کو جو فتح عنقریب حاصل ہوا چاہتی تھی اس کی وجہ سے (کناڈا کے) صدیوں کے متفقی اتحاد کا مطالبہ اور بڑھ گیا تھا اور **کیوبک** کے ایک
۱۸۶۴ اجلاس میں نمایندوں نے ایک نظام سلطنت کا خاکہ بھی تیار کر لیا۔ جنگ کی دھمکی پر وزرا کا ایک وفد ان کی تجویز کو **لندن** لے گیا، دو مربڑی شان کے ساتھ ان کا معاہدہ تکمیل کو پہنچایا۔ "قانون برطانوی شمالی امریکہ"
۱۸۶۷ کی رو سے قلمرو کناڈا میں ایک ایسی پارلیمنٹ ایک گورنر اور ایک وزارت کے ساتھ قائم کی گئی جو صوبوں کی مجالس وضع قوانین پر فائق ہو۔ **انگلستان** نے اپنے اس فعل سے اپنے قدیمی استعماری طریقے کو الٹ دیا تھا، مگر بروقت اس نے اپنے اس فعل کی عظمت کو سمجھا نہیں تھا۔ بہت سے لوگ اس خیال سے شاداں وفرحاں تھے کہ یہ کارروائی "خوش گوارانہ افتراق" کا ایک قدم ہے مگر **انگلستان** نے اس ذریعے سے شہنشاہی کی زنجیر میں سب سے زیادہ مضبوط کڑی
م جولائی لگادی تھی۔ جب "یوم مملکت" کے دن اٹاوا میں پہلی پارلیمنٹ کے افتتاح کا مشاہدہ ہوا تو اسی روز ایک زبردست قوم عالم وجود میں آگئی۔ دور افتادہ مقامات جب یکے بعد دیگرے اتحاد میں داخل
۱۸۶۹ ہو گئے تو یہ قلمرو "راکی ماؤنٹنس" اور بحر منجمد تک وسیع ہو گئی۔ کولمبیا کے حصول سے جس کی وسعت فرانس سے دوچند ہے کناڈا کی حد بحر الکاہل تک پہنچ گئی۔ سات ریاستیں اور متعدد اقطاع ملک اس حکومت کے تحت میں متحد ہو گئے۔ ایک ریلوے جو برطانی سرمایے سے تیار ہوئی تھی اس قلمرو کو قطع کرتی ہوئی ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک پہنچ گئی اور **انگلستان** سے **ہانگ کانگ** تک ایک راستہ کھل گیا جس کی مسافت نہر سویز والے راستے سے نصف ہے۔ وہ طویل بعد جو مغربی ومشرقی صوبوں کو جدا کر دینے کی وجہ سے

متفقیت کے راستے میں حائل تھا ریلوے کی بے نظیر ترقی کے ذریعے سے رفع کر دیا گیا۔ باربرداری کے ذرائع مہیا ہو جانے سے اس ملک کے گیہوں، مویشی، سمور اور اس کے میوہ جات کی تجارت ہزاروں گونہ بڑھ گئی۔ اس کی پیداوار انگریزی بازاروں میں آنے لگی اور اس کی خوش حالی کی وجہ سے نو آبادیوں میں، ایسی روز افزوں وسعت ہوئی کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ مدت ہوئی شہنشاہی کے اندر اس سب سے پہلی قوم نے نو آبادی کا لفظ پر فخر طور پر اپنے وہاں سے خارج کر دیا ہے۔

آسٹریلیا نیو فاؤنڈ لینڈ نے کناڈا کے اتحاد میں شامل ہونے سے انکار کر دیا، اور ۱۸۵۵ء کا عطا کردہ نظام سلطنت قائم رکھا، مگر بحر الکاہل کے مستعمرین میں کناڈا کی تقلید کا جوش پیدا ہو گیا۔ جب ممالک متحدۂ امریکہ ہاتھ سے نکل گئے تو انگلستان نے آسٹریلیا کو آباد کرنے کی طرف توجہ کی۔ مجرم اور ان کے وہ محافظ جنھوں نے سب سے پہلے سرزمین آسٹریلیا پر قدم رکھا انھیں نے سب سے پہلے یہاں بمقام پیراماٹا ہل چلایا، اور جان مکارتھر نے سب سے پہلے انگور کا باغ لگایا اور باریک اُون والی بھیڑیں باہر سے وہاں لایا۔ اسی وقت سے یہاں کے مالکان علف زار، انگلستان کی اونی حرفت کے لیئے مال خام وافر مقدار میں مہیا کرنے لگے۔ اس پہلی آزاد نو آبادی کے قیام سے فرانس کے ملک ڈھونڈنے والے چونک پڑے۔ ایک وسیع براعظم پر جس کا عرض و طول یورپ کے برابر ہو، جابجا چھوٹی چھوٹی آبادیاں قائم ہو گئی تھیں اور مستعمرین کے جدا جدا گروہ سمندر کی طرف سے ملک کے گرم و خشک اندرونی حصص کی طرف بڑھ رہے تھے۔ چراگاہوں کی فکر و تلاش میں لوگ پاٹ دار دریاؤں

۱۸۱۷ پر کشتیوں کے ذریعے سے بڑھتے جاتے تھے یا ان بے پایاں بیابانوں کو قطع کرنے

۱۸۲۸ کی زحمت اٹھاتے تھے جہاں نہ پانی ملتا تھا نہ سایہ اور نہ اوقات بسر کرنے کے لیئے کچھ میسر آتا تھا۔ پچاس برس تک آسٹریلیا کی خاص آبادی

انھیں چراگاہوں پر مشتمل تھی مگر سونے کے دریافت ہونے سے
١٨٤٩ نئے مسائل پیدا ہو گئے۔ گلہ بان اور مزدور سونے کی کانوں کی طرف
دوڑ پڑے اور توطن اختیار کرنے والے گروہ کے گروہ ملک میں آپڑے۔
اب تک ہر نوآبادی ایک مطلق العنان گورنر و مجلس کی تحت حکومت میں
تھی اور وہ خود اپنے نئے لڑ بھڑ کر اپنا کام چلاتی تھی۔ نسل کا کوئی خیال
نہیں تھا۔ کوئی ناقابل مدافعت سرحد نہیں تھی، نہ کوئی زبردست ہمسایہ
تھا جو اتحاد کی ضرورت پر زور دیتا۔ ویرانوں کے خطرات اور پیہم خشک سالیوں
کی تکالیف اٹھاتے رہنے سے مستعمرین کے دل و جسم دونوں
سخت ہو گئے تھے۔ وہ ارضی و فلزاتی منافع کے متعلق جو امید قائم
کرتے تھے ان میں کبھی بہت کچھ ہاتھ آجاتا تھا اور کبھی نقصان اٹھانا پڑتا
تھا۔ کناڈا کی طرح آسٹریلیا بھی اڈورڈ گبن، ویکفیلڈ کی زیر بار احسان
تھی۔ ویکفیلڈ، جیفری سے ایک نابالغ کو بھگا لے جانے کے جرم
میں جب قید تھا تو اس نے نیوگیٹ میں ان مجرموں سے گفتگو کی جو خلیج
بوٹینی کو بھیجے جانے والے تھے، اس نے کچھ کتابیں خریدیں اور
١٨٣٠ قید خانے سے نکل کر نوآبادی کا ایک مصلح بن گیا۔ مجرموں کو جلاوطن
کرنے کی لغو حرکت پر اسے غصہ تھا کہ "یہ ناانصافی صرف مفلوکوں کو
نکال پھینکنے کے لیئے ہوتی تھی"، لیکن یہ فلاکت خود نتیجہ تھی مدرسوں کی
کمی اور مذہب کی خرابی کا۔ زمین کی تقسیم کے متعلق اگرچہ اس کی تجویزیں
ناکام رہیں تاہم اس نے اس مسئلے کے ہر پہلو پر خیالات میں تحریک
پیدا کر دیا، اور ایک بڑی حد تک اسی کے طفیل سے جلاوطنی کی سزا کا
١٨٤٨ خاتمہ ہوا۔ اس جلاوطنی کا سب سے مستحکم مخالف ہنری پارکس تھا۔
وہ وارک شائر کا ایک زرعی مزدور تھا اور اپنی بیوی کو ہمراہ لے کر
اس ارادے سے روانہ ہوا کہ "دروازہ کھول دے"، وہ سڈنی
میں اس حال سے اترا کہ کوئی دوست اس کا ملنے والا نہ تھا، پہلے
وہ ایک کھلونوں کی ایک دکان کا نگہبان مقرر ہوا اس کے بعد اخبار نویس

ہوگیا)، اور لی میں پارلیمنٹ کا ایک حاوی سرگروہ بن گیا۔ نئے مستعمرین کی پرجوش قوت عمل نے آسٹریلیا کو چار چاند لگا دیئے۔ جہالت کا دھبہ مٹ گیا، سیاسی زندگی میں فرقہ بندیاں بہت کم ہوگئیں۔ وہ "منتظم مطوائف الملوکی"، کی قوت زائل ہوگئی۔ مطابع کی وحشت و زیادتی گھٹ گئی۔ نظم و ترتیب کا تدریجی عروج حکومت خود اختیاری کے اوصاف میں ایک بہترین وصف ہوگیا۔ لیکن ان نو دولتوں کی سربراہی میں ہر ایک نوآبادی نے اپنی خاص اہمیت کا ایک زبردست احساس قائم رکھا۔ آب و ہوا اور پیداوار کے اختلافات نے محنت و ترقی کے متضاد مسائل پیدا کر دیئے۔ نیو ساؤتھ ویلز آزاد تجارت کی طرف مائل تھا، وکٹوریہ کلیتہً تحفظ کی جانبدار تھی، جنوبی آسٹریلیا میں زیادہ تر گلہ بانی کا رواج تھا، کوئنسلینڈ میں سونے کی بہتات تھی، مغربی آسٹریلیا ان سب کے برخلاف مجرموں کو بدستور اپنے وہاں داخل کرتی رہی تا آنکہ اپنے رقیبوں کے غیظ و غضب سے مجبور ہوکر اسے اس فعل سے دست بردار ہونا پڑا۔ ویرانہ و بیابان کے وسیع قطعات کی وجہ سے یہ ریاستیں ایک دوسرے سے الگ الگ واقع تھیں اور اس وجہ سے ہر ایک ریاست اپنے جداگانہ نظام حکومت پر قانع تھی اور اگرچہ برطانوی حکومت متفقی اتحاد پر زور دیتی رہی مگر ریاستیں اس سوال
۱۸۴۶ تا ۱۸۵۰ کی طرف التفات ہی نہ کرتی تھیں۔ متفقی اتحاد کا سب سے پرزور حامی ایک آئرلینڈی تارک وطن گیون ڈفی تھا۔ آئرلینڈ کے ایک "قوم" ہونے کے مسئلے کی حمایت کے باغیانہ جرم میں سزا پا جانے سے وہ بال بال بچ گیا تھا اور اب وہ اپنے اس نئے وطن میں قومی خیال کے پیدا کرنے کے لئے بہت جوش کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ یورپ و امریکہ کی نظروں میں چند برس پیشتر جس ملک کی حقیقت صرف اتنی تھی کہ بحر جنوبی میں کسی جگہ ایک گمنام سی تعزیری آبادی واقع ہے، اس ملک کی نسبت اب یہ تسلیم کیا جانے لگا ہے کہ وہ دولتمند و شاندار

ریاستوں کی برادری ہے جس میں بے حد و غایت ترقی کرنے کی قابلیت موجود ہے" ڈفی نے مستعمرین کو اس امر سے متنبہ کیا کہ "ادنے درجے کی سلطنتیں جو پاس پاس واقع ہوتی ہیں وہ یا تو مشترکیت کی حیثیت اختیار کرلیتی ہیں، یا ایک دوسرے کی دشمن ہوجاتی ہیں" مگر اس تنبہ کا کچھ حاصل نہ ہوا۔ متفقیت کی پہلی تجویز کو ہنسی میں اڑا دیا گیا اور اس کی یہ جلیل القدر کوشش ناکام رہی۔ بعد میں ایک مجلس مستشار
۱۸۸۰ اور متفقہ کاؤنسل کے لیئے ایک مسودۂ قانون تیار ہوا مگر اس کا بھی کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اس ہلاکت انگیز و برادرکش جنگ کی روک صرف اسی طرح ہوسکتی تھی کہ باہر سے کسی سخت خطرے کا دباؤ پڑے۔ فرانسیسی جب بحرالکاہل میں گشت لگا رہے تھے، اور ٹہیٹی اور دوسرے مستقروں کو ملحق کر رہے تھے اور نیو کلیڈونیا پر قابض ہوگئے تھے، اس وقت گاہ بہ گاہ یہ خطرہ پیدا ہوجاتا تھا اور آسٹریلیا کی طرف سے جب یہ مطالبہ ہوا کہ بحرالکاہل کے مجمع الجزائر پر اس کا قبضہ ہوجائے اور کسی یورپی طاقت کو ان جزائر سے سروکار نہ رہے تو ڈزریلی نے ان کے اس مطالبے کو جزائر فجی کے ملحق کر لینے سے پورا کیا،
۱۸۸۲ مگر اتحاد کے لیئے پہلا موثر دباؤ اس وقت پڑا جب فرانس نے انھیں جزائر میں سے ایک جزیرے میں تعزیری آبادی قائم کردی اور جرمنی نے نیوگنی اور "مجمع الجزائر بسمارک" میں اپنا عمل دخل قائم کرلیا، اب نوآبادیاں اپنی دور افتادہ اور منفرد حالت کے لحاظ سے اپنی مدافعت کے لیئے ایک عام مستشار کے انعقاد پر
۱۸۸۳ ۱۸۸۵ رضامند ہوئیں اور آسٹریلیا نے اپنے لیئے اصول منرو کا دعوے کیا یعنی کوئی غیر ملکی طاقت ان کے مغربی سمندروں میں قدم نہ جمائے، مگر اپنے اغراض کی حفاظت کے لیئے ایک متفقہ کاؤنسل کا قیام اتحاد
۱۸۸۹ کی قطعی کوشش کے لیئے ایک برائے نام و غیر مکمل خاکہ تھا اور جب سرہنری پارکس نے ایک وسیع تجویز کی تائید کی اس وقت بھی

سڈنی کی قومی مجلس عارضی کسی طرح کا نظام سلطنت بنانے میں ناکام رہی ۔

۱۸۹۱ نیوزیلینڈ
نیوزیلینڈ جو آسٹریلیا سے بارہ سو میل ادھر کرۂ آبی کے عین وسط میں واقع ہے اس نے بھی اسی قبیلانہ خود مختاری کے خیال سے برطانوی نوآبادی کی شکل اختیار کرلی ہے، سنہ ۱۸۱۴ء سے انگریزی رعایا وہاں آباد ہونے لگی ہے مگر ۱۷۰۰۰ میل کے بعد سے برطانوی حکومت اقتدار شاہی کی ذمہ داری سے علیحدہ ہوگئی تھی تا آنکہ بحرالکاہل میں فرانسیسیوں کی سرگرمی اور نیوزیلینڈ میں ایک نوآبادی قائم کرکے اسے فرانس کا مقبوضہ بنا لینے کی کوشش سے انگریزوں نے اس
۱۸۴۰ جزیرے کے ملحق کرلینے میں عجلت سے کام لیا، ایک گورنر اور ایک
۱۸۵۲ پارلیمنٹ کے تحت میں چھ صوبے متحد کردیئے گئے اور صوبے کی حکومتیں مجالس اضلاع کی حیثیت میں آگئیں۔ دس برس تک قوم میوری سے لڑتے رہنے کے بعد انگریزی فوجیں نیوزیلینڈ سے واپس بلالی گئیں اور ملک کو خود اپنے وسائل سے کام لینے کے لیئے چھوڑدیا۔ جزائر کے آباد کرنے کے معاملے میں ویکفیلڈ کو آئرلینڈ سے سخت عناد تھا اسی وجہ سے تمام آبادیوں میں نیوزیلینڈ ہی ایک ملک ہے جہاں انگریزی و اسکاٹلینڈی نسل سب سے زیادہ خالص حالت میں ہے۔ گوروں کی پانچ لاکھ کی مختصر سی آبادی کو خود اپنی قوت پر اعتماد تھا، انھیں اپنے ملک کے عجائبات پر فخر تھا، جہاں برف پوش پہاڑوں سے آتش افشانی ہوتی رہتی ہے، جہاں برف کے تودے اور بے شمار دریا موجود ہیں، خطۂ انٹارٹک کی جانب جھیلوں کا پانی برف کے مانند سرد ہے، اور منطقۂ حارہ کی طرف پانی کی ایسی چادریں پھیلی ہوئی ہیں جو زیر زمین چشموں کی گرمی سے کھول رہی ہیں اس ہمت ور اور خوداعتماد قوم نے آسٹریلیا کی دولت عامہ میں شریک ہوکر اس میں اپنی آبادی کو مدغم کردینے سے انکار کردیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں ملکوں کو

دنیا کے دوسرے جانب بازار تلاش کرنا پڑتا ہے اور ان کو ایک دوسرے سے خام مال کی احتیاج نہیں پڑتی۔ نیوزیلینڈ کا مقصد یہ تھا کہ وہ شہنشاہی متفقہ کا ایک جزو بن جائے اور اپنی جدا افتادہ مستعمرات کی حفاظت کے لیئے مرکزی حکومت پر نظر رکھے جس کی زیر حمایت نوآبادی نے معاشری اصلاح کے معاملات سرانجام دیئے تھے۔

افریقہ

لیکن شہنشاہی کی آزاد سلطنتوں کے حلقے میں جنوبی افریقہ کا داخلہ کسی پر امن نشوونما کے ذریعے سے نہیں ہوا بلکہ یہ کام رنج والم، جور و ستم اور طوفان انگیزی سے انجام کو پہنچا۔ جب ۱۸۰۶ء میں کیپ ٹاؤن ڈچوں سے لیا گیا تھا تو جنوبی افریقہ کی نسبت خاص خیال یہ تھا کہ وہ مشرق میں قدم رکھنے کا ایک زینہ ہے اور کیپ، ہندوستان کے راستے میں نصف منزل پر ایک سرا ہے۔ یہ بندرگاہ شہنشاہی کی محض ایک بیرونی چوکی تھی، مگر یہی بندرگاہ بہت جلد ایک جدید اور وسعت پذیر نوآبادی کا خاص شہر بن گیا۔ جب انجام کار میں کیپ، شاہی نوآبادی کے زمرے میں آگیا، تو برطانیۂ عظمٰی سے کثرت کے ساتھ تارکانِ وطن وہاں آنے لگے اور ڈچ قوم نے یہ دیکھا کہ ایک دوسری قوم جس میں حصول وسعت کے لیئے اسی کا سا ابرام و اصرار موجود تھا، جس کی زبان و قانون غیر مانوس تھے، اور جس کے طریق معاملت سے انھیں بجا طور پر بے اطمینانی تھی، وہ انھیں (ڈچوں کو) بتدریج اس سرزمین سے خارج کرتی جاتی ہے، جسے انھوں نے خاص اپنے لیئے مخصوص کیا تھا۔ "لینڈروسٹ" اور ہیمریڈن نام کی ڈچ عدالتیں منسوخ کردی گئیں اور ان کے بجائے اقامت گزین حکام مقرر ہوئے۔ عدالتی کارروائیاں انگریزی میں ہونے لگیں۔ سفید رنگ و سیاہ رنگ آبادی کے درمیان حقوق کی مساوات قائم کی گئی۔ لیکن غلاموں کی آزادی کے بارے میں ایک اہم شکایت نے قوم ڈچ کو اس عزم پر مستحکم کردیا کہ وہ ہمیشہ کے لیئے انگریزی قانون اور انگریزی حکومت سے علیحدہ ہو جائے۔ انھوں نے

معاوضے کو ناکافی خیال کیا اور اس حکم سے کہ معاوضہ **لنڈن** میں ادا
۱۸۳۴ کیا جائے گا غلاموں کے ڈچ مالک بالکل انگریزی گماشتوں کے پنجے
میں پھنس گئے ، جنھوں نے بہت ہی کمینہ طور پر انھیں فریب دیا ۔ جو برتاؤ
ان کے ساتھ ہوا اس سے غضبناک ہو کر وہ **گریٹ ٹرک** کو چلے گئے ۔ گریٹ ٹرک
شمال کی جانب غیر محدود پر گیاہ میدان پڑے ہوئے تھے ڈچوں
نے اپنی بھاری بھاری بیڈول گاڑیاں اپنے بیلوں کے کندھوں پر
رکھیں اور تقریباً سات ہزار آدمی جن میں **پال گروگر** بھی شامل تھا ،
نئی زمین کو روانہ ہو گئے اور **ٹرانسوال** اور **آرینج فری اسٹیٹ** کی بنیاد
ڈالی **زولو** اور **ماٹابیل** کے خوفناک **قبائل** سے انھیں مسلسل جنگ
کرنا پڑی اور اس وجہ سے اُن کی خود مختاری غیر متیقن سی رہی گر
برطانی ان کی ہر ایک نقل و حرکت کی مخالفت کرتے رہے اور **نٹال**
۱۸۴۴ کو ملحق کر کے برطانیوں نے انھیں سمندر سے منقطع کر دیا ۔ آخر **انگلستان**
کی حکومت سے (جسے ایک متمرد و غیر مطمئن ہمسائے کے خلاف خرچ
اور خطر و مدافعت کا برداشت کرنا گوارا نہ تھا) معاہدہ دریائے **سینڈ**
پر دستخط کرائے جسکی رو سے بوئروں کو اپنی خود مختاری کی اجازت
دیدی گئی ۔ دو برس بعد آرینج فری اسٹیٹ سے بھی بمقام **بلوئم فانٹین**
اسی قسم کی ایک قرارداد ہو گئی ۔ اس طرح حکومت **انگلستان** کی رضامندی
سے جنوبی افریقہ ایسے صوبوں میں تقسیم ہو گیا جن کے تعلقات وفاداری
مختلف تھے ۔ مختلف سلطنتوں کے حدود کے اندر و باہر کے فسادات
باہمی کی وجہ سے نئے آنے والے اور صاحب اثر انگریزوں کے ساتھ
پرانے ڈچوں اور فرانسیسیوں کی رقابت اور بڑھ گئی ۔ بوئر جمہوریتیں یہ
سمجھتی تھیں کہ جو صوبے انگریزوں کے زیر اقتدار ہیں اُن سے دائمی خطرہ
لگا ہوا ہے **کیپ کالونی** جو عملاً ڈچوں اور انگریزوں کے درمیان
تقسیم ہو گئی تھی وہ خود اپنے ہی خلاف منقسم تھی ، سرحد کے باہر والے
بوئر حقیر سمجھے جاتے تھے اور **نٹال** سے یہ شکایت تھی کہ وہ بے انتہا

برطانی رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ ایک خطرہ ایسا تھا جسمیں جنوبی افریقہ بالکل تنہا تھا۔ کسی نو آبادی کو یہ دشواری پیش نہیں آئی تھی کہ اصلی باشندے پوچینوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ناپید ہو گئے ہوں اور قلیل التعداد سفید رنگ آبادی کو ہمیشہ زبردست جنگجو قبائل کا خطرہ لگا رہتا ہو۔ علاوہ اس کے کافر اور بسوٹو قبائل سے متواتر لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں، مستعمرین کے لئے ایک اس سے بھی زیادہ بدبختی کی صورت یہ پیش آئی کہ ان آباد کاروں کا انحصار دیسی مزدوروں پر تھا، اور دوسرا معاملہ ان تعلقات کا تھا جو سفید رنگ قوموں کو اہل افریقہ کی اس ماتحت آبادی کے ساتھ قائم ہو گیا تھا جو ان کی حدود کے اندر آباد تھی۔ اردگرد کے قبائل سے محفوظ رہنے کے لئے سر جارج گرے نے یہ تجویز کی کہ مختلف سلطنتوں کا ایک اتحاد برطانی حکمرانی کے تحت 185 میں اس طرح قائم کیا جائے کہ ہر صوبے کی انفرادی آزادی معتدبہ حد تک برقرار رہے اور اس طرح مشترک مدافعت کا سامان بہم پہنچایا جائے۔ اس تجویز کو حکومت انگلستان نے غارت کر دیا اور لندن سے جو ایک نئی تجویز بھیجی گئی اس سے دیسیوں کے حق میں رائے دہی کی بنا پر جنوبی افریقہ نے انکار کر دیا۔ نو آبادیوں نے کناڈا سے یہ سبق سیکھ لیا تھا کہ ان کے متفقی اتحاد کا مسئلہ ایک خالص استعماری مسئلہ ہونا چاہیئے جس کا تصفیہ وہ خود آپس میں کریں۔ ادھر تو نو آبادیوں میں خود شناسی کا سیاسی احساس پیدا ہوا، ادھر انگلستان اپنے وسیع ورثے کی حدود نہایت اور اس کی اہمیت کی طرف سے آہستہ آہستہ بیدار ہوتا چلا۔ بحر ہائے ذخار کو قطع کرنے والے جہازات اب ملک کے ہر طبقے سے تارکان وطن کو باہر لئے جا رہے تھے۔ اور چارلس ڈلک کے ایسے سیاحوں نے عوام کی جہالت کو رفع کرنے اور پارلیمنٹ کو توجہ کرنے پہ مجبور کرنے کے لئے کوششیں کیں۔ ڈلک ایک ایسا مدبر تھا جس کی معلومات کی کوئی نظیر نہ تھی اور نو آبادیوں کی ترقی پذیر قسمتوں کے ساتھ

شاہی
یت

اسسے غایت درجہ کی ہمدردی تھی۔ اب ایک نئی دنیا عالم وجود میں آگئی تھی جہاں انگریزوں کی زبان، قوانین اور رسم و رواج ہر طرف دائر و سائر ہو گئے تھے، اور جہاں کے باشندے اپنی حاصل کردہ ترقیوں پر بجا طور پر فخر کرتے تھے۔ شہروں میں علم و فن ادب و موسیقی نے قدیم مستعمرین کی سی درشتی و خشونت کو رفع کرکے رفق ولینت پیدا کر دی تھی۔ یہاں کے لوگوں کی زندگی محنت و مشقت، برداشت شداید، خطرات اور حوادث کے ساتھ روزانہ جنگ آزمائی کرتے رہنے میں بسر ہوتی تھی اور اسی حالت سے وہ نشو و نما پاتے تھے، لامحالہ ان میں حیرت انگیز زور و قوت اور طاقت برداشت پیدا ہو گئی تھی اور ہر طرح کے کھیل میں ان کی مہارت تعجب انگیز معلوم ہوتی تھی۔ ان لوگوں کو اپنی آزادی و قوت پر اعتماد تھا، ان کے وسائل سرعت کے ساتھ ترقی کرتے جاتے تھے، وہ اپنے حصولِ اغراض میں سخت گیر بلکہ جابر تھے بس ان حالات کے ہوتے ہوئے وہ اپنی ذات یا اپنے ملک کو کسی انضباط یا نگرانی کے تحت میں لانے کی طرف بہت کم مائل تھے۔ جب کناڈا نے پہلی مرتبہ تجارت کے لئے تحفظی درآمد و برآمد کا اصول جاری کیا اور وزارت مستعمرات نے اس پر تعرض کیا تو اس کا صاف صاف جواب یہ ملا کہ "اگر شہنشاہی حکومت کی رایوں کو کناڈا کے باشندوں کی رایوں کے مقابلے میں ترجیح دی جائے گی تو حکومت خود اختیاری بالکل نیست و نابود ہو جائے گی۔" اس طرح ایک ضرب میں شہنشاہی کے قدیم نظریئے کا خاتمہ ہو گیا۔ استعماری تنظیمات کے نشو و نما میں شہنشاہی احساس کے پہلو بہ پہلو خود مختاری کا عزم بالجزم بھی ترقی کرتا گیا۔ بعض چھوٹی چھوٹی کامیابیوں سے آزادی کے پیشروؤں کی ہمت بڑھ گئی، اور وہ دلیرانہ طور پر سوال کرنے لگے کہ برطانیہ عظمیٰ کو (نوآبادیوں سے) تجارتی معاہدات کے منوانے اور خارجی تعلقات کے فیصلہ کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ یہ خیال ظاہر کیا جانے لگا تھا کہ

نوآبادیاں ہینوور کی طرح تاج کے توابع میں شمار ہوں مگر اسکی لڑائیوں میں انھیں لازماً شرکت نہ کرنا پڑے، لیکن مستعمرین کا سواد اعظم قرابت کے بسنر باغ پر نازاں وفرحاں اور انگریز ہونے کے اعتبار سے وہ اپنی منزلت اور اپنے حقوق خاص کے باقی رکھنے کا دعویدار تھا، کوئنسلینڈ کی طرح انھوں نے "شہنشاہی سے نکال باہر کئے جانے سے انکار کردیا۔ خود انگلستان میں تمام فریقوں نے "جبر و تہدید کے نفرت زدہ نام کو (جس پر انگریز عمل کر رہے تھے)" ترک کر دیا تھا۔ سر چارلس ڈلک نے شہنشاہی کونسلوں کے توسط سے یہ تجویز کی کہ عام مدافعت میں نوآبادیوں کو شریک کر لیا جائے۔ درحقیقت ڈزریلی 1869
اس سے پہلے ہی شہنشاہی پارلیمنٹ میں استعماری نیابت کی تجویز قرار دے چکا تھا، اور ایک ربع صدی سے زیادہ تک وہ محصول گرورگیری کے اتحاد پر زور دیتا رہا تھا مگر مدبرین اس حیرت انگیز اور پیچیدہ مسئلے میں الجھنے سے اپنا دامن بچاتے رہے تھے یہاں تک کہ شہنشاہی مدافعت کی شدید ضرورتوں نے وسعت نظر سے کام لینے پر مجبور کر دیا۔ نیوزیلینڈ میں قوم میوری کی لڑائیاں کناڈا پر امریکہ کے رہنے والے اہالی آئرلینڈ کا بے سود حملہ، دریائے رڈ کی بغاوت (جس کا سرگروہ نیم یورپی لوئس ایل نامی تھا) نیٹال میں دیسیوں کے معاملات کی دشواریاں، ان تمام امور سے یہ واضح ہوگیا کہ نوآبادیوں کو خود اپنی حفاظت کرنے کے لیئے بحال خود چھوڑ دینا کہاں تک موزوں و مناسب ہے۔ شہنشاہی فوجوں کے واپس بلا لینے کو لبرلوں نے اپنے عام "اصول آزادی" کے تابع سمجھا، اور یہ دعویٰ کیا کہ اس پریشانی و بے چینی کا علاج حکومت خود اختیاری ہے اور بس۔ حقیقت یہ ہے کہ جو نوآبادیاں خود اپنا انتظام کرتی تھیں، اُن پر ان کی حفاظت و حمایت کا کل خرچ عاید کرنے سے برطانیہ اس قابل ہوگئی کہ فرانس کی شہنشاہی سے دس گونہ بڑی شہنشاہی کو فرانس کے اخراجات کے مقابلے میں

ایک تہائی خرچ پر قائم رکھ سکے۔ کنسرویٹو فریق کی نظر میں یہ کارروائی افتراق و انتشار کی علامت تھی یعنی وہ سمجھتے تھے کہ شہنشاہی روابط میں بالآخر ڈھیل پڑ جائے گی۔ ان کے نزدیک افتراق کا بدل صرف شہنشاہی کے ساتھ متفق رہنے ہی سے ہو سکتا تھا اور انتہا پسند وقت سے پہلے ہی یہ چاہتے تھے کہ ایک معینہ و مشخصہ رشتۂ اتفاق جو انگریزی سیاسی زندگی کے رسم و رواج سے متبعد و متنکر تھا، اسے حرفاً حرفاً قائم کر دیں۔ شہنشاہی کے پرجوش حامی یہ سمجھتے تھے کہ اب چھوٹی چھوٹی قومیتوں کے دن گزر گئے، اور سلطنت متفقہ سے جیسی قوت حاصل ہوتی ہے اس کی مثال میں وہ جرمانی شہنشاہی اور اطالیہ کو پیش کرتے تھے، لیکن اس وقت تک اس قسم کے اتحاد میں جو انتظامی مشکلات پیش آتے ہیں اُن کے قبول کرنے پر نہ انگلستان تیار تھا اور نہ نوآبادیاں آمادہ تھیں۔ جو حالت موجودہ تھی اسی کو علی العموم سب قبول کرتے تھے۔ نوآبادیاں یہ تسلیم کرتی تھیں کہ ممکن ہے کہ افتراق ہو جائے مگر عام خیال یہ تھا کہ خود نوآبادیاں دوسری جانب (یعنی اتحاد کی طرف) قدم بڑھا رہی ہیں۔ لوگ اس دن کی پیشین گوئی کرتے تھے جب برطانیہ عظمیٰ اپنے اغراض و فرائض کی تصریح کر دے گی اور نوآبادیاں اپنی ذمہ داریوں کو قبول کریں گی۔

جدید شہنشاہیت

نہ صرف استعماری مسائل میں بلکہ خارجی معاملات میں بھی مخالف یکدگر حکمت عملیوں کی وجہ سے ملک پارہ پارہ ہو رہا تھا۔ پامرسٹن کے انتقال کے بعد انگلستان کے لبرل یورپ میں مداخلت کرنے سے جھجکتے تھے۔ گلیڈسٹون، بیل کی تعلیم اور گرینول کی تائید سے (جو صلح دامن کا دوست رکھنے والا وزیر خارجہ تھا) عدم مداخلت اور رضاجوئی کی روش کی طرف پلٹ گیا تھا، جزائر آئیونین کو یونان کے حوالے کیے جانے کا وہی باعث ہوا تھا اور اسی نے بہت سے قدیم اور طول طویل نزاعات کو طے کرنے کے لیے واشنگٹن کا معاہدہ مرتب

کیا تھا۔ چھ مہینے بعد اُس نے الباما کے مسئلے پر پانچ برس کے پرخطر تنازعہ کو تحکیم کے ذریعے سے طے کرنا قبول کر لیا۔ اس امر کا فیصلہ ایک مخصوص عدالت نے جنیوا میں بلا تکرار صادر کیا۔ امریکی مدبرین انگریزوں کی ذمہ داری صرف اسی نقصان تک محدود نہیں رکھتے تھے جو الباما سے وقوع میں آئے تھے بلکہ اس کی وجہ سے جنگ میں جو امتداد و مصارف ہوئے ان سب کا ذمہ دار بھی انگریزوں کو قرار دیتے تھے۔ ڈزریلی نے جواب دیا کہ "بالواسطہ دعاوی" ایک طرح کا خراج ہے جو مفتوح قوم پر عاید کیا جاتا ہے۔ آخر امریکہ نے اپنے دعوے کو نوے لاکھ تک گھٹا دیا اور اسے تیس لاکھ مل گئے۔ برطانیۂ عظمیٰ نے نقصان پر اظہار افسوس کیا اور غیر جانبداروں کے برتاؤ کے متعلق چند شرائط قائم کیے گئے۔ گلیڈ اسٹون کو یہ اصول مدنظر تھے کہ "حق عامہ کو یورپی حکمت عملی کے غالب دعاوی خیال کی حیثیت سے مدارج اعلےٰ پر پہنچانا چاہیئے اور اس کے ساتھ صلح و کفایت شعاری کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ اُس نے لکھا تھا کہ انگلستان کبھی اپنے عظیم الشان روایات سے بیوفائی نہ کرے گا اور نہ یورپ کے مشترک معاملات و عام اغراض و مقاصد میں اپنی دلچسپی کو ترک کرے گا مگر اس کی وقعت اور اس کی قوت ایک ایسا سرمایہ ہے جس سے بیش از بیش کام لینے کے لیئے لازمی ہے کہ اسے کفایت شعاری کے ساتھ صرف کیا جائے۔" اس نے ملک پر یہ زور ڈالا کہ کمزوروں کو امید دلا کر ان کی ہمت افزائی نہ کی جائے بلکہ زور آوروں کو دراز دستی سے روکا جائے۔ ۱۸۷۲

اس کے برعکس ڈزریلی، انگلستان کے مطمح نظر میں تغیر کر دینے سے، عالمگیری کی امیدوں پر اعتماد نہ رکھنے سے حریصانہ شہنشاہی اور خیالی و حیرت افزا مشرقی حکمت عملی کے ذریعے سے، وطن کے معاملات کو پس پشت ڈال دینے کی، نمایندگی کر رہا تھا۔ اپنی طاقت کی ابتدائی مسحوریت میں اس نے ابی سینیا (حبش) سے جنگ چھیڑ دی اور میگڈیلا

کو زیر کر لیا۔ گلیڈ اسٹون کے زوال پر جب وہ پھر برسر اقتدار ہوا تو اُس نے جزائر فجی کو ملحق کر لیا اور نہر سویز کے اجرا کے وقت جو حصے مصر کو دیئے گئے تھے ان کو غیر معمولی طریق سے خرید کر ملک کے فخر و مباہات کو تہیج کر دیا۔ نہر سویز کے راستے سے انگریزوں کی تجارت دوسری قوموں کی تجارت سے دس گونہ زیادہ تھی، اس سے جہاز سازی میں ایک انقلاب پیدا ہو گیا، اور جب نئے طرز کے جہاز دریائے مرسی میں اسباب بار کرنے کے لیئے آئے تو لورپول میں ایک جوش کی کیفیت پیدا ہو گئی جس سے ڈزریلی کے نئے شہنشاہی خیالات کو تقویت حاصل ہوئی۔ اسی زمانے میں شہزادۂ ولیعہد کے لئے ہندوستان کی شاندار سیاحت کی تجویز ہوئی۔ اس سے مشرق کے راستوں اور شہنشاہی عثمانیہ کے اندر انگریزوں کے اغراض کی اہمیت عام لوگوں کے ذہن نشین ہو گئی، کیونکہ "شہنشاہی عثمانیہ کی حکومت خلیج فارس کے دہانے، جزائر یونان کے سواحل اور نہر سویز کے عین قرب میں تسلیم کی جاتی ہے"۔ ڈزریلی کی ایشیائی حکمت علی نے لوگوں کو مسحور کر لیا، حوصلہ مندیوں کو پورا کر دکھایا، اور شہنشاہی میں ایک نئی چمک دمک پیدا کر دی۔ اس کی رہبری میں ٹوریوں کے پرامن روایات ایک نمائشی و جیرہ دست شہنشاہی کے قالب میں ڈھل گئے اور دور دراز سرحدوں پر ایک نئی "اقدامی حکمت علی"، نے اسے ممتاز بنا دیا۔ برطانوی قلمرو کی وسعت کو دونوں فریق ہمیشہ یکساں مستعدی و کامیابی سے آگے بڑھاتے رہے ہیں اور نئے ممالک کے حصول کی بابت ایک فریق کو دوسرے فریق پر ادنیٰ سا تفوق بھی حاصل نہیں ہے۔ ان کے باہمی اختلافات کے اسباب زیادہ عمیق تھے۔ اس وقت تمام قومیں فتوحات کے ایک ایسے نئے دور کے آغاز میں داخل ہوا چاہتی تھیں جس کی کوئی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی اور جس کا امکان علمی و صنائعی انکشافات کے باعث قوت انسانی کے شرف و علو نے اب پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔

۱۸۷۲

انگلستان اپنی کانہائے زغال، اپنے لوہے، اپنے جہازوں کے بیڑے اور اپنے بحری تاروں کی وجہ سے اس جدوجہد میں لازماً سب سے آگے تھا۔ اس مبادرت میں جو لوگ اس کے مادی طریق تھے وہ گزشتہ مساعی اور آئندہ کوشش پر نظر کر کے یہ سمجھتے تھے کہ اگر اس اہم موقع کے حسب حال انگلستان کی ہمت بلند ہو گئی تو اس کی مادی کامیابی کی کوئی حد و غایت نہیں رہے گی۔ دوسری جانب ایسے لوگ تھے جو ایک دوسرے ہی نوع کی مشکلات سے دبے جا رہے تھے، یہ وہ لوگ تھے جنھیں ابھی تک استعماری حکومت کے اہم مسائل کا کوئی قطعی حل نہیں ملتا تھا، اور وہ یہ سوال کرتے تھے کہ آیا ایک چھوٹے سے جزیرے کے وسائل ان ذمہ داریوں کے برداشت کرنے کے لیئے کافی ہیں جو وہ روئے زمین کے ایک چوتھائی حصے کے انتظام، نگرانی اور مدافعت کے لیئے سر لے رہا ہے۔ عمومیت اپنی جگہ پر بہت بجا طور پر مطالبہ کرتی تھی کہ شہنشاہی کے مفہوم میں صرف غیر ملکی معاملات ہی داخل نہ ہوں بلکہ وطنی حکمت عملی بھی اس میں داخل ہو، یعنی قبل اس کے کہ انگریزوں کے وسائل دولت، شہنشاہی کے نہایت ہی دور افتادہ مقامات پر بے دریغ صرف کیئے جائیں انگلستان سے گندگی و پلیدی صاف ہونا چاہیئے، اہل ملک کی صحت کو درست کرنا چاہیئے اور بچوں کو موزوں و مناسب تعلیم دینا چاہیئے۔ یہ ایک ایسی حکمت عملی تھی کہ اگر حکمراں جماعتوں نے ان اہم نتائج کو سمجھا ہوتا جو اس کے اندر مضمر تھے تو اس حکمت نے بلاشک و شبہہ انگلستان کو دنیا میں سب سے افضل ملک اور ہر طرح کے حملوں سے مامون و مصئون بنا دیا ہوتا۔ انگریزی قوم کا شعور و ادراک جسے اس مباحثے میں کلٹی نسلوں سے بہت ہی شریفانہ قوت حاصل ہو گئی تھی، وہ آزادی کے جذبے پر ثابت قدم رہا۔ لبرلوں کا یہ خیال تھا کہ شہنشاہی کا نام ہی شک پیدا کرنے والا ہے۔ یہ اس فیاضانہ روایت کا توڑنا تھا جو کننگ کے وقت سے چلی آتی تھی کہ

برطانیہ کے اندر چھوٹی اور مظلوم قوموں کو آزادانہ تائید ملنا چاہیئے۔ شہنشاہی کے لفظ میں روس کے مظالم، ترکی کی قاتلانہ حکومت نپولین کی زوال یافتہ شہنشاہی کے دعاوی و زیاں کاریاں، اور جرمنی کی عروج پذیر شہنشاہی کی فوجی حکمرانی سب ہی مفہوم داخل تھے۔ پس قبل اس کے کہ ایک آزاد قوم شہنشاہی کے لقب کو قبول کرے، ضروری تھا کہ مدتوں کی سعی و کوشش سے یہ لفظ ایک برطانوی معنی پیدا کرلے جو اس وقت کے ٹوری فریق سے ہنوز مخفی اور خود لبرلوں کی امید سے بہت دور و دراز واقع تھا۔

بلقان و دول یورپ

ڈزریلی اور گلیڈاسٹون کے سے دو زبردست حریف، جن عملی حکمتوں کے مظہر بنے ہوئے تھے مشرقی خطرے کی ایک نئی نازک حالت کے دوران میں ان حکمت عملیوں میں اور بھی شدید تقابل رونما ہوگیا اور عام جذبات بہت جلد مشتعل ہوگئے، سلطنت عثمانیہ کے مسئلے کے متعلق ہر قرارداد کے بعد یہ سمجھ لیا جاتا تھا کہ اب یہ مسئلہ طے ہوگیا ہے مگر ہر مرتبہ وہ پہلے سے زیادہ مہیب صورت میں رونما ہوتا تھا۔ فرانس کی شکست کے بعد اس مسئلے نے بہت ہی پرخطر صورت اختیار کرلی۔ فرانس کے بحال ہوجانے کی استطاعت سے ہیبت زدہ ہوکر اور روس سے اس کے اتحاد کر لینے سے خائف ہوکر، قریب تھا کہ بسمارک ایک دوسری جنگ برپا کردیتا مگر زار اور ملکہ وکٹوریہ کی ذاتی کوششوں نے اس جنگ کو روک دیا۔ روس و فرانس میں ہر قسم کے اتحاد کو روکنے کے لیئے، اُس نے (بسمارک نے) زار پر زور ڈالا کہ وہ اپنے فتوحات کو بحر اسود کے نواح میں وسیع کرے۔ دوسری طرف اُس نے آسٹریا کو (جو اب جرمنی سے خارج اور اطالیہ سے محروم ہوگئی تھی) یہ ہمت دلائی کہ وہ بلقان میں اپنی شہنشاہی سے اپنے نقصان کی تلافی کرے۔ ایک طرف روس، سمندر کی جانب کوئی مخرج پیدا کرنا چاہتا تھا، دوسری طرف انگلستان، ہندوستان کے راستے کی حفاظت کی فکر میں لگا ہوا تھا،

پس ان دونوں کی اس قدیمی زور آزمائی نے مشرق میں غلبہ و تسلط حاصل کرنے کے لیئے سر برآوردہ یورپین قوموں کے درمیان کشاکش برپا کردی، فرانس کے زوال سے **انگلستان** بالکل تنہا رہ گیا۔ دوسری طرف ان فرانسیسی خیالات کے رُک جانے سے جنھوں نے شہنشاہی عثمانیہ میں نفوذ حاصل کرلیا تھا اور وہاں کی عیسائی قوموں بلکہ مسلمانوں میں قومی آرزوؤں اور بلند نظریوں کی تحریک پیدا کردی تھی، سلطان کو تقویت حاصل ہو گئی اور اب وہ ایک زبردست فوج کی مدد سے جو مغربی طریقوں پر از سر نو مرتب کی گئی تھی اپنے تسلط کے منوانے پر تیار اور آمادہ تھے، سلطنت ترکی کے افلاس نے عیسائی رعایا سے استحصال زر کے لیئے ایک عذر پیدا کردیا۔ رعایا کی فلاکت انتہا کو پہنچ گئی تھی اور ہرزیگونا اور بوسینیا کی ایک شورش نے جسے **پرشیا** نے ترتیب دیا یا اسکی ہمت دلائی تھی، تمام جزیرہ نما میں بغاوت و انحراف کی آگ بھڑکا دی۔ تین برس تک اندرون ملک میں مسلسل سازشوں کا بازار گرم رہا۔ **یورپ** رقیبانہ حکمت عملیوں کی وجہ سے منقسم ہو گیا تھا۔ دول کا مطالبہ یہ تھا کہ مختلف صوبوں کے حسب حال مقامی اصلاحیں کی جائیں، اور **یورپ** ان کی ذمہ داری کرے۔ **انگلستان**، ترکی کے علی حالہا باقی رکھنے اور اس کی کامل حکمرانی کا حامی تھا، وہ کسی طرح کے مقامی تفرد کو قبول نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ اس کی خواہش یہ تھی کہ مرابطہ یورپ کے تحت میں عیسائیوں کی حفاظت کی جائے تاکہ **بلقان** و **ارمینیہ** میں **روس** کو اور **شام** و **مصر** میں **فرانس** کو ان کی ضمانت کے دعوے کرنے کا حق باقی نہ رہے، یہی وجہ تھی کہ جب **آسٹریا** نے تینوں شہنشاہی درباروں کی طرف توسط کی خواہش ظاہر کی تو سلطان نے یہ کہکر اس تجویز کو مسترد کردیا کہ وہ تمام شہنشاہی عثمانیہ میں اصلاح عام کے مسئلے پر غور کر رہے ہیں، اس تجویز اٹھے لیئے ایک بڑی حد تک **ڈزریلی** اور حکومت انگلشیہ نے درپردہ شہ دی تھی، **آسٹریا** نے اسکا جواب

مشہور یادداشت انڈراسی کے ذریعے سے دیا جس میں مخصوص بلقانی صوبوں کے لیئے فوری وقطعی درستی حالات کی تجویز پیش کی گئی تھی، یہ یادداشت تینوں شہنشاہیوں اور فرانس واطالیہ کی متفق علیہ یادداشت تھی اور انگلستان بھی اس پر نیم راضی تھا۔ چونکہ واقعی دباؤ کا کوئی اشارہ نہیں تھا اس لیئے ترکی کو یہ موقع حاصل تھا کہ وہ ان اصلاحات پر رضامند ہو جائے جنھیں وہ بادل ناخواستہ قبول کرسکتی اور بے فکر ہوکر ان سے غفلت برت سکتی تھی"۔ مگر مسلمانوں میں ایک قومی جوش کے بھڑک اٹھنے اور سلونیکا میں فرانسیسی وجرمانی کانسلوں کو قتل کردینے کے باعث تینوں شہنشاہوں کو "یادداشت برلن" کے بھیجنے پر مجبور ہونا پڑا، یہ یادداشت سابقہ یادداشت سے مختصر اور زیادہ قطعی تھی اور اس میں موثر کارروائی" کی بھی دھمکی دی گئی تھی۔ فرانس واطالیہ نے اس پر دستخط کردیئے مگر ڈزریلی نے برطانی اغراض کی حفاظت کے لیئے
۱۸۷۶ خلیج بسیکا میں ایک بیڑا روانہ کردیا تھا، اور اس نے اس معاملے میں مشترکہ کارروائی سے انکار کردیا۔ اُس نے اس کے بجائے کوئی اور طریق کار بھی نہیں بتایا اور متحدہ یورپ کی مرضی سے امن کی جو آخری امید پیدا ہوگئی تھی اسے توڑ دیا، ڈزریلی کا خیال تو یہ تھا کہ اب چھوٹی چھوٹی قومیتوں کا زمانہ گزر گیا ہے اور اس کے وزیر خارجہ لارڈ ڈربی کی رائے یہ تھی کہ جس طرح انگلستان کو آئرلینڈ میں (جو اس وقت پارنل کے مطالبات "قومیت آئرلینڈ" سے زیروزبر ہو رہا تھا) اپنے طور پر کارروائی کرنے کا حق حاصل ہے اسی طرح ٹرکی کو بھی اپنے باغیوں سے اپنے طور پر برتاؤ کرنے کا استحقاق ہے۔ سلطان، دول کے اس اختلافات کا تمسخر کرتے تھے، بلغاریہ میں دس ہزار باشی بزوق قتل وغارت اور آتش زنی کے لیئے چھوڑ دیئے گئے تھے، وہاں سے یہ خبر آئی کہ ایک مہینے سے قتل عام ہو رہا ہے، بتک کی سات ہزار آبادی میں سے

صرف دو ہزار آدمی بچے تھے، ایک فلیپو پولس میں بارہ ہزار آدمی بانواع عقوبت ہلاک کر دیئے گئے۔ بقول لارڈ کارنا رون "یہ وہ دل ہلا دینے والی مصیبت ہے جس سے خون جوش میں آجاتا ہے۔" اہالی سربیا و جبل اسود نے جوش میں آکر اعلانِ جنگ کر دیا ترکی فوجوں نے سربیا کو پامال کر دیا اور اُس نے یورپ سے فریاد کی۔ ڈزریلی خود اپنے ہی کانسل کی رپورٹ کو "قہوہ خانہ کی گپ" کہکر ہنستا تھا۔ اس نے نوجوان ترکوں کے نظام سلطنت کے متعلق اپنا اعتماد ظاہر کیا، دو سلطان چند ہفتوں کے اندر غائب ہو گئے اور پھر یہ نظام سلطنت (خاک بدہن مصنف) رسوائے جہاں عبد الحمید (سلطان غازی عبد الحمید خاں ثانی طاب اللہ ثراہ) کے تخت میں (جو پرانے خیال کے ترکوں کے نامزد کردہ تھے)، بالکل نسیاً منسیا ہو گیا۔ گلیڈ اسٹون کا شعلۂ غضب بھڑک اٹھا، اُس نے اس مسئلے کو انسانیت اور مذہب عیسوی کا مسئلہ بنا دیا۔ رسل جواب اسی برس کی عمر کو پہنچ گیا تھا اور قدیم و جدید وہگوں کے سلسلے میں ایک درمیانی کڑی تھا، اس نے بالاعلان یہ کہدیا کہ کیننگ کی طرح وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ روس و یونان کو دوست بنایا جائے اور ترکوں کو یورپ سے نکال دیا جائے۔ گلیڈ اسٹون کی حکمت عملی بھی یہی تھی کہ متفقہ مداخلت کی جائے اور ترکوں کا "بوریا بستر باندھ کر" یورپ سے نکال باہر کر دیا جائے۔ کارلائل نے لکھا تھا کہ ان "نا قابل ذکر ترکوں کو اس بحث ہی سے فوراً خارج کر دینا چاہیئے اور ملک کو ایماندار یورپ کی رہبری میں دیدینا چاہیئے" اعتراضی جلسوں میں براؤننگ، برجونس فراؤڈ، فریمین، رسکن اور مارس کے سے لوگ اس رائے کی تائید کرتے تھے۔ اضطراب عام کے اس زور و شور کے دوران میں ملکہ نے (جنھوں نے چھ ماہ قبل ڈزریلی کی صلاح سے قیصر ہند کا لقب اختیار کر لیا تھا) ڈزریلی کو لارڈ بیکنسفیلڈ کا خطاب عطا کیا۔ لارڈ ڈربی نے

اگست

ترکوں سے یہ درخواست کی کہ وہ سربیوں سے صلح کرلیں اور اسے "اشد ضروری" سمجھیں مگر ترک یہ جانتے تھے کہ ڈزرلی کی حکومت جبر و قوت کا استعمال نہ کرے گی، اس لئے وہ جنگ پر زور دیتے رہے۔ اس اثنا میں روس نے اپنی تیاریاں مکمل کرلیں۔ ریکسٹاڈ میں زار اور شہنشاہ آسٹریا نے باہم یہ قرار دیا کہ روس کو ڈینیوب کے صوبوں میں بالکل آزادی حاصل رہے، اور ترکی سے جنگ کی صورت میں آسٹریا غیر جانبدار رہے اور اس کے صلے میں وہ بوسینا و ہرزگوینا پر قبضہ کرے۔ اس طرح مضبوط و مستحکم ہوکر اور سربی قوم کے بالکل فنا ہوجانے کے اندیشے سے متاثر ہوکر روس نے بابعالی کو الٹیمیٹم (بلاغ نہائی) بھیجدیا اور سربیا کے لئے التوائے جنگ حاصل کرکے اس ملک کو بچالیا۔ اس کے سفیر اگنا ٹیف نے منیچ کاف کے امتیاز سے بھی بڑھ کر امتیاز حاصل کرلیا تھا، بیکنسفیلڈ نے اس کا ترکی بہ ترکی جواب یہ دیا کہ انگریزی بیڑے کو فوراً خلیج بسیکا کو روانہ ہونے کا حکم دیدیا اور لارڈ میر کی دعوت کے موقع پر ایک تہدید آمیز تقریر کی اور اس کی اس تہدید جنگ کو "جنگو" ہر ایک نغمہ خانے میں گانے لگے۔ "انگریزوں کی روایتی حکمت عملی" کی تائید کے لئے جنگ کریمیا کے تنفرات و تعلیمات کی یاد تازہ کی گئی۔ انگلستان نے قسطنطنیہ میں ایک مستشار کے انعقاد کی تجویز کی اور لارڈ سالسبری "جو ڈزریلی کے تعصب سے بالکل پاک تھے" بہ حیثیت نمائندے کے وہاں روانہ کیئے گئے، مگر پہلے باضابطہ اجلاس سے عین ماقبل وزارت کے

قسطنطنیہ

علہ جنگو (Jingo) کے نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ کسی نغمہ خانہ میں راگ کے آخر میں آیا کرتا تھا، وہیں لارڈ بیکنسفیلڈ کے طرف داروں نے اس کی حمایت کا شور بلند کیا تھا، اور اس وجہ سے لارڈ موصوف کے پیرو عام طور پر اس لفظ سے موسوم ہوگئے، اب اسکا مفہوم یہ ہے کہ بغیر کافی تیاری کے جنگ کے لئے شور مچایا جائے۔

ایک تار نے باب عالی کو یہ یقین دلا دیا کہ وہ کسی صورت میں ترکی کے خلاف تہدیدی کارروائیوں کی روا دار نہ ہوگی۔ جس وقت مستشار کامل کا افتتاح ہوا ہے اسی وقت توپوں کی گرج نے "سلطان عبدالحمید خاں کی طرف سے عثمانیہ دستوری سلطنت کے قیام کا" اعلان کیا۔ دول کے درمیان تفرقہ اندازی کی قدیم ترکیب کی یہ گستاخانہ تجدید کسی کو بھی دھوکے میں نہیں ڈال سکتی تھی، مگر اس سے سلطان کو یہ موقع مل گیا کہ انگریزوں کی تائید کے بھروسے پر وہ پیش کردہ شرائط کے قبول کرنے سے انکار کر دیں اور مدبّروں نے حیران و ششدر ہو کر بعد کو لنڈن کے تہیدی معاہدے میں جو تجویزیں قرار دی تھیں انھیں بھی مسترد کر دیں۔ روس نے ان تعویقوں سے تنگ آ کر اپنی فوجوں کو سرحد کے عبور کرنے کا حکم دیدیا۔ عثمان پاشا کی شاندار مدافعت پلیونا نے روسیوں کی پیشقدمی کو بہت دنوں تک روکے رکھا مگر آخر رومانیا روسیوں کی مدد کے لئے آ گئی اور روس نے بالکل قسطنطنیہ کے دروازے پر پہنچکر اپنے شرائط منوائے۔ سین سٹیفانو کے معاہدے میں سرویا، جبل اسود، اور رومانیا، کی آزادی تسلیم کر لی گئی اور ایک نئی مسیحی ریاست بلغاریہ قائم کی گئی جو مجمع الجزائر سے بحر اسود تک پھیلی ہوئی تھی جس سے سلطان کی باقی شہنشاہی دو حصوں میں منقسم ہو گئی تھی۔ بیسربیا کی جو چیٹ روس سے سنہ ۱۸۵۶ء میں نکال لی گئی تھی وہ اسے واپس دیدی گئی اور آرمینیا کا کوہستانی علاقہ بھی اسے مل گیا جس سے عراق پر اس کا دباؤ پڑنے لگا اور طرابزوں سے قلب ایران کو جو شاہراہ گئی ہے اس کا بھی کچھ حصہ اس کے قبضے میں آ گیا۔ روس کی اس کامیابی کا خوف جب ٹوریوں اور لبرلوں میں پھیلا تو ترکوں کے مظالم کے متعلق جو جوش عام موجزن تھا وہ فرو ہو گیا۔ گلیڈسٹون کی الہام وار ملامتوں کے باوجود پارلیمنٹ نے بیکنسفیلڈ کو کامل آزادی دیدی تھی کہ ان معاملات میں جس طرح مناسب سمجھے

معاہدہ سین سٹیفانو ۱۸۷۸ء

کارروائی کرے۔ اس کی مجلس وزرا کے ارکان حالت تذبذب میں پڑے ہوئے تھے۔ دو مرتبہ بیڑے کو درۂ دانیال سے گزرنے کا حکم دیا گیا اور دونوں مرتبہ (وزرا کے) استعفوں کی دھمکی کی وجہ سے اسے واپس بلایا گیا۔ مگر جب باب عالی کے برطانوی سفیر کی طرف سے ایک مغالطہ انداز تار میں یہ اعلان کیا گیا کہ روس، قسطنطنیہ پر بڑھنے کی دھمکی دے رہا ہے تو پھر بعجلت تمام برطانوی بیڑہ باسفورس کو روانہ کیا گیا اور پرنکپو کے قریب وہ سین سٹیفانو کی روسی فوج کے مقابل پہنچ گیا۔ جنگ کا ہو جانا آن واحد کی بات معلوم ہوتی تھی۔ دارالعوام میں لبرلوں کے قدم ڈگمگا گئے، اور وہ (وزارت کی نسبت) اظہار اعتماد کی رائے میں شریک ہو گئے۔ پیر دی ان ڈزریلی کے ایک غول نے گلیڈسٹون کے مکان کی کھڑکیاں توڑ ڈالیں۔ یہ اثر غلط پیدا ہو گیا تھا مگر اضطراب بدستور قائم رہا۔ بیکنسفیلڈ نے موقع سے فائدہ اٹھا کر فوج محفوظ کو طلب کر لیا، اور لارڈ ڈربی کے مستعفی ہونے پر لارڈ سالسبری کو وزیر خارجہ بنا لیا۔ ایک مشہور مراسلے میں اس نے یہ مہیب آواز بلند کی کہ ترکی پاش پاش ہو گئی، نہر سویز خطرے میں پڑ گئی اور روس "ان تمام بے نظیر مواقع و وسائل" کا بلا شرکت غیر مالک بن گیا جنھیں یورپ نے باب عالی کو تفویض کر رکھا تھا" صرف خانوں کے دلال اور فوج کے سپاہی اس کے ساتھ تھے اور اس نے یہ اعلان کر دیا کہ سات ہزار ہندوستانی سپاہیوں کے مالٹا لانے کا حکم دیا گیا ہے، پارلیمنٹ کو اس حکم کا کچھ علم نہیں تھا اور اس نے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ آخر الامر آسٹریا کی تائید حاصل کر کے اس نے سین سٹیفانو کے معاہدے کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور روس کو اس بنا پر ایک عام موتمر کے آگے سر جھکانے پر مجبور کیا کہ مشرقی مسئلہ تنہا روس کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ تمام یورپ کا مسئلہ ہے۔

معاہدہ سین سٹیفانو کی نظر ثانی کے لیے موتمر برلن کا اجتماع

موتمر برلن ۱۳ جون

بسمارک کی صدارت میں ہوا جس نے خود کو "ایماندار دلال" کے طور پر پیش کیا تھا۔ موتمر نے جمع ہوتے ہی یہ سمجھ لیا کہ وہ ایک بیکار شئے ہے۔ بیکنسفیلڈ (بقول خود) اس عزم کے ساتھ آیا تھا کہ وہ ایک فرسودہ سلطنت کے ٹکڑے نہیں کرنا چاہتا بلکہ وہ اس قدیمی شہنشاہی کو قوت دینا چاہتا ہے، مگر شام کے ایک پرچے نے اس خفیہ قرارداد کے شرائط کو طشت از بام کر دیا جو سالسبری اور شیولاف کے درمیان پہلے ہی طے ہو چکے تھے، اس اخبار کو یہ شرائط ایک عارضی محرر سے دستیاب ہوئے تھے، ان شرائط کے بموجب روس سے یہ وعدہ ہو گیا تھا کہ اُس نے جو زمین حاصل کر لی ہے وہ اسی کے پاس رہے گی صرف وہ شاہراہ اسے چھوڑ دینا پڑے گی جو بحر اسود سے ایران کو جاتی ہے۔ آسٹریا کو بوسنیا و ہرزیگونا کی محیت دی گئی تھی جہاں وہ "بلقان کے پہرہ دار" کی طرح قائم رہے۔ "بلغاریہ اعظم" کے مجوزہ حدود از سر نو قرار دیئے گئے تھے، اور اسے بلغاریہ، مشرقی رومیلیا اور مقدونیہ کی تین ریاستوں میں تقسیم کر دیا تھا، ان ارباب حل و عقد کا گمان یہ تھا کہ کسی مشترک نام کے نہ ہونے سے ان ریاستوں کے دوبارہ متحد ہو جانے کا خطرہ رفع ہو گیا ہے اس طرح پر بیکنسفیلڈ نے اپنے اس موہوم خطرے کو ٹالنا چاہا تھا کہ مبادا بلغاریہ اظہار امتنان کے طور پر بحر الجین پر کوئی بندرگاہ روس کو دیدے جہاں سے وہ (روس) نہر سویز کو دھمکی دے سکے۔ سربیا، و جبل اسود کی طرح ان ریاستوں کی سرحدوں میں بھی اس طرح اصلاح کی گئی کہ ہر ایک کی قوت میں ضعف آجائے اور اقوام سلافی کو باہیں طور مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا کہ آسٹریا کو ان کے درمیان سے راستہ مل گیا۔ آخر وقت میں شیولاف کو معلوم ہوا کہ اس مخادعت میں وہ مات ہو گیا ہے کیونکہ انعقاد موتمر سے ایک ہفتہ قبل بیکنسفیلڈ نے ترکی کے ساتھ ایک "معاہدۂ دفاعی" کر لیا تھا اور اس اقرار کے

خفیہ معاہدات

معاوضے میں کہ ایشیائے کوچک میں وہ روس کی مزید پیش قدمی کی مدافعت کرے گا، اپنے جزیرۂ قبرس کے قبضے کو تیقن کر لیا تھا۔ موتمر کا کام اس سے کچھ زیادہ نہیں تھا کہ وہ ان خفیہ قراردادوں کا اندراج کرے۔ وہ دو بڑی سلطنتیں جنھوں نے اس جنگ میں ہاتھ تک نہیں ہلایا نہ اپنے ایک آدمی کا بھی نقصان اٹھایا انھوں نے ملک کی (تقسیم میں) اپنا انعام حاصل کر لیا۔ فرانس کو خفیہ طور پر یہ یقین دلا دیا گیا تھا کہ برطانیۂ عظمیٰ اسکے قبضۂ ٹیونس کو قبول کرے گی۔ بسمارک نے یہ خیال ظاہر کیا کہ انگلستان، مصر پر قابض ہو جائے، صرف ایک اطالیہ ایسی تھی جسے کچھ ہاتھ نہ آیا، اور بوسینا کی طرف آسٹریا کے حملے کا خوف اس پر مستزاد رہا۔ فرانس کی طرح وہ بھی یہ دیکھتی تھی کہ اس کی تلافی و توسیع کے لیے آخری کھلا ہوا دروازہ "بحر روم کے دوسری جانب واقع ہے" اور آخر الامر طرابلس کا نذرانہ اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ ترکی کے "بقائے تام" کا کہیں پتہ بھی نہ رہا۔ درحقیقت بہت ہی کم معاہدے ایسے ہوئے ہوں گے جو فطرت انسانی کے استخفاف اور اپنے شرائط کی ستم شعاری میں اس معاہدے سے بازی لیجا سکیں۔ ایک روس کو مستثنیٰ کر کے جو یونانی المذہب سلافیوں کا تنہا موید تھا دول نے مسیحی قوموں کے اتحاد و استقامت کے خیال کو طلاق باین دیدی تھی۔ برطانیۂ عظمیٰ جس کے باشندے جنگ کریمیا کے وقت کی طرح اب ترکی مظالم کی لاعلمی کا عذر نہیں کر سکتے تھے، وہ اس امر کی مجرم ہے کہ اس نے مقدونیوں اور ارمنیوں کو جنھیں روس آزادی دلانا چاہتا تھا، بابعالی کے تحت اقتدار میں رہنے پر مجبور کرنے میں شرکت کی اور انھیں ستم ظریفانہ صلاح دی کہ انھیں سلطان کے اصلاحات پر اعتماد کرنا چاہئے۔ دوسری طرف روس جس نے پرجوش جہاد، شدید برداشت مصائب اور کامل فتح سے سلافیوں کو آزادی دلانا شروع کیا تھا، وہ یہ دیکھتا تھا کہ اس کا کام برباد ہو گیا ہے۔ ساٹھ برس تک یورپ، وائنا کے قرارداد کے پلٹنے میں

مصروف رہا تھا، اب برلن کے موتمر نے محکوم قوموں کے لیئے ہر طرح کی امداد کو ایک نسل کے لیئے پیچھے ہٹا دیا۔ بیکنسفیلڈ کی حکمت عملی نے آزادی کے توقعات کو نہ صرف بلقان بلکہ روس میں بھی چکنا چور کردیا۔ انگلستان نے روس کو جو سیاسی چشم زخم پہنچایا، اُس نے جدید حریت کو ذلیل کردیا اور روس میں ایک جدید زمانہ رجعت کا قائم ہوگیا جسے حریت پسند زار کے قتل نے اور قوی کردیا اور وہ اس وقت تک برقرار رہا۔ گارجیکاف نے اسے بیکنسفیلڈ کی سوانح میں تاریک ترین صفحہ قرار دیا ہے۔ دول نے بعد کی نسلوں کے لیئے وہ مسائل ورثے میں چھوڑے ہیں جنھیں قومی زندگی کی طرف سے دول کی حقارت اور انکی غیر دانشمندانہ تدابیر سیاسی نے بہت وسیع و ناگوار بنا دیا ہے۔

دول یورپ

بیکنسفیلڈ اپنے مخالفوں کے علی الرغم برلن سے ”عزت آمیز صلح“ کا نعرہ لگاتا ہوا واپس آیا اور اس کی ظفر مندانہ واپسی پر تمام ملک جوش مسرت سے وجد میں آگیا۔ جب ٹوریوں کے اصول شہنشاہی نے اپنا پورا پورا زور دکھا دیا کہ وہ ہر طرح کی مبادرت پر آمادہ، توسیع سلطنت کے لیئے دلیر، انگریزوں کی قوت تسلط پر متیقن ”آزاد“ اقوام کی نسبت لبرلوں کے روایات اور چھوٹی چھوٹی قومیتوں کی وصف و خوبی کی طرف سے مشکوک اور ایک عمومیت پسند قوم کی دھاتوں کی چو پال والی سیاسیات کی طرف سے متنغص و بد دماغ ہے، تو پھر تمام مخالفین ساکت ہوگئے مجلسوں اور انجمنوں نے اپنے ناموں میں ”امپیریل“، ”شہنشاہی“ کا طرّہ لگالیا اور ”حریت پسند حامیان شہنشاہی“ شہنشاہی کی شان و شوکت اور فتح کے فخر و مباہات میں ٹوریوں سے بھی گوئے سبقت لیجانے کی فکر میں لگ گئے۔ اُس زمانے کے لوگوں میں سے لارڈ سالسبری نے اتنی زندگی پائی کہ اُس نے یہ اقرار کیا کہ ”ترکی کے معاملے میں ہم نے غلط گھوڑے پر روپیہ لگا دیا تھا“ لارڈ بیکنسفیلڈ نے چند ماہ کے اندر اندر روسی حملے کے متعلق اپنے جوش انگیز بیان کو باضابطہ واپس لے لیا۔

اس کے کام کا ایک نتیجہ یہ باقی رہا کہ اُس نے بسمارک کو معاملات بلقان میں حکم بننے کی دعوت دی تھی مگر موتمر کے بعد جرمنی کل یورپ کی حکم بن گئی، اور اس کی سفارتی طاقت اپنے انتہائی عروج پہ پہنچ گئی، اسے انگلستان کی دوستی اور آسٹریا کے امتنان دونوں باتوں کا اطمینان ہوگیا تھا۔ پلیوی کی پہاڑیوں کے پہلو میں شہنشاہ فرانسس جوزف کے نام کے علامات منقوش ہونے سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ آسٹریا، جرمنی کی مدد و تائید سے اس دہلیز کی طرف قدم بڑھا رہی تھی جو سلونیکا سے ملی ہوئی ہے۔ روس نے قسطنطنیہ میں داخل نہ ہونے کا اقرار کیا تھا مگر وہ دیکھ رہا تھا کہ آسٹریا اس کی بہ نسبت بحر روم سے زیادہ قریب ہوگئی ہے اور بحر مذکور کی جانب خود اس کے راستے میں وہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں حائل ہوگئی ہیں جن کا عدم و وجود آس پاس کی سلطنتوں کی سازشوں پر ہے۔ حرص وطمع اور مایوسیوں نے یورپی طاقتوں کو ایک نئی ترتیب میں صف آرا کردیا۔ روس کو جب برلن میں بیوقوف بننا پڑا، تو وہ ٹیوٹنی وسلافی شہنشاہان ثلاثہ کے غیر رسمی لیگ سے آہستہ آہستہ باہر نکل آیا، اور اس طرح یہ اتفاق ٹوٹ گیا، اور زار کی اس کنارہ کشی کی وجہ سے بقیہ دو شہنشاہیاں ایک دوسرے کی حلیف ہوگئیں۔ اپنی عیارانہ تدابیر سیاسیہ سے بسمارک نے اطالیہ کو
۱۸۷۹ بھی اس ٹیوٹنی نظام کے اندر کھینچ لیا اور اس کے موروثی دشمن آسٹریا کے ساتھ اسے متحد کرکے "حالفۂ ثلاثہ" مرتب کردیا، اس محالفے نے تیس برس سے زائد تک ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک مشرقی و مغربی یورپ کے درمیان ایک دیوار حائل کردی تھی۔
۱۸۸۳ فرانس و روس ایک دوسرے کی طرف بڑھے اور آہستہ آہستہ مشرق و مغرب کا "محالفہ ثنائی" قائم ہوگیا۔ مرابطۂ یورپ کے بجائے اب محالف یک دگر قوموں کی گروہ بندی کا ایک نظام
۱۸۹۵ قائم ہوگیا ہے، جسکا آخری نتیجہ جنگ کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

اس اثنا میں دول کی یہ نئی گروہ بندیاں، یورپ میں قومی جدوجہد کا التوا اور سیاسی حرص وطمع کا نئے راستوں کی طرف چل نکلنا ان سب سے یہی عیاں ہو رہا تھا کہ قومی مخاطرات، قومی حقوق و دعاوی کی نسبت شہنشاہانہ حقارت، اور دنیا پر تسلط حاصل کرنے کے لیئے وسیع ترین قومی کشاکش کا ایک جدید دور قائم ہو جائے گا۔ موتمر برلن کے بعد ہی ایک پورے برّاعظم کو یورپین طاقتوں کے درمیان تقسیم کر لینے کی وہ حیرت انگیز تجویز ظاہر ہوئی جس کی کوئی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی، یعنی افریقہ کو اہل یورپ نے آپس میں تقسیم کر لیا؛

افریقہ کی تقسیم

اس وقت تک اس "تاریک براعظم" اس پر اسرار و پر خطر سرزمین پر جسے نہ کسی نے قطع کیا تھا اور نہ اس کا کوئی نقشہ بنا تھا، یورپینوں کی نوآبادیاں صرف کنارے ہی کنارے پر تھیں، ہر ملک کے تحقیق کنندے دریائے نیل کے منبع کی جستجو کرنے اور دریائے نائگر کی وادی کا پتہ چلانے میں سرگرم تھے۔ برطانیہ نے برٹن واسپیک کو روانہ کیا تھا، اور ایک ان سب سے برتر شخص ہائلینڈز کے میک کلی کو بھیجا تھا جو ڈیوڈ لونگ اسٹون کے نام سے مشہور ہے، یہ شخص تحقیق کنندہ، ہمدرد بنی نوع انسان، عالم و مبلغ یعنی ہزار برس پہلے کے قدیم کلٹی جہاں گردوں کا ایک سچا نمونہ تھا۔ اس کی شریفانہ دردانگیز داستان نے انگریزوں کے خیالات کو مشتعل کر دیا اور افریقہ کے امکانات پر دنیا کی توجہ منعطف ہو گئی۔ ایک وسیع براعظم جس میں زرخیز غیر مزروعہ قطعات پڑے ہوئے تھے اس سے یورپ کو روئی اور غلے کے حصول کی توقع ہو گئی۔ ربر اور ہاتھی دانت کی فراواں دستیابی نے تاجروں کو اس جانب مائل کر دیا، اور غلامی کے دردناک حالات اور کافروں کے بڑے بڑے گروہوں کو مسیحیت میں داخل کرنے کی آرزو نے مبلغین میں حرکت پیدا کر دی بدبروں، تاجروں، مبلغوں اور سائنس دالوں کی ایک مستشار بروسلز میں لیوپولڈ دوم کے تحت میں، جمع ہوئی، اور اس نے ۱۸۷۶

ایک بین الاقوامی انجمن کی بنا ڈالی جو "اس ترقی یافتہ صدی کے حسب حال جہاد جاری کرے" (جا بہ جا) مجلسیں قائم ہوگئیں اور فرانس، جرمنی اور بلجیم سے مہمیں روانہ کی گئیں۔ دفعتہً یہ خبر آئی کہ انسانی و طبیعی خطرات سے مقابلہ کرتا ہوا، ہنری اسٹینلی برِاعظم کے ایک سرے سے دوسرے تک پہنچ گیا ہے، اور دریائے کانگو کی وسیع وادی کا حال اب پہلی مرتبہ دنیا کو معلوم ہوا ہے، یہ دریا ایک ایسی وادی سے گزرتا ہے جو کسی سمندر کی یادگار ہے۔ ہنری کے مارسیلز میں اترتے ہی شاہ لیوپولڈ کے قاصد اس سے ملے اور بادشاہ کے لئے اس کی خدمات حاصل کر لیئے۔ وہ بادشاہ کے ایلچی کی حیثیت سے ۱۸۷۸
بنی نوع انسان کے ساتھ ایک بڑی ہمدردی کے کام پہ روانہ کیا گیا، اس کام نے بعد میں کانگو کی بین الاقوامی انجمن کے نام سے شہرت حاصل کی۔ جو لوگ آیندہ کی پُرصعوبت حالت کو پہلے سے سمجھتے تھے، ان کے خیالات غلط طور پہ ظاہر کیئے گئے اور ان پر اعتراضات ہونے لگے۔ نامعلوم دولت کے کشف و حصول کے تجاویز کے ساتھ ساتھ "افریقہ کے لیئے سر توڑ دوڑ،، شروع ہوگئی۔ فرانس نے اپنی مشرقی نوآبادیوں کی جانب سے دریائے کانگو کی وادی کو اپنے اقتدار میں رکھنے کی کوشش کی مگر فرانس کے شریف ترین افریقی متجسس ڈی پیرپرا کو اسٹینلی کی مہارت کی وجہ سے دریائے مذکور کے شمالی ساحل پر رک جانا پڑا۔ پرتگال نے صدیوں پہلے سے اس دریا کے دہانے کے قریب قدم جمائے ہوئے تھے، اب اس نے ان ممالک کا دعوی کیا جو اس کی قلمرو کے مشرقی ساحل کی جانب برِاعظم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلے ہوئے تھے، اور برطانیۂ عظمی کے ساتھ ایک معاہدے پہ دستخط کر دیئے جس سے اینگولا اس کے لیئے محفوظ ہوگیا اور لیوپولڈ کی انجمن کو سمندر سے منقطع ہو جانا پڑا۔ یہی پہلا موقع تھا کہ جرمنی نے یورپ کے حکم کی حیثیت سے استعماری معاملات میں باضابطہ مداخلت کی۔

اس نے اس اعتراض میں فرانس و ممالک متحدہ امریکہ سے بھی سبقت کی کہ انگلستان نے "محبان بنی نوع انسان" کے راستے میں رکاوٹ پیدا کر دی ہے اور برلن میں دول کے ایک منشار کے انعقاد کا مطالبہ کیا۔ اب صرف دریائے کانگو کی وادی ہی کا مسئلہ زیر بحث نہیں تھا بلکہ کل براعظم کی قسمت معرض بحث میں آگئی تھی۔ افریقہ کے بیرونی حدود کے ہر طرف یورپین طاقتوں نے پہلے ہی سے اپنے اپنے حقوق پیدا کر لیئے تھے اور آگے بڑھنے کے لیئے محل وقوع پر قابض ہو گئے تھے۔ انگلستان نے جنوب و شمال دونوں جانب سے اس معاملے میں سبقت کی۔ محمد علی پاشا کی سعی سے مصر نے گونہ خود مختاری حاصل کر لی تھی اور نہر سویز کے افتتاح سے انگریزی تجارت کے لیئے وادی نیل کی اہمیت بہت بڑھ گئی تھی۔ پامرسٹن نے ۱۸۵۷ء میں لکھا تھا کہ "ہمیں مصر سے تجارت کرنے کی ضرورت ہے مگر ہمیں اس کی حکمرانی کے بوجھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے" لیکن اب یہ بوجھ اٹھا لیا گیا ہے۔ جنگ امریکہ کے دوران میں انگریزی کارخانوں کو روئی مہیا کرنے سے مصر کو ایک طرح کی فوری خوشحالی حاصل ہو گئی تھی مگر اس کی نئی حاصل شدہ دولت کو خدیو اسمٰعیل پاشا ایشیائیوں کی سی فضول خرچیوں میں غارت کر رہا تھا۔ قومی قرضہ بہت سرعت کے ساتھ بڑھ گیا تھا۔ انگلستان و فرانس میں قرضے جاری کیئے گئے مگر سود کی ادائی اس وقت تک نہیں ہوئی جب تک کہ ان دونوں سلطنتوں نے ملک کے نظم و نسق اور مالیات پر اپنا اقتدار نہ حاصل کر لیا، لیکن واقعات نے بہت جلد یہ ظاہر کر دیا کہ یہ انتظام ناقابل عمل ہے، ایک زوال پذیر خدیو کی فضول خرچیوں نے کسانوں کو تباہ کر دیا تھا اور قرض خواہوں کے تباہ کرنے کے آثار بھی نمایاں تھے۔ غلط حسابات شائع کیئے جاتے تھے، آمدنی کے وسائل کا اخفا کیا جاتا تھا، موتمر برلن کے موقع پر بیکنسفیلڈ، بسمارک کی اس پیشکش کو نظر شک سے

مصر میں انگریزوں کا ورود

دیکھتا تھا کہ انگلستان اگر مصر کو ملحق کر لے تو اغماض سے کام لیا جائے گا۔ محمد علی کے وقت سے سلطان کا اقتدار شاہی محض نام کو رہ گیا تھا مگر اب اسی اقتدار سے کام لے کر اسمٰعیل پاشا معزول ۱۸۷۹ء
کیا گیا اور توفیق پاشا ایک ایسی فلاکت زدہ سلطنت پر متمکن ہوئے جس کی نصف آمدنی قرض خواہوں کے حق میں مکفول ہو چکی تھی، ملک کے لوگ ستم رسیدہ و بددل تھے، فوج کو تنخواہ نہیں ملتی تھی۔ عربی پاشا کے زیر ہدایت ایک قومی تحریک پیدا ہوئی، جو ایک حد تک ترکی کے اور ایک حد تک ان بے شمار عہدہ داروں اور دلالوں کے خلاف تھی جو فرانس و انگلستان کی نگرانی کی خدمت انجام دے رہے تھے، عربی نے ایک ادنیٰ حالت سے ترقی کر کے وزیر جنگ اور پاشا ہو گیا تھا، بغاوت مصر ۱۸۸۲ء
فوج کے بددلوں کی اعانت سے اس نے کسی نہ کسی طرح ایک ایوان قائم کیا اور جمہوریت کے تجاویز پیش کئے، مگر جب اس نے موازنۂ مالی پر ہاتھ ڈالنا چاہا اور قرضے کی حالت خطرے میں پڑ گئی تو پھر قرض خواہوں نے عملی کارروائی کا مطالبہ کیا۔ سلطان کو ترغیب دی کہ ایک سست سا وفد مصر کو بھجوایا گیا، اور انگریزی و فرانسیسی جہاز ساحل کے قریب لنگر انداز ہو گئے، دوسری طاقتوں نے ایک موتمر کی تجویز پیش کی مگر عربی پاشا نے توپخانے تیار کر لئے تھے اور غیر ملکیوں کے خلاف عام تنفر نے اسکندریہ میں حملے کی صورت اختیار کر لی۔ سلطان نے نہ تو خود انتظام کرنے کا فیصلہ کیا اور نہ دول کے ان نمائندوں کو آزادانہ کارروائی کی اجازت دی جو قسطنطنیہ میں جمع ہوئے تھے، جب برطانوی رعایا کے تحفظ کا شور بلند ہوا تو گلیڈسٹون نے اس کے آگے سر جھکا دیا اور برطانی امیر البحر نے یہ دیکھ کر کہ اس کے جنگی جہازوں کو دھمکی دی جا رہی ہے قلعوں کی حوالگی کا مطالبہ کیا اور اسکندریہ پر گولہ باری کر دی۔ وزیر اعظم پر بہت سختی کے ساتھ اعتراضات ہوئے اور اسے نہایت رنج ہوا کہ برائٹ وزارت سے علحدہ ہو گیا، مگر جب عربی پاشا کی فوج نے

شہر پر آتشباری کی اور انبوہ عوام نے شہر کو اچھی طرح لوٹا تو پھر یہ سب اعتراضات رہ گئے۔ فرانسیسیوں کے الگ ہوجانے کی وجہ سے انگلستان نے تنہا کارروائی کی۔ فرانسیسی نہر سویز کی حفاظت میں مدد دینے پر آمادہ تھے مگر مداخلت میں شریک ہونے سے انکار کرتے تھے۔ دوسرے بقیۃ دول نے اس کارروائی پر اعتراضات کیئے مگر وولزلی کی سرکردگی میں، ایک انگریزی مہم نے بمقام تل الکبیر مصری فوج کو بالکل پامال کر دیا اور دول کو اور زیادہ برافروختہ کرنے کیلئے وولزلی نے نہر سویز ہی کو اپنا معسکر بحری بنا لیا۔ اس مہم نے جب قاہرہ پر قبضہ کرلیا تو عربی پاشا نے اطاعت قبول کرلی۔ اس پر مقدمہ چلا کر اسے جلاوطن کر دیا گیا اور اب انگلستان نے مصر میں انا ولاغیری کا نعرہ بلند کیا، اقتدار ثنویہ منسوخ کر دیا گیا اور فرانس نے ایک مالی مشیر مقرر کرنے کی تجویز سے انکار کر دیا۔ مصر میں انگریزوں کی حیثیت کی تشریح کرنے کے لیئے ایک گشتی مراسلہ تمام دول کے پاس بھیجا گیا۔ دارالامرا میں، گرینول نے یہ کہا کہ یہ احتلال (قبضہ) اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ ایک پائیدار، مستقل، اور نافع حکومت نہ قائم ہوجائے۔ مگر گلیڈ اسٹون نے یہ پیشین گوئی کردی تھی کہ مصر میں انگریزوں کے اس ورود اول کو بالکل یقینی طور پر یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ "شمال افریقہ کی شہنشاہی کا بیضہ" ہے اور مقدرات نے اسے مجبور کر دیا کہ جس امر کا اسے خوف تھا اسی طرف وہ قدم بڑھائے۔ سوڈان، مصر کی ایک باجگزار ریاست کی حیثیت رکھتا تھا، اور باشی بزوقوں اور دغاکیش پاشاؤں کی بدنظمی کا تختۂ مشق بنا ہوا تھا، یہ ملک مصر سے جنوب جانب دُور تک پھیلا ہوا ہے، یہاں کی زمین کچھ سیر حاصل اور کچھ بنجر ہے۔ یہی ملک غلاموں کی تجارت کی منڈی تھا۔ یہاں ایک مسلمان سرگروہ نے جو خود کو مہدی کہتا تھا آزادی کی جنگ مقدس کا اعلان کردیا،

اور جن بد دل فوجوں نے عرابی پاشا کے ساتھ ہو کر جنگ کی تھی
وہ اب اس کی شریک ہو گئیں۔ مصر کی بیرونی چوکیوں کی حفاظت
کے لیئے خدیو نے ایک انگریز ہکس پاشا کے تحت میں ایک ناکافی جنگ س…
فوج روانہ کی۔ ہکس پاشا کو امید تھی کہ انگلستان سے مدد بھیجی جائیگی ۸۸۳
گریڈسٹون نے اس مہم کو روکا تو نہیں لیکن اس یقینی تباہی کی ذمہ داری
لینے سے بھی انکار کر دیا۔ دوسرے سرگروہوں کے تحت میں مزید نقصانات
اٹھانے کے بعد یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ اس "لاحاصل قبضہ" کو ترک
کر دیا جائے اور سوڈان سے ان مصری قلعہ نشین فوجوں کو واپس
بلا لیا جائے، جنھیں مذہبی دیوانوں کے گروہوں نے گھیر رکھا ہے۔ ۱۸۸۴
اس صبر شکن کام کا قرعۂ فال جنرل گارڈن کے نام پڑا جس نے
اس سے قبل خدیو کی جانب سے اس صوبے پر حکمرانی کی تھی اور بڑے
جوش کے ساتھ غلاموں کی تجارت پر اعتراضات کیئے تھے۔ اس کی
ذات ایک ولی اور ایک جنگجو کے صفات کی عجب مجموعہ تھی۔ ایک ایسے شخص کے
تقرر سے جس کی مرتاضانہ پابندی مسیحیت کے باعث دوست قبائل کی دوستی میں
فرق آجانا اغلب تھا جو اشتباہات پیدا ہوئے تھے وزارت نے انھیں
بالائے طاق رکھ دیا۔ دوسرے روز گریڈسٹون نے یہ کہا کہ "آیا تمھیں یہ یقین
ہے کہ ہم نے ایک سخت غلطی کا ارتکاب نہیں کیا ہے"۔ خرطوم کے
راستے میں گارڈن کو خدیو کی طرف سے بے ربط ہدایات ملتے رہے،
خدیو سوڈان کو اپنے قبضے میں رکھنے کے خیال سے دل خوش کر رہا
تھا اور اُس نے "تا وقت ضرورت" گارڈن کو گورنر جنرل مقرر کر دیا
تھا۔ گارڈن کی پرجوش طبیعت نے اسے صراط مستقیم سے ہٹا دیا۔
مرکز حکومت سے دور ہو کر اس نے اپنی نیت بدل دی۔ اُس نے
پہلے سوڈانیوں سے یہ کہا تھا کہ ملک کے خالی کر دینے کا ارادہ ہے،
اب وہ "مہدی کی سرکوبی" کا ذکر زبان پر لانے اور ملک کے
دوبارہ فتح کر لینے کا خواب دیکھنے لگا۔ اس نے اپنی جانشینی کے لیئے

ایک گورنر (والی) کا انتخاب کیا۔ جو ایک قابل حکمران تھا مگر اسکے ساتھ غلاموں کی تجارت کرنے میں بھی بدنام تھا۔ انگلستان کی وزارت کے اندر سخت اختلاف واقع ہو گیا بعض وزرا گارڈن کو واپس بلا لینا چاہتے تھے اور بعض اس کی تجویز کے موید تھے۔ دفعۃً یہ خبر آئی کہ عربوں کے غول نے خرطوم میں گارڈن اور اس کی فوج کو گھیر لیا ہے۔ وزارت اب اس بحث میں پڑی کہ اسے مدد بھیجنی چاہیئے یا نہیں، دوسری طرف وزارت کے فوجی مشیر اس مدد کے وقت، اسکی قوت، اور اس کے راستے کی نسبت باہم متفق نہ ہو سکے۔ وزرا کی آرام طلبی کبھی اس حد کو نہیں پہنچی تھی اور کبھی کسی خارجی حکمت علی کے تصفیے کے متعلق اس درجہ کانٹوں میں الجھنا نہیں پڑا تھا۔ سال کے اختتام کے قریب وولزلی کو ایک فوج دیکر مدد کے لیئے روانہ کیا گیا، مگر خط استوا کی گرمی، پانی کی کمیابی اور باربرداری کے مشکلات کے مقابلے میں عزم و شجاعت کچھ کام نہ آئی۔ درویشوں نے انھیں پریشان کیا اور اتفاقات وحوادث سے تاخیر ہوتی گئی۔ اُدھر خرطوم میں سیکڑوں نذر اجل ہو چکے تھے، سیکڑوں فاقہ کشی میں مبتلا تھے اور سیکڑوں ترک رفاقت کے لیئے تیار بیٹھے تھے۔ اس کے ساتھ ہی وسائل مدافعت بھی ۱۸۸۵
ختم ہوا چاہتے تھے۔ شہر پر دھاوا کر کے قبضہ کر لیا گیا اور گارڈن قتل ہو گیا۔ بہت کم واقعات ایسے ہوئے ہوں گے جنھوں نے انگریزی قوم کے دلوں میں وہ تلاطم پیدا کیا ہو جو اُس فقید المثال سرگروہ کی آخری تنہائی اور اس کی پراسرار موت سے برپا ہوا، جس کی پرجوش ہمدردی نے مصریوں اور خود اس کے ملک والوں کی نگاہوں میں اسے ایک حیرت انگیز ہیرو بنا دیا تھا۔ تمام شہنشاہی غصہ و ذلت کے تلخ شور سے گونج اٹھی۔ کئی برس تک مہدی اور اس کے جانشین کے ظفرمندانہ انبوہ افواج کے مقابلے میں جنوب کی طرف بڑھنے میں کامیابی نہیں ہوئی مگر انگلستان نے مصر پر اپنا پنجہ مضبوطی سے جمائے رکھا

تا آنکہ جب اس خبر کے موصول ہونے پر کہ **گلیڈ اسٹون** کے بجائے لارڈ سالسبری وزیر اعظم ہو گیا ہے۔ مصر کے برائے نام بادشاہ سلطان روم کی ہمت افزائی سے یہ عام آوازہ بلند ہوا کہ "مصر مصریوں کے لئے ہے" (اس وقت بھی یہ گرفت ڈھیلی نہ ہوئی)

انگریز جنوبی افریقہ میں — شمالی افریقہ کی طرح، جنوبی افریقہ میں بھی **گلیڈ اسٹون** کو چار ناچار ایک ایسی شہنشاہی حکمت علی کا وارث بننا پڑا جس نے لبرل فریق کو پریشان کر دیا، انگریز اس سے پہلے ہی اپنے مشرقی ساحلی حدود کو کیپ کالونی سے بڑھا کر نیٹال تک پہنچا چکے اور دریائے آرنج سے گزر کر مغربی گریکوالینڈ

۱۸۷۱ کے معادن الماس کو منضم کر چکے تھے۔ اُدھر سیسل روڈز کا ورود فتح ممالک کے نئے تجاویز کی بشارت اپنے ساتھ لایا، انگریزی اور ڈچ صوبوں کی متفقیت کی تجویز ہوئی مگر اس میں اس وجہ سے دشواری پیش

۱۸۷۴ آ گئی کہ کیپ کالونی اپنی نئی نئی حکومت پر نازاں تھی اور ٹرانسوال کو اپنی تجارتی آزادی کا خیال تھا۔ ۱۸۶۸ء میں ٹرانسوال نے خلیج ڈلیگوا کو ملحق کر لیا تھا، اور جب جمہوریہ فرانس کے رئیس کی تحکیم کے موافق ڈلیگوا پرتگالیوں کی قسمت میں آ گیا، تب بھی بوئروں نے پرتگال سے معاہدہ کر کے سمندر کی طرف ایک ایسا منفذ پیدا کر لیا جو برطانی حکومت سے باہر تھا، مگر ٹرانسوال کے ذرایع مدافعت کمزور تھے، حکومت میں فرقہ بندیاں تھیں، مالی حالت ابتر تھی اور جب جنوبی افریقہ کی متفقیت کا وجود میں آنا قریب الوقوع معلوم ہونے لگا تو بوئروں کی ایک قلیل جماعت اتحاد کی طرفدار ہو گئی۔ ان کی آواز بڑے ذوق شوق کے ساتھ کل جمہوریت کی آواز قرار دیدی گئی۔ اور بیکنسفیلڈ کی شہنشاہی حکمت علی کی تابعیت

۱۸۷۷ میں، اس کی حکومت نے ٹرانسوال کو ملحق کر لیا اور اس کی مدافعت کی ذمہ داری پھر برطانیہ کے سر آ پڑی، مگر انگریزی حکومت سے ڈچوں کا عناد کسی طرح کم نہیں ہوا تھا اور نہ دیسیوں کے مسئلے میں انگریزی مداخلت کی جانب سے ان کی بے اعتقادی میں کسی طرح فرق آیا تھا۔ انگریزی مبلغین

اور ہمدردان بنی نوع انسان کے مشوروں سے بوئر متنفر ہو گئے۔ وہ اپنی ہر طرف سے منقطع زراعتگاہوں اور گرد کے قبائل کے خطرات کو خود ہی اچھی طرح سمجھتے تھے اور اپنے نوکروں سے گینڈے کے چمڑے کے کوڑوں سے کام لینا جانتے تھے۔ اس الحاق کو رنج و غصہ کے ساتھ کسی حد تک منظور کر لینے کا باعث صرف یہی تھا کہ شاہ سیٹوایو کے تحت میں قوم زولو کی طرف سے فوری خطرہ درپیش تھا اور نیٹال و ٹرانسوال دونوں اس کی زد میں تھے۔ کیپ کے گورنر سر بارٹل فریر نے سیٹوایو سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنے ان وحشی غولوں کو منتشر کر دے جن کے یہاں مناکحت اس وقت تک جائز نہ تھی جب تک کہ ان کی برچھیاں خون میں نہا نہ لیں۔ زولو سردار نے اس کا جواب تک دینا گوارا نہ کیا۔ پس برطانوی فوج نے فوراً ہی زولولینڈ پر حملہ کر دیا مگر انگلستان سے کسی قسم کی کافی امداد نہیں بھیجی گئی اور بہت سے بوئر جو بیدل سے تھے وہ بھی رُک گئے۔ فوج کا سپہ سالار لارڈ چمسفورڈ جنوب افریقہ کے طریق جنگ سے ابھی ناآشنا تھا۔ اس نے اپنی فوج کو منقسم کر دیا، اسکی سراغ رسانی کا انتظام ناقص اور اس کی لشکرگاہ غیر محفوظ تھی۔ اس کی افواج میں سے ایک فوج اسینڈہلوانا میں بالکل نیست و نابود کر دی گئی اور نیٹال صرف رارک ڈرفٹ (چشمہ رارک) کے بہادرانہ مدافعت کی وجہ سے بچ گیا، جہاں براہیڈ و چارڈ دو لفٹنوں نے اسی آدمیوں کے ساتھ بالو کی بوریوں اور خالی پیپوں کی باڑھ بنا کر زولو فوج کو روکے رکھا۔ لیکن سر گارنٹ وولزلی کے انگلستان سے کمک لیکر آنے کے قبل ہی چمسفورڈ، الینڈی میں زولوؤں کو شکست دے چکا تھا۔ ان کا ملک تقسیم کر دیا گیا اور پریٹوریا میں وولزلی نے فاتح کی حیثیت سے ٹرانسوال کے شاہی نوآبادی ہونے کا اعلان کر دیا، اس پر زور و خود مختار جمہوریت کے لئے ہر طرح کی نیابتی تنظیمات سے انکار کر دیا، اور اس اعلان کے ساتھ ایک انگریزی حکومت قائم کر دی کہ جب تک آفتاب روئے زمین پر

چمکتا ہے اور دریا سمندر میں گرتے ہیں اس وقت تک برطانی اقتدار یہاں قائم رہے گا لیکن جنگ زولو کے دوران ہی میں ڈچ سینڈریور کی مجلس کی طرف رجوع اور اپنی خود مختاری کا مطالبہ کر چکے تھے۔ انھوں نے گلیڈسٹون کے برسر اقتدار ہو جانے کا انتظار کیا کیونکہ اس نے اپنی مہم مڈلوتھین کی تقریروں میں بیکنسفیلڈ کے ٹرانسوال کو ملحق کر لینے کے متعلق لعن طعن کی تھی اور بوئر اس سے یہ خیال کرتے تھے کہ اس نے
۱۸۸۰ ان کی کامل آزادی کا اقرار کر لیا ہے مگر جب لبرل منقیت کی تجویز میں لیت و لعل کرنے لگے اور دیسیوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے معاملے میں تذبذب میں پڑ گئے تو بوئروں کا پیمانۂ صبر لبریز ہو گیا۔ انھوں نے جمہوریت کا علم بلند کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور اپنے سپاہیوں کو مسلح ہو جانے کا حکم دیدیا۔ وزارت نے اپنے اقرار کو واپس لے لیا اور حکومت خود اختیاری کو اس وقت تک کے لیئے ملتوی کر دیا جب تک کہ وہ ملک کے اقتدار کو بزور تسلیم نہ کرا لے۔ پھر ایک مرتبہ ایک صلح جو فریق کشاں کشاں جنگ میں مبتلا ہو گیا۔ بوئروں کی طاقت کا اندازہ کم کیا گیا، سر جارج کالی کی فوج ناکافی تھی اور اس کی ذاتی شجاعت و بسالت مصیبت کو پلٹ نہیں سکتی تھی۔ بوئروں کی کچھ جماعتوں نے انگریزوں کی قلعہ گیر فوجوں کا محاصرہ کر لیا، اور بقیہ نے نیٹال پر حملہ آور ہو کر مقام لینگ نک میں امدادی فوج کو پسپا کر دیا۔ ایک مہینے بعد کوہ مجوبا کی تاخت میں
۱۸۸۱ کالی مارا گیا اور اس کے سپاہیوں کو دو سو بوئروں کے ایک دستے نے شکست دیدی۔ یہ تباہی فوجی حیثیت سے اگرچہ ایک خفیف سی بات تھی مگر اس کے سیاسی نتائج بہت ہی اہم ہوئے۔ ایک ایسی حکومت جس نے اولاً بوئروں کی ہمت افزائی کی اور پھر اُن سے لڑنے کی ٹھان لی، اسے صلح کرنا پڑی۔ گلیڈسٹون تقریر کرنے میں جیسا باعظمت تھا کام کرنے میں ویسا ہی زبون تھا، بظاہر قوت کے مقابلے میں اس طرح سر جھکا دینے سے بوئروں کی ہمت بڑھ گئی اور اہل برطانیہ کا غصہ بھڑک اُٹھا۔

وزارت اور ٹرانسوال دونوں جگہ تلخ و تند مباحثات ہونے کے بعد حکومت خود اختیاری عطا کر دی گئی مگر غیر ملکی معاملات کی نگرانی تاج کے لئے محفوظ رکھی گئی اور ایک ریزیڈنٹ، پریٹوریا میں مقیم کر دیا گیا۔ تین برس بعد لنڈن کی مجلس عارضی نے "جمہوریہ جنوبی افریقہ" کا نام بحال کر دیا اور ۱۸۸۴ء "اقتدار شاہی" کا لفظ حذف کر دیا گیا۔ بوئروں میں اپنی ذات پر نیا اعتماد پیدا ہو گیا تھا اور اسی بنا پر وہ متفقیت کی ان تجاویز کے خلاف ہو گئے جو کیپ کالونی کے ڈچوں نے اپنے (معاہدۂ افریقی) میں پیش کئے تھے۔ شہنشاہی کے تمام تجاویز کے بالمقابل وہ بجان و دل اس چھوٹے سے ملک کے ساتھ وابستہ رہے جسے انھوں نے سینہ سپر ہو کر بچا لیا تھا اور اُن سے جس طرح بھی ہو سکا اس بے فیض سرزمین میں اپنی گزر اوقات کا سامان مہیا کرتے رہے۔

جرمانی و فرانسیسی استعمارات

اسی دوران میں ایک رقیب سلطنت انگریزی حدود کے قریب پہنچ گئی تھی، گزشتہ دس برس سے جرمنی اپنے کچھ لوگوں کو بطور بدرقے کے افریقہ روانہ کر رہی تھی۔ بسمارک اس وقت تک غیر ملکی مبادرات کے خلاف تھا وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ "معاہدوں کے ذریعے سے کوئلہ رکھنے کے مقامات حاصل ہو جائیں" مگر اب ایک استعماری فریق کی ترقی نے اسے اپنی روش کے بدلنے پر مجبور کر دیا۔ جرمانی تاجر ڈیمیرالینڈ میں داخل ہو گئے، برطانوی اس ملک کو اپنے حلقۂ اثر میں سمجھتے تھے مگر انھوں نے اپنے قبضے کو موثر بنانے کے لئے کوئی کارروائی نہیں کی تھی، مگر اب جرمانیوں کی مستعدی سے اور بوئروں کے ساتھ ان کے اتحاد پیدا کر لینے کی سازشوں سے خوفزدہ ہو کر کیپ کالونی نے (جس نے حال ہی میں حکومت خود اختیاری پائی تھی) خلیج ویلفش پر قبضہ کر لیا لیکن ڈاوننگ اسٹریٹ نے اعتنا نہ کی اور اندرون ملک کو جرمانیوں کے قدم بڑھانے کے لئے چھوڑ دیا۔ جرمانی چپکے ہی چپکے اور قریب کھسک آئے اور خلیج اینگرا پیکوئنا پر قابض ہو کر ایک قطعۂ زمین

کو بھی بطور حد فاصل کے لے لیا۔ جس سے کیپ کالونی اور دریائے آرینج کے جنوب کے اطراف محدود ہو گئے۔ اس سے ایک جدید نازک شہنشاہی مسئلہ پیدا ہو گیا۔ نو آبادیاں صرف وزارت استعماری کے توسط سے اعتراض کر سکتی تھیں، اور بسمارک نے وزارت خارجہ کے سوا (جس نے یہ مراعات کی تھی) اور کسی محکمہ کے ساتھ مراسلت کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا کہ "انگلستان، افریقہ میں دوسری قوموں کی ہمسائگی کے خلاف ایک طرح کا اصول منرو قائم کر رہا ہے۔" مجلس وزرا اور دفتر خارجہ لندن میں بیٹھکر نو آبادیوں کے معاملات کے متعلق جو بین الاقوامی قراردادیں مرتب کرتے تھے ان کے خطرات کی نسبت اس مسئلے سے ایک سخت انتباہ حاصل ہو گیا گلیڈ اسٹون نے جرمنی کو ایک استعماری طاقت کی حیثیت سے لبیک کہا اور "اسے مذہبی اہم مقاصد کے انجام دینے میں اپنا شریک وسہیم قرار دیا۔" گرنویل، سوڈان کے نازک مسئلے میں پھنسا ہوا تھا، اسے جرمانیوں کے "استعماری مقبوضات حاصل کرنے پر ذرا بھی رشک وحسد نہیں تھا۔" مصر کے پرامن قبضہ اور جرمانیوں کی خیرسگالی کے معاوضے میں ساحل کا ایک بنجر سا ٹکڑا دیدینا ایک بے حقیقت سا معاوضہ معلوم ہوتا تھا، مگر کیپ کالونی کے لوگ اسے دوسری ہی نظر سے دیکھتے تھے، وہ یہ دیکھتے تھے کہ جرمانی جب بڑھیں گے تو وہ بالکل ہی ان بوئروں سے ملجائیں گے جو دریائے ہارٹس سے گزر کر مغرب کی جانب بڑھ رہے تھے جب یہ افواہ پھیلی کہ ساحل زولو کی طرف جرمانیوں نے خلیج پر قبضہ کر لیا ہے تو ایک کروزر (گرد آور جہاز)، برطانوی علم نصب کرنے کے لیئے روانہ کیا گیا۔ اس خبر سے کیپ والوں کا انتشار اور بڑھ گیا، کہ ان کی سرحدوں پر ماہر جرمانی گماشتے اپنی کارستانیوں میں سرگرم ہیں اور دیسی سردار اور وہ برطانوی قنصل جو انکی خاطر مدارات

کرتے ہیں دونوں انکی فریب کاری کا تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں۔
مغربی ساحل کی طرف جرمانی، کیمروں اور ٹوگولینڈ میں دخیل ہوکر
فرانس و انگلستان کے درمیان حائل ہو گئے تھے، ۱۸۶۰ء کی ۱۸۸۴
ایک تجویز کی متابعت میں وہ ایک نوآبادی قائم کرنے کے لئے
بمقام زنجبار مشرقی ساحل میں داخل ہو گئے اور چند سال کے اندر اندر
فخریہ کہنے لگے کہ "افریقہ کی بڑی پڈنگ پر جرمنی کی سیاہ مرچیں
چھڑکی ہوئی ہیں"۔ فرانسیسی سنیگال سے، دریائے نایگر کی طرف
بڑھے اور صحرا کو عبور کرکے شمال مغربی افریقہ کو اپنی قلمرو میں
داخل کرلیا تھا۔ خلیج شاڈ کی جانب سے انکا راستہ سوڈان اور
مغربی ساحل کی انگریزی نوآبادیوں کی طرف کو کھلا ہوا تھا، اور ابلنگھی کی
طرف سے وہ دریائے کانگو کے وادی میں داخل ہو سکتے تھے۔

برلن بسمارک نے جس وقت برلن میں مستشار طلب کی ہے اُسوقت
متضاد اغراض کے تصادم باہمی کی کیفیت وہی تھی جو اوپر مذکور ہوئی۔
دول نے اپنے دعاوی کے تعین پر اتفاق کیا اور "جائز و حسب قانون الحاق"
کے لیئے قواعد مرتب کیئے اور اس کے ساتھ (حد فاصل) اور (جہاں
الحاق کی ضرورت نہ ہو وہاں) "حلقہائے اثر" کے نئے مسلمات
قرار دیئے، اور آزادانہ تجارت اور بڑے بڑے دریاؤں میں آزادانہ جہاز رانی
کے لیئے قواعد متعین کیئے۔ کانگو کی بین الاقوامی انجمن کو وسطی افریقہ
میں، وہ وسیع مملکت جسکا وہ مطالبہ کر رہی تھی، اس شرط کے ساتھ
باضابطہ دیدی گئی کہ تجارت کے لیئے اجاروں کی اجازت نہ ہوگی،
اور غلامی کو اُٹھا دیا جائے گا۔ برلن کی اس قرارداد پر دستخط ہوئے
دیر نہیں ہوئی تھی کہ شاہ لیوپولڈ نے یہ اعلان کردیا کہ اسٹینلی نے
جو زمینیں ملحق کی ہیں وہ لیوپولڈ کی ذاتی ملک ہیں اور کانگو فری اسٹیٹ (آزاد سلطنت کانگو)
اس کے تنہا اقتدار شاہی کے تحت میں ہے۔ مستشار برلن کے
موضوعات و مسلمات حصول غنیمت کی عیارانہ تگ و دو میں پادرہوا ہو گئے

اور "ہمدردی انسانی کی جہد عظیم" کا انجام یہ ہوا کہ حصول مقبوضات کی دوڑ میں کسی بات کا بھی خیال نہ رہا۔

افریقہ کی تق

یورپ کی قومیں **افریقہ** میں بے تحاشا کود پڑیں۔ جو متجسس تھے وہ فاتح بن گئے اور بیس برس کے اندر **یورپ** نے عاجلانہ تیز گامی کے ساتھ ایک پورے برّاعظم کے حصے بخرے کر لیئے اور اپنی موہوم سرحدوں کو غیر معلوم حدود تک پہنچا دیا تا آنکہ تقسیم کے لیئے کچھ باقی نہیں رہا بجز اس کے کہ کمزور تریں فاتحوں کو نقصان پہنچا کر ان سے کچھ چھین لیا جائے۔ **جرمنی** اس انتشار سے ایک استعماری طاقت بن کر نکلی جو **کیمبرون** اور **ٹوگولینڈ** کی مالک تھی، مشرقی **افریقہ** میں ایک نوآبادی کی حفاظت کے لیئے منشور شہنشاہی اس کے ہاتھ میں تھا اور جنوب مغربی **افریقہ** میں پہلے ہی اس کے قدم جم چکے تھے۔ **فرانس** کو ایک مربوط و ہمجنس قطعہ پر تسلط حاصل ہو گیا جس کی وسعت ممالک متحدۂ امریکہ کے رقبے سے دس لاکھ میل زیادہ ہے یہ قطعۂ ارض **الجیریا** (**الجزائر**) اور **ٹیونس** (**ٹونس**) سے **کانگو** تک اور **سینیگال** سے **بحر الغزال** تک پھیلا ہوا ہے۔ **پرتگال** نے **جرمنی** و **فرانس** کے استمزاج سے دریائے **زمبیسی** کے تمام علاقہ جات ملحقہ کا دعوے کیا تاکہ وہ جنوبی **افریقہ** میں **موزنبیق** سے **انگولا** تک اپنی شہنشاہی قائم کر سکے مگر **انگلستان** نے اسے روا نہیں رکھا۔ **اطالیہ** نے اپنا اثر **بحر احمر** کے ساحل کے آس پاس وسیع کیا۔ **انگلستان** نے اپنی تجارتی کمپنیوں کے متروک طریق کو پھر جاری کیا۔ چنانچہ نائگر کمپنی مغرب کی طرف فرانسیسیوں کے بڑھنے میں مزاحم ہوئی۔ ایک ایسٹ افریکن کمپنی (کمپنی مشرقی **افریقہ**) جھیلوں کے پار اور وادی **نیل** میں جرمنیوں کے بڑھنے میں سد راہ بن گئی۔ اُدھر **سیسل روڈز** نے اپنے بلند بانگ اصول "از **راس** تا **قاہرہ**" کا صور پھونکنا شروع کیا، حامیان شہنشاہی کی صفوں میں یہ غلغلہ پہلے ہی سے بلند تھا، پس (روڈز نے اسی اصول کی بنا پر)

تمام رقیبوں کے علی الرغم زیمبسی پر قبضہ کر لینے کے لیئے "ساؤتھ افریکن کمپنی" یا "چارٹرڈ کمپنی" (کمپنی جنوبی افریقہ یا کمپنی منشور یافتہ) قائم کی۔ بچوانالینڈ ملحق کر لیا گیا، بہت بڑا قطعۂ ارض جو روڈیشا کے نام سے مشہور ہے اس پر بھی قبضہ ہو گیا، اور کیپ کالونی سے کانگو اسٹیٹ تک کے تمام زرخیز وسطی علاقے اپنے تحت تصرف میں لا کر برطانیوں نے بوئروں، جرمانیوں اور پرتگالیوں کی حصول وسعت کی تمام امیدوں کو خاک میں ملا دیا۔ اب

معاہدات تقسیم

یورپی طاقتوں نے اپنے باہمی حدود کو متواتر قراردادوں کے ذریعے سے منضبط کرنا چاہا۔ انگلستان اور منشور یافتہ کمپنی کے ساتھ قبضۂ معاہدات نے جرمنی کو یہ حق دیدیا کہ پرتگال اگر کبھی اپنی نوآبادیوں کے بیچنے پر مجبور ہو تو جرمنی انھیں خرید لے۔ زنجبار اور یوگنڈا کے قبضے کے عوض میں انگلستان نے مدغاسکر پر فرانسیسیوں کی حمیت تسلیم کر لی، اور ہیلگولینڈ، جرمنی کو دیدیا، بسمارک مدتوں سے اس موقع کے حصول کا آرزومند تھا۔ کیل کا اس نے پہلے ہی الحاق کر لیا تھا اور اب وہ نہر بالٹک کا افتتاح کر کے اپنی شہرت میں اور چار چاند لگا دینا چاہتا تھا، اُس نے انگلستان کو یہ طعمہ دیا کہ اس سے روس کو جانے کا ایک آسان راستہ ملجائے گا اور (ہیلگولینڈ کی) اس حوالگی سے باہمی نیک خواہی کو تقویت ہو گی۔ گرینویل نے اسکا خشک جواب یہ دیا تھا کہ جبرالٹر کی حوالگی سے اسپین کے ساتھ ہمارے عمدہ تعلقات مستحکم ہو جائیں گے۔ وہ اس معاملے پر "دوستانہ غور و فکر" کے لیئے رضامند تھا مگر یہ تبادلہ لارڈ سالسبری کے لیئے اٹھا رکھا گیا تھا۔ وزارت جنگ اس مقام کو قبضے میں رکھنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں سمجھتی تھی مگر محکمۂ بحری اس کے محل وقوع کی جنگی اہمیت پر زور دیتا تھا۔ پارلیمنٹ اس مسئلے پر مدتوں بحث مباحثہ کرتے رہنے کے بعد وفعۃً شدید مخالفت کو ترک کر کے رضامندی کی طرف مائل ہو گئی۔ اس معاہدے کے ذریعے سے انگلستان نے یہ حق بھی حاصل کر لیا کہ اسے اپنے

کیپ اور قاہرہ کے ممالک کے ملانے کے لیئے جرمانی سرزمین سے آزادانہ آمدورفت کا موقع دیا جائے گا۔ معہذا اُس نے سوڈان کی سرحد کو کانگو اسٹیٹ اور نیل کے آبشاروں سے ملا دیا۔ یہی معاہدہ تھا جس کی بنا پر انگلستان نے باوجود اس کے کہ فرانس سے جنگ ہو پڑنے کا بالکل یقین ہو گیا تھا، پھر بھی اس فرانسیسی فوج کو فشودا سے نکالنے کا دعوے کیا جو مارچند کی سرکردگی میں اسی مہینے میں وہاں پہنچ گئی تھی جس مہینے میں انگریزوں نے سوڈان کو دوبارہ فتح کیا ہے، خرطوم کی جانب ایک آبشار سے دوسرے
۱۸۹۸ آبشار تک ریل بڑھائی گئی اور جنگ ہائے اتبارا اور امدرمان میں برطانی فوجوں کے ساتھ مصری فوجیں بھی شریک ہو گئیں۔ یہاں درویشوں نے جو ازمنۂ وسطیٰ کی سی زرہ و حریر پہنے ہوئے تھے، انتہائی شجاعت کے ساتھ پے درپے حملے کیئے مگر ہلاکت انگیز میکسم توپوں نے ان کے پرخچے اڑا دیئے اور دو روز بعد برطانی و مصری جھنڈے اس مقام پر لہرانے لگے جہاں گارڈن نے جان دی تھی۔ اس قبضے کے متعلق دُول کے اعتراضات کے جواب میں آزادانہ تجارت اور قرضوں پر سود کی ادائی کا وعدہ کیا گیا اور سوڈان، انگلستان کے زیر حمایت آ گیا۔ اب صرف شمالی ساحل تقسیم کے لیئے باقی رہ گیا تھا، اور مسلسل گفت و شنید کے بعد خود انگلستان نے ۱۹۰۴ء میں اور جرمنی نے ۱۹۱۱ء میں مراکو کو فرانس کے لیئے مختص کر دیا، ۱۸۸۰ء میں لارڈ سالسبری غیر سرکاری طور پر طرابلس کو اطالیہ کی نذر کر چکے تھے، اب ۱۹۰۰ء میں فرانس نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ سوائے حبش کے کوہی حصار کے اب افریقہ میں کچھ باقی نہیں رہ گیا۔ دس بارہ برس کے اندر اندر یورپی قوموں نے اس وسیع برّاعظم کو اپنے خارجی اقتدار شاہی کے حدود میں لے لیا۔ اُس وقت کے اس براعظم کے اغراض سیاسیات یورپ کے حوادث و اتفاقات سے ملکر اسی میں غلط ملط ہو گئے ہیں

اور اہل یورپ کی آپس کی کشاکشی سے جو جنگ بھی پیش آجائے اس کے گرداب میں، ان دور افتادہ و بیخبر اقوام کے پھنس جانے کا خطرہ ہمیشہ لگا رہتا ہے ؛

انگلستان و معاملات خارجہ

فتوحات کی تگ و دو، خفیہ معاہدات، جنگ کے مبہم اندیشے (جن کا اظہار صرف اُس وقت ہوتا تھا جب خطرہ گزر جاتا تھا) ان تمام امور نے انگلستان کے اہل دانش و بینش کو فکر مند بنا دیا تھا، بیجٹ نے لکھا تھا کہ "اگر وزرا اس امر پر مجبور ہوں کہ اپنے غیر ملکی معاہدات کے واجب العمل ہونے کے قبل اسی صفائی کے ساتھ ان کی تشریح کر دیں جس طرح وہ ملکی معاملات کے قانونی صورت اختیار کرنے کے قبل ان کی تشریح و توضیح کرتے ہیں تو خارجی حکمت عملی میں، ہمارا طریق کار زیادہ مردانہ اور زیادہ واضح ہو جائے"؛ اس کا خیال یہ تھا کہ دوسرے ممالک کے باشندے اکثر انگریزوں کے تنظیمات سے حیرانی میں پڑ جاتے، انگریز مدبروں سے پریشان ہو جاتے اور انگریزی اخباروں سے غصے میں آجاتے ہیں۔ یہ تمام پیچیدگیاں اسی طرح رفع ہو سکتی ہیں کہ قوموں کے درمیان علانیہ مباحثے ہوا کریں، لیکن علاوہ بریں کہ اس سے پارلیمنٹی حکومتوں اور مطلق العنان درباروں کے مابین جہاں بحث مباحثے کا دستور نہیں ہے، علانیہ معاملات کے طے کرنے میں بڑی دشواری حائل ہو گی، یہ ایک مزید سوال خود انگلستان کے مقتضائے طبیعت کا ہے، شہنشاہی کے بحر متواج نے اہل انگلستان کو محض عومی خطرے کے احساس سے بلند تر سطح پر پہنچا دیا تھا، اور یورپ کی ترقی سے وہ بالعموم لاپرواسے ہو گئے تھے۔ ان کی نظریں دنیا کے اطراف و اکناف پر پڑ رہی تھیں تیسری دفعہ کے مسودۂ اصلاح کے وقت حکمراں طبقات نے کچھ اندیشہ اس امر کا ظاہر کیا تھا کہ خارجی معاملات کی روانی و تسلسل پر نئی جمہوریت کا مضر اثر پڑے گا اور لفظاً نہیں مگر معنیً یہ قرار پا گیا تھا کہ خارجی حکمت عملی فریقانہ جنگ و جدل سے علحدہ رہے گی اور دونوں جانب کے سرآوردہ ارکان

کے اتفاق آرا سے طے ہوا کرے گی۔ پامرسٹن کے وقت سے
وزرائے خارجہ اکثر دارالامراہی کے رکن رہے ہیں اور یہ دستور
۱۹۰۵ء تک جاری رہا ہے۔ درحقیقت بیرونی معاملات کی کارروائی
پارلیمنٹ کے دائرۂ عمل سے نکال لی گئی تھی۔ ایک ایسی قوم جو اپنی
جزائری طمانیت پر اعتماد رکھتی تھی اس نے اس معاملے پر کچھ خیال ہی نہ کیا
اور یہ معاملہ بالا ہی بالا اس کی دسترس سے نکل گیا۔ اس طریقے میں
عملی سہولت یہ ہوئی کہ قوم صرف وطنی معاملات کی روش کے متعلق
وزرا کو مقرر و برطرف کر سکتی تھی اور غیر ملکی معاملات میں کسی قسم کی
دست اندازی نہیں ہوتی تھی۔ ذمہ داری کی کمی یہ رنگ لائی کہ غیر ملکی معاملات
سے عام بے تعلقی میں اور اضافہ ہو گیا۔ جب پارلیمنٹ کے ایک رکن نے ۱۸۸۶
اپنے طور پر یہ تحریک پیش کی کہ "بغیر پارلیمنٹ کی رضامندی کے جنگ میں
مبتلا ہو جانا، ایسے معاملات کا معاہدہ کرنا جن سے قوم پر اہم ذمہ داریاں
عائد ہوتی ہوں، اور شہنشاہی میں نئے ممالک کا اضافہ کرنا کسی طرح منصفانہ و
عاقلانہ فعل نہیں قرار دیا جا سکتا" تو گلیڈسٹون نے بحیثیت وزیر اعظم
کے ایسے دوررس تغیر کو دارالعوام کی ایک مرتبہ کی رائے پر فیصل کر دینے
سے انکار کر دیا (اور یہ خیال ظاہر کیا کہ) نازک و پیچیدہ مراسلات ساری دنیا
کو دکھا کر نہیں ہو سکتے اور چونکہ ایک خفیہ مجلس کی ہر نوع ضرورت ہوگی
اس لئے خارجی معاملات کو حکومت عاملانہ کے ہاتھ میں چھوڑ دینے کے
سوا کوئی مفر نہیں ہے۔ الحاق کے متعلق اس کی رائے قطعی یہ تھی کہ
شہنشاہی کا توسع (فی نفسہ) پر از خطر ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ کوئی خطرہ
فوری محسوس نہ ہوتا ہو، مگر خارجی معاملات کی طرح شہنشاہی معاملات کو
عام بحث مباحثے سے علیحدہ کر لینے کی کوئی قرارداد نہیں ہوئی تھی اور عنقریب
شہنشاہی کے مسائل لبرل فریق کو دو حصوں میں تقسیم کر دینے والے تھے۔
چیرہ دست حامیان شہنشاہی یعنی "جنگجو" اور لبرل یعنی "حامیان انگلستان
خورد" کے مجادلات میں متعدد ایسے چند ریڈیکل (استیصالی) جو ابتک

کابڈن کے معتقدات پر جمے ہوئے تھے، ہوا ہو گئے اور لارڈ روزبری کی سرکردگی اور جوزف چیمبرلین کے حاوی وغالب اثر کے تحت میں ایک "لبرل شہنشاہی فریق" پیدا ہو گیا، چیمبرلین کے اس رجز سے کہ "ہر چیز کو شہنشاہی نظر سے دیکھو" تمام ملک گونج اٹھا۔ لبرلوں کے
۱۸۹۵ اس تنفر ہی نے لارڈ سالسبری کو آمر مطلق بنا دیا۔ سالسبری نے اگرچہ غیر ملکی معاملات کے لیئے ایک مجلس کے قیام کا خیال ظاہر کیا مگر ساتھ ہی اتحاد عمل کی ضرورت پر بھی زور دیا تاکہ انگلستان قطعیت کے ساتھ اپنی آواز بلند کر سکے۔ لارڈ سالسبری شاہنشاہی کا پرزور حامی تھا، اس کی خارجی حکمت عملی شہنشاہی کے تابع تھی۔ جب گائنا اور وینزولا کے حدود کے متعلق ممالک متحدہ امریکہ کے ساتھ نااتفاقی ہو گئی اور رئیس جمہوریہ کلیولینڈ نے اصول منرو پر قائم رہنے کا بہت شدومد کے ساتھ دعویٰ کیا تو دونوں کی ہوشمندی نے جنگ کے امکان کو باطل کر دیا اور یہ تنازعہ تحکیم کے سپرد ہو گیا۔ جزائر برطانیہ نے اب جتنی وسیع ذمہ داری اپنے اوپر لے لی تھی، اس کے لحاظ سے برطانی اغراض کے لیئے امن سب سے زیادہ مقدم تھا اور دونوں فریق برِ اعظم کے معاملات سے علیحدہ رہنے پر متفق تھے۔ برطانیۂ عظمیٰ بغیر کسی رفیق وحلیف کے اپنے اسی "شاندار تفرد" کی حالت پر قائم وبرقرار رہے کہ

شہنشاہی طریق، برطانوی امن و اطمینان کے زمانے میں قائم ہوا تھا۔ ایشیا کی تقسیم
اس کا امتحان ایک ایسی جنگ کے عالم میں ہونے والا تھا جس میں توازن قوت از سرتاپا مبدل ہو گیا تھا۔ مستشار برلن نے تسلط عالم کی تقسیم کے لیئے شیطانی کشاکش کا دروازہ کھول دیا تھا۔ ابھی افریقہ کی تقسیم جاری ہی تھی کہ نئے مواقع اور نئے بازاروں کے لیئے جنگ کا رخ ایشیا کی طرف پھر گیا۔ فرانس نے نپولین سوم کے تخت میں، مشرق میں شہنشاہی توسیع کا آغاز کر دیا اور تیس برس کی جنگ کا خاتمہ کوچین چائنا، کیمبوڈیا، انام اور ٹانکن کو اپنے قبضے میں لا کر کیا تھا۔

وہ بالائی برما میں قدم جمانے کے خیال میں تھا کہ وایسرائے ہند نے اس کو ملحق کر لیا۔ یورپین قوموں کی چینی تجارت کی سرمستی نے حریصانہ تجویزوں کے وہ شعلے بلند کیے کہ نپولین اعظم کے وقت سے ایسی تجویزیں کبھی بروئے کار نہیں آئی تھیں۔ جنگ چین و جاپان نے فارموسا اور پسکیڈوز، جاپان کو دلا دیئے۔ جزیرہ نمائے لیوٹنگ ۱۸۹۵
جاپان سے چین کو واپس دلانے کے لیئے فرانس، روس اور جرمنی ۱۸۹۸
کے اتحاد نے یورپ کی وسیع الاثر دراندازیوں کا دروازہ کھول دیا۔ "۲ مبلغوں کے قتل کے معاوضے میں جرمنی نے جبراً ضلع کیاچاؤ کا پٹہ حاصل کر لیا، بندرگاہ سنگ چو کو قلعہ بند کر لیا اور اپنے بحری و فوجی حلقۂ اثر کو اور بڑھا دیا۔ اس کے بعد روس نے پورٹ آرتھر اور ٹیلنوان کا پٹہ لیا اور آخر کار ایک ایسی بندرگاہ حاصل کر لی جو برف سے پاک اور معتدل سمندر پر واقع تھی۔ برطانیۂ عظمیٰ نے بھی پلّے برابر کرنے کے لیئے پاسنگ کے طور پر وی ہے وی اور کولون کا پٹہ لے لیا اور اس کے ساتھ شنگھائی کے مستقر کو بھی وسعت دیدی، اندرون ملک میں نئے معاہد بندرگاہ کھلوائے اور دریائے یانگسی کی وادی میں اپنے حقوق تسلیم کرائیے۔ فرانس نے اپنی باری میں کوانچوورن کے پٹے اور دریائے یانگسی تک کے حلقۂ اثر کا مطالبہ کیا جس میں ریلوے، کانکنی اور پٹے کے حقوق خاص بھی شامل تھے۔ چین کی ناگواری، باکسروں کی
شورش اور غیر ملکی سفارت خانوں پر حملے کا سبب بن گئی اور ایک ۱۹۰۰
"وحشی دشمن" سے انتقام لینے کے لیئے جو یورپین فوج بھیجی گئی اسکا انداز اس نصیحت سے ظاہر ہو گیا جو شہنشاہ جرمنی نے اپنی فوج کو کی تھی کہ "اپنے ہتھیار سے اس طرح کام لو کہ آیندہ ہزار برس تک بھی کسی چینی کو یہ جرأت نہ ہو کہ وہ کسی جرمانی کو آنکھ بھر کر دیکھ سکے۔" ممالک متحدہ امریکہ بھی جزائر فلیپائنز کے مالک ہونے اور بحر اوقیانوس میں اپنی نئی حیثیت کے اظہار کے خیال سے پیکن کے تعزیری حملے میں دوسرے دول کے ساتھ

شریک ہو گیا۔ چین کے سب سے بڑے مدبر لی ہنگ چنگ نے لکھا تھا کہ "ہم فی الواقع نہایت یاس افزا حالت میں ہیں۔" اُس نے یہ رائے قائم کی تھی کہ چین تقسیم ہونے سے صرف اس وجہ سے بچ گیا کہ یورپین قومیں اپنے حصوں کے متعلق متفق نہیں ہو سکیں۔

وسط ایشیا

اس دوران میں وسط ایشیا میں روس و برطانیہ اپنی طویل الذیل کشاکش میں بدستور سرگرم تھے۔ روس کو جب بلقان میں بڑھنے سے روک دیا گیا تو وہ چیں بجبیں ہو کر پھر ایشیا میں حصول وسعت کی طرف متوجہ ہوا۔ بیس برس تک ہندوستان ہر قسم کے خرخشے سے پاک رہا تھا۔ اور حکام اپنی اپنی باری میں آئے دن کے قحط کا مقابلہ کرنے، سڑکوں اور ریلوں کے بنانے، مالیات کی پیچیدگیوں اور عدل و انصاف کے مسائل کو سلجھانے میں مشغول رہتے اور جب (اپنی مدت ملازمت ختم کر کے) انگلستان کو واپس آتے تو اسے ایک ایسا ملک پاتے جسے شہنشاہی کے اہم ترین مسائل سے نہ کچھ ایسی دلچسپی تھی اور نہ اسے اس معاملے کی کچھ زیادہ اطلاع تھی۔ بیکنسفیلڈ نے مشرق میں سفر کیا تھا اور مشرقی خون اس کی رگوں میں دوڑ رہا تھا، اُس نے یہ عزم کر لیا کہ انگریزی نظم و نسق کی شان و شوکت کو بڑھائے، شاہان مغلیہ کی شہنشاہی کو از سر نو زندہ کرے اور "تاج کے سب سے قیمتی گوہر" کو سب سے بلند جگہ پر نصب کرے۔ دہلی میں بڑے تزک و احتشام سے دربار ہوا اور اس میں ملکہ کے "قیصر ہند" ہونے کا اعلان کیا گیا۔ انگلستان میں جب اس سے سخت مخالفت برپا ہوئی تو اس کا رفع دفع صرف اس طرح کیا گیا کہ انگلستان کے لیئے اس لقب کے کبھی وقت میں بھی استعمال نہ کیئے جانے کا اقرار کیا گیا۔ لارڈ سالسبری گزشتہ تین برس سے اس فکر میں تھا کہ روسی پیشقدمی کے روکنے کے لیئے ہندوستان کی "سائنٹفک سرحد" مل جائے، شمال مغرب کے کوہستان کے اندر سے جتنے راستے ہو کر نکلتے تھے سب کی حفاظت کے لیئے یکہ و تنہا

بیرونی چوکیاں قائم کی گئی تھیں، ان چوکیوں سے گزر کر وہ میدان کارزار تھا جہاں افغانستان "دو آہنی دیگوں کے درمیان ایک سفوچہ گلی کی طرح پڑا ہوا تھا"، جب امیر شیر علی نے زیادہ قریبی تعلقات پیدا کرنا چاہے تو گرینویل "پروقار بے اعتنائی" کو مرجح سمجھ کر امیر کی سبقت پر لبیک کہنے سے رک گیا اور خود روس سے استمالت کی۔ مگر مشرق کی حکمت عملی کا نمونہ صاف ظاہر ہو گیا۔ روس، امیر افغانستان کو اسی طرح کے سیاسی جال میں پھانسنے کی فکر میں لگ گیا جس طرح کے جال اُس نے محبت کے نام سے سرحد ہند کے قریب اور جگہوں میں بچھا رکھے تھے۔ لارڈ سالسبری کے تحت میں "اقدام" کی حکمت عملی اختیار کی گئی، اور لارڈ لٹن اس کے عامل بنے۔ اسکا پہلا اظہار کوئٹہ کے قبضے سے اور دوسرا اس خواہش سے ہوا کہ امیر اپنے خاص خاص شہروں میں برطانی عہدہ داروں کو بطور رزیڈنٹ (وکیل مقیم) کے قبول کریں۔ امیر شیر علی انگریزوں سے خائف و بدگمان تھا، ۱۸۷۸
"وہ ہاتھ سے نکل گیا"۔ انگلستان نے جب معاہدہ سین سٹفانو کو بے حقیقت قرار دیا، تو روسیوں نے ایک وفد معاً افغانستان کو روانہ کیا، اور جب امیر شیر علی نے برطانی وفد کے داخلے سے انکار کر دیا تو لارڈ لٹن نے بیس برس کی صلح کو خیرباد کہکر اعلان جنگ کر دیا۔ پارلیمنٹ میں سخت کشاکش برپا ہو گئی اور جب ہندوستان کا موازنہ پیش ہوا تو بیکنسفیلڈ نے یہ شور مچایا کہ وہ ضرر رساں و فتنہ انگیز صلح جو منجر بہ جنگ ہو اور سیاسی توازن کو برباد کر دے، اس کا ہر ایک قیمت پر قائم رکھنا ضروری نہیں ہے۔ گلیڈسٹون نے حکومت کی روش پر اعتراض کیا اور دعوے کے ساتھ کہا کہ اس کی باز پرس روس سے کرنا چاہیئے تھی نہ کہ افغانستان سے۔ مگر امیر شیر علی اس سے پہلے ہی اس کا خسارہ بھگت چکا تھا، اس کی فوج کو شکست ہو گئی تھی، وہ خود ملک سے بھاگ گیا اور اس کا انتقال ہو چکا تھا، اُس کے پرفن بیٹے یعقوب خاں نے ایک

معاہدے پر دستخط کر دیئے جس کے بموجب اس نے امداد نقدی کے معاوضے میں درہ خیبر کی حوالگی کا ظاہری اقرار اور ایک برطانی سفیر کا کابل میں رہنا منظور کر لیا مگر چھ ہفتے بعد سر لیوس کیوگنیری اور انکے عملے کا قتل عام ہو گیا۔ ملک پر قبضہ کرنے کے لیئے ایک فوج قندھار میں داخل ہوئی اور ایک تعزیری فوج کابل کی طرف بڑھی اور امیر کو تخت سے اتار دیا۔ بیکنسفیلڈ کے انتخاب عام میں شکست کھا جانے سے انگلستان میں "اقدامی حکمت عملی،، کا شیرازہ بکھر گیا مگر گلیڈسٹون کو جو مشکلات ورثے میں ملے تھے اس کا تدارک کرنا ضروری تھا امیر دوست محمد خاں کے پوتے عبد الرحمن خاں کی جانشینی کی ایوب خاں نے مزاحمت کی۔ ۱۸۸۰
مقام میوند میں اُس نے برطانی و ہندی فوجوں کو ایک بڑی ہی خونریز شکست دی، اس فوج میں سے صرف نصف آدمی قندھار کو واپس آئے اور وہاں اُنھیں افغانوں کے ایک غول نے گھیر لیا۔ سر فریڈرک رابرٹس ان کی مدد کے لیئے کابل سے روانہ ہوا اُس نے وہی راستہ اختیار کیا جسے کچھ ہی قبل اس کے رفیق جنگ سر ڈونلڈ اسٹوارٹ نے اپنے قندھار سے کابل تک کے مشہور کوچ میں صاف کر دیا تھا۔ تین ہفتے تک دن کی سخت تمازت اور رات کی شدید سردی کو برداشت کرتی ہوئی انکی فوج قندھار کے سامنے پہنچ گئی اور دشمن کو شکست فاش دی۔ اس شاندار فتح نے لبرل حکومت کو اس درجے پر پہنچا دیا کہ وہ اپنی عزت و وقعت کو نقصان پہنچائے بغیر افغانستان کا تخلیہ کر دے۔ لیکن اب زار کو صرف یہی فکر نہیں تھی کہ بلقان میں اسے جو سیاسی چرکہ لگا ہے اس کا اندمال ہو جائے، بلکہ وہ انگلستان کے مصر پر قبضہ کر لینے کا بھی کوئی بدلہ تلاش کرنے لگا۔ ھرو کی ریلوے حد سے بڑھکر روسیوں نے پنجدہ کے بیرونی حصار پر تاخت کر دی۔ حد بندی کی کمیشن کے فیصلوں میں ہر طرح کی ناگوار رکاوٹیں ڈال کر اُنھوں نے پنجدہ میں ان افغانوں کو شکست دیدی، جنھوں نے اُنکے بڑھنے کو روکا تھا۔ اس طرح کی علانیہ

صلائے جنگ نے دار العوام کے تمام فریقوں کو متحد کر دیا اور گلیڈاسٹون نے ایک کرور دس لاکھ کی منظوری حاصل کرلی۔ پارلیمنٹ کے اس اتفاق عام نے روسیوں پر اثر ڈالا اور روس حدود کے تعین کے ساتھ پنجدہ کے حادثے کا خاتمہ ہوگیا۔ آیندہ بیس برس تک روس، وسطی ایشیا میں بڑھتا رہا اور انگلستان ہر طرف سے پاسبانی کرتا رہا، جسکی وجہ سے انگلستان کو طرح طرح کے خلفشار میں پھنسنا پڑا۔ سرحدی قوموں کی جنگ وجدل، وادی واگن کی ویران سرزمین کی بادیہ پیمائی غیر معلوم تبت میں مقدس لاسہ کے دروازوں تک فوج کشی، چترال کے پہاڑوں کی سرگردانی، ایران اور خلیج فارس کی گزرگاہوں کی نگہبانی، یہ سب اسی ایک اصل کی شاخیں ہیں۔ مشرق اقصیٰ کے قبضے پانے لیئے روس وجاپان میں جب جنگ ہوئی ہے اس وقت تک انگلستان کے ساتھ رقابت قطعی طور پر ملتوی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد سے باہمی استمالت نے افغانستان، تبت، اور ایران میں دونوں ملکوں کے
۱۹۰۷ تعلقات کو معین و مشخص کر دیا ہے۔

بحر الکاہل نہ صرف ایشیا و افریقہ میں بلکہ بحر الکاہل میں بھی، استعماری سلطنتوں کے لیئے "حلقہائے اثر" کی قطعی حدبندیاں کر دی گئی تھیں۔ فرانس نے ساٹھ برس کی کوششوں کے بعد طھیٹی کو حاصل کرلیا اور جزائر نیو ہبرائیڈز میں اسے جگہ مل گئی۔ جرمنی نے اسپین کے باقی مقبوضات کو خرید کر بحر پالینشیا میں اپنی حیثیت کو مستحکم کرلیا، اور اسکے
۱۸۹۹ ساتھ ہی انگلستان کے معاہدے سے (جو جنگ بوئر کے دوران میں سیمووا سے ہٹ گیا تھا)۔ نیوگائنا اور جزائر سلومان و مارشل میں اسے اپنی سابقہ نوآبادی کی طرف سے اطمینان ہوگیا۔ ممالک متحدہ امریکہ بھی اب دنیا کی عام سیاسیات میں داخل ہوگیا۔ جب نتیجۂ جنگ کے طور پر اسے اسپینی شہنشاہی کے دور افتادہ باقی مقامات مل گئے تو امریکہ کے بحری قاعدۃ الجیش کا خط نیویارک سے پیکن تک پہنچ گیا۔

کیوبا، پورٹوریکو، اور دوسرے جزیروں کی وجہ سے ممالک متحدہ
کے قدم بحر کریبیا اور خلیج میکسیکو میں جم گئے (جزائر فلپائنز اس راستے
پر واقع ہیں جو یورپ سے چین کو جاتا ہے) معاہدات کے ذریعے
سے اسے بحر الکاہل میں اور مختلف مستقر حاصل ہو گئے۔ ہوائی،
(جس کے ساتھ "بحر الکاہل کا جبر الٹر" یعنی ہانولولو کا ناقابل فتح
قلعہ شامل تھا) ویک اور گوام کے جزیرے اور سیموا کے حلقے
میں ایک مستقر یہ سب معاہدات ہی کے ذریعے سے ہاتھ آئے۔ آخر
میں کوریا و فارموسا کے فاتح جاپان نے بحر الکاہل کی جاپانی پیشقدمی
سب سے بڑی فوجی و بحری طاقت کے طور پر اپنی جگہ حاصل کی۔ ۱۸۸۵ء
میں وکٹوریا نے ایشیائیوں کی آمد کو روک دیا تھا، بعد کو تمام آسٹریلوی
مستعمرات اور نیوزیلینڈ اور جنوبی افریقہ نے یہی قانون جاری کر دیا۔ جاپان
۱۸۹۶ نے ابتداً اگرچہ اس معاہدے کو منظور کر لیا تھا اور برطانوی قلمرو میں اسکے
تارکان وطن کا داخلہ بند ہو گیا تھا مگر دس برس بعد اس نے اس معاہدے
پر خیال تک کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے اہل ملک کے لئے
انھیں حقوق کا مطالبہ کیا جو سفید اقوام کے لیئے تھے۔ اس کے خفیہ
۱۹۰۶ امداد پانے والے مختصر جہازات جن میں فنون جنگ سے آراستہ
اعلے درجہ کے ماہر مالکان جہاز و ماہی گیر، تحقیقات کنندگان و تجار سوار
تھے، جزیروں کے اندر گھس گئے اور ہوائی اور ناجی (واقع نیوکلیڈونیا)
کے ایسے بحری مستقروں میں اپنے ہزاروں ماہر کاریگروں کو اتار دیا۔ ناجی
کی بندرگاہ ایسی تھی جس میں بیڑے کے نصف درجن جہازات ٹھیر سکتے
تھے اور دنیا کی ایک بہترین کوئلہ کی کان اس کے قریب ہی واقع تھی۔
اس آیندہ مرکز طوفان کے اندر آسٹریلیا و نیوزیلینڈ، برطانیہ
کے وہ مستقر و دور افتادہ چوکیاں تھیں جو ایشیائی اقوام میں گھری ہوئی تھیں
جن کی متعدد جماعتیں قدیم حدود کو توڑ رہی تھیں۔ آسٹریلیا و نیوزیلینڈ
میں پچاس لاکھ سے کم برطانی نسل کے لوگ (جنہیں مزید اضافہ نہیں ہوتا تھا)

استنے بڑے رقبۂ ارضی پر قابض تھے جو کم و بیش یورپ کے برابر تھا، نو آبادیوں کی زمینیں ابھی پوری طرح آباد نہیں ہوئی تھیں۔ وہ انگلستان کیا بلکہ سفید رنگ نسل کے لیئے ہنوز مختتم طور پر حاصل بھی نہیں کی گئی تھیں، ان کے سواحل غیر محفوظ پڑے تھے اور ان کی قلیل آبادی کو کسی زیادہ کثیر التعداد قوم میں فنا ہو جانے کا خطرہ لگا ہوا تھا۔ علاوہ ازیں دور دراز سمندروں میں اب برطانیہ کی وہ حالت نہیں رہی تھی کہ کوئی اسکی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ ہی نہ سکے، اس کے ساتھ ہی شہنشاہی تجارت کے توازن میں تغیر رونما ہو گیا تھا۔ کسی وقت میں نو آبادیوں کی تمام پیداوار انگریزی بندرگاہوں میں تقسیم ہوتی تھی اور نو آبادیوں کی بیرونی تجارت کا مالی مرکز لندن تھا، انگلستان کو اگرچہ اب بھی بین الاقوامی تجارت میں اول درجہ حاصل تھا مگر اب غیر ملکی مقابلہ کرنے والے شہنشاہی کی بازاروں پر یورشیں کر رہے تھے، جرمنی اس منزلت کو پہنچ گئی تھی کہ (انگلستان کے بعد) دوسرا درجہ اسی کا تھا اور امریکہ کے "ٹرسٹ"[1] ساری دنیا میں اپنا زور دکھا رہے تھے۔ اس مقابلے میں بے اعتمادی کے ایک جدید عنصر کا بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ پچاس برس سے برطانی شہنشاہی نے تمام دنیا کی تجارت کے لیئے دروازے کھول رکھے تھے اور جن قوموں کو اس کے بازاروں میں آزادانہ دخل ملتا تھا وہ اس کے عظیم الشان توسع سے کچھ ایسے خوفزدہ نہ ہوتے تھے لیکن جب کناڈا کے دباؤ میں آکر انگلستان نے جرمنی و بلجیم کے ساتھ اپنے قدیم آزادانہ تجارت کے معاہدوں کو باطل کر دیا، اور
۱۸۹۵ کناڈا کے ساتھ ایک ترجیحی محصول کا اصول قائم ہو گیا، اور یہ افواہ پھیل گئی کہ

شہنشاہی تجارت

---

[1] اخراجات کو گھٹانے اور مقابلے کو توڑ دینے کے لیئے متعدد تاجروں یا کمپنیوں کے باہم متحد ہو جانے کو "ٹرسٹ" کہتے ہیں، اس کا ترجمہ "اتحاد تجار" کے لفظ سے ہو سکتا ہے۔

تمام شہنشاہی کے لئے کروڑگیری کا اتحاد قائم ہو جائے گا جس میں تمام نوآبادیاں داخل ہو جائیں گی یعنی برطانی شہنشاہی کے لئے ایک نیا "تفرد" پیدا ہو جائے گا، تو پھر خیالات میں، ایک سریعی انقلاب واقع ہو گیا۔ ہر ایک خود اختیاری حکومت رکھنے والی نوآبادی نے اپنے لئے تحفظی طریق درآمد و برآمد قائم کرنے میں سبقت کی۔ وہ تجار جو نوآبادی کے بازاروں پر اپنا تنہا قبضہ رکھنے کے خواہاں تھے وہ ٹوری فریق کی حمایت کر رہے تھے اور اس سہارے پر اس فریق نے تمام بیرونی دنیا کے مقابلے میں شہنشاہی کے عرض و طول کے اندر تجارتی "لا ترجیح" قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔ فرانس اور ممالک متحدہ امریکہ نے پہلے ہی اپنے مقبوضات کو محصول درآمد و برآمد اور قواعد جہازرانی کے قیود کے ذریعے سے محصور کر دیا تھا، اور جرمنی کے پاس (جو بین الاقوامی تجارت میں برطانیہ کے بعد سب سے مقدم تھی) کوئی ضمانت اس امر کی نہیں تھی کہ انگلستان جو یورپ سے پنجگونہ وسیع تر ممالک اور دنیا کی نصف بحری تجارت پر قابض ہے، وہ بھی آخر میں اپنے تمام مقبوضات کے دروازے بند نہ کر دے گا اور جرمانی تجارت روئے زمین کے چہارم حصے سے خارج نہ ہو جائے گی۔ یہی وجہ تھی کہ جرمنی نے انگلستان میں آزاد تجارت کے قائم رکھنے میں کوششیں کیں۔ لوگ پہلے ہی سے یہ دیکھ رہے تھے کہ دنیا حلقہائے اثر میں تقسیم ہو گئی ہے، غیر جانبدار بازار گھٹتے گھٹتے ناپید ہو گئے ہیں کہ کسی قوم کو خود اپنی قلمرو کے سوا اور جگہ آزادانہ داخل ہونے اور مقابلہ کرنے کی اجازت نہیں ہے، اور تمام کرۂ ارض پر دول عظام نے اپنا تسلط جما رکھا ہے، جو اپنے تجارتی اجارے کے لئے ویسے ہی رقیب یکدگر ہیں جیسے اپنے ملکیتی حقوق کے لئے۔ زمین پر قبضہ کرنے اور غیر جانبدار بازاروں کو اپنے تحت تصرف میں لانے کے لئے ایک عالمگیر اقتصادی جد و جہد قائم ہو گئی ہے۔ قدیم زمانے کے شہروں، سلطنتوں اور ملکوں کی تجارتی جنگوں کے

اصلاح طریق درآمد و برآمد

بجائے اب شہنشاہیوں کے قیامت خیز تصادم کا اندیشہ قوموں کے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ اب یورپ کا حل طلب مسئلہ یہ نہیں رہا ہے کہ نصف درجن سلطنتوں میں توازن طاقت کیونکر قائم رہے، بلکہ اب اُس نے عالمگیر شہنشاہیوں کے پلوں کو برابر رکھنے کے فراخ تر مرحلے کی نوعیت اختیار کرلی ہے، اور غیر استوار و متزلزل امن کو سہارے کے زور سے قائم رکھنے کے لیئے پرپیچ مخالفوں اور پھر ان کے جوابی مخالفوں کی ضرورت لاحق ہوگئی ہے۔

ستعمری شہنشاہ

ان حالات کے ہوتے ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ ڈزریلی کے مشہور اصول شہنشاہی سے خارجی حکمت عملی میں نہایت ہی خطرناک امور کا اظہار ہونے لگا۔ خود انگلستان میں اُس کے فریق نے مستعمری شہنشاہی کی نسبت اس کے خیال کو بڑے جوش کے ساتھ قبول کیا، اور نو آبادیوں کے بار کے متعلق اس کے ابتدائی بیتابانہ جوش وخروش کو فراموش کردیا وہ پہلا وزیراعظم تھا جس نے اپنی تقریر میں کناڈا کی مدح وستائش کی، حکومت خود اختیاری کو وہ مانتا تھا مگر اس کے ساتھ ہی اس کا دعوےٰ یہ بھی تھا کہ آزادی کے تمام عطیات بایں طور محدود ہونے چاہیں کہ اتحاد گرورگیری یا شہنشاہی اصول درآمد وبرآمد کے لیئے قواعد معین ہوجائیں، ایک فوجی ضابطہ ہو جس سے مدافعت عام کے فرائض سب پر عائد ہوتے ہوں، اور لندن میں سب کی ایک نیابتی مجلس ہو۔ اس پر از جاہ وجلال تجویز کا باضابطہ افتتاح لارڈ سالسبری کے ہاتھوں سے اس وقت ہوا جب انھوں نے ماورائے بحر کی آزاد قوموں کے نمایندوں کو پہلی مرتبہ مجتمع کرکے وزارت خارجہ میں عدیم المثال شان وشوکت کے ساتھ ملکہ کا جشن جوبلی منایا، لیکن اس پہلی استعماری مستشار نے بھی
۱۸۸۷ صاف صاف یہ ظاہر کردیا کہ شہنشاہی کا جو تصور انگلستان میں سمجھا جاتا ہے یعنی ایک ایسی شہنشاہی جس پر شدید مرکزی نگرانی قائم ہو، یہ تصور استعماری ممالک کے لوگوں کے ذہنوں میں آسانی کے ساتھ جاگزیں نہیں ہوسکتا۔

ان استعماری ممالک میں سے ہر ایک اپنی اپنی تاریخ پہ نازاں دفرحاں ہے اور یہ تاریخیں بہت سی خود مختار سلطنتوں کی تاریخوں سے زیادہ اصلی و حقیقی ہیں۔ انحراف سے محفوظ رکھنے کے لیئے شہنشاہی پارلیمنٹ کی جو فوقیت بڑی احتیاطوں سے قائم کی گئی تھی، وہ بالکل غائب ہوگئی ہے اور ممکن ہے کہ کوئی نئی بدظن وطانی قوم خود شہنشاہی کے پارہ پارہ کردینے کا خطرہ پیدا کردے، "آزاد قوموں" نے خود اپنے قوانین بنائے اور اپنی مرضی کے موافق اپنے حق مدنیت، توطن و تجارت کو اپنے قابو میں رکھا، اور اپنے اس قومی فرض کا دعوے کیا کہ انگلستان یا شہنشاہی کو کسی طرح کا نفع پہنچانے کے لیئے وہ اپنے توقعات اور اپنے حقوق کا خون نہیں کرسکتے۔ مختلف النوع اغراض نے انھیں سیاسی تفرد اور اپنے مخصوص "اصول منرو" (یعنی شہنشاہی ذمہ داریوں کے عدم اقرار) کے راستے پر لاڈالا ہے، لارڈ سالسبری نے بہت صحیح طور پہ ملک کو ان مشکلات سے متنبہ کردیا تھا جن کا اس صورت حالات سے پیدا ہونا لازمی تھا جو دنیا کے لیئے بالکل نئی تھیں یعنی آہستہ آہستہ سمندر پہ ایک شہنشاہی کا قائم ہوجانا جس میں کسی قسم کا حکلتی ارتباط نہ ہو جس کا تعلق باہمی محض بحری مدافعت کی ضرورتوں سے ہو اور جس کی بنیاد دردئے زمین کی چند نہایت ہی تند مزاج نسلوں کے احساس والتفات پہ ہو منتشر ہیں اگرچہ نوآبادیوں نے مدافعت کی عام ذمہ داری کے اصول کو تسلیم کرلیا مگر انھوں نے ایک شہنشاہی فوج کے خیال کو یہ کہکر مسترد کردیا کہ یہ اُن کی خود مختاری کے لیئے باعث ذلت ہے اور شہنشاہی بیڑے کے قیام کو بھی بہت ہی شک وشبہ کے ساتھ روا رکھا۔ شہنشاہی بیڑے میں شرکت مالی پر آسٹریلیا کے رضامند ہوجانے کو کناڈا نے یہ کہکر لغو قرار دیا کہ اس "کرایہ کی مدافعت" سے اپنی مسکنت و عدم قومیت کا ثبوت دینا ہے۔ نیوزیلینڈ کے ہر دلعزیز وزیر وفائی سیڈن نے اپنے دہقانی سامعین سے یہ کہا کہ "جو شخص اپنی پیٹھ پہ ایک پشتارہ لئیے ہوئے ملک میں

چکر لگاتا پھرتا ہو اس سے مسلح گرد آور جہازوں اور تارپیڈو کشتیوں کی کیا حاجت
ہے"۔ چیمبرلین نے جب جرمانی نمونے پر کروڑ گیری کے اتحاد کی تجویز پیش کی تو
نوآبادیوں نے اس کی بھی اسی طرح پر مخالفت کی۔ نوآبادیاں اصرار کے
ساتھ یہ کہتی تھیں کہ "اگر مالی تفرد نہیں ہے تو پھر زیادہ دنوں تک آزاد قوموں
کی یہ شہنشاہی قائم نہیں رہ سکتی"۔ کناڈا کی سرکردگی میں مستقری ممالک وزارت خارجہ ۱۸۸۹ ۱۹۰۰
کے اس اختیار کو بھی معرض بحث میں لائے کہ وزارت ان کی رضامندی
کے بغیر کوئی معاہدہ کرے۔ اس کی وجہ انھوں نے یہ بیان کی کہ انگریزی
اغراض و مقاصد کی حفاظت آزاد قوموں کی آزادانہ رائے سے ہونا چاہئے
اور ہر ایک استعماری ملک کو یہ حق ہونا چاہئے کہ انگلستان اور یورپ
کے تغیر پذیر معاملات خارجہ میں اپنی شرکت کا تعین کرے۔ دوسرے
مستشار کے موقع پر نوآبادیوں کے وزرائے اعظم پہلی مرتبہ مجتمع ہوئے، ۱۸۹۷
مگر ملکہ کی دوسری جوبلی کے اعزاز میں شہنشاہی شوکت و سطوت کے
شاندار اظہار کے پس پردہ مدافعت کا زیادہ اہم سوال حل ہو رہا تھا۔
محالفہ ثلثہ جواب تک محض ایک بڑی طاقت سمجھا جاتا تھا اُس سے
سمندروں میں پر خطر رقابت کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا، یہی پہلا موقع تھا کہ
سواحل افریقہ تک کے دور دراز ممالک میں ایشیائیوں کے توطن پذیری
پر بحث پیدا ہو گئی تھی۔ اگر ہندوستانی تارکان وطن شہنشاہی مدنیت
کے حق کا سوال اٹھا سکتے ہیں، تو پھر جاپانی اپنے پانچ کروڑ کی آبادی کے
زور پر اپنے توسع کو حق بجانب ثابت کر سکتے ہیں، لیکن جب چیمبرلین نے
بہ حیثیت وزیر مستعمرات شہنشاہی کے بار کو برداشت کرنے میں نوآبادیوں
سے مدد مانگی تو انھوں نے مدافعت کے مشترک انتظام کے قائم کرنے پر
کچھ آمادگی نہیں دکھائی بلکہ اُس کے بجائے اُنھوں نے ترجیحی محاصل کے
اصول پر تجارتی اتحاد کی رائے دی اور شہنشاہی کی آزاد تجارت کے قواعد
کو منسوخ کر کے اور اپنے دلخواہ آپس میں مالی معاہدات کر کے، انھوں نے
اپنی مالی خود مختاری کو ثابت کرنا چاہا۔ تیسری مستشار کے موقع پر پندرہ برس کے

بحث مباحثے کے بعد وزارت مستعمری کی تجویز "تنقیدیت زیر نگرانی لنڈن" غائب ہوگئی۔ جنگ بوئر نے اس تجویز کی تباہی کو ثابت کر دکھایا ہے۔

دوسری جنگ بوئر

دنیا میں سب سے زیادہ زرخیز معدن طلا کے دریافت ہونے سے تمام ملکوں کے بہادر پسند اشخاص ٹرانسوال کی طرف کھنچنے لگے، اور سب جوہانسبرگ میں جا ڈٹے۔ یہاں قوموں کے اس مجموعۂ مرکب نے خود کو ایک ایسی قدیمی شکل کی حکومت کے تحت میں پایا جو ابتداً ایک شبانی و متحد قوم کے لیئے قائم کی گئی تھی۔ ان لوگوں پر گرانبار محصول لگائے گئے، طرفدارانہ قوانین واجارات سے وہ پریشان ہوگئے اور ناتجربہ کار و بدنہاد عہدہ داروں نے ان کے راستے میں روڑے اٹکائے۔ پس انھوں نے بذریعۂ حق رائے دہی خود حکومت میں شرکت کا مطالبہ کیا۔ بوئروں نے اس حق کے دینے سے انکار کیا اور اپنی روش پر جمے رہے۔ بوئروں کی خواہش بس یہ تھی کہ انھیں بحال خود چھوڑ دیا جائے اور یہ دخیل اشخاص انھیں پریشان نہ کریں، درخواستوں اور تعرضوں پر کچھ لحاظ نہیں کیا گیا، رئیس جمہوریہ کروگر نے کہا کہ "تمھارے پاس بندوقیں نہیں ہیں اور میرے پاس ہیں"۔ اول اول یہ خیال تھا کہ کانوں کی برآمد کے ختم ہوجانے سے یہ اوٹلینڈر (آفاقی)، اس بنجر اور نامہرباں سرزمین سے از خود فرار ہو جائیں گے مگر جب نئے معادن کی دریافت سے یہ واضح ہوگیا کہ ٹرانسوال میں سونے کی مقدار شہنشاہی برطانیہ اور ممالک متحدہ امریکہ کے برابر موجود ہے، تو پھر یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ یہ غیر ملکی یہاں جم کر رہنے کے لیئے آئے ہیں۔ اس سے اس کشاکش میں نئی شدت و تندی پیدا ہوگئی۔ ساحل کو ملحق کر لینے سے اہل برطانیہ نے بوئروں کی اس امید پر پانی پھیر دیا تھا کہ وہ کوئی بندرگاہ اپنے لیئے محفوظ کر سکیں۔ آفاقیوں نے اپنے سیاسی حقوق کے لیئے پھر شور و شر برپا کیا۔ کیپ کالونی کے وزیر اعظم روڈز نے روڈیشیا کے منتظم ڈاکٹر جیمسن کے تحت میں ٹرانسوال پر مسلح تاخت کرنے کے لیئے اپنی امداد پیش کی۔ یہ ایک غدارانہ

و فضیحت انگیز سازش تھی لیکن آخر وقت میں انگریزوں اور آفاقیوں میں مشاجرت ہو جانے سے اس حملے کی تجویز میں ابتری پیدا ہو گئی اور اس تاخت کا انجام یہ ہوا کہ ڈور لکاپ میں جیمسن اور اس کے چھ سو سوار سب گرفتار ہو گئے۔ ٹوری حکومت نے اس تمام حرکت کے اصلی بانی مبانی روڈز کو کچھ سخت سرزنش نہیں کی، یقین یہ کیا جاتا تھا کہ حکومت تحقیقات سے اور مزید پیچیدگیوں کے پیدا ہو جانے سے خائف تھی۔ اس کے بعد سے قومی عناد و شکوک کے اس شور و شغب میں جس نے ملک کو جنگ میں مبتلا کر دیا اصلاح و سکون کی تمام امیدیں از خود خاک میں مل گئیں۔ بوئروں کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ آیندہ بھی زیادتی ہونے والی ہے اور انھوں نے بعجلت ممکنہ سلاح جنگ کا انتظام شروع کر دیا، آرنج فری اسٹیٹ اب تک انگلستان کی با وقار رفیق تھی، لیکن اس معاملے میں وہ بھی بوئروں کی شریک ہو گئی۔ تمام یورپ غیظ میں آ گیا اور انگلستان کا دشمن ہو گیا، جرمنی و فرانس سے خفیہ سلاح جنگ بھیجے گئے اور ہر ملک سے رضا کار جوق در جوق ٹرانسوال میں پہنچنے لگے۔ کروگر
1899 نے ایسے شرائط کے ساتھ حق رائے وہی پیش کیا جس سے اس کی قدر و قیمت گھٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی اپنی جمہوریت کے لئے (جس کی بنا رکھنے میں وہ بھی بہ مقام گریٹ ٹرک شریک تھا) ذی اقتدار سلطنت کے درجے کا مطالبہ کیا۔ (برطانی) ہائی کمشنر سر الفرڈ ملنر نے (برطانیہ کے) اقتدار شاہی پہ اصرار کیا اور مجلس مشورہ شکست ہو گئی۔ ایک کمیشن نے یہ رپورٹ کی کہ "ایسے منافر یکدگر خیالات کے ایک ساتھ قائم رہنے سے ہمیشہ مسلح تصادم کے ہو پڑنے کا اندیشہ ہے" کیپ کالونی کے ڈچوں کے ایک زبردست اتحاد میں "افریکینڈر بانڈ" (اتحاد افریقی) نے حق رائے دہی کے ایک مسودۂ قانون کے منظور کرنے کے لئے جمہوریت پر زور دیا مگر مسودے کے قابل نقض دفعات نے اسے کسی کام کا نہ رکھا۔ انگلستان نے تحکیم کی تجویز کی مگر اس میں

اور بالائی مسائل بھی شامل کر دیئے جنھیں بوئروں نے اصلی مطالبات پر اضافہ مزید قرار دیا۔ دونوں فریق میں سے کوئی بھی اقتدار شاہی کے متعلق دینا نہیں چاہتا تھا۔ کیپ کالونی کی افواج کی کمان سر ولیم بٹلر سے تجربہ کار شخص کے ہاتھ میں تھی، اُس نے آفاقیوں کی دست درازی کی روش اور پر زور کارروائیوں کے لیئے فوجی قوت کے ناکافی ہونیکے متعلق بار بار اور زور کے ساتھ متنبہ کیا، مگر اس کا جواب یہ ملا کہ وہ برطرف کر دیا گیا۔ کیپ کالونی اور نٹال کی فوجی تیاریوں، ہندوستان سے فوجوں کی آمد، ٹرانسوال کو ہر طرف سے مسلح سپاہیوں سے گھیر لینے اور سب سے بڑھکر انگلستان میں سپاہ محفوظ کے طلب کیئے جانے سے رئیس جمہوریہ کروگر خوفزدہ ہوگیا۔ اُس نے برطانی فوجوں کی واپسی اور مزید کمک کے روک دینے کا مطالبہ کیا، "یہ ایسا مطالبہ تھا جسکا زیر بحث لانا بھی ملکۂ معظمہ کی حکومت نے ناممکن خیال کیا" تین دن بعد بوئروں نے نیٹال پر حملہ کر دیا۔ جنرل بلر نے کہا تھا کہ "قبل اس کے کہ بدترین سیاسی الٹیمیٹم (بلاغ نہائی) پیش کریں، فوجی قوت کو اس قابل ہو جانا چاہیئے کہ اس الٹیمیٹم کو عمل میں ۹ اکتوبر
لاسکے"، مگر دشمن کا اس درجہ حقیر سمجھنا ہی مہلک ثابت ہوا، نہ کسی کارروائی کی کوئی معین تجویز تھی نہ کوئی قابل اعتنا نقشہ تھا، برخلاف اسکے بوئر ہر ایک چشمہ اور پہاڑی سے واقف تھے؛ یہی نہیں بلکہ ذخائر کے بقدر ضرورت مہیا کرنے اور صفائی کے سامان اور حفظ صحت کی طرف سے غفلت برتی گئی۔ بوئروں نے لیڈی اسمتھ، کمبرلی، اور میفکنگ کا محاصرہ کر لیا، اور بچوانا لینڈ کا اپنی مملکت میں الحاق کر لیا۔ انھوں نے تین جداگانہ راستوں سے بڑھنے کا حکم دیا۔ برطانی فوج تعداد میں تو بوئروں سے کم تھی ہی، اسے حیرت انگیز قادر اندازوں سے سابقہ پڑا۔ جنھوں نے میدانوں کے خطرے اٹھائے، سختیاں جھیلیں اور جنگجوئیوں کے لیئے جن فنون اور جیسی خود اعتمادی کی ضرورت ہے ان سب کی مہارت

حاصل کی تھی۔ کمبرلی کی جانب لارڈ میتھوئن کے راستے کو بوئر سرگروہوں نے روک رکھا تھا، گزشتہ جنگوں کا ایک آزمودہ کار سپاہی کرانجی دریائے ماڈر کی مدافعت کر رہا تھا، اور میگرسفانٹین میں اس پر دفعتہً یورش کر دینے کی کوششیں نقصان کثیر کے ساتھ ناکام رہیں۔ اسی روز اسٹرامبرگ میں بھی تباہی پیش آگئی اور اس ہفتے میں بلر، لیڈی اسمتھ
۱۵ دسمبر
کی طرف بڑھتے ہوئے دریائے ٹوگیلا پر روک دیا گیا جہاں دشمن لوئس بوتھا کے تحت ہیں بہ مقام کولنسو اس کی تاک میں لگے ہوئے تھے، انگریزوں کو گیارہ سو مقتولوں اور مجروحوں کا نقصان اٹھانا پڑا۔ امریکہ کی نوآبادیوں کے نکل جانے کے بعد سے کبھی ایسے ذلت آمیز ہفتے کا منہ نہیں دیکھنا پڑا تھا۔ پس لارڈ رابرٹس کے تحت میں بعجلت تمام بہت بڑی کمک روانہ کی گئی اور لارڈ کچنر "چیف آف دی اسٹاف"
نوآبادیوں کی فوجوں کا ورود
(عہدہ دار اعلیٰ) مقرر کیے گئے۔ شہنشاہی کی "آزاد قوموں"، میں جوش کا ایک طوفان موجزن ہو گیا اور یہ حیرت فزا منظر آنکھوں نے دیکھ لیا کہ انگریزی فوجوں کی تائید میں کناڈا، آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ کی فوجیں
۱۹۰۰
جنوبی افریقہ میں اتر رہی ہیں۔ لارڈ رابرٹس کی نئی فوج نے کرانجی کی فوج کو ہارڈیبرگ میں جا لیا، اور اسے اطاعت پر مجبور کر دیا۔ جنرل فرنچ نے کمبرلی کو خلاصی دلائی، لیڈی اسمتھ کے طولانی محاصرے کو جنرل بلر نے اٹھا دیا، اور دو مہینے بعد روڈیشیا کی ایک فوج میفکنگ کی خلاصی کے لیئے روانہ کی گئی۔ لارڈ رابرٹس یلغار کرتے ہوئے بلومفانٹین کی طرف بڑھ رہے تھے کہ کروگر کا ایک پیغام خودمختاری کے ساتھ صلح کے لیئے پہنچا۔ لارڈ سالسبری نے کہا کہ بوئروں نے جو جنگ برپا کی ہے اس کے نتائج بھی انھیں بھگتنا پڑیں گے۔ انھوں نے انگریزی سرزمین پر حملہ کیا اور جب تک کامیابی کی ذرا بھی جھلک نظر آتی رہی انھوں نے آشتی کا نام تک نہ لیا۔ آرینج فری اسٹیٹ کا الحاق کر لیا گیا، اور ایک مرتبہ پھر ایک سپہ سالار ایک انگریزی فوج
جمہوریتوں کا الحاق

اپنی رکاب میں لئے ہوئے پریٹوریا میں داخل ہوا اور ٹرانسوال کے الحاق کا باضابطہ اعلان کیا۔ کروگر ہالینڈ کو بھاگ گیا اور وہیں انتقال کرگیا۔ بوئروں میں اب کوئی سپہ سالار پچاس برس سے زائد عمر کا باقی نہیں رہا تھا اور انھوں نے بوتھا، ڈلاری اور ڈی وٹ کی سرکردگی میں دو برس تک جنگ کو قائم رکھا بلکہ کیپ کالونی تک پرحملہ کیا، لارڈ کچنر کی نئی فوجی کارروائیوں کے موافق ریلوں کے کنارے کنارے برابر گڑھیاں بنادی گئیں اور تاروں کے جال تمام ملک میں پھیلا دیئے گئے۔ عورتیں اور بچے قیام گاہوں میں مجتمع کیئے جانے لگے اور بوئر قیدی ہزاروں کی تعداد میں سمندر پار بھیجے جانے لگے۔ جنگی کارروائی کے اس طریق پر چلانے کو انگلستان کے لبرل فریق نے بڑی ہی شدت کے ساتھ مردود و مطرود قرار دیا، سرہنری کیمپبل بینرمین نے اس طرز جنگ پر لعنت بھیجی جو

۱۹۰۱ "وحشیانہ طریق" پر جاری کیا گیا تھا انھوں نے کہا کہ "کانکنی کے قصبات کے باہر سارا ملک لق و دق ویرانہ بنا ہوا ہے، کھیت جلائے اور دیہات غارت کیئے جاتے ہیں۔ بھیڑ بکری اور گائے بیل یا تو ذبح کرڈالے جاتے ہیں یا ہنکا دیئے جاتے ہیں، کلیں تباہ کردی جاتی ہیں، مکان کے سامان اور زراعت کے اوزار توڑ پھوڑ ڈالے جاتے ہیں"۔ اس مقاتلہ کی حالت خانہ جنگی کی افسوسناک حالت کو پہنچ گئی۔ آشتی و سازگاری کا ایک پرزور احساس پیدا ہوگیا اور یونینسٹ فریق پر زور دیا گیا کہ وہ ان فیاضانہ روایات کی طرف عود کرے جن سے بارہا نوآبادیوں میں امن قائم ہوا ہے۔ سرالفرڈ ملنر نے کہا کہ "میرا فرض منصبی یہ ہے کہ" افریقیت کے غلبۂ تسلط کو تباہ کردوں"۔ بوئر اپنی جگہ پر مایوسانہ لڑ رہے تھے، قبل اس کے کہ ویرینگنگ کی صلح نے اس مصیبت کا خاتمہ کیا، انگریزوں کی مور و ملخ سے بڑھی ہوئی فوجیں پورے پورے قصبوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا چکی تھیں۔

انگلستان نے یہ ذمہ لیا کہ وہ اس ملک کی نیابتی تنظیمات کو بحال کردے گا اور قیدی اور عورتیں اپنے کھیتوں کو واپس کردئے گئے چمبرلین نے بہ حیثیت وزیر مستعمرات شہنشاہی متفقیت پر زور دینے کے لیئے اس ویران کردہ ملک میں سفر کیا مگر ٹوری حکومت تذبذب میں پڑی رہی اور بوئر لبرلوں کے وعدے کے انتظار میں رکے رہے۔

شہنشاہی قومیت

انگلستان نے اگرچہ بروقت اسے سمجھا نہیں مگر (حقیقت یہ ہے کہ) جو استعماری فوجیں جنوب افریقہ میں اتری تھیں انھوں نے شہنشاہی کے مطمح نظر کو بدل دیا تھا، مستعمرات یہ دیکھکر کہ فوجیں ان کے زیر حکم ہیں اور وہ کیا خدمات انجام دے سکتے ہیں خود بینی کے فوری احساس سے سرمست ہو گئے اور اس توقع میں پڑگئے کہ اپنے لیئے ایسا درجہ حاصل کرلیں جو خود انگلستان کے درجے سے کسی طرح کم نہ ہو۔ مستعمری و خارجی وزارتوں کے تحت میں شہنشاہی مرکزیت قائم کرنے کی حکمت عملی پس پشت ڈال دی گئی اور اس کے بجائے ایک نئی تجویز تقابل باہمی اور مساویانہ محالفہ کی قائم ہوگئی، اور مدافعت کی بنا آیندہ کے "استعماری بیڑوں" کے اصول پر رکھی گئی۔ جنگ بوئر نے قومیت کو فاتحانہ راستے پر چلا دیا ہے اور ممالک مستعمری اب اپنی تاریخ کے ایک نئے دور میں داخل ہوگئے ہیں۔ یہ بھی قسمت کا ایک عجیب پھیر ہے کہ جو قومیں جنوبی افریقہ میں بوئروں کے اوپر شہنشاہی حکمرانی کا تسلط جمانے کے لیئے آئی تھیں انھیں نے تمام مستعمرات کے لیئے خود مختاری کی ایک صورت قائم کردی جو پہلے سے انگلستان کی شہنشاہی پسندوں کے خیال میں بھی نہیں آئی تھی، نہ اس کی توقع تھی اور نہ انگلستان نے اسے پہلے کبھی سمجھا تھا جنگ کے بعد جب تیسری مستشار کا انعقاد ہوا تو وہ پہلی مستشار تھی جس نے مستعمرات کی "قومی" تمناؤں اور آرزوں کو انگلستان سے قطعاً وحتماً تسلیم کرالیا۔ یہ موقع ان دعاوی کے پیش کرنے کے لیئے

موزوں تھا، کیونکہ جیمسن کی تاخت کے بعد سے انگلستان کا کوئی ایک بھی دوست نہیں رہا تھا اور وہ یورپ کی حکومتوں اور اخباروں کے غیر معمولی بغض و عناد کا ہدف بنا ہوا تھا۔ قیصر جرمنی نے کہا کہ "ہمیں ایک مضبوط جرمانی بیڑے کی اشد ضرورت ہے"۔ جنوب افریقہ کی مہم، نیز چین کو جہازات کی روانگی نے قیصر کو یہ سبق دیدیا تھا کہ بحری طاقت کے وسائل کیا ہیں اور برطانی شہنشاہی کو ٹیلہ لینے کے مختلف مستقروں نے کس طرح مربوط کر رکھا ہے، پس بحری ضروریات کا ایک نیا مطالبہ امداد ریشٹاگ میں پیش کیا گیا اور اس کے ساتھ قیصر کے یہ شور انگیز الفاظ سننے میں آئے کہ "ہمارا مستقبل سمندر پر منحصر ہے"۔ اس مطالبۂ امداد کے پردے میں جو مبارز طلبی کی گئی تھی وہ قیصر کے اس طرح کے اضطراب انگیز خواب سے اور بھی قطعی ہو گئی کہ "سمندر کے دیوتا کا سہ شاخہ نیزہ ہماری مٹھی میں ہونا چاہیئے"۔ سمندروں کی ایسی نئی تقسیم ہونا چاہیئے "جیسیں جرمنی اسی طرح بحر اوقیانوس کا امیر البحر ہو"، "جس طرح روس بحر الکاہل کا امیر البحر ہے"۔ انگریزی تاریخ میں کسی واقعے نے قوم کے مطمح نظر کو کبھی اس طرح دفعتہً نہیں بدلا ہے، جیسا اس وقت ہوا۔ چیمبرلین کو مستقبل کے لیئے پیش آنے والے امور کا خطرہ لگا ہوا تھا اور جب اُسے انگلستان، جرمنی اور ممالک متحدہ امریکہ کے
۱۸۹۹ درمیان ایک ٹوٹنی معاہدے کے قائم کرنے میں ناکامی ہوئی، تو وہ شہنشاہی کی قوموں کی طرف متوجہ ہوا۔ اُس نے کہا کہ "ہمارے جو قرابتدار ماورائے بحر میں آباد ہیں ان کا اعتماد اور ان کی الفت غیر قوموں کی نیکو خواہی سے زیادہ اہم ہے"۔ اس اثنا میں نوآبادیاں
۱۹۰۲ اپنے داخلی اتحاد میں زیادہ قریبی تعلق پیدا کرنے پر مجبور ہو رہی تھیں۔ دس برس کے اندر اندر کناڈا کی مثال پر تین متفقی قومیں تیار ہو گئی تھیں۔ آسٹریلیا نے جب دیکھا کہ بحر الکاہل میں ایک کے بعد دوسری

غیر ملکی طاقت داخل ہو رہی ہے، تو اُس نے پچاس برس پہلے کے تذبذب کو ترک کر کے اپنا متفقی نظام سلطنت مرتب کرنے کے لئے ایک مجلس عارضی طلب کی۔ ہر پیشہ اور ہر فریق کے سربرآوردہ اشخاص کی مجلسیں منعقد ہوئیں اور نئی تجویز کے ایک ایک جملے پر تنقید و بحث ہوئی۔ پھر وزرائے اعظم کے ایک اجلاس میں منظور ہو کر اور تمام قوم کے مراجعہ میں مقبول ہو کر یہ مسودۂ قانون انگلستان بھیجا گیا۔ ان لوگوں نے نوآبادی یا "قلمرو" کی اصطلاح کو مسترد کر دیا اور اپنے لئے "دولت عامہ" کا اعلان کر دیا۔ وزارت مستعمرات نے یہ تجویز کی کہ دولت عامہ اور مختلف ریاستوں کے درمیان جو آئینی اختلافات پیدا ہوں ان کا مرافعہ کناڈا کے مانند پریوی کونسل (مجلس شاہی) میں ہوا کرے مگر اُس سے انکار کر دیا گیا۔ اس نئی قوم کا پہلا عظیم الشان کام یہ تھا کہ اُس نے "سفید رنگ" آسٹریلیا کا دعویٰ کیا اور رنگ دار اقوام کی آمد کو مسدود قرار دیا۔ اس کا دوسرا کام اپنے لئے مدافعت کا 1901
اختیار کرنا تھا۔ نیوزیلینڈ اُس سے علیحدہ رہا۔ اسے اب بھی جنوبی بحر الکاہل اور پالینشیا کے مجمع الجزائر کی سرگروہی کی توقع تھی جسے مدتوں پہلے (۱۸۳۰ء میں) سر جارج گرے نے جرمنی کی تقلید میں اتحاد کرورگیری کے ذریعے سے قائم کرنا چاہا تھا۔ آسٹریلیا کے ساتھ متفق ہونے سے انکار کر کے اُس نے شہنشاہی نظام میں مساویانہ سلطنت بننے کو ترجیح دی۔ اس قلمرو میں متعدد جزائر ملحق کر لئے گئے۔ "پنج اقوام" کی صف میں سب سے آخری اور سب سے زیادہ شورانگیز داخلہ اتحاد جنوبی افریقہ کا تھا۔

سر ہنری کیمپبل بینرمین جب وزارت پر فائز ہوئے تو لبرلوں نے اس محل پر اپنے اصول آزادی کو پورا کر دکھایا۔ جنوبی افریقہ کا اتحاد کرورگیری ایک نئی متفقیت کا پہلا قدم تھا، اس راہ میں بڑی پرصعب منزلیں پیش آئیں، چونکہ ٹرانسوال کی کانوں کی پیداوار

باہر بھیجنے کا قریب ترین راستہ ایک پرتگالی بندرگاہ سے ہو کر تھا اور وہاں مزدوروں کی آمد بالتخصیص پرتگالی علاقے سے تھی، اس لئے بہت سے مسائل جن کا تعلق ان ریاستوں کے داخلی تعلقات سے تھا، دفتر خارجہ کو طے کرنا پڑتے تھے۔ تجارتی تنازعات نے نسلی عداوتوں کو مشتعل کر دیا تھا۔ ٹرانسوال کی ریل ڈیلیگوا تک گئی تھی اور اس لئے جنوبی افریقہ کی تجارتی اغراض بالکل ٹرانسوال کے قبضۂ قدرت میں تھے، اور وہ کیپ کالونی کو تباہ کر دینے کی دھمکی دے سکتا تھا۔ جو ریلیں مختلف ریاستوں کو ملاتی تھیں وہ ان سرحدوں سے گزرتی تھیں جن کا نشان نقشہ پر جس طرح چاہتے تھے بنا دیتے تھے۔ یہ نشانات کسی سیاسی یا طبعی خطوط تقسیم سے کچھ موافقت نہیں رکھتے تھے اور جو قومیں حصص متنازعہ میں رہتی تھیں اُن میں مخاصمت کا مرض مزمن ہو چکا تھا۔ جیمسن کی تاخت اور اجتماعی لشکرگاہوں کی یاد نے (شمالی) میدانوں کے بوئروں کو کیپ کالونی کے فرانسیسی ہیوگیناٹوں کے ساتھ وابستہ کر دیا تھا۔ ادھر انگریزوں کو اپنے اغراض و مقاصد اور اپنی فوقیت کے جاتے رہنے کا اندیشہ لگا ہوا تھا۔ ٹرانسوال سے کیپ کالونی تک مختلف ریاستوں نے، افریقہ کے دیسی باشندوں کے متعلق اپنی اپنی خاص روش اختیار کر رکھی تھی۔ یہ روش ایک دوسرے سے مغائر تھی اور اس پر کسی قسم کی قید نہیں تھی۔ نیٹال نے ہندوستان سے مشروط المعاہدہ قلی اس کثرت سے بلائے تھے کہ وہاں ہندوستانیوں کی تعداد سفید رنگ قوموں کے برابر ہو گئی تھی، اور سیاہ نسل کی آبادی کو یورپین آبادی کے مقابلے میں دس اور ایک کی نسبت تھی، مگر جب نیٹال اپنی حکومت اور اپنی مدافعت کے لئے خود ذمہ دار ہو گیا تو اُس نے ہندوستانیوں کا آنا قانوناً روک دیا، اور ایک ہولناک
1897 شہنشاہی مسئلہ پیدا کر دیا۔ معادن طلامیں کام کرنے والے چینی مزدوروں کے

معاملے نے بعد میں ایک اور مشکل کا اضافہ کردیا۔ ایک ایسی مایوس کن حالت سے نجات دلانے کے لیئے لبرل حکومت نے یہ عزم کرلیا کہ ان منتشر صوبوں کو حکومت خود اختیاری عطا کر کے شہنشاہی کی آزاد قوموں میں انھیں جگہ دی جائے۔ یہ تجویز ایک "بے سروپا تجربہ" کہکر مطعون کی گئی مگر جس تجویز کے دارالامرا میں ناکام ہو جانے کا اندیشہ تھا ہمت سے کام لیکر حکم شاہی سے نافذ کردی گئی ٹرانسوال اور آرنج ریور کالونی کے لیئے حکومت خود اختیاری کی تجویز سے جنوب افریقہ کے نظم سلطنت کے لیئے راستہ صاف ہوگیا۔ نیا اتحاد ابھی مکمل ہی ہو رہا تھا کہ وزیر اعظم نے لندن کی ایک مستعمری مستشاریں جنوبی افریقہ کے وکلا کا خیر مقدم کیا، اور کہا کہ " میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ قدیم ملک (انگلستان) کے اندر (آپ کے متعلق) جیسی محبت آمیز دلچسپی اور فخر کا احساس پیدا ہوگیا ہے اس پر آپ کے نہایت ہی پرجوش خیالات بھی فوق نہیں لے جاسکتے"۔ حکومت جنوبی افریقہ کے ارکان کی مجلس عارضی ایک نظام سلطنت کے بنانے کے لیئے جمع ہوئی جسے چاروں نوآبادیوں نے قدرے اصلاح کے ساتھ منظور کرلیا، اور شہنشاہی پارلیمنٹ نے اسے بطور قانون کے نافذ کردیا۔ (انگریز اور ڈچ) دونوں نسل کے لوگ مساوی درجہ پر رکھے گئے اور دونوں زبانیں مسلم قرار دی گئیں۔ پریٹوریا نظم ونسق ملک کا مرکز اور کیپ ٹاون پارلیمنٹ کا مستقر قرار پایا۔

مسائل مشتقہ — جس طرح خود نوآبادیاں انواع واقسام کی تھیں، اسی طرح نئے شہنشاہی آئینی تجربات بھی گوناگوں تھے، کناڈا میں باہم اتفاق کرنے والے صوبوں نے اپنے ذاتی درجہ کو بالکل ہی کھو دیا تھا اور جس قانون کے ذریعے سے اُن کا اتحاد ہوا ہے اسی قانون کی رو سے وہ پھر قائم کیئے گئے۔ تشریعی اختیار غور و فکر کے ساتھ صوبہ جات اور جدید ملکتی پارلیمنٹ کے درمیان تقسیم کیئے گئے، اور جو اختیارات بالتصریح

مقامی مجالس واضع قوانین کے لیے محفوظ نہ کیئے گئے ہوں وہ سب اسی مملکتی پارلیمنٹ کے حیطۂ اختیار میں سمجھے گئے۔ صوبوں کے لفٹنٹ گورنروں کا تقرر، گورنر جنرل باجلاس کاؤنسل کے ذریعے سے ہوتا ہے، پس وہ اسی ذریعے سے مملکتی کابینہ کے نام سے تمام صوبجاتی مجالس تشریعی کے اوپر حق امتناع عمل میں لا سکتا ہے اور تعلیمی معاملات میں اُسے قلیل التعداد مذہبی جماعتوں کے تحفظ اغراض کے خاص اختیارات حاصل ہیں۔ سینات کے ارکان جن کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ صوبوں کی نمایندگی کرتے ہیں، وہ بھی تاحیات، گورنر جنرل ہی کے مقرر کیئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس نقص شدید نے ان کی وقعت کو گھٹا دیا، اور جب انھوں نے سینات میں مغربی صوبوں کی مساویانہ نمایندگی سے انکار کر دیا تو اُس وقعت میں اور بھی کمی آگئی۔ کناڈا کی مرکزی حکومت کا یہ غلبہ آسٹریلیا کی دولت عامہ کے مقابلے میں نہایت ہی متضاد معلوم ہوتا ہے۔ یہاں ریاستوں نے اپنا اپنا پر زور صوبجاتی اثر پیدا کر لیا تھا اور متفقیت کے قیام کے وقت انھوں نے اپنی آزادی سے دست بردار ہونے سے بڑے غرور کے ساتھ انکار کر دیا، اور بدستور بادشاہ کے مقرر کردہ گورنر کے ماتحت رہیں اور یہ گورنر بادشاہ کے جوابدہ ہوتے ہیں۔ آسٹریلیا نے نہ صرف پریوی کونسل (مجلس شاہی) کی مداخلت کو نامنظور کر کے کناڈا کی نظیر سے روگردانی کی بلکہ اُس نے ایک اور بھی نمایاں انحراف یہ کیا کہ اپنے نظام سلطنت کی اصلاح کا اختیار بذریعہ مراجعۂ جمہور آسٹریلوی قوم کے ہاتھ میں رکھا، حالانکہ برطانی شمالی امریکہ میں نظام سلطنت کا تغیر صرف شہنشاہی پارلیمنٹ کے توسط سے ہو سکتا ہے۔ ان دونوں اختیارات سے دولت عامہ آسٹریلیا کا قانون "مستعمراتی قومیت" کی برترین حد کو پہنچا ہوا قانون ہے، اور کسی اور مملکت کے بجائے ممالک متحدہ امریکہ کے نظام سلطنت سے زیادہ قریب ہے۔ ان امور کے علاوہ ممالک متحدہ سے مشابہت کے اور بھی وجوہ ہیں، مثلاً یہ کہ

ہر ایک ریاست کی نمایندگی پر اصرار کیا گیا ہے اور طریق کناڈا کے برعکس متفقی مجلس وضع قوانین کے اختیارات معین نظر معینہ حدود کے اندر محصور رکھے گئے ہیں، اور باقی جملہ اختیارات خود ریاستوں کو حاصل ہیں۔ جنوبی افریقہ میں یہ تمام حالات اُلٹ دیئے گئے تھے، وفاداری میں مختلف درجے رکھنے والے صوبوں کو اپنے طور پر ترقی کرتے رہنے کی اجازت دینے سے جو غلطیاں سرزد ہوئیں اُن کی یاد، زر و جواہر کی دولت کی وجہ سے شیبانی جماعتوں کے نئے شہر آباد کر لینے سے فوری تغیرات کی ظہور پذیری، ان کی وجہ سے مقامی حکومت میں انقلاب کا پیش آجانا، سرحد کے پار یورپ کی سب سے زبردست فوجی قوت کی موجودگی یہ وہ خیالات تھے جن کی وجہ سے جنوبی افریقہ کے مدبّروں نے اس متفقیت کو اپنے وہاں سے دور رکھا جو دوسری ریاستوں میں مقبول ہو چکی تھی۔ ان سب سے زیادہ دور رس زمانۂ آیندہ کا وہ عالمگیر مسئلہ تھا جسے سفید و رنگدار نسلوں کے تعلقات باہمی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جنوبی افریقہ میں یہ مسئلہ اور ملکوں کی نسبت زیادہ شدید صورت میں موجود ہے اور اس کی یہ موجودگی ہی جنوبی افریقہ کی تاریخ کا سر رشتہ ہے۔ جہاں سوا بارہ لاکھ سفید رنگ آدمی اپنے سے تقریباً پانچ گونہ زیادہ افریقی اور دوسری رنگدار قوموں میں ملے ہوئے ہیں، اور دو سفید رنگ قومیں اصلی باشندگان ملک کو بالکل ہی مغائر نقطۂ نظر سے دیکھتی ہیں اور ڈاوننگ اسٹریٹ اور اکسٹر ہال ایک تیسری نظر سے ان پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ ان پیچ در پیچ مشکلات کے ہوتے ہوئے متفقی اتحاد کے بجائے توحد کو مرجح سمجھا گیا اور اس میں شامل ہونے والی نوآبادیوں سے یہ چاہا گیا کہ وہ ایک واحد و اعلےٰ پارلیمنٹ کے تحت میں اپنے تشریعی اختیارات سے دست بردار ہو جائیں، اور مقامی حکومت کے چلانے کے لیئے مجالس منتظمہ کی پست سطح پر اتر آئیں۔ خیال یہ کیا جاتا ہے کہ اس طریق میں

حکومت کو ایک مرکز پر لانے کے لیئے ضرورت سے زیادہ سعی کی گئی ہے۔ اس طرح مختلف مملکتوں میں سیاسی نظریہ کے ہر ایک نوع کو تجربے کا موقع دیا گیا ہے اور یہ کام خود انھیں مملکتوں کا ہے کہ وہ اپنے اپنے نظام سلطنت کو اپنی حقیقی ضرورت کے مطابق ڈھال لیں۔ جنوبی افریقہ کو اب بھی وہ وسائل ملجائیں گے کہ وہ اتحاد کے ماتحت مقامی اغراض و مقاصد کو زیادہ دل کھول کے وسعت دیکر اور اپنی مختلف ریاستوں کو اپنی اپنی قوت عمل سے کام لینے میں زیادہ آزادی عطا کر کے کامل قومی زندگی تک نمو حاصل کرے۔ کناڈا میں مرکزی حکومت کے اختیار کے باوجود پریوی کونسل کے عدالتی فیصلوں کے ذریعے سے تشریعی اختیارات کی تقسیم میں بہت ہوشیاری کے ساتھ توازن قائم رکھا گیا ہے خواہ اس کے حصول میں بے انتہا مقدمہ بازی اور کسی حد تک کشیدگی ہی کیوں نہ واقع ہوگئی ہو۔ آسٹریلیا جسے زیادہ عمومی آزادی حاصل ہے، وہ ہمیشہ دو فریقوں کے درمیان معلق رہتی ہے ایک فریق "ریاستی حقوق" کا موید ہے اور دوسرا فریق متفقی طاقت کے بڑھانے کا حامی ہے، دوسرے فریق میں زیادہ تر عام مزدور شامل ہیں اور ان وسیع الاثر حرفتی مسائل پر موثر اقتدار عمل میں لانا چاہتے ہیں جو نظام سلطنت کے شرائط کی رو سے ریاستوں کے لیئے مخصوص ہیں۔ اُس وقت تک عدالتی فیصلوں کا دباؤ یہ پڑا ہے کہ جو تقسیم اختیارات عملاً قائم ہے اس میں خلل نہیں واقع ہوا ہے، اور ریاستی فریق کو مرافعے کے ذریعے سے فتح حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ خاتمہ ہنوز نظر نہیں آتا اور بدستور اس مسئلے پر شدید اختلاف برپا ہے۔ درحقیقت متفقیت کوئی سانچے میں ڈھلی ہوئی تجویز نہیں ہے، کوئی مملکت ایسی نہیں ہے جہاں اس وقت تک مقامی قوت عمل اور مرکزی مماثلت کے مابین تمام مراحل کلیتہً طے ہوگئے ہوں اور خود شہنشاہی کے لیئے آخری حل ابھی اور بھی عسیر الحصول ہے۔ مملکتوں کے لیئے ضروری ہے کہ

وہ پہلے اپنے اندرونی مسئلے کو حل کر لیں ۔

شہنشاہی مت

اس کے بعد سب سے حاوی سوال یہ رہا ہے کہ شہنشاہی نظم کو کیونکر مستحکم کیا جائے ۔ بنتھم کی یہ تجویز کہ نوآبادیوں کو اپنی طور پر اپنی قومی آزادی حاصل کرنے کے لیئے چھوڑ دینا چاہیئے اور ڈزریلی و چمبرلین کی یہ کوشش کہ شہنشاہی اجتماع کی ایک تجویز کے ماتحت شہنشاہی کی سب قوتوں کو متحد کرنا چاہیئے، دونوں برطرف کردی گئی ہیں ۔ ایک برطانی تجارتی لیگ کے ذریعے سے تجارت کو مفروضہ شہنشاہی اغراض و مفاد کے ساتھ مخصوص کر دینے کی نسبت یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ اسی پرانے استعماری طریقے کی ایک آسان سی شکل ہے۔ ملک مادری کے حق میں عام تجارتی ترجیح کے ہونے سے نوآبادیوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو گئے اور انھوں نے بالاعلان یہ کہدیا کہ "ان کی مالی حکمت عملی ایک ایسا معاملہ ہے جس کے متعلق یہ مملکتیں اپنے حق اور اپنے تفرد سے ہرگز دست بردار نہ ہوں گی، ترجیحات بالکل رضامندی طرفین سے ہونا چاہئیں"۔ لندن سے خارجی حکمت عملی کی نگرانی ہونے سے یہ نوآبادی والے بالتخصیص منغض ہیں۔ شہنشاہی کے ابتدائی زمانے میں انگریزی حکومت، غیرملکی حکمت عملی کے نام سے کوئنسلینڈ کو جنبی تارکان وطن کے خلاف قانون نافذ کرنے سے روک سکتی تھی، لیکن کناڈا کی سرگردہی میں مملکتوں نے یہ کہدیا کہ اگر تجارت یا ترک وطن کے متعلق برطانیہ ان کی مرضی کے بغیر کسی غیر ملک سے کوئی معاہدہ کرے گا تو وہ ان پر جبراً عاید نہیں ہو سکتا، اور اس کے ساتھ ہی اُنھوں نے یہ دعوے کیا کہ انھیں خود اپنے معاہدے کرنے اور انگلستان کے موکدہ کیئے ہوئے معاہدوں کی نسبت زوردار سفارتی اثر رکھنے کا حق حاصل ہے ۔ مسٹر ایسکوئتھ نے تیسری استعماری مستشار کو اچھی طرح پر متنبہ کر دیا کہ خارجی حکمت عملی کے چلانے کا تعلق کلیتہً دفتر خارجہ سے ہوگا، مگر ایک ایسا خطرہ سر پر آپڑا جس کے

دباؤ سے ایک نمایاں نظریئے کو روا رکھنا پڑا، اور تیسرا جاپانی معاہدہ (جس میں اس امر کی احتیاط کی گئی تھی کہ مبادا جاپان، امریکہ کی جنگ میں اس شہنشاہی کو بھی کشاں کشاں داخل کر دے)، وہ پہلا موقع تھا جب تمام وزرائے اعظم نے باجلاس کونسل ایک موقر بین الاقوامی قرارداد کی توثیق کی۔ مدافعت کے مسئلے میں بھی ان مملکتوں نے اسی سخت روش کا اظہار کیا۔ جرمنی کے بحری قانون سے جو دہشت پیدا ہو گئی تھی اُس کے بعد بارہ برس تک روز افزوں خطرات کے دوران میں یہ مناقشہ جاری رہا۔ ایک طرف نوآبادیاں اپنے آئندہ کے قومی بیڑوں کی نسبت بحث کر رہی تھیں اور جاپانی بیڑا بحرالکاہل میں اپنی قوت کا زور دکھا رہا تھا، دوسری طرف بحر شمال کے خطرات کے اندیشے میں انگلستان کو مجبور ہو کر اپنے زبردست جہازوں کو اطراف و جوانب سے سمیٹنا پڑ گیا تھا، اپنے معاشری و حرفتی معاملات میں از حد مستغرق ہونے کی وجہ سے نوآبادیوں کو خارجی معاملات کا کچھ یوں ہی دھندلا سا احساس ہوتا تھا، یہانتک کہ بوسینا کے معاملے میں جنگ یورپ کا اندیشہ پیدا ہو گیا، تیسرا جرمانی مسودۂ قانون بحری پیش ہوا اور سر اڈورڈ گرے نے دارالعوام میں یہ بیان کیا کہ نئے خطروں کے مقابلے کے لئے برطانی بیڑے کو ازسرنو ڈریڈ ناٹ کی طرز پر بنانا پڑے گا۔ اُس وقت ان نوآبادیوں کو جبراً و قہراً ان مسائل پر توجہ کرنا پڑی۔ ۱۹۰۹ء کی متشار نے شہنشاہی بیڑے کے اخراجات میں شرکت کرنے کی طرف قدم بڑھایا، اور خود نوآبادیوں کی بری افواج کا خرچ بہت کچھ بڑھا دیا۔ بحری مدافعت کے متعلق نوآبادیاں دو مختلف الخیال فرقوں میں منقسم تھیں۔ حکومت نیوزیلینڈ اور کناڈا کے دو بڑے فریقوں میں سے ایک فریق، (جس کی سرگروہی اب سر رابرٹ باڈون کر رہے ہیں)، اس اصول کی تائید میں ہے کہ نوآبادیوں کی طرف سے جہازات اور سپاہی

آئندہ کے مملکتی بیڑے ۱۹۰۲ - ۱۹۱۴

دیئے جائیں اور یہ سب کے سب ہمیشہ کے لیئے ایک متفقہ شہنشاہی بیڑے کے لازمی اجزا رہیں، آسٹریلیا اور کناڈا کے پیرواں سر ولفرڈ لاریہ قومی بیڑے کے طریق کو مرجح سمجھتے ہیں یعنی یہ بیڑے مقامی سمندروں میں مقیم رہیں اور صرف جنگ کے وقت محکمۂ امیر البحری کے تابع فرمان ہوں - لنڈن کے مستشارات میں قومی احساس کے متعلق جسقدر اعترافات کیئے گئے ہوں گے ان میں یہی اقرار باہمی، دلیرانہ ترین اعتراف اس امر کا تھا کہ شہنشاہی کی بنیادوں میں سب سے زیادہ مستحکم و یقینی بنیاد قومی احساس ہی ہے - مگر ایک ایسی جنگ کی تہدید کے سامنے جس کا خطرہ انگلستان کو ۱۸۱۵ء کے بعد سے کبھی نہیں پیش آیا تھا، یہ تجویز شکست ہوگئی - الجزائر اور اغادیر کے نازک مواقع پہ نوآبادیوں کو یہ انتباہ ہوگیا کہ ان کی تمامتر
1911 ہستی ہی خطرے میں پڑی ہوئی ہے، اور جب یہ خبر اڑی کہ فرانس ٹاہیٹی کو جرمنی کے حوالے کر دینے والا ہے تو انھیں اس خطرے کی آمد کا احساس ہوگیا - ایک عاجلانہ مراعات باہمی کے ذریعے سے وہ نگرانی کے اتحاد اور مقام خطر میں بیڑے کے اجتماع کے متعلق رضامند ہو گئے، اس کے ساتھ ہی برطانیہ نے یہ قبول کیا کہ وہ مشرق میں ایک بیڑا قائم رکھے گا - جرمنی کے پانچویں بحری مسودۂ قانون سے اشتعال اور تیز ہوگیا - ۱۹۰۲ء میں بحر اوقیانوس، بحر الکاہل اور بحیرۂ روم میں انگلستان کے ۱۶۰ جہازات تھے،
1912 اب ان مقامات میں اس کے صرف ۷۶ جہازات رہ گئے - اہالی آسٹریلیا نے کہا کہ شہنشاہی امداد کے بغیر ہمارے سمندر بے حفاظت، اور ہمارے تجارتی راستے غیر محفوظ ہیں - آسٹریلیا کو جن خطرات کا سامنا ہے وہ اپنی نوعیت میں فرد ہیں، اور دنیا کی کسی دوسری قوم پر ایکایہ اثر نہیں پڑتا، زیادہ پرجوش اشخاص اس امید میں لگ گئے کہ آخر الامر بحر الکاہل کے بیڑے کی نگرانی نوآبادیوں کے عملۂ بحری کے

ہاتھ میں آجائے گی۔ "ہم اس امر کے خواہاں ہیں کہ ہم پر اعتماد کیا جائے اور ہمیں ایسے حقوق خاص دیئے جائیں جو تاریخ میں کسی شہنشاہی نے اب تک اپنے اجزائے ترکیبی کو نہ دیئے ہوں۔" ان کی ضرورت یہ تھی کہ جو مقام "اب بھی قوموں کا میدان کارزار بن سکتا تھا" وہاں ان کا "بڑا جنگجو بیڑا" موجود رہے۔ اب خود نو آبادیوں کے جہازوں کے بننے کا آغاز ہوگیا ہے۔

آزاد اقوام

آسٹریلیا کے باشندوں کو ان مسائل سے جو بالکلیہ زمانۂ جدید کے مسائل ہیں تمام دوسری اقوام کی بہ نسبت زیادہ تعلق ہے، آسٹریلیا شہنشاہی کا سب سے زیادہ عمومیت پسند حصہ ہے، اور قرون ماضیہ کے بارے اس کی پشت ختم نہیں ہے پس آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ ایسے معاشری قوانین کے تجربہ گاہ بن گئے ہیں جو دنیا کے ہر ایک قانون سے آگے بڑھے ہوئے اور سب سے زیادہ دلیرانہ ہیں۔ تسمانیہ، کے سوا اور ہر جگہ کلیسا وسلطنت کلیتہً ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں۔ مزدوروں کو ہر جگہ پارلیمنٹ میں قوت حاصل ہے اور حزب العمال کی حکومتیں دولت عامہ اور ریاستوں میں برسر اقتدار ہیں۔ سرکاری محکمے یورپین ممالک سے زیادہ ہیں، اور کتاب اندراج قوانین ان قوانین سے بھری ہوئی ہے جن سے مادی بہبود اور معاشری مساوات کا یقین پیدا ہوتا ہے۔ دنیا میں کوئی جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں مزدوروں کے کام کرنے کے اوقات یہاں سے کم اور اُن کی اجرت اور تعطیلیں یہاں سے زیادہ ہوں، نیوزیلینڈ کے باشندوں کی اوسط آمدنی دنیا میں سب سے بڑھی ہوئی ہے، اور ریڈیکل (استیصالی) اور حزب العمال کی حکومت کا دور دورہ یہاں ہر ایک نو آبادی سے زیادہ رہا ہے۔ سر جارج گرے سے جو ۱۸۷۶ پہلے گورنر تھے اور بعد میں لبرلوں کی سرتابی کے سرگروہ اور وزیر اعظم ہو گئے تھے، ان کا اخراس نو آبادی کے بیباکانہ عمومی قوانین میں

صاف نظر آتا ہے۔ نیوزیلینڈ پہلا ملک ہے جس نے ہر بالغ شخص کو
حق رائے دہی عطا کیا جن میں میوری عورتیں بھی شامل تھیں کارخانہ اور
جہاز سازی کے قوانین میں بڑی بڑی ریاستوں کو چھوٹے چھوٹے
حصص میں تقسیم کرنا اور زمین کے ملک سلطنت ہونے کا اصول
قائم کرنا، حرفتی تحکیم، زندگی کا بیمہ، اور ایک سرکاری امین کے
ذریعے سے اہل ملک کے مفاد کی قابل تعریف فکر و پرداخت ان
تمام قوانین میں نیوزیلینڈ ہی نے سب سے پہلے قدم بڑھایا
اور سب کی رہبری کی۔ یہ ضرور ہے کہ دوسرے نئے ممالک کی طرح
اس پر بھی ان خطرناک امور کا اثر پڑا ہے کہ اس کے اغراض،
مادی ترقی اور مقامی معاملات تک محدود ہو گئے ہیں اور روپئے
کے قرض لینے اور خرچ کر دینے اور حرفتی و فریقانہ اغراض کے لیئے
مدد دینے کی بدعاوتیں بجد ترقی کر گئی ہیں مگر آزاد مملکتوں میں سے
ادنے و اعلےٰ ہر مملکت کے باشندوں نے یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ایک
پر زور نسل جسے شہنشاہی امن کے زیر تحفظ حقیقی و معنی حکومت خود اختیاری
کا یقین کامل ہو اور جسکے "عادات اس کی نسل کے شایان شان ہوں"
وہ عمومیت کی ذمہ داری کے سزاوار ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی قسمت کی نیرنگی
ہے کہ نئی شہنشاہی جو مساویانہ حقوق اور آزادانہ رضامندی کے
مسائل کو آہستہ آہستہ آگے بڑھا رہی تھی، اس کا ثبوت اس قدر
عاجلانہ و فوری طور پر مل گیا۔ اس کے نمایندوں کی گاہ بہ گاہ کی
مجلس مستشار حال ہی میں شہنشاہی کی ایک کونسل (مجلس شوریٰ)
کا منصوبہ سوچنے لگی ہے، اتحاد جنوبی افریقہ کو تو ابھی اتنا ہی زمانہ 1911
ہوا ہے کہ وہ ایک استشار میں شریک ہو سکا ہے۔ آسٹریلیا اپنے 1912
1914 قومی اتحاد کی پہلی علامت کے اظہار کے لیئے اب کچھ تیاریاں ہو رہی ہے،
تمام صوبوں کے ریلوے کا الحاق تمام دولت عامہ کے لیئے ڈاک کے
ایک ہی ٹکٹ کا استعمال اور پاس کینبیرا کے ویران قرب و جوار میں،

ایک متفقہ دار السلطنت کے بنا کرنے پر اتفاق رائے، ان سب تجویزوں کا شیوع اب ہوا ہے۔ زیادہ زمانہ نہیں گزرا ہے کہ مغربی و شرقی کناڈا، برّ اعظم کو عبور کرنے والی تین ریلوں کے ذریعے سے ملحق ہو گئے ہیں۔ یہ ریلیں سنسان اور بے گیاہ میدانوں اور بلند و نامعلوم سلسلہائے کوہستان میں سے ہو کر گزری ہیں۔ یہ مملکتیں عام طور پر اپنی سریع اندرونی ترقی میں مستغرق تھیں، اور انھوں نے اپنے قومی احساس کا اعلان ابھی حال ہی میں کیا تھا، شہنشاہی نظم و ترتیب کی بحث ابھی شروع ہی ہوئی تھی، اور مدافعت کی ایک تجویز پر ابھی سرگرم مباحثہ ہی ہو رہا تھا کہ دنیا پر عالمگیر جنگ کی بلائے بیدرماں نازل ہو گئی شہنشاہی کے امتحان کا ایسا موقع کبھی نہیں آیا تھا کہ اس پر ایسی ناگہانی ضرب پڑی ہو جس سے ایک ایسے طریق کار کی سخت ترین آزمایش کا وقت آ گیا ہو جو ہنوز نکتہ چینیوں کی نظر میں ایک ہیولی سے زیادہ وقعت نہ رکھتا ہو لیکن منتشر مستعمرین کا خود اختیاری حکومت رکھنے والی قوموں کی صورت میں مجتمع ہو جانا اور پھر قوموں کا اپنی آزادانہ مرضی سے ایک شہنشاہی دولت عامہ میں جمع ہو جانا، ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر انگریز فخر کر سکتے ہیں کہ دنیا کو حکومت کے جس وسیع سے وسیع تجربے اور انسانی آزادی کے لیے جس پر زور سے پر زور کوشش کا علم ہے، یہ دولت عامہ ان سب سے بڑھی ہوئی ہے؛

شہنشاہی کی حکومت

شہنشاہی کے انگریز مستعمرین جب پیچھے مڑ کر دیکھتے ہیں اور اُن کی نظریں بلتھم پر پڑتی ہے تو اس شہنشاہی کی دوسری نسلیں ولبر فورس اور کلارکسن کو اپنی آزادی کا مبشر سمجھتی ہیں۔ تاج برطانیہ کی اس پانچ کروڑ ساٹھ لاکھ رعایا کے علاوہ جو یورپین نسل کی ہے، برطانیۂ عظمی نے دوسری نسلوں کے تیس کرور سے زاید باشندوں کا بار حکومت اپنے کندھے پر لے لیا ہے۔ اس عظیم الشان مبادرت سے جس کی کوئی نظیر دنیا میں نہیں ملتی حکومتوں کے مطالعہ کی بہ نسبت انگریزی قوم کے ارتقا کے مطالعے کا

زیادہ موقع ملتا ہے۔ اس شہنشاہی میں حکمرانی کے ہر ایک طریق کی مثال موجود ہے، ایک حد پہ اگر آزادانہ استعماری طریقہ ہے تو دوسری حد پر "محیتون" کی "سیاسی مطلق العنانی" موجود ہے جہاں شاہ انگلستان بغیر دعوئے ملکیت کے خود سرانہ اقتدار عمل میں لا سکتا ہے اور جس قسم کی عدالت چاہے قائم کر سکتا ہے۔ بے راہ روی و ناکامی اور انسانی لغزشوں کے باوجود یہ مقصد برابر ترقی کرتا جا رہا ہے کہ اپنے نفع کے لیئے باشندوں کو کام میں لانے کے پرانے خیال کے بجائے خود ہر ایک سلطنت و مملکت کے اغراض کا تحفظ کرنا چاہیئے اور اس مقصد کے ساتھ ہی ساتھ مختلف قوموں کے اپنی اپنی حکومتوں میں زیادہ وسیع حصہ لینے کے مسلسل تجربے ہو رہے ہیں۔ گزشتہ تیس برس میں شہنشاہی ہند میں آزادی کو بہت وسعت دیدی گئی ہے۔ نہ صرف یہ کہ والیانِ ملک کے اختیارات میں روک ٹوک کم کرنے کا میلان ہو گیا ہے بلکہ خود انگریزی علاقے میں یہ کوشش ہو رہی ہے کہ تمام نظم و نسق میں نیابتی حکومت کو ترقی دی جائے۔ اس کا آغاز مجالس بلدہ و مجالس ضلع سے ہوا ہے اور بعد ازاں صوبجاتی کونسلوں میں اس طرح اصلاح کی گئی ہے کہ ان کا حصۂ کثیر ماتحت نیابتی جماعتوں کی طرف سے منتخب ہو اور آخر میں مجلس واضع آئین و قوانین ہند میں ایسے ارکان شامل کیئے گئے جنکا انتخاب زیادہ تر صوبجاتی کونسلوں کے ذریعے سے ہوتا ہے، سرکاری بداخل و مخارج میں آزادی کے مطالبہ کو یوں تسلیم کر لیا گیا ہے کہ ارکان مجلس کو سالانہ موازنہ پر بحث کرنے اور عہدہ داروں سے استفسار کرنے کا حق دیا گیا ہے جس سے یہ آثار پائے جاتے ہیں کہ آخر میں انگلستان کی نگرانی میں (جو زیادہ تر مالی نگرانی ہے) کچھ کمی کر دی جائے گی۔ برطانیۂ عظمی کو اس پہ فخر ہے کہ اس نے ایشیا و افریقہ میں وہ روش اختیار کی ہے کہ جس سے غیر اقوام کے دوسرے حکمرانوں کی بہ نسبت اس کے زیر نگیں

ممالک میں عام طور پر انسانیت و انصاف کا رواج زیادہ ہوگیا ہے۔ اس جانب قدم بڑھانے کا بہترین اندازہ غالباً شمالی نائیجیریا کی حکومت سے ہوسکتا ہے، جہاں فرض شناس عہدہ داروں کے ایک گروہ نے یہ ظاہر کردیا ہے کہ کس حد تک دیسی تمدن کی حفاظت شہنشاہی حکومت کا نصب العین اور اس کا طرۂ تاج بنایا جاسکتا ہے۔

شہنشاہی ذمہ داریاں

کناڈا اور آسٹریلیا کے سوا اور ہر جگہ انگریزوں کو یہ دقت پیش آئی ہے کہ انھیں اپنے سے پست تر یا مختلف النوع تمدن کے لوگوں پر حکمرانی کرنا اور ان میں عدل و انصاف کرنا پڑا ہے۔ انگریزی حکومت کا ماحصل اگر یہ ہوا ہے کہ چین، سمالی لینڈ، کریٹ، ایران اور آخر الامر فرانس میں ہندوستانی فوجیں بھیجی گئی ہیں، اگر اس حکومت کی وجہ سے ہندوستانی و چینی قلیوں کے جنوبی امریکہ میں، ہندوستانیوں کے افریقہ میں اور چینیوں کے بحر الکاہل میں اقامت گزیں ہونے کا مرحلہ پیش ہوگیا ہے، تو صاف ظاہر ہے کہ آیندہ کے مسائل گزشتہ مسائل سے بھی زیادہ پیچیدہ ہوں گے۔ انگریزوں کے تعلقات ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور انکے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ کسی قسم کے اصول منرو کے درپے ہوکر یہ چاہیں کہ کرۂ ارض کے کسی حصے کی حد بندی کرلیں جس کے اندر وہ اپنی خاص تہذیب کی تکمیل کریں، اور اس حلقے سے باہر کے لوگوں کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو محدود کردیں۔ برطانیہ عظمیٰ کا فرض اور اس کا مقدر ساری دنیا کے ساتھ ایک زنجیر میں جکڑا ہوا ہے۔ اپنی شہنشاہی کے اندر اس کا کام یہ رہا ہے کہ ایک حاوی کل اقتدار کے تحت میں ہر طرح کی مختلف آب وہوا، مختلف حالات، مختلف زبان، مختلف روایات اور مختلف مذاہب کی قوموں کے اندر وسیع امن وامان قائم رکھے۔ اُس نے اپنے صحیح شعور طبعی سے یہ سمجھ لیا ہے کہ تجارت کا روزانہ لین دین ہی تمام قوموں اور نسلوں کے لوگوں میں باہمی ربط وضبط

اور ایک دوسری کی شناسائی کا اولیں ذریعہ ہے اور کسی قسم کی دلیل و حجت کی بنا پہ تجارت کی آمد و شد میں ہر طرح کی دست اندازی کو یہ سمجھکر مسترد کر دیا ہے کہ اس سے تصادم کا ایک وسیع الاثر، کثیر الوقوع اور تقریباً ناقابل الاختتام سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ یہ حکمت عملی حق بجانب ثابت ہو رہی ہے، کیونکہ انگلستان اب بھی دنیا کی نصف پیداوار کا حمال ہے اور اس سے بڑھکر یہ کہ اس پیداوار کے لیئے ایک دارالصدر مہیا کرتا اور لندن ہیں دنیا کے نصف کاروبار کو انجام دیتا ہے۔ انگریز اسی قسم کے وسیع الاثر نشوونما کی فکروں میں غرق تھے کہ دفعتہً انھیں یورپی تنازعات کے اسی طرح کے حلقے میں واپس آنا پڑا جس سے وہ جنگ واٹرلو کے بعد سے پہلو بچاتے رہے تھے؛

مرابطۂ یورپ کا سخت جان اقتدار قوموں کی استعماری وسعت کی صدارت کرتا رہا ہے، دول یورپ جس زمانے میں دنیا کی تقسیم کرنے میں مشغول تھے اس دوران میں وہ وطن کے قدیمی مناقشوں کو ابھارتے سے رکے رہے اور انھوں نے ایشیا، افریقہ اور بحر الکاہل میں اپنے نئے حدود کم و بیش آشتی کے ساتھ طے کرلیئے۔ مگر سب سے زیادہ عظیم الوسعت تجویز چین کو حلقہ ہائے اثر میں تقسیم کرلینے کی تھی اور اس کی ناکامی نے غیر ملکی مبادرت کو روک دیا؛ یورپ خود اپنے اوپر پلٹ پڑا۔ اس کی حکومتوں نے پیچیدہ مناقشات اور لا یعقلانہ مرابطات میں پھنسکر، یہ کوشش کی کہ اپنی اپنی جداگانہ وخفیہ گفت و شنید کے ذریعے سے اپنے خاص فوائد حاصل کرلیں اور عام خطرات اور ذمہ داریوں کو کسی آیندہ زمانہ کے لیئے ٹال دیں۔ یورپ کے باشندے جو خفیہ سیاسی چالوں کے تختۂ مشق بنے ہوئے تھے، وہ ایسے معاملوں، ذمہ داریوں اور خطروں میں پھنس گئے جن کا انھیں کچھ علم ہی نہیں تھا حالانکہ انجام کار میں اس کا بار انھیں کو برداشت کرنا تھا جس اثنا میں فرانس، انگلستان،

اور روس، اپنے اپنے جداگانہ و غیر منقن راستوں پر چل رہے تھے،
اسی زمانے میں جرمنی نے استقلال کے ساتھ معاہدۂ ثلاثہ کو مستحکم کرلیا
اور اپنی ایک خاص حکمت عملی معین کرلی۔ ولیم دوم نے جب اس شان
سے تاج شہنشاہی زیب سر کیا کہ وہ اسے پارلیمنٹ یا تمام قوم کا
عطا کردہ نہیں سمجھتا تھا بلکہ اسے صرف خدا کی رحمت قرار دیتا تھا، تو ۱۸۸۸ء ۱۸۹۰ء
پھر بسمارک بہت جلد برطرف کردیا گیا اور نوجوان شہنشاہ کی
بلند پرواز، پُر زور اور متلوّن طبیعت کو کھل کھیلنے کا پورا موقع مل گیا۔
بسمارک نے کہا تھا کہ "ایک فرد واحد کی حیثیت سے جرمنی ابھی
ایک نئی قوم ہے مگر وہ وقت آنے والا ہے جب جرمانی شہنشاہی
تمام یورپ پر حاوی ہوجائے گی" مگر اب قیصر نے یورپ
سے باہر نظر دوڑانا شروع کی۔ برطانی طاقت کی وسعت سے رشک
میں آکر اُس نے یہ عزم کیا کہ جرمنی نہ صرف خشکی پر جنگ آور قوموں
میں سب سے اول درجہ پر ہو بلکہ سمندر پر بھی اسے اتنی طاقت حاصل
ہو کہ وہ آیندہ ایک بڑی استعماری سلطنت پر قابو رکھ سکے۔ جرمانی شہنشاہی
کی پچیسویں سالگرہ کی باضابطہ رسم کے موقع پر اُس نے ورسیلز میں ۱۸۹۶ء
اعلان کردیا کہ جرمانی شہنشاہی اب ایک عالمگیر شہنشاہی ہے۔ اُس نے
اپنی قوم سے کہا کہ اب خدا کی مرضی سے دنیا کی طاقت اور دنیا کا اثر
انھیں (اہل جرمنی) کا ہے "اب آیندہ سے جرمنی اور جرمانی شہنشاہ
کے دخل کے بغیر دنیا میں کسی امر کا تصفیہ نہ ہونا چاہئے۔ میرا معاملہ ایک
سچا معاملہ ہے اور میں اس کی پیروی کروں گا۔ جو لوگ میری مخالفت
کریں گے میں اُن کے پرخچے اڑا دوں گا" جرمنی کے استعماری فریق نے
یہ عزم کرلیا کہ ہندوستان کی حشمت و شوکت کو بھی ماند کردے۔
جرمانی تخیل اور جرمانی نظم و تربیت کی فوقیت کی وجہ سے تمام قوم اس
خیال پر متحد ہوگئی تھی کہ روئے زمین کی رہبری کرنا اور انھیں نفع پہنچانا اُن کا
فرض عین ہونا چاہئے۔ جفاکشی، وسائل و ذرایع اور حکومت کے اوصاف

ان میں خلقتاً موجود تھے، محنت وکفایت کی خوبیاں انھیں تربیت سے حاصل ہوئی تھیں۔ اس عظیم الشان تجویز میں اپنے معینہ ومقررہ کام کے پورا کرنے کی انھیں تعلیم دی گئی تھی، پس ان حالات کے ساتھ انھوں نے ایسے رہبروں کی پیروی کی جو عظمت ووحدت کی ایک معینہ تجویز سے سرمو تجاوز نہیں کرتے تھے۔ اس عظیم الشان کام کے لیئے جس سخت تربیت کی ضرورت تھی جرمانی اُسے انگیز کرتے تھے اور اس لیئے ان کی نگاہ میں انگلستان ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہاں عدم انضباط، بے ترتیبی وجہالت چھائی ہوئی ہے۔ ٹریچکی نے کہا تھا کہ ”جو شئے بالکل ہی دھوکے کی ٹٹی ہو وہ ہمارے اس عالم میں، دائماً قائم نہیں رہ سکتی۔“ یورپ سے تقریباً پانچ گونہ بڑی برطانی شہنشاہی جو مختلف سمندروں میں منتشر تھی وہ پروشیا کے احساس نظم وتربیت کے لئے ایک دائمی اہانت بنی ہوئی تھی۔ اس کی مدافعت کے لیئے کوئی متجبر فوج نہیں تھی، کوئی مالی قرار داد نہیں تھی، نہ کوئی بے روک نگرانی تھی اور بسمارک کو اسی طرح کے سیکڑوں کمزور اسباب ایسے نظر آتے تھے جن سے وہ سمجھتا تھا کہ ”اگرچہ شاہان انگلستان کی رگوں میں جرمانی خون دوڑ رہا ہے مگر ان پر غرور انگلستانیوں کا تختہ الٹ کر رہے گا،“ جرمنی کی نظر ایک زیادہ مجتمع اور علمی اصول پر قائم کی ہوئی مملکت پر جمی تھی۔

اپنی تخت نشینی کے دوسرے ہی سال نوجوان شہنشاہ ولیم دوم نے قسطنطنیہ جاکر سلطان سے ملاقات کی۔ وہاں ایک نئی دنیا
۱۸۸۹ اسے نظر آئی۔ جنوبی ایشیا میں ایسی زمینیں موجود تھیں جن میں غلہ جات
ایشیائے کوچک
بھرے ہوئے تھے۔ جن کے تیل کے چشموں میں روس اور شمالی امریکہ کے کنوؤں سے زیادہ تیل تھا، وسیع جنگلات اور زرخیز زمین افتادہ پڑی ہوئی تھی جس سے روئی، اون اور گیہوں حاصل ہوسکتا تھا، ارض بابل اور وادیہائے فرات ودجلہ کے منافع حاصل کرنے کی صلاح ایک انگریز سپہ سالار فرانسس چیسنی نے دی تھی جس نے

تعمیر ریلوے کے لیئے اس ملک کی پیمایش کی تھی مگر انگریزی سرمایہ داروں
نے اس طرف کچھ التفات نہ کیا اور یہ تجویز ترک کر دی گئی۔ وان مولٹکی ۱۸۳۹
جب ترکی فوج کو تربیت دے رہا تھا تو اُس نے فلسطین میں محمیت ۱۸۳۶
قائم کرنے پر زور دیا تھا اور اس دن کی پیشین گوئی ہو گئی تھی، جب مشرق
میں جرمانی مدبّروں کو وہی اقتدار حاصل ہو گا جو پامرسٹن، تھیرز اور
چھنیکاف کو حاصل رہ چکا تھا۔ جرمانی علمائے اقتصادیات پچاس برس
تک ان تجاویز پر زور دیتے رہے تھے جنھیں بالآخر ولیم دوم نے اپنے
ہاتھ میں لیا، یہ اصلاح و انتفاع کی ایسی تجویز تھی جو برطانی شہنشاہی کی
بڑی سی بڑی تجویز کے ہمپایہ تھی۔ باب عالی اور فرانس کے مابین ایک ۱۸۶۸
بہت بڑا ریلوے معاہدہ ہو چکا تھا مگر سیڈان کی شکست نے اس
معاہدے کا خاتمہ کر دیا۔ برلن کی موتمر نے نئے مواقع پیدا کر دیئے۔
سلطنت عثمانیہ کی قطع برید کر کے جو عیسائی بادشاہتیں قائم کی گئی تھیں
اُن سے دوچار ہو کر سلطان عبد الحمید خان نے پرشیاوی سپہ سالاروں
کو ایک فوج مرتب کرنے کے لیئے طلب کیا، جب رومیلیا اور بلغاریہ ۱۸۸۲
کے صوبے باہم ملکر خاندان بیٹنبرگ کے الگزنڈر کے تحت میں ایک
امارت بن گئے تو بلقان میں جرمانی اغراض کے قدم اور آگے بڑھ گئے۔
انگلستان و فرانس نے اس اتحاد سے اتفاق کر لیا تھا اور اب
لارڈ سالسبری کا سفیر قسطنطنیہ معاہدۂ برلن کے بیکار ہو جانے پر دیگر
افسوس کر رہا تھا، لیکن زار نے تختے میں آ کر الگزنڈر کو مستعفی ہونے پر
مجبور کیا اور جرمانی اثر نے بلغاریہ کو اس امر پر راغب کر لیا کہ وہ خاندان
سیکس کوبرگ گوتھا کے شہزادے فرڈینینڈ کو جو آسٹریا کی فوج میں ۱۸۸۶
ایک افسر تھا، اپنا حکمران منتخب کر لے۔ ترکی کے ساتھ دوستی مصدق
ہو گئی۔ سلطان عبد الحمید خان پہلے سلطان تھے جنھوں نے ایک
سیاسی آلے کے طور پر "پان اسلامزم" (اخوت اسلامی) کی قدر و قیمت کو
سمجھا اور خلافت کے روحانی اقتدار سے کام لیا، انھیں نے سب سے پہلے

تجدید ترکی ۱۸۹۴ ۱۸۹۶ اس اسلامی تجدید کی رہبری کی جو ہندوستانی سرحد کے قبائل تک پہنچ گئی ہے۔ آرمینیہ کے خونریز ہنگامے اور مقامی ہنگامے ایسے قتل عام سے دبائے گئے کہ زمانۂ ماضی اس کی مثال سے خالی ہے، تقریباً ڈیڑھ لاکھ عیسائی ہلاک ہو گئے۔ انگلستان غیظ و غضب سے تھرّا اٹھا اور گلیڈسٹون نے اس "سفاح اعظم" پر لعنت بھیجنے میں اپنی آخری کوشش صرف کر دی۔[ل] فرانسیسیوں نے انھیں "قتال احمر" کے نام سے موسوم کیا، لارڈ سالسبری جو اب برسر اقتدار ہو گئے تھے، انھوں نے عدل خداوندی کے فتوے کے بموجب شہنشاہی عثمانیہ کے فنا کر دینے کی دھمکی دی۔ سالونیکا میں انگریزی جہازات، سیباسٹوپول میں روسی جہازات اور سمرنا میں فرانسیسی جہازات انتظار حکم میں کھڑے ہوئے تھے، اور لارڈ مذکور نے ایسے الفاظ میں جو تہدید جنگ کے مشابہ تھے اس جرم عام کی تلافی کا مطالبہ کیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ چھ دول عظام کی آنکھوں کے سامنے سلطان نے جو چاہا کیا اور انھیں کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔ آپس کے قول و قرار، باہمی بے اعتمادی، اور حرص و ہوس نے دول عظام کے ہاتھ پاؤں اس طرح باندھ دیئے تھے کہ کسی قسم کی مشترکہ کارروائی ناممکن ہو گئی تھی۔ قسطنطنیہ میں آرمینیوں کے ایک نئے قتل عام کے بعد سلطان اس طرف متوجہ ہوئے کہ کریٹ کے ترکی شہنشاہی سے جدا کیئے جانے کو روک دیں، لویرینو کی

ل سلطان عبدالحمید خاں ثانی کی نسبت گلیڈسٹون اور اسکے متبعین نے جس سفاہت و بدزگی کا اظہار کیا ہے وہ تمام دنیا پر اظہر من الشمس ہو چکی ہے، اسکی رد کی ضرورت نہیں ہے، عیسائیوں کے قتل کا فسانہ بھی طلسم ہوشربا کی داستانوں سے زیادہ بے اصل ثابت ہو چکا ہے، لیکن اس افسانے کی شہرت دینے والوں کے لیئے مصنف کے اس قول پر کہ "زمانۂ ماضی اس کی مثال سے خالی ہے"، صرف اتنے اضافے کی ضرورت ہے کہ بدعیان تہذیب یورپ کے ہاتھوں زمانۂ مستقبل اس "فرضی" افسانے کی مثال واقعی سے خالی نہ رہا۔

ہزیمت کے بعد یہی جزیرہ آل عثمان کی بحری طاقت کی آخری یادگار رہ گیا
تھا، طرابلس اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے ساتھ رابطہ قائم رکھنے کے لئے
یہی ایک کڑی تھی، اور مالٹا و سویز کے درمیان یہی جزیرہ خاص بحری معسکر
۱۸۹۷ تھا۔ دول سے یہ چاہا گیا کہ وہ یونان کے ساتھ کریٹ کے متحد ہونے
کو روکیں اور اس پر جب یونانیوں نے اعلان جنگ کر دیا تو ترکی کی
قاہرانہ فتح نے مسلمانوں کی طاقت کا سکہ بٹھا دیا۔ آرمینیوں کے قتل عام
۱۸۹۸ کی یاد ابھی دلوں میں تازہ تھی اور تمام یورپ اس پر نفرین ہی کر رہا تھا کہ
قیصر سب سے الگ ہو کر قسطنطنیہ پہنچا اور اسی "قتال احمر" سے
ملاقات کی۔ شام میں اس نے خود کو مسلمان قوموں کا حامی ظاہر
کیا، حالانکہ مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ برطانی و فرانسیسی شہنشاہیوں کے
اندر آباد ہے اور جرمانی حکومت میں ایک مسلمان بھی نہیں ہے۔ دمشق
میں اُس نے یہ کہا کہ "سلطان اور اُن تیس کروڑ مسلمانوں کو جو روئے زمین
پر پھیلے ہوئے ہیں یہ یقین رکھنا چاہئے کہ جرمنی کا شہنشاہ ہمیشہ اُن کا
دوست رہے گا" یہ ایک نہایت اہم و معنی خیز مقالہ تھی کی ابتداء تھی جرمنی
نے اپنے ایشیائے کوچک میں داخل ہونے کے ساتھ ہی یہ
سوچ لیا کہ یہ ملک ایک "جرمانی نہر سویز" ہوگا اور مشرق میں
جرمانی علم و تمدن اسلامی دنیا پر چھا جائے گا۔ خاندان کوبرگ کے
شہزادہ فرڈیننڈ نے بہ آمادگی تمام یہ اجازت دیدی کہ برلن و قسطنطنیہ
کے درمیان بلغاریہ ہو کر براہ راست سلسلۂ آمد و رفت قائم کیا جائے
بغداد ریلوے اور سلطان نے ایک جرمانی کمپنی کو قونیہ سے قویت تک ایک
۱۸۹۹ ۱۹۰۲ ریلوے تیار کرنے کی مراعات عطا کر دی، سلطان کی شہنشاہی میں یہ
راستہ نہایت ہی اہم راستوں میں سے ہے۔ جرمنی کے شاطران جنگ
اور ماہران تجارت نے اس تجویز کو جس طرح مرتب کر رکھا تھا، اُسی
طرح اُس کا آغاز ہوا۔ روڈز نے "از راس تا قاہرہ" کا جو آوازہ
بلند کیا تھا یہ تجویز شانداری میں اس سے کم نہ تھی اور واقعیت کے اعتبار سے

اس سے مستحکم تر بنیاد پر قائم تھی۔ ان لوگوں کی نظر اس پر تھی برلن، بزنطیم اور بغداد ایک سلسلۂ ریلوے میں منسلک ہو جائیں، خشکی کی طرف سے ہندوستان کا ایک راستہ کھل جائے، خلیج فارس کے جرمانی بیڑے کو کوئلہ پہنچانے کے لئے ریل گاڑیاں ایک ہزار میل کا راستہ طے کر کے آئیں، ایک ریلوے دمشق سے قاہرہ تک جائے اور ایک انگورہ سے ارض روم و طفلس کو جائے شاخوں کے ذریعے سے قسطنطنیہ کو اسلام کے مقدس شہروں سے ملا دیا جائے۔ روس کے لئے اس کی سرحد قفقاز پر خطرہ پیدا ہو گیا اور اطالیہ کو برنڈسی کی تجارت میں اندیشہ لاحق ہو گیا۔ فرانسیسی تجار، شام سے نکال دیئے گئے اور مارسیلز کا سلسلۂ آمد و رفت خطرے میں ڈال دیا گیا۔ ارادہ یہ کیا گیا تھا کہ پرشیا کے کسان ہزاروں کی تعداد میں عراق کو منتقل کئے جائیں اور ان وسیع قطعات ارض کے لئے علمی حیثیت سے پیمائش کا انتظام کیا جائے۔ وان بلو نے یہ کہا تھا کہ اگر "کوئی شخص کسی جگہ کے متعلق نا متناہی توقعات کے ہونے کا ذکر زبان پر لا سکتا ہے تو وہ جگہ عراق ہے"۔ انیسویں صدی کے تمام دوران میں شہنشاہی عثمانیہ کو بین الاقوامی، قومی، نسلی، اور مذہبی ہر طرح کے تحرکات جنگ سے نقصان پہنچتا رہا ہے مگر اب ان تحرکات میں ایک آخری جذبہ و احساس کا مزید اضافہ ہو گیا ہے یعنی استعماری شہنشاہیوں نے ایشیائے کوچک اور مصر کے قبضے کے لئے مقابلہ شروع کر دیا ہے، یہ وہ زمینیں ہیں جنھیں سکندر سے لیکر نپولین تک ہر ایک فاتح دنیا کی کنجی سمجھتا رہا ہے۔

انگلستان و یورپ

انگلستان جب جنگ بوئر سے فارغ ہو کر نکلا ہے تو اس نے اپنے گرد و پیش ایک بدلی ہوئی دنیا پائی اور اسے یورپین طاقتوں کی نسبت اپنی رفتار میں تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ فرانس و روس تو پرانے دشمن تھے، فشودا کے مناقشے سے اور بھی سخت تلخی

پیدا ہوگئی اور چمبرلین نے فرانس کو سختی سے متنبہ کیا کہ وہ اپنے اطوار میں اصلاح کرے۔ کہا جاتا ہے کہ جب روس نے پورٹ آرتھر پر قبضہ کیا تو چمبرلین کی زبان سے بیساختہ یہ نکلا کہ "یہ ٹیڑھی لکیر ہے" دربار اور قوم دونوں جرمنی کے طرفدار تھے۔ نیوگائنا پر قبضہ کرلینے کو چمبرلین نے ایک "قطعۂ ارض کا بے حقیقت سا معاملہ" سمجھا اور ہیگولینڈ کی حوالگی کی نسبت یقین کیا کہ دوسرے وسیع منافع نے زائد از ضرورت اس کی تلافی کردی ہے۔ سیموا کی نسبت گفت و شنید ہوجانے کے بعد اُس نے یہ صلاح دی کہ "دنیا میں آئندہ پر زور اثر رکھنے کے لئے" برطانیہ، جرمنی اور ممالک متحدہ امریکہ کے مابین ایک محالفہ ہوجانا چاہیئے۔ استعماری مراعات باہمی کی نسبت دوستانہ مباحث شروع ہوگئے۔ انگریزی اجتماعیت پسند اپنے برادران جرمنی کی قدر کرتے اور ان پر اعتماد رکھتے تھے، مگر اصلی مفاہمت و اطمینان کا کہیں پتہ نہیں تھا؛ انگریزوں کے ہاتھ بڑھانے پر جرمنی رک سی گئی کہ مبادا "وہ بر اعظم پر انگلستان کی تلوار بن جائے"۔ چمبرلین کو آخر یہ معلوم ہوگیا کہ وہ "لوہے کے چنے چبا رہا ہے"، اس کی تجارتی اصلاح، شہنشاہی اتحاد کروڑگیری کی تجویز اور کناڈا کے ترجیحی درآمد و برآمد کا قانون، ان باتوں نے جرمنی میں شکوک پیدا کردیئے، اور اس کے عوض لینے کی دھمکی دی جانے لگی، اور ایک دوسرے قانون بحری کی رو سے واقعی جرمنی کے بیڑے کو دوچند کردیا گیا۔ انگلستان نے جب بغداد ریلوے میں مدد دینے سے انکار کردیا تو جرمنی کے عناد میں اور ترقی ہوگئی اس موقع پر اڈورڈ ہفتم کے تخت نشین ہوجانے سے دربار کی نظر غیر ملکی معاملات پر بالکل ہی دوسری طرح پڑنے لگی اور اس سے انگریزی حکمت عملی کی تبدیلی میں سہولت پیدا ہوگئی۔ انگلستان کے معاملات کی رہبری جب تک لارڈ سالسبری کے ہاتھ میں رہی انھوں نے انگلستان کے "تفرد" کو قائم رکھا۔ ان کے خیال میں بغداد ریلوے ابتدا ہی سے ایک جرمانی و روسی معاملہ تھا۔

لارڈ سالسبری نے بس ایک حیرت افزا بدعت کو تسلیم کیا تھا۔ انگلستان اپنی باربرداری کے کاروبار، اپنی دولت، اپنے استحقاق تفوق کی وجہ سے بدستور تجارت کو اپنے قابو میں کیئے ہوئے تھا مگر فرانس جو ۱۸۷۰ء کے قبل دوسرے درجے پر تھا اب چوتھے درجے پر پہنچ گیا تھا اور ممالک متحدہ امریکہ اور جرمنی دوسرے اور تیسرے درجے پر آ گئے تھے، پس اب یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ تمام رقیبوں کے مقابلے میں ہر ایک سمندر میں ایک حاوی و غالب انگریزی بیڑا قائم رکھا جائے اور حکومت نے بحر الکاہل کی سربرآوردہ سلطنت جاپان سے معاہدہ کر کے آسٹریلیشیا کے لیئے امن کا تیقن کر لیا (یہی بدعت لارڈ سالسبری سے سرزد ہوئی تھی) جب مسٹر بالفور وزیر اعظم اور لارڈ لینسڈون وزیر خارجہ بنے تو یورپ میں جو اندیشناک حالت اور ہر طرف عام خطرہ پیدا ہو رہا تھا ان کا مقابلہ کرنے کے لیئے حکمت عملی میں باقاعدہ انقلاب کیا گیا۔ جنگ واٹرلو کے بعد سے انگلستان، یوروپین سلطنتوں کے مخالفات و تنازعات سے بے تعلق اور سب سے الگ رہا تھا اور اس کی بڑی وبحری فوجیں اسی طرز عمل کے اندازے کے موافق رہی ہیں۔ اڈورڈ ہفتم کے عہد کے ساتھ اس میں تغیر واقع ہو گیا۔ مسلسل معاہدات کے ذریعے سے کابینہ، یورپ میں امن کے قائم رکھنے کی امید میں آہستہ آہستہ توازن طاقت کے اصول کی طرف پلٹ گیا۔ فرانسیسی وزرا نے انگریزوں کی تائید حاصل کرنے کے لیئے جب دست سلفت بڑھایا تو اب تمکنت سے کام نہیں لیا گیا اور نئے بادشاہ کے پہلی مرتبہ سرکاری طور پر فرانس جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرانس کے ساتھ اس سے زیادہ گہری یکجہتی ہو گئی جسے پامرسٹن نے کبھی بھی تسلیم کیا ہو۔ انگلستان نے کاسلری و کیننگ کے طریق کو چھوڑ کر فرانس کے مراکو میں وسعت حاصل کرنے کے متعلق اپنی پچاس برس کی مخالفت کو ترک کر دیا صرف ایک لارڈ روزبری نے

اس نئے معاہدے کو اس بنا پر مطعون کیا کہ اس سے ایک شدید فوجی خطرہ لاحق ہوتا تھا۔ اس معاملت سے تجارتی حقوق خاص، تانجیر کی غیر جانبداری، مصر میں آزادانہ کارروائی، نیوفاؤنڈلینڈ کی ماہی گیری کا اقتدار، سیام، مغربی افریقہ، جزائر نیوہبرائڈز اور مدغاسکر کے تنازعات کی یکسوئی یہ سب فوائد حاصل ہوئے۔ طرابلس، اطالیہ کے لیئے چھوڑ دیا گیا۔ جرمنی نے اس معاہدے کو "نہایت ہی موافق فطرت اور بالکل ہی حق و بجا قرار دیکر قبول کیا، لیکن فرانس و اسپین نے ادھر تو مراکو کے علی حالہا قائم رکھنے کی آشکارا ذمہ داری کی، اُدھر اس ملک کو آپس میں تقسیم کر لینے کا ایک خفیہ معاہدہ کر لیا جس کے بموجب اسپین کو وہ انتہائی شمالی سواحل ملے، جن میں تانجیر بھی داخل تھا۔ اس معاہدے کا انکشاف سات برس بعد ہوا۔ فرانس نے جب یہ چاہا کہ اصلاحات کی ایک وسیع الاثر تجویز جسکا اجرا فرانسیسی قرضے سے ہوا، سلطان پر بزور عائد کرے تو جرمنی نے اسے اس طرح للکارا کہ سب انگشت بدنداں رہ گئے۔ قیصر اپنی تفریحی کشتی میں سوار ہوکر یکایک تانجیر میں جا اترا اور 1905
اپنی اس نئی حیثیت کو نمایاں کر دکھایا کہ وہ مسلمانوں کا حامی ہے اور یہ اعلان کیا کہ کوئی طاقت اس کے اور کسی آزاد ملک کے آزاد بادشاہ کے درمیان حائل نہیں ہوسکتی۔ جرمنی نے یہ دعویٰ کیا کہ اسے یہ حق حاصل ہے کہ مراکو کے معاملات میں جہاں مصدقہ معاہدے کی رو سے اس کے تجارتی اغراض موجود ہیں، اس سے مشورہ کیا جائے تاکہ "دوسرے مسائل میں جو اس سے زیادہ اہم ہوں، اسے نقصان نہ پہنچے"۔ "شاہان ہونلزولرن کے "استیلاء عالم" کی اس طرح سبکی ہونے کے خلاف شہنشاہ نے جو لعنت و نفرین کی اس سے سارا عالم گونج اٹھا، اس نے اپنی فوج سے کہا کہ "بارود کو خشک، تلوار کو تیز، نظر کو واقف مرام اور اعصاب کو مضبوط رکھو"۔ یہ عظیم الشان معرکہ، جس کا نتیجہ ہنوز نامعلوم ہے، شروع ہوگیا ہے۔ اس وقت سے

جرمنی کو یہ یقین ہوگیا کہ اس کو ہر طرف سے محصور کر لینے کی کوئی نہ کوئی تجویز قائم ہے اور اُس سے اس کا غصہ اور تیز ہوتا گیا۔ ادھر فرانس و انگلستان اپنی جگہ پر یہ یقین کرنے لگے کہ جرمنی نے قصداً یہ ارادہ کرلیا ہے کہ وہ انگریزی اور فرانیسی قرارداد کو پارہ پارہ کر دیگی اور کسی معاملے میں زور آزمائی کرے گی، جس کی تہ میں قوت کے نہایت ہی عمیق اور نہایت ہی پیچیدہ مسائل پوشیدہ ہوں گے شہنشاہ جرمنی عین اس وقت تانجیر میں اترا تھا جب فرانس کا حلیف روس، مکڈن میں ہزیمت فاحش اٹھا کر جاپانیوں کے سامنے سے برابر پسپا ہوتا جارہا تھا، ۱۹۰۵ء میں روسی بڑے کے تباہ ہونے کے چار ہی دن بعد شہنشاہ جرمنی نے مسئلۂ مراکو کے متعلق ایک بین الاقوامی مشتار کا مطالبہ کیا۔ فرانس کے وزیر خارجہ ڈلکاسی نے فرانیسی دعاوی کے خلاف اس ناگہانی مبارزطلبی کو قبول کرلیا ہوتا مگر مجلس وزرا بغیر کسی حلیف کے جنگ کے خطرے میں، نہیں پڑنا چاہتی تھی، ڈلکاسی بالکل اکیلا ہوگیا اور اسے مستعفی ہونا پڑا۔ یہی ڈلکاسی تھا جس نے انگریزی و فرانیسی مرافقت کو انجام کو پہنچایا تھا۔ ڈلکاسی کے زوال اور الجزائری مشتار کے طلب کرنے سے جرمنی کو غلبہ حاصل ہوگیا، دول نے (جن میں ممالک متحدہ امریکہ بھی شامل تھا) رواداری باہمی کا انتظام کردیا، مراکو کے علیٰ حالہا باقی رکھنے کی تصدیق کی مگر فرانس و اسپین کو ساحلی قصبات کی نگرانی و حفاظت کا اختیار دیا جانبین میں سے کوئی بھی کامیابی کا دعوے نہیں کرسکتا تھا اور ان ناگواریوں کی تلخی بدستور باقی رہ گئی۔ ڈلکاسی کی یہ دھمکی کہ مرافقت میں اتنی طاقت ہے کہ وہ جرمنی سے جنگ کرسکتی ہے اور انگلستان کا ایک مہیب بحری حملے کے لئے اظہار رضامندی، ان دونوں باتوں نے جرمنی میں سخت اشتعال پیدا کردیا۔ غصہ و شبہ کی وجہ سے توحش انگیز افواہیں پھیلتی اور لوگوں کے دلوں میں گھر کرتی جاتی تھیں، آٹھ برس بعد جنگ یورپ کا جو شعلہ بلند ہوا ہے اُس سے قبل تک یہ نہ معلوم ہوا کہ خفیہ گفت و شنید نے

کس حد تک انگلستان پر پاس عزت کی پابندی عائد کر دی ہے۔
فرانس نے جب یہ چاہا کہ بصورت وقوع جنگ اس کی تائید بزور اسلحہ کی جائے، تو سر اڈورڈ گرے نے ایسا وعدہ کرنے سے انکار کر دیا مگر یہ قبول کیا کہ اگر فرانس کو مجبوری سے جنگ کرنا پڑے تو ممکن ہے کہ اہل برطانیہ اس کی مادی تائید میں اپنی قوت صرف کریں اور کسی ایسے حادثے کے وقوع کے لیئے تیار رہنے کے خیال سے بری و بحری افواج کے متعلق "خفیہ مکالمات" کو بھی اسی غرض سے جائز رکھا کہ یہ مباحث دونوں میں سے کسی حکومت کو بھی کسی امر کا پابند نہ کریں گے۔

فریق لبرل کی حکمت عملی

جب سر ہنری کیمبل بینیر مین وزیر اعظم اور سر اڈورڈ گرے وزیر خارجہ ہوئے تو پھر اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ لبرل حکومت ہمہ تن اس فکر میں تھی کہ صلح و امن قائم رہے۔ لبرلوں کی آزادانہ تجارت ۱۹۰۵ کی قدیمی حکمت عملی سے دوسری سلطنتوں کے ساتھ خلفشار کے ایک خطرناک منبع کا سد باب ہو گیا، اور شہنشاہی اصول ترجیحی کے تجاویز خاک میں مل گئے۔ ٹرانسوال کو حکومت خود اختیاری عطا کرنے سے تحسین و ہمدردی حاصل ہو گئی۔ وسطی ایشیا کے متعلق روس سے ۱۹۰۷ اتفاق ہو جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دو سب سے بڑی ایشیائی شہنشاہیوں کے درمیان جس رقابت نے ستر برس تک کوئی سچی موافقت نہ ہونے دی تھی اُس میں کمی آ گئی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ انگلستان کے دور تفرد کے ختم ہو جانے سے توازن طاقت کے پلے پھر تقریباً برابر ہو جائیں گے، اور یورپین مرابطہ دوسرا جنم لے گا۔ مرفہ الحالی و خود اعتمادی نے کے فرط جوش میں مشکلات پر نظر نہیں پڑی۔ ایک طرف وسطی سلطنتوں کا محالفہ ثلاثہ تھا، جو تیس برس کے انضباط سے مربوط ہو چکا تھا، اس کی فوجی قوت سب سے بالاتر تھی اور اس کی ایک روش معین ہو چکی تھی۔ دوسری طرف دو سلطنتیں جو تھوڑے ہی زمانے قبل تک ایک دوسرے کی مخالف اور ایک دوسرے سے بدظن تھیں اور اب وہ افریقہ

وایشیا کے متعلق منفرق ومقامی مفاہمات کے ذریعے سے ایک دوسرے سے قریب ہو گئی تھیں، مگر یورپ میں ان کی کوئی مشترکہ حکمت عملی نہیں تھی۔ وزیر اعظم نے اشارے سے وہ جگہ بتائی جہاں سے دو راستے جاتے تھے، ایک تو وہ فراخ و آسان راستہ تھا جو تحفظ تجارت فوجی خدمت، اور انگلستان کے آزاد تنظیمات کو ذلیل و رسوا کرنے کی طرف جاتا تھا، اور دوسرا آزاد تجارت اور وسیع تر آزادیوں کا راستہ تھا جو صلح وامن، کفایت شعاری، اور اصلاح کی طرف لیجاتا تھا۔ وزیر اعظم کے پیرو، مدتوں کے رُکے ہوئے غصے کی آگ میں جل رہے تھے اور اپنی بہت بڑی کثرت رائے کی وجہ سے مطلق العنان بن گئے تھے، اُنھوں نے یہ عزم کر لیا کہ وہ وطن کی معاشری اصلاح کے متعلق اپنی ان مدت کی رُکی ہوئی تجاویز کو عمل میں لائیں گے، جو ہر ایک یورپین ملک کے تجاویز سے آگے بڑھ جائیں گے۔ اس فریق کے تمام بے میل عناصر میں ایک پرجوش قوت عمل جاری وساری تھی۔ پارلیمنٹ میں اس فریق کی سربرآوردہ جماعتوں میں ایک عادی ومناسب جماعت قانون پیشہ اصحاب کی تھی جن کو بین الاقوامی قانون کی طاقت پر اعتماد تھا، دوسرے وہ لبرل تھے جو قوموں کے علانیہ اور پر وفا اتفاق پر یقین رکھتے تھے مگر اس کے ساتھ رجعت پسند روس سے صاف طور پر بدظن بھی تھے، تیسرے مزدوروں کا فریق تھا جسے جرمانی اشتراکیوں اور "مزدوروں کی ایک نئی برادری" کے بین الاقوامی تصور سے پرزور ہمدردی تھی (اس برادری سے) یہ توقع تھی کہ جنگ وجدل کا خاتمہ ہو جائے گا اور انکی نکوخواہی کے پیغامات جو ایک ملک سے دوسرے ملک میں جائیں گے وہ غیر ملکی حکمت عملی کو پاک وصاف کر دینے اور خفیہ سیاسی چالوں کو فنا کر دینے کے لئے عمومیت کی قوت کو عالم آشکارا کر دیں گے مگر وسعت نظر کی کمی اور غیر ملکی تاریخ وسیاسیات سے لاعلمی کے باعث ان کے صلح وامن کے اس کام میں دقتیں پیش آگئیں اس صدی میں

یہ تنگ نظری و لاعلمی انگلستان کا بڑا ہی بدنما نقص ہے۔ کوئی وقت تھا کہ یونان کی خود مختاری کے معاملے میں انگلستان کی دلچسپی کو کابڈن اس سے کچھ زیادہ نہیں سمجھتا تھا کہ سہولت کے ساتھ قرض حاصل کرلینے کے لئے یہ سارا جال بچھایا گیا ہے۔ کابڈن اور برائٹ نے اکثر اپنے کام کو مبالغہ آمیزی سے خراب کردیا تھا اور لبرلوں کو انھیں کے روایات ورثے میں ملے تھے پس اگر وہ اپنے مناقب ومثالب دونوں کی غلط تعبیر کرتے تو ان سے کچھ غیر متوقع نہ تھا۔ برائٹ ایک پرجوش حامی امن تھا مگر اس کا خیال یہ تھا کہ حصول آزادی کے اعتبار سے امریکہ کی خانہ جنگی بالکل بجا ہے۔ کابڈن بحری فوقیت کا حامی، اور کسی اور ملک کی بحری قوت کو انگلستان کی قوت کے برابر دیکھنے کے بجائے وہ دس کروڑ پاؤنڈ کے لئے رائے دینے کے لئے تیار تھا کیونکہ "اس قسم کی ہر ایک کوشش کی غایت یہی ہوگی کہ اس ملک کی نسبت کوئی نہ کوئی برا منصوبہ دل میں پیدا ہوگیا ہے۔" ڈل ایک زبردست بیڑے کا خواہاں تھا اور "اعلان پیرس" پر افسوس کیا کرتا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ "ہم نے ایک بحری قوم کے فطری سلاح جنگ کو الگ رکھ دیا ہے کیونکہ ہم نے اپنے دشمنوں کی تجارت کے خلاف جنگ کرنے کے حق کو ترک کردیا ہے۔" جب انگلستان نے سلاح جنگ کے کم کرنے کی تجویز کی اور خود اپنی جہاز سازی کے کم کردینے کی لاعقلانہ مثال قائم کی تو جرمنی نے آسٹریا کے ساتھ اپنی 1907
۱۸۵۰ء کی کشمکش کو یاد کرکے یہ جواب دیا کہ اس کی بحری قوت کے کم کردینے کی قرارداد آلمز کی قرارداد ثانی کے مرادف ہوگی اور یہ جواب محض شاعرانہ جواب نہیں تھا۔ برائٹ نے ۱۸۵۵ء میں یہ الفاظ کہے تھے کہ "کسی خود مختار طاقت سے یہ کہنا کہ اسے اپنی قوت کو محدود کرنا چاہیئے مثل اس کے ہے کہ خود اس کی مملکت کے اندر اس کے اقتدار اعلیٰ کے حقوق پر حملہ کیا جائے۔" جرمنی نے اپنے جنگی جہازوں کی تعداد

بڑھا دی۔ بلا بانہ بحث پر لعنت بھیجی اور ہیگ کی مستشار صلح میں شریک ہونے کے لیئے یہ شرط لگا دی کہ اس میں فوج کے کم کرنے کی کوئی تجویز نہ پیش ہو۔ ۱۸۹۹ء میں نکولس دوم نے جنگ کی وحشتناکیوں کو کم کرنے کے لیئے جو مستشار امن طلب کی تھی اُس کے بعد یہ دوسری مستشار تھی۔ اس نے ۱۸۶۴ء کی جنیوا کی مجلس کے قواعد کو تسلیم کرلیا، غیر جانبداروں کی تجارت اور قابل افواج کے تحت میں غیر جانبداروں کی زمین کے محفوظ رکھنے کے متعلق فکریں کیں، اور یہ سعی کی کہ بحری جنگ کے قواعد مرتب ہو جائیں۔ بحری غنیمتوں کی ایک بین الاقوامی عدالت قائم ہو جائے اور تحکیم کے لیئے ایک مستقل عدالت عالم وجود میں لائی جائے۔ غیر جانبداروں کی حیثیت کی تعریف و تحدید اور تحکیم و غنیمت کے لیئے ایک مسلم ضابطے کی تیاری میں مشکلات پیش آگئے۔ خود مستشار ہیگ کے اختیار کے متعلق مشکلات کا سامنا ہوا حالانکہ اس میں چوالیس سلطنتوں کی نمایندگی ہو رہی تھی۔ بر اعظم جنوبی امریکہ کو بھی اس بنا پر یورپی حلقے میں لے لیا گیا تھا کہ وہ بھی اسی تہذیب و تمدن کا کلمہ گو ہے، مگر جن دول عظمیٰ نے بحث و مباحثہ میں چھوٹی قوموں کی مساوات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا، وہ اسے کب ماننے والی تھیں کہ ان کے پرانے مقاصد و اغراض کا تصفیہ اکوائڈر کی ایک فیصلہ کن رائے سے ہو جایا کرے۔ نئی دنیا کے متعلق کیننگ نے جو خواب دیکھے تھے، اس کے ایک صدی بعد تک بھی وہ پرانی دنیا کے توازن کو ہموار نہیں کر سکتی تھی؛

بلقانی خطرہ

پانگور وزیر اعظم نے جہاز سازی میں مزید تخفیف کر کے اور تمام دنیا کے نام ایک کھلا خط اس مضمون کا شائع کر کے کہ انسانیت و تمدن کے اغراض و مفاد پیش نظر کر کے بے سلاحی اختیار کی جائے صلح و امن کے لیئے آخری کوشش کی۔ اُن کے بعد مسٹر اسکوئیتھ نے ان کی جگہ لی اور بمعیت سر اڈورڈ گرے جنگ کی نئی نئی تہدیدوں کے باوجود

برابر صلح وامن کی کوششیں کرتے رہے۔ تاہم یہیں اختلاف کا جو باب وا ہوا تھا وہ اب بلقان کی طرف منتقل ہو گیا، اور یورپ کی جنگ کا خطرہ مغربی بحیرۂ روم سے گزر کر اس کے مشرقی حصے میں جا رہا۔ اگرچہ مراکو، بحیرۂ روم اور بحیرۂ اوقیانوس دونوں طرف کے راستوں پر حاوی ہونے کی وجہ سے پانچ برس کے اندر اندر دو مرتبہ خطرے کا باعث بن چکا تھا تاہم خطرے کا اصلی مرکز سلطنت عثمانیہ ہی میں قائم تھا۔ آسٹریا نے اس امر کی ثنا و صفت کی کہ آیندہ ایشیائے کوچک کے ذرائع و وسائل کے وا کرنے کا فرض اہل جرمنی کے طبائع کے لائق اور سزاوار تحسین ہے اور (باوجود اس کے کہ دس برس پہلے روس کے ساتھ قرارداد کر چکی تھی پھر بھی اُس نے) اس ریلوے کو مستحکم کرنے کے لئے برلن سے مدد لی جو نووی بازار سے گزرتی ہوئی براہ وادی وردر سلونیکا کی طرف جانے والی تھی اور یہی سلونیکا تمام دنیائے جرمانی کے لئے ڈینیوب کی طرف سے ہو کر صحیح تجارتی مخرج ہے۔ سربیا نے روس کی تائید سے یہ مطالبہ کیا کہ بطور معاوضے کے اسے بحر اڈریاٹک کی ریل بنانے کا موقع دیا جائے۔ نووی بازار والے اسی منصوبے کو دفعۃً اس تجویز سے بدل دیا گیا کہ بوسینیا اور ہرزی گوینا کا باضابطہ الحاق کر لیا جائے اور اُسے فرانسس جوزف کی ساٹھویں سالگرہ کے جشن کے لئے ایک موزوں ہدیہ سمجھا گیا، بادشاہوں اور قوموں کا یہ ایک ایسا تصور تھا جو سو برس قبل سٹرنگ کے لائق تھا جنوبی سلافیوں کے روز افزوں اتحاد کی وجہ سے آسٹریا و ہنگری پہلے ہی سے خائف تھیں اور وہ کسی تادیبی مہم کے بھیجنے اور سربیا کے ملحق کر لینے کے خیال میں لگی ہوئی تھیں۔ سربیا کو وہ بلقانی ریاستوں کا پڈنا ئٹ سمجھتی تھیں۔ اسی نے ۱۸۰۴ء کے مظالم کے خلاف سب سے پہلے اٹھایا تھا اور دوسری بلقانی قوموں کے بہ نسبت کم امداد سے اپنی آزادی حاصل کر لی تھی۔ آخر میں یہ افواہ اڑی کہ مقام ریوال میں شاہ اڈورڈ کے

زار سے ملنے کے موقع پر انگلستان و روس نے یہ تجویز کی ہے کہ مقدونیا کا انتظام چھ طاقتوں کی طرف سے ہو۔ ان حریصانہ تجاویز کا جواب یہ دیا گیا کہ نوجوان ترکوں نے سلونیکا میں انقلاب برپا کر دیا۔ مدحت پاشا کے ۱۸۷۶ء والے مشہور نظام سلطنت کی تجدید کر کے انھوں نے ”بقائے شہنشاہی عثمانیہ“ کے مسئلے سے یورپ کو دو چار کر دیا۔ جرمانی طاقتیں جو ایک لمحے کے لیئے روک دی گئی تھیں، انھوں نے وہی بسمارک کی تباہی ہوئی حکمت عملی اختیار کی یعنی آسٹریا کی سرگروہی میں، ایک بلقانی مشترکیت قائم کی جائے۔ بلغاریہ کے ساتھ ایک عاجلانہ ”مرافقت“، اور رومانیہ و یونان کے ساتھ خفیہ گفت و شنید ہو گئی۔ پروٹسٹنٹ شاہزادۂ فرڈینینڈ نے ۱۸۹۵ء میں اپنے بیٹے بورا نے یونانی کلیسا میں اصطباغ دلایا تھا اور یہ شاطرانہ معاملت اُس نے اس طمع میں کی تھی کہ شاید کبھی وہ دن بھی آ جائے کہ وہ قسطنطنیہ میں داخل ہو جائے۔ اب اُس نے عثمانی سیادت سے روگرداں ہو کر شان کے ساتھ اپنے کو زار بلغاریہ مشتہر کر دیا۔ آسٹریا نے باضابطہ ان صوبوں کو ملحق کر لیا جن کا اس نے تیس برس تک انتظام کیا تھا۔ اس عام اضطراب میں ناپاک افواہوں نے تمام قوموں میں تلخی و بد مزگی پیدا کر دی اور لوگوں کے دلوں میں غیر معمولی ہیجان برپا ہو گیا۔ قیصر نے اس بیان سے اور بھی بے اعتمادی کے بیج بو دیئے کہ جنگ بوئر کے دوران میں فرانس و روس نے اُس سے انگلستان کے خلاف محالفہ کرنے کی خواہش کی تھی مگر اُس نے انھیں صاف جواب دیدیا تھا، کاسابلینکا میں فرانسیسیوں کے جرمانی فراریوں کو گرفتار کر لینے سے جنگ کا اضطراب طاری ہو گیا تا آنکہ یہ معاملہ ثالثی کے لیئے ہیگ کو بھیج دیا گیا۔ اہل جرمنی یہ دیکھ رہے تھے کہ افریقی مسائل کے متعلق بحیرۂ روم کی لاطینی طاقتوں میں قرار دادیں ہو رہی ہیں، اور روسی و انگریزی حکومتوں میں اخلاص بڑھ رہا ہے،

پس اُنھوں نے "حلقۂ" زدن ایک فرانسیسی خطرے کو یاد کیا۔ ان کے دلوں میں ایک مستقل اور حد جنون کے تک پہنچا ہوا خیال یہ جم گیا کہ انھیں ایک "حلقے" میں محصور کر رہے ہیں۔ لہٰذا بحری طاقت کی مسابقت میں اور شدت پیدا ہو گئی۔ بحر شمال میں جرمنی کی تینتیس ڈریڈ ناٹوں کی تجویز کو نافذ کرنے میں عجلت کی گئی، اور اُدھر آسٹریا، اطالیہ اور فرانس نے بحیرۂ روم میں جنگی جہازات بنانے شروع کیئے۔ ۱۸۹۷ء میں ملکہ کے جشن سالگرہ کے موقع پر جو عظیم الشان "آرمیڈا"، پورٹسمتھ میں جمع ہوا تھا، اس کی فوقیت اب زائل ہوتی جاتی تھی اور سر اڈورڈ گرے نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ بیڑا از سر نو بنایا جائے اور آٹھ ڈریڈ ناٹ اسی سال تیار کیئے جائیں۔ جرمنی کی گھبرا دینے والی برّی و بحری تیاری، کارخانۂ کرپ میں مزدوروں کے بہت بڑے اضافے، جنگ کے نئے آلات کے اختراع نے اتفاق ثلثہ میں زیادہ جارحانہ انداز پیدا کر دیا۔ جرمنی کا دباؤ اطالیہ پر سخت ہو گیا۔ جب الحاق بوسینیا کے مسئلے پر روس کی نبرد آزمائی کو خاطر میں نہ لانے میں آسٹریا کو پس و پیش ہوا تو قیصر نے یہ تجویز کی کہ بوہیمیا اور گلیشیا کی حفاظت کے لیئے اپنی فوجیں متعین کر دے گا اور بوسینیا و ہرزی گوینا پر قبضہ کر لیا جائے گا۔ اور جب آسٹریا نے انکار کیا تو اُس نے روس کو الٹیمیٹم (بلاغ نہائی) بھیج دیا اور تمام دنیا میں شور مچا دیا کہ وہی اپنی "براق زرہ بکتر" سے اس جلیل القدر کامیابی کا باعث ہوا ہے۔ چونکہ دوسری طاقتیں کسی مستشار کے طلب کرنے کے متعلق زائد از ضرورت مختلف الرائے تھیں اس لیئے یہ الحاق بغیر کسی اعتراض کے عمل میں آ گیا۔ اسی مہینے میں سلطان عبد الحمید خاں معزول کر دیئے گئے اور نوجوان ترکوں کی بدبخت حکمرانی کا آغاز ہوا۔ جرمانی اثر بلقان پر چھا گیا اور پرشیاوی افسروں نے ترکی فوج کو از سر نو مرتب کیا۔ جرمنی و آسٹریا میں ترکی کے لیئے ایک قرضہ جاری کیا گیا۔

بغداد ریلوے تیزی کے ساتھ آگے بڑھائی گئی۔ قیصر نے پاٹسڈیم میں زار سے ملاقات کی اور نکولس نے یہ اقرار کیا کہ وہ اپنی فوج روسی جرمانی سرحد سے ایک خاص حد تک پیچھے ہٹالے گا۔ بغداد ریلوے پر جرمانی حکومت کے اقتدار و نگرانی کو اُس نے تسلیم کرلیا، اور ایک ایسی ریلوے کے بنانے پر رضامند ہوگیا جس سے جرمنی کے سامان کے لئے ایران کے بازار کھل جائیں؛

شاہ اڈورڈ "حامی صلح" کے انتقال سے انگلستان کو جو رنج والم ہوا اُس سے عام صلح و آشتی کی خواہش اور زیادہ ہوگئی۔ مستشار ہیگ کے کام کو جاری رکھنے کے لئے ایک مجلس لندن میں پہلے ہی جمع ہوچکی تھی اور اعلان لندن سے (جس میں اعلان پیرس کو اور شرح و بسط سے بیان کیا گیا تھا) بحری جنگ کے ضابطے کے متعلق اتفاق عام کی انتہائی حد کے تعین کی کوشش کی گئی تھی۔ حکومت، بین الاقوامی حق کے معاملے میں اپنے عزم صادق پر قائم تھی۔ اُس نے 911
اس اعلان کو دارالعوام میں منظور کرالیا مگر دارالامرا نے اُسے مسترد کردیا۔ مستعمری مستشار کو اس اعلان کے شرائط کی نسبت شک تھا؛ ممالک متحدہ امریکہ نے جس کے ساحلی حدود بغایت وسیع ہیں اور جس کے مفاد و اغراض سمندروں پر حاوی ہیں، اُس نے بھی اس اعلان پر دستخط کرنے سے انکار کردیا۔ ہیگ میں دس برس کی کوششوں کا نتیجہ بہت کم نکلا تھا۔ اس تمام دوران میں پیرس اور منیز سے عاجلانہ بے سلاحی اور عالمگیر امن کی نویدوں کی بارش ہورہی تھی۔ ایک نئے جاپانی معاہدے سے یہ انتظام کیا گیا کہ جاپان و امریکہ کے مناقشے میں انگلستان کے پھنس جانے کا کوئی امکان نہ رہے۔ انگلستان میں شہنشاہ جرمنی کی آمد پر، بڑی گرم جوشی سے انکا استقبال ہوا، مصالحانہ طور پر یہ انتظام ہوا کہ بغداد ریلوے بحیرۂ روم کے کسی ساحل تک جائے اور خلیج فارس تک نہ جائے۔ جرمنی کے ساتھ

بہت وسیع استعماری رعایتوں میں دوستانہ مکالمات کی جھلک کا نظر آنا، ایران و بحیرۂ روم کے پیش نظر مناقشات کا طے ہو جانا، یہ سب وہ باتیں تھیں جن سے بڑی بڑی امیدیں پیدا ہو رہی تھیں۔ یہ صحیح ہے کہ جرمنی نے عام تحکیم کے طریق و نظام پر بحث کرنے کے متعلق رئیس جمہوریہ ٹیفٹ کی تجویزوں کو یہ کہکر مسترد کر دیا تھا کہ اگر کوئی ملک سلاح جنگ پر کافی روپیہ نہ خرچ کرے گا تو وہ دنیا کے اسٹیج پر ایک بے ضرورت ایکٹر بنکر رہجائے گا۔ ادھر انگلستان میں اگرچہ ذی اقتدار فریق حامی صلح تھا تو فریق مخالف زبردست حامی شہنشاہی تھا، اُس نے بھی حریف کے مقابلے پر کمر باندھ لی اور لارڈ رابرٹس نے بالاعلان یہ کہدیا کہ "خواہ کوئی سا مقصد قوم کے پیش نظر ہو اس کی عزیمت کا معیار قوم کی مسلح قوت ہی ہے۔" اُس نے انگلستان کو یہ آواز دی کہ وہ ہاتھ میں تلوار لیئے ہوئے جس بے نظیر برتری پر پہنچ گیا ہے وہ راستہ جنگ ہی کا راستہ ہے اور وہ تمام اقوام و امصار جنھوں نے کبھی انسانی تاریخ میں اپنا نام روشن کیا ہے وہ سب اسی راستے سے ہو کر گزرے ہیں۔ لارڈ موصوف نے اہل ملک سے یہ خواہش کی کہ وہ جرمانی مدبروں اور جنرل برن ہارڈی کے مسلمات کو قبول کریں۔ لارڈ موصوف کی رضاکارانہ فوج کی تجویز میں وطن کی حفاظت کے لیئے جبریہ فوجی تعلیم لازم تھی مگر اس تجویز میں انگلستان کی ماورائے بحر ضروریات پر کافی توجہ نہیں کی گئی تھی، نہ اس علمی سوال کے حل کرنے کی کوئی کوشش کی گئی تھی کہ سپہگری کی تربیت کو انگلستان کے اہل حرفہ کے حالات سے کیونکر تطبیق دی جائے۔ اس تحریک کے سرگروہوں کو علماً و عملاً ان حالات پر وقوف نہیں تھا۔ دونوں جانب کے ذمہ دار مدبروں میں کسی ایک مدبر نے بھی اس طریق کار کی تائید نہیں کی، نہ وزارت جنگ نے اسے پسند کیا، کیونکہ وزارت کو اس تجویز سے ہندوستان اور مقبوضات کی انگریزی فوج کے لیئے سخت خطرہ نظر آتا تھا۔

اس اثنا میں انگریزوں نے بدستور اپنی توجہ اندرونی مسائل پر رکھی اور یورپ کے معاملات کو ایک ایسی وزارت خارجہ کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جس نے باوجود معمولی اعتدال پسند خیالات کے زور شور کے ایک پشت تک نہ تو قوم کو معاملات سے اطلاع دینے کی پروا کی اور نہ ان کی تائید ہی حاصل کرنے کی فکر کی۔ جب مراکو سے پھر ایک مرتبہ خطرات جنگ کی آواز کانوں میں آئی، تو ملک ایک ایسے اندرونی انقلاب سے زیر و زبر ہو رہا تھا جس کی قومی، معاشری، آئینی اور مالی تحریکات کی وسعت و شدت سے یورپ حیرت میں پڑ گیا تھا، جن وطنی مسائل میں ان وزرا نے ہاتھ تک نہیں لگایا تھا جو یورپی حکمت عملی کے ذمہ دار تھے ان مسائل میں اہل انگلستان کا شدید توغل بھی اس بے خبری کا باعث ہو گیا تھا۔[1] مراکو کو علی حالہا قائم رکھنے کی دہری دہری ضمانت کے باوجود فرانسیسیوں نے اس حیلے سے کہ یورپی باشندوں کے لیے خطرہ درپیش ہے فیض پر قبضہ کر لیا تھا، اس کے جواب میں جرمانی انگنبوٹ "پینتھر" آغادیر

۱۹۱۱ جولائی میں آ موجود ہوا۔ جرمنی نے فرانس کے ساتھ مراکو کے مسئلے میں پوری گفت و شنید کا مطالبہ کیا۔ ۱۸۸۴ء میں جب افریقہ کے اقطاع ساحلی فرانس، اسپین، اطالیہ، و انگلستان کے درمیان تقسیم کیے گئے تھے اس وقت تلافی کی تجویز میں جرمنی کا جو حصہ قرار پایا تھا، اس کا تقاضا کیا، اور یہ بھی چاہا کہ دریائے کانگو کی وادی میں فرانسیسی و جرمانی حدود پر جو تنازعہ مدت سے چلا آرہا ہے اس کو موقوف کیا جائے۔ انگلستان بھی اس دعوی کے ساتھ اکھاڑے میں اترا کہ مراکو کے متعلق ہر ایک مباحثے میں وہ بھی شرکت کرے گا، اگر فرانسیسی کانگو کی حوالگی چاہی گئی تو وہ الگ کھڑا دیکھتا نہیں رہے گا، نہ وہ اس تقسیم کی کسی جرمانی تجویز کو مانے گا کہ آغادیر کو ایک بحری قاعدۃ الجیش بنا دیا جائے۔ بیڑا سر بمہر احکام لیے ہوئے روانگی کے لیے

تیار کھڑا تھا اور وزیر خزانہ مسٹر لائڈ جارج نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ ہر چہ بادا باد، برطانیہ عظمیٰ، دنیا کے تمام دول عظام میں اپنی منزلت اور تجارت کو بحال و برقرار رکھے گی۔ اس تحریر نے اہل جرمنی کو حد سے زیادہ مشتعل کر دیا لیکن ۱۹۰۵ء کی طرح اسوقت بھی فرانس و جرمنی کو براہ راست مراسلت کرنے کے لیئے ہر طرح پر آزاد چھوڑ دیا گیا اور اس طرح جنگ کا خطرہ ٹل گیا جرمنی نے مراکو پر فرانس کی حمیت کو تسلیم کر لیا اور "افریقی توازن" کے نام سے وادی کانگو میں اس سرزمین کا ایک معقول حصہ حاصل کر لیا جسے اس شریف بہادر ڈی برینزا نے فتح کیا تھا جو کسی وقت میں، آزادی و سپہگری کے فرانسیسی تخیلات کا نمونہ تھا۔ یہ تنازعہ جس طرح چلا اور جس طرح ختم ہوا دونوں اعتبار سے ایک ذلت انگیز تنازعہ تھا اور اس نے تقسیم افریقہ کی اس رفتار پر برا اثر ڈالا جس نے تیس سال سے دول یورپ کے تعلقات میں تلخی پیدا کر رکھی ہے، مگر بر اعظم کی سلطنتوں کے درمیان اب افریقہ اصلی مسئلہ بحث طلب نہیں رہا ہے اور یورپ متشار برلن کے چھوڑے ہوئے مسائل کو ترک کر کے اُن مسائل کی طرف متوجہ ہوا ہے جنھیں موتمر برلن کے سرگروہوں، یعنی پرشیا دی بسمارک، ہنگری اندراسی اور یہودی بیکنسفیلڈ اپنے ورثے میں چھوڑ گئے ہیں۔ قومی جذبات پھر بلقان کی قسمت پر مرکوز ہو گئے تھے جو ترقی پذیر قومیتوں اور اُنکے گرداگرد کے معاران شہنشاہی کا خون چکاں میدان جنگ بنا ہوا تھا۔

سربیا کا مسئلہ بدستور باقی رہ گیا تھا*

جنگہائے بلقان

جب سے ۱۸۷۹ء میں بسمارک اور اندراسی نے اس محالفے کی بنیاد قائم کی ہے جس کے طفیل میں جرمنی، بلقان کے معاملے میں آسٹریا ہنگری سے اپنی بیرونی چوکی کی طرح کام لے سکتا تھا، اُس وقت سے اس ثنویہ بادشاہی میں برابر میگروں کو سرگروہی حاصل رہی ہے، ان کے ناشرین و مدبرین، نے یہ دعوے کر رکھا تھا کہ سرزمین ہنگری پر رومانیوں اور سلافیوں کی کسی قسم کی تعلیم و تہذیب کا نہ کہیں وجود ہے اور

نہ ہو سکتا ہے، اور وہاں کے کاروباری لوگوں کو سلافیوں کی ہر ایک
اقتصادی کوشش کے توڑ دینے کے لیئے تائید کا یقین دلایا جاتا تھا،
آسٹریا ہنگری کا وزیر خارجہ کاونٹ ایرینتھال الحاق بوسینیا کے
بجا ثابت کرنے کے لیئے کسی مناسب وجہ کی تلاش میں تھا، پس
اُس نے آگرام میں غداری کے فضیحت انگیز مقدمے کا اشارہ کر دیا
اور اس کی ہمت افزائی کرتا رہا، یہ مقدمہ سات ماہ تک چلتا رہا۔ ۱۹۰۹
اس کے نتیجے میں، ایک اس سے بھی زیادہ بدنام مقدمہ ایرینتھال کے
مضمون نویس ڈاکٹر فریڈجنگ کا برپا ہوا جس سے یہ امر واقعۃً
ثابت ہو گیا کہ سربی حکومت کو بدنام کرنے کے لیئے مصنوعی دستاویزوں
کی ایک وسیع تجارت ہو رہی تھی جو آسٹریا ہنگری کے سفارت خانہ بلگریڈ
میں تیار کیئے جاتے تھے اور سفارت خانہ بھی اس جرم میں شریک تھا
اور بالواسطہ آسٹروی وزارت خارجہ کے عہدہ داران عالی کا بھی اس سے
تعلق تھا۔ پس منجملہ دوسری سخت کارروائیوں کے ایک کارروائی یہ بھی
کی گئی کہ کروشیا کا نظام سلطنت منسوخ کر دیا گیا، سربیوں کے پرانے کلیسا ۱۹۱۲
کا منشور معلق کر دیا گیا، اور "امتناعی احتساب" قائم کر دیا گیا۔ اس اثنا میں
مقدونیہ کے اندر عیسائی قومیں اس امر پر متفق ہو گئی تھیں کہ آل عثمان کا
جوا اپنے کندھوں سے اتار پھینکیں۔ وہ ایک طرف آسٹروی ومیگری
ظلم و ستم اور دوسری طرف نوجوان ترکوں کی حکمرانی کے جور و بدنظمی میں
پھنس گئی تھیں، اس پر روس نے انھیں اور ہمت دلائی۔ پس وہ سب
ترکوں کے خلاف ایک "بلقان لیگ" میں متحد ہو گئیں۔ یہ ایک
بے میل جماعت تھی جس میں مانٹی نگرو اور سربیا، آسٹریا سے سخت متنفر
تھیں، یونان و بلغاریہ نے کسی وقت بھی اپنی باہمی بے اعتمادی و نفرت
کو فراموش نہیں کیا تھا یہانتک کہ جب انھوں نے ترکی پر متفقاً حملہ کیا،
(اُسوقت بھی یہ خیال اُنکے دلوں سے نہیں نکلا) اس مہم نے فوجی مبصروں کی پیشین گوئیوں کو
درہم و برہم کر دیا، ادھر بلغاری قسطنطنیہ کو دھمکی دے رہے تھے ادھر یونانی سلونیکا میں

داخل ہو گئے اور سربیوں نے اپنے ازمنۂ وسطیٰ کی شہنشاہی کا پایۂ تخت پھر واپس لے لیا۔ جرمانی سلطنتیں جن کے آیندہ کے منصوبوں کا انحصار اس پر تھا کہ بلقانی لیگ تباہ ہو جائے اور پرشیاوی افسروں کے تحت میں شہنشاہی عثمانیہ میں فوجی اصلاح ہو، انھوں نے اب یہ دیکھا کہ ترکی ایک کمزور اور شکست خوردہ سلطنت ہو گئی ہے اور سلافی سلطنتوں کی ایک دیوار ان کے راستے میں حائل ہو گئی ہے۔ اس پر یہ یقین کہ روس ان قوموں کی سربراہی کر رہا ہے کہ وہ آسٹریا کو سمندر سے ہٹا دیں اس سے ٹیوٹنی و سلافی تصادم میں اور بھی شدت پیدا ہو گئی، اور بلقان میں قومی احساس حد سے زیادہ مشتعل ہو گیا۔ کہا جاتا تھا کہ "بلغاری قوم کو تین سمندروں کی ضرورت ہے"۔ یونان کی نظر سلونیکا اور کوالا (قوالا) پر تھی، "سربیا اکبر" کے نوجوان پرجوشوں نے اطالیہ کی جنگ آزادی کا مطالعہ کیا تھا، انھوں نے فریق پڈمانٹی کا نام اختیار کر لیا مگر جب سربی قوم ایجین سے منقطع ہو کر بحر اڈریاٹک میں کوئی بندرگاہ حاصل کرنے کے لیئے البانیا میں داخل ہوئی تو آسٹریا نے اس کی ساحل تک رسائی کو روکنے کے لیئے فوج جمع کی۔

موتمر لندن

امن کے نام سے دول نے مداخلت کی۔ سر اڈورڈ گرے نے اس موتمر کی صدارت کی جو لندن میں منعقد ہوئی تھی اور ان کی آشتی آمیز روش سے ایسے شرائط طے ہو گئے جنھیں منظور کرنے پر سربیا کو راضی کیا جا سکا۔ حریف شہنشاہیوں کی سازشوں کے دوران میں بلقانی قومیں ایک دوسری جنگ پر آمادہ ہو گئیں۔ سربیا و بلغاریہ کے مناقشے میں آسٹریا نے اور زہر ملا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بلغاریہ نے شبخون مارا۔ وائنا، بداپسٹ، قسطنطنیہ اور سینٹ پیٹرسبرگ سے یہ مناقشہ زور کے ساتھ بھڑکایا گیا۔ سربیوں نے وہی لمبے لمبے کوٹ پہنکر جنگ کی جو روسیوں نے گزشتہ جنگ کے لیئے مہیا کیئے تھے اور فرانس کی بنکوں سے ان کو مدد ملتی رہی۔ ادھر بلغاریہ میں

آسٹریا ہنگری سے بے اندازہ سامان جنگ پہنچ رہا تھا، زار فرڈیننڈ نے ۱۹۱۲ء میں اپنی پارلیمنٹ کی منظوری سے غیر ملکی معاملات کی نگرانی کا اختیار تنہا اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ وہ اس مسرت افزا امید میں پڑا ہوا تھا کہ اسے بحر اسود سے بحر ایجین و بحیرۂ ایڈریاٹک تک اپنی مملکت قائم کر لینے میں (آسٹریا سے) مدد ملیگی اور اس لیئے اس نے وائنا و بڈاپسٹ سے خفیہ تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ دول کے لیئے اب ایک دوسرا استعجاب رونما ہوا۔ سربیا و یونان، رومانیہ سے مدد پاکر اب پہلے سے زیادہ قوی ہو گئے تھے اور بلغاریہ کے پاس سمندر کی طرف سے نکلنے کا ایک ناکافی سا راستہ رہگیا تھا، اور وہ یہ دیکھ رہی تھی کہ مقدونیہ کا بڑا حصہ اس کے رقیبوں کے درمیان تقسیم ہو گیا ہے۔ اس نازک وقت میں آسٹریا نے اطالیہ کو یہ دعوت دی کہ وہ سربیوں کے خلاف اس کے ساتھ ایک "دفاعی" جنگ میں شریک ہو جائے، اطالیہ کے انکار کر دینے پر جرمانی شہنشاہ فرانسس جوزف کی مدد کے لیئے آموجود ہوا، اور معاہدہ بخارسٹ مرتب ہو گیا۔ پھر ایک مرتبہ ایک ایسی بات سوچی گئی جس کے وقوع سے بلقانی سلطنتوں کا آیندہ اتفاق ممکن نہ تھا۔ دول موافقہ نے کمزوری دکھائی اور معاہدۂ لندن کو پارہ پارہ ہو جانے دیا۔ اڈریانوپل پھر ترکوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا گیا۔ سربیا اور یونان نے مقدونیہ کا حصہ غالب اپنے ہاتھ میں رکھا مگر جرمانی شہزادہ ولیم (ویڈ) کے تحت میں ایک منفرد البانیا کے قائم کر دینے سے سربیا، ایڈریاٹک سے محروم رہ گئی ؛

قتل عام، جور و ستم اور انتقام کشی نے ہر طرف ابتری پیدا کر دی اور اس کے بعد ایک ظلمت چھا گئی۔ زار فرڈیننڈ نے سلافیوں کے استحکام اور اس اصول کو کہ "بلقان بلقانیوں کے لیئے ہے" مسترد کر دیا۔ اگر وہ سالونیکا لے سکتا اور دوستانہ طور پر آسٹریا کے لیئے سمندر کے راستے کا

تیقن کردیتا تو اسے یقین تھا کہ دونوں کے مشترک دشمن یعنی سربیا کے پامال کر دینے میں آسٹریا اس کی مدد کرتی، اس نے "سیاسیات واقعیہ" کے خبط میں پڑ کر بلقان لیگ کے دوبارہ قائم ہونے کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ چھوٹی چھوٹی سلطنتیں ایک کے سوا باقی سب غیر ملکی حکمران خاندانوں کے زیر حکومت تھیں اور غیر قومی اور برادر کش جنگ نے ان میں پھوٹ ڈال رکھی تھی اس حالت میں ان کی بقا ان کے اردگرد کی شہنشاہیوں کے رحم و کرم پر منحصر تھی۔ اس غمناک تاریکی میں سے بوسینیا کا ایک مخبوط نوجوان سربیوا میں نکل کھڑا ہوا اور شہنشاہ آسٹریا کے ولیعہد آرک ڈیوک، فرانسس فرڈنینڈ کو قتل کر ڈالا۔ کبھی کسی جرم کی پاداش میں، ایسے انتقام اور ایسی تباہی کا سامنا نہیں ہوا تھا۔ شہنشاہ فرانسس جوزف نے اس کے جواب میں جرمنی کی پرزور تائید سے سربیا کے نام ایک الٹیمیٹم اور ایک تحریری اعلان نامہ روانہ کیا، اس اعلان نامے کے الزامات اور اس کے شرائط بعینہ وہی تھے جو اُس نے پینتالیس برس قبل پڈمانٹ کے سر پر مارا تھا۔ سربیا کو ان مطالبات کے تسلیم کرنے کے لیئے جن سے اس کی ہستی بہ حیثیت ایک آزاد سلطنت کے معرض خطر میں آئی جاتی تھی اڑتالیس گھنٹے کا وقت دیا گیا۔ سفارتی گفت و شنود یا دول یورپ کے درمیان میں پڑنے کے لیئے کوئی وقت نہیں دیا گیا۔ اعلان جنگ کے بعد یورپ کی تمام بڑی بڑی طاقتیں یکے بعد دیگرے اس ہیبتناک جنگ کی گرداب میں پھنس گئی ہیں۔ وجوہات مختلف تھے، کہیں حرص و طمع کا لقمہ تھا، کہیں حب الوطنی کا جوش تھا، کہیں انجام کار کی بربادی کا خوف و اضطراب کہیں پرانے سیاسی تعلقات کے پھندے پڑے ہوئے تھے، اور بہت سی سلطنتیں اس قدیمی خیال کی سریع ترقی سے اندھی ہوگئی تھیں، کہ موت کے آلات آزادی کی روح کو دبا سکتے یا عزت، سپہگری

۲۸ جون

۲۸ جولائی

اور انصاف کو بزور قائم رکھ سکتے ہیں حالانکہ ہر ایک قوم جب تک اس میں جان باقی ہے اپنے خلاف جنگ کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے ابا کرتی رہے گی۔ حال کی دنیا میں جن بے شمار قوتوں کا انکشاف ہوا ہے وہ مدبّران ملک کے اندازے اور توازن کے موروثی روایات سے تجاوز کر گئی ہیں۔

عمومیت و قومیت

غرض جس زمانے کا آغاز ایک یورپین موتمر کے بلند ترین توقعات سے ہوا تھا، اس کے بعد کے سو برس کا انجام یہ ہوا کہ دول کے توازن طاقت کے نیچے دب کر امن کی امیدوں کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور یہ توازن بھی ایسا بے سروپا رہا کہ ایک اتفاقیہ بم نے ترازو کے ان کمزور پلوں کو درہم برہم کر دیا اور تین برّ اعظم سر کے بل جنگ میں دھکیل دیئے گئے۔ اس ایک صدی میں یہ بھی دیکھ لیا گیا کہ یہ قدیمی اعتقاد بھی نسیاً منسیا ہو گیا ہے کہ تمام عالم عیسوی ایک دولت عامہ ہے جس پر تمدن کا اعلیٰ ترین فرض عاید ہوا ہے۔ اس کے بجائے ایک نئے خیال یعنی قومیت کے عقیدے نے اقوام کے دلوں پر قبضہ کر لیا ہے اور لوگوں کو اس اعلیٰ و مستحسن خیال سے گرا دیا ہے کہ قوموں کو چاہئے کہ وہ غلامی کی ذلت سے نکل کر مذہب میں، ادب میں، اپنی معاشری زندگی کی تعمیر و تربیت میں، بلکہ خاص اپنے ملک کو بلند کرنے اور نسے نفع پہنچانے کے لیئے تجارت کے کاروبار تک میں اپنے آباو اجداد کی روحانی روایات کو ترقی دیں۔ عمومیت کی جتنی صدائیں ابتک گوشزد ہوئی تھیں یہ صدا سب میں بڑھی ہوئی ہے، اُس نے ہر طبقے اور ہر درجے کے لوگوں کو اس طرف بلایا کہ وہ اپنے مسقط الراس اور وہاں کے لوگوں کے لیئے اپنی خدمات پیش کر دیں، اور چونکہ اُس نے تمام ملت کو محض وسیع آزادی کی غرض میں منسلک کر دیا تھا، اس لیئے اس نے اُن کے لیئے اُس سے فراخ تر نتائج کے دروازے کھول دیئے جو کسی ایک طبقے کے مادی فائدے کے لیئے

کسی حرفتی جد و جہد سے کبھی وا ہوئے ہوں، انسان کی قدیم جنگ و جدال کی پر احترام یاد اور ایک غیر معلوم مستقبل کی ذمہ داریوں کے احساس سے، خیالات زمانہ موجودہ کی قید و بند سے نکل کر بہت دور پہنچ گئے تھے۔ ایک پوری قوم کے روحانی اتحاد کی حیثیت سے عمومیت میں پر از اعزاز انہماک و جرأت کے چار چاند لگ گئے تھے، اور یورپ کے مغربی نصف حصے میں آزادی کے معاملے نے اپنی فتح و نصرت اور حسنت و مرحبا کا شور بلند کر دیا تھا۔ انگریزی قوم من حیث المجموع عمومی حکومت کی موید اور گرفتاران قیود کی ملجا و ماویٰ بنی رہی ہے، اور بہ معیت فرانس قوموں کی آزادی کو بزور قائم رکھا ہے۔ فرانس کی شکست کے بعد جب قومیت، آزادی کے مرادف ہونیکے بجائے زیادہ تر تبادل و شدت کے ہم معنی ہوگئی تو ایک زیادہ تباہی انگیز دور شروع ہوا۔ حالات بہت کچھ بدل گئے تھے، اس صدی کے وسط سے صنعتی و علمی انکشافات نے انسانی قوت کے حیطۂ اثر کو بے اندازہ بڑھا دیا تھا، اور اس کے ساتھ ہی حرص و ہوس کو بھی وسعت دیدی تھی۔ آلات حرب کی ترقی اور نہایت وسیع صنعتی ذرایع و وسائل کے سلطنت کے تحت و تصرف میں آجانے سے ذی اقتدار شاہی خاندانوں کی مادی قوت اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ نہ کوئی ماتحت قوم ان کے خلاف سر اٹھا سکتی تھی اور نہ کوئی چھوٹی قوم ان سے جنگ آزمائی کر سکتی تھی۔ عالمگیر تسلط کے دعویدار شہنشاہوں کے حقوق کے مقابلے میں یورپ کے بادشاہوں کے حقوق پست نظر آتے تھے، اور نئے عریض و طویل آئینوں میں پرانے تخیلات کے عکس بے حقیقت سے ہو گئے تھے۔ انگلستان تک میں شہنشاہی کا نازک اثر اس خیال میں نظر آسکتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں فتوں کی نسبت یہ تصور پیدا ہو گیا ہے کہ اس سے رعایا کا تحفظ اس درجہ مقصود نہیں ہے جس درجہ شورہ پشتوں کو دبانا منظور ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ جب ملک گیری کی یہ نئی ہوس حکمرانوں سے گزر کر

قوموں میں سرایت کر گئی اور قومیں اپنی شوکت و وسعت کے جوش میں بادشاہوں کے مانند سرمست ہو گئیں، حصول غلبہ کے خیال میں حریت کے تخیل کو ترک کر دیا، اور قومی زندگی کے حیلے سے قدیم مطلق العنانوں کے جور و ستم کو تازہ کر دکھایا، تو حکمران خاندانوں کی قوت اور بھی المضاعف ہو گئی۔ نئے زمانے کے مسائل نے ایسی وسعت اور ایسی پیچیدگی حاصل کر لی ہے کہ وہ مدبران ملک کی رسائی ذہن سے خارج ہو گئے ہیں؛ دفتری حکومتیں اپنے تمام اضافی وسائل کے باوجود اس کام میں پوری نہ اتریں۔ اسکے بعد اضطراب و ہیجان کا ایک ایسا دور پیش آیا کہ چشم یورپ نے کبھی یہ نظارہ نہیں دیکھا تھا۔ بڑی سلطنتوں پر باہمی رقابت و مخافت کی تپ چڑھ گئی تھی اور چھوٹی سلطنتیں اپنے ان طاقتور ہمسایوں کے درمیان پسی جا رہی تھیں۔ اس وقت کے جذبہ و جوش میں شہنشاہی اور قومیت کی صورت حال یہ واقع ہوئی تھی کہ ان میں سخت ترین تصادم برپا ہو گیا تھا۔ نوشتۂ قسمت کو سامنے دیکھکر ہلاکت و بربادی کا ایک ایسا احساس پیدا ہو گیا تھا کہ آزادی کا فیاضانہ جوش و خروش، اضطراب و ہوس کی خود غرضی کے نیچے دب کر رہ گیا تھا اور قومیت کو ظلم و زیادتی، غداری و مکاری اور نفرت انگیزی کے لئے عذر و حجت قرار دے لیا تھا۔ غرضکہ جنگ و خطرے کے وقت انسان کے نیک صفات منتشر و پریشان ہو جاتے ہیں اور انسانی کاموں کی چلانے والی قوتوں میں زمانہ وحشت کے انسانی خصائل کو سب پر تقدم حاصل ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو ایسا نظر آتا تھا کہ قومیت "اپنی قوت ختم کر چکی ہے"، اور چھوٹی چھوٹی قومیں اب دل گرفتہ و عاجز ہو کر "شہنشاہی کی وسیع تر حب الوطنی"، کا سبق حاصل کریں گی۔ لیکن قومی زندگی اگرچہ راہ سے بے راہ کر دی گئی ہے مگر طبائع انسانی میں اسکا نقش ایسا گہرا جما ہوا ہے کہ وہ ناکامیاب نہیں رہے گی۔ اعلیٰ قوانین کو اپنی قوت ثابت کرنے اور انسان کو یہ یقین حاصل کرنے کے لیے کہ انسانی ترقی کا راستہ تسلط و اقتدار کی شان و شکوہ سے ہو کر نہیں بلکہ آزادی کی صفت نیک سے ہو کر گزرتا ہے، ایک مدت کا امن اور کافی طمانیت درکار ہے۔ بہت ممکن ہے کہ شہنشاہیوں کی عظمت و جلالت اعلیٰ ترین دماغی ترقیوں کی ربوبیت کا باعث ہو اور اس سے وہ لوگ جنھیں ذہانت و قوت کی نعمت عطا ہوئی ہے یہ تسلیم کریں کہ قوت کو بے اندازہ وسعت حاصل کرنے میں صرف کرنا یا شہنشاہی معیار حکومت کی ہیبتناک شکل کو چلا کر

اپنی قوت کو ضائع کرنا بے سود محض ہے۔ اگرچہ متعدد قوموں کو جنھیں تجربہ، علم اور معاملات کی مہارت نہیں ہے، قدیم روایات، اور سیاسی چالوں کے خلاف اپنا راستہ نکالنا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ بہت ہی آسانی کے ساتھ اِدھر یا اُدھر گر پڑیں مگر انکی قسمت مستحکم ہو چکی ہے۔ آزادی اور اسکے ساتھ بین الاقوامی استحکام یا اُس سے بھی بڑھ کر انسانی برادری کا جذبہ و جوش، صرف یہی دونوں تمدن کو بچا سکتے اور اسے ترقی دے سکتے ہیں اور یورپ کا کوئی نیا مرابطہ کسی نہ کسی دن قوم کی وفاداری اور ”نوع انسان کے ساتھ وفاشعاری“ کے اصول کو قائم کر دے گا۔

سو برس گزر چکے ہیں جب انگلستان نے موتمر وائنا کے موقع پر قوموں کے حقوق سے چشم پوشی کی تھی۔ ایک صدی میں اُس نے آہستہ آہستہ یہ سیکھا ہے کہ قومی آزادی کی قوت آئینی اصلاح سے مافوق کوئی شئے ہے، یہ وہی مفہوم ہے جسے پرانے وقتوں کے وہگوں اور ان کے بعد کے ریڈیکلوں (استیصالیوں) نے مبہم طور پر محسوس کیا تھا۔ مدتہائے دراز سے انگریزی قوم اپنے حقوق خاص کو ایسے متفق و قومی اطمینان کے زیر سایہ حاصل کرتی رہی ہے جو یورپ کی کسی دوسری قوم کو میسر نہیں آیا ہے مگر جب آزادی کا مستحکم اعتقاد رکھکر وہ یہ خواہش کریگی کہ جن نعمتوں کا اُس نے خود لطف اٹھایا ہے اُسے دوسری قوموں تک وسعت دے اور ایسے عزم کے ساتھ جو اُسکے حاصل آمدہ بے نظیر مواقع کے شایان شان اور ایسے علم و رائے کے ساتھ جو اسکی قوت کے ہم پلہ ہو، وہ منضبط آزادی، قومی حریت اور بنی نوع انسان کی وفاداری کی اعلیٰ مثال قائم کرے گی، اُسوقت اس کی تاریخ سزاوار تحسین و آفرین ہوگی۔

”ایک ملت کی دوسری ملت کے ساتھ ہمدردی، باہم قوموں کے درمیان ایک عام انسانیت کا احساس، آزادی اور خود مختاری کے لیئے قوموں کی تمنائیں اور آرزوئیں، بس یہی اصل سیاسی طاقتیں ہیں“

فروری ۱۸۷۷ء

”وہ عظیم الشان قوت جس نے یورپ کی کایا پلٹ کر دیا ہے، جو ۱۸۱۵ء کے بعد سے اسکی تاریخ کا راز بنی رہی ہے وہ ایک سیاسی ”حس“ یعنی قومیت ہے“

اپریل ۱۸۸۰ء

(مخطوط جے۔ آر۔ گرین)

تاریخ انگلستان کے اہم واقعات

بہ ترتیب سنین

۴۴۹ - ۱۰۱۶

۴۴۹ انگریزوں کا برطانیہ میں وارد ہونا
۴۵۷ انگریزوں کا کنٹ کو فتح کرنا
۴۷۷ جنوبی سیکسن کا آنا
۴۹۱ اینڈریڈیا کا محاصرہ
۴۹۵ مغربی سیکسن کا آنا
۵۱۹ کرڈک وسنرک شاہانِ ویسٹ سیکس
۵۲۰ کوہ بیڈن پر اہل برطانیہ کی فتح
۵۴۷ ایڈا کا سلطنت برنیشیا کا قائم کرنا
۵۶۰ اتھلبرٹ شاہ کنٹ (متوفی ۶۱۶)
۵۶۸ ویسٹ سیکسن کا اتھلبرٹ کو پسپا کر دینا
۵۷۱ ویسٹ سیکسن کا وسط برطانیہ میں داخل ہونا
۵۷۷ ویسٹ سیکسن کا ڈیورہم کو فتح کرنا
۵۸۴ ویسٹ سیکسن کا فیدلی میں شکست کھانا
۵۸۸ اتھلرک کا سلطنت نارتھمبریا کا قائم کرنا
۵۹۳ اتھلفرتھ کا شاہ نارتھمبریا ہونا (متوفی ۶۱۷)
۵۹۷ آگسٹین کا کنٹ کے مذہب کو تبدیل کرنا
۶۰۳ جنگ ڈیگسٹن
۶۱۳ جنگ چسٹر
۶۱۷ اڈون کا شاہ نارتھمبریا ہونا (متوفی ۶۵۵)
۶۲۶ اڈون کا تمام برطانیہ پر سیادت حاصل کرنا
پنڈا کا اہل مرسیا کا بادشاہ ہونا
۶۲۷ اڈون کا مذہب عیسوی کو قبول کرنا
۶۳۳ اڈون کا ہیتھفیلڈ میں مارا جانا
۶۳۵ آسولڈ کا برنیشیا کا بادشاہ ہونا (متوفی ۶۴۲)
آسولڈ کا اہل ویلز کو ہیونفیلڈ میں شکست دینا
ایڈن کا ہولی آئلینڈ (جزیرۂ مقدس) میں
قیام اختیار کرنا
ویسکس کا تبدیل مذہب
۶۴۲ آسولڈ کا میزرفیلڈ میں مارا جانا
۶۵۱ اوسو کا شاہ نارتھمبریا ہونا (متوفی ۶۷۰)
۶۵۵ اوسو کا ونویڈ میں فتح پانا
۶۵۸ ویسٹ سیکسن کا پیرٹ تک ملک کو فتح کر لینا

۶۵۹ ولفیر کا مرسیا میں بادشاہ ہونا

۶۶۱ ولفیر کا ویسٹ سیکسن کو دریائے ٹیمز کے پار بھگا دینا

۶۶۴ انعقاد مجلس وٹبئی

کیڈمن بمقام وٹبئی

۶۶۸ تھیوڈور کا کنٹربری کا اسقف اعظم مقرر ہونا

۶۷۰ اگفرتھ کا نارتھمبریا کا بادشاہ ہونا (متوفی ۶۸۵)

۶۸۱ ولفرڈ کا جنوبی سیکسن کے مذہب کا تبدیل کرنا

۶۸۲ سنٹوائن شاہ ویسکس کا سمرسٹ کو فتح کرنا

۶۸۵ اگفرتھ کا مقام نکٹنسمیر میں شکست کھانا اور قتل ہونا

۶۸۸ اینی کا شاہ ویسٹ سیکسن ہونا (متوفی ۷۵۷)

۷۱۵ اینی کا سیولرڈ شاہ مرسیا کو بمقام وین برا شکست دینا

۷۱۶ اتھلبالڈ کا شاہ مرسیا ہونا (متوفی ۷۲۶)

۷۳۳ اہل مرسیا کا ویسکس کو فتح کرنا

۷۳۵ بیڈا کا انتقال

۷۵۳ بانیفیس کا انتقال

۷۵۴ جنگ برفرڈ میں ویسکس کا دوبارہ آزادی حاصل کر لینا

۷۵۶ اڈبرٹ شاہ نارتھمبریا کا الکلوڈ پر قابض ہو جانا

۷۵۸ اوفا کا شاہ مرسیا ہونا (متوفی ۷۹۶)

۷۷۵ اوفا کا اہل کنٹ کو بمقام اٹفرڈ مغلوب کرنا

۷۷۹ اوفا کا اہل ویسٹ سیکسن کو بمقام بینسنگٹن شکست دینا

۷۸۷ اوفا کا بمقام لچفیلڈ ایک اسقف اعظم کا مستقر قائم کرنا

۷۹۶ سنٹولف کا شاہ مرسیا ہونا (متوفی ۸۲۱)

۸۰۲ اگبرٹ کا ویسکس میں بادشاہ ہونا (متوفی ۸۳۹)

۸۰۳ سنولف کا لچفیلڈ کی مستقر اسقفی کا برباد کر دینا

۸۰۸ چارلس اعظم کا اردولف کو دوبارہ نارتھمبریا کا بادشاہ بنانا

۸۱۵ اگبرٹ کا مغربی اہل ویلز کو دریائے ٹیمرتک دبانا

۸۲۱ مرسیا میں خانہ جنگی کا واقع ہونا

۸۲۵ اگبرٹ کا اہل مرسیا کو مقام ایلینڈن میں شکست دینا

اگبرٹ کا جنوب ٹیمز کے تمام انگلستان پر سیادت حاصل کرنا

ایسٹ اینگلیا کا مرسیا کے خلاف خروج کرنا

۸۲۷ اہل مرسیا کا ایسٹ اینگلیا والوں سے شکست کھانا

۸۲۸ مرسیا اور نارتھمبریا کا اگبرٹ کی اطاعت قبول کرنا

" اگبرٹ کا انگریزوں کی تمام سلطنتوں پر سیادت حاصل کرنا

" اگبرٹ کا ویلز پر حملہ کرنا

۸۳۷ اگبرٹ کا بمقام ہینگسٹ ڈن ڈینز کو شکست دینا

۸۳۹ اتھلولف کا شاہ ویسکس ہونا (متوفی ۸۵۸)

۸۴۹ الفرڈ کا پیدا ہونا
۸۵۱ ڈینز کا مقام ایکلی میں شکست کھانا
۸۵۳ الفرڈ کا روم کو روانہ کیا جانا
۸۵۵ اتھلولف کا روم کو جانا
۸۵۷ اتھلبالڈ کا شاہ ویسکس ہونا (متوفی ۸۶۰)
۸۶۰ اتھلبرٹ کا شاہ ویسکس ہونا (متوفی ۸۶۶)
۸۶۶ اتھلرڈ شاہ ویسکس (متوفی ۸۷۱)
۸۶۷ ڈینز کا نارتھمبریا کو فتح کرنا
۸۶۸ ڈینز کے ساتھ صلح ناٹنگھم کا ہونا
۸۷۰ ڈینز کا ایسٹ اینگلیا کو فتح کر کے وہاں اقامت اختیار کرنا
۸۷۱ ڈینز کا ویسکس پر حملہ کرنا
〃 الفرڈ کا ویسکس کا بادشاہ ہونا (متوفی ۹۰۱)
۸۷۴ ڈینز کا مرسیا کو فتح کرنا
۸۷۶ ڈینز کا نارتھمبریا میں سکونت اختیار کرنا
۸۷۷ الفرڈ کا ڈینز کو مقام اکسٹر میں شکست دینا
۸۷۸ ڈینز کا ویسکس کو تاراج کرنا
〃 الفرڈ کا ونگٹن میں فتحیاب ہونا
〃 صلح ویڈمور
۸۸۳ الفرڈ کا روم و ہندوستان کو ایلچی بھیجنا
۸۸۶ الفرڈ کا لندن پر قابض ہو کر اُسے دوبارہ قلعہ بند کرنا
۸۹۳ ڈینز کا کنٹ و دریائے ٹیمز میں دوبارہ نمودار ہونا
۸۹۴ الفرڈ کا ہیسٹنگ کو ویسکس سے خارج کرنا
۸۹۵ ہیسٹنگ کا مرسیا پر حملہ کرنا
۸۹۶ الفرڈ کا ڈینز کو ویسکس سے نکالنا
۸۹۷ ہیسٹنگ کا انگلستان کو چھوڑ کر چلا جانا
〃 الفرڈ کا ایک بیڑے کی بنیاد ڈالنا
۹۰۱ اڈورڈ اکبر، انتقال ۹۲۵
۹۱۲ نارتھمن (شمالیوں) کا نارمنڈی میں آباد ہونا
۹۱۳ – ۹۱۸ اتھلفلیڈ کا ڈینی مرسیا کو فتح کرنا
۹۲۱ اڈورڈ کا ایسٹ اینگلیا اور ایسکس کو مطیع کرنا
۹۲۴ اڈورڈ کا نارتھمبریا، اسکاٹس اور اسٹریتھکلائیڈ کا بادشاہ اعلیٰ تسلیم کیا جانا
۹۲۵ اتھلسٹن، انتقال سنہ ۹۴۰
۹۲۶ اتھلسٹن کا اہل ویلز کو اکسٹر سے خارج کرنا
۹۳۴ اتھلسٹن کا اسکاٹلینڈ پر حملہ کرنا
۹۳۷ برونبرگ کی فتح
۹۴۰ اڈمنڈ، انتقال ۹۴۶
۹۴۳ ڈنسٹین کا رئیس خانقاہ گلیسٹنبری بنایا جانا
۹۴۵ کیمبرلینڈ کا میلکم، (شاہ اسکاٹس) کو عطا ہونا
۹۴۶ اڈرڈ، انتقال ۹۵۵
۹۵۴ اڈرڈ کا نارتھمبریا کو امارت ارل بنانا
۹۵۵ اڈوگ، انتقال ۹۵۹
۹۵۶ ڈنسٹین کا جلاوطن کیا جانا

۹۵۷ اڈگار کے تحت میں مرسیا کی بغاوت
۹۵۸ اڈگار، انتقال ۹۷۵
۹۵۹ ڈنسٹین کا اسقف اعظم کینٹربری ہونا
۹۷۵ اڈورڈ شہید، انتقال ۹۷۸
۹۷۸ اتھلرڈ نامستعد، انتقال ۱۰۱۶
۹۸۷–۱۰۴۰ فلک اسود، کاؤنٹ، آنجو
۹۹۴ سوین کا حملہ
۱۰۰۲ ڈینز کا قتل عام
۱۰۰۳ سوین کا اسکس کو تباہ کرنا
۱۰۱۲ اسقف اعظم الفیہ کا قتل
۱۰۱۳ تمام انگلستان کا سوین کا مطیع ہو جانا
اتھلرڈ کا بھاگ کر نارمنڈی کو جانا
۱۰۱۶ اڈمنڈ فولاد بازو کا بادشاہ ہونا
اور انتقال کرجانا

انگلستان زیر نگین شاہان غیر

۱۰۱۶ – ۱۲۰۴

۱۰۱۶ کینوٹ، بادشاہ، انتقال ۱۰۳۵
۱۰۲۰ گاڈون کا ارل اسکس بنایا جانا
۱۰۲۷ کینوٹ کا روم کو جانا
ولیم (نارمنڈی) کا پیدا ہونا
۱۰۳۷ ہیرلڈ، بادشاہ، انتقال ۱۰۴۰
۱۰۴۰ ہارتھا کینوٹ، بادشاہ، انتقال ۱۰۴۲

۱۰۴۰–۱۰۶۰ جافری مارٹل، کاؤنٹ آنجو
۱۰۴۲ اڈورڈ تائب، انتقال ۱۰۶۶
۱۰۴۵ لینفرینک بمقام بک
۱۰۴۷ ولیم کی فتحمندی بمقام ویل اس ڈیونیز)
۱۰۵۱ گاڈون کا جلا وطن کیا جانا
ولیم (نارمنڈوی) کا انگلستان میں آنا
۱۰۵۲ گاڈون کی واپسی
۱۰۵۳ گاڈون کا انتقال
ہیرلڈ کا ارل ویسٹ سیکسن بنایا جانا
۱۰۵۴ ولیم کی فتحمندی بمقام مارٹمر
۱۰۵۵ ہیرلڈ کی پہلی مہم ویلز میں
۱۰۵۴–۱۰۶۰ نارمنوں کا جنوب اطالیہ کو فتح کرنا
۱۰۵۸ ولیم کی فتحمندی بمقام ڈائیو
۱۰۶۰ نارمنوں کا سسلی پر حملہ آور ہونا
۱۰۶۳ ہیرلڈ کا ویلز کو فتح کرنا
۱۰۶۶ ہیرلڈ کا بادشاہ ہونا
ہیرلڈ کا اسٹیمفرڈ برج پر فتحیاب ہونا
ہیرلڈ کا سنلاک (یعنی ہیسٹنگز) میں شکست پانا
ولیم (نارمنڈی) کا بادشاہ ہونا، انتقال ۱۰۸۷
۱۰۶۸–۱۰۷۱ نارمنوں کا انگلستان کو فتح کرنا
۱۰۷۰ کلیسا کی تنظیم جدید

لینفرینک کا اسقف اعظم کینٹربری ہونا

1075 راجر فرآسبرن کا خروج

1081 ولیم کا ویلز پر حملہ آور ہونا

1085 ڈینی حملہ کی ناکامی

1086 "ڈومزڈے بک" کی تکمیل

1087 ولیم احمر، انتقال 1100

1093 انسیلم، اسقف اعظم

1094 نارمن سرحد داروں کے خلاف
ویلز کی بغاوت

1095 رابرٹ (موبرے) کا خروج

1096 نارمنڈی کا ولیم کے پاس مکفول کیا جانا

1097 ولیم کا ویلز پر حملہ آور ہونا

" انسیلم کا انگلستان کو ترک کرنا

1098 فرانس سے جنگ

1100 ہنری اول، انتقال 1135
ہنری کا منشور

1101 رابرٹ (نارمنڈی) کا انگلستان پر
حملہ آور ہونا

1106 پادریوں کے عطائے سند کے مسئلہ کا تصفیہ
انگریزوں کا نارمنڈی کو فتح کرنا

1109 } 1129 فلک (دیہ وشلیمی)، کاؤنٹ آنجو

1110 فرانس سے جنگ

1111 آنجو سے جنگ

1113 صلح گسرس

1114 مٹلڈا کا ہنری پنجم سے عقد کرنا

1120 جہاز وہائٹ کی تباہی

1121 نارمن بیرنوں کا خروج

1124 فرانس اور آنجو کا ولیم کلیٹو کی تائید کرنا

1128 مٹلڈا کا جافری (آنجو) سے عقد کرنا
ولیم کلیٹو کا فلینڈرز میں انتقال کرنا

1134 ویلز کی بغاوت

1135 اسٹفن (بلوا) انتقال 1154

1138 نارمنڈی کا اہل آنجو کو پسپا کرنا
ارل رابرٹ کا خروج
جنگ "اسٹینڈرڈ" (علم)

1139 اساقفہ کی گرفتاری
مٹلڈا کا ورود
جنگ لنکن

1141

1147 جیرلڈ (ویلز) کا تولد

1148 مٹلڈا کا نارمنڈی کو واپس ہو جانا

" اسقف اعظم تھیوبولڈ کا جلاوطن ہونا

1149 ہنری (آنجو) کا انگلستان میں آنا

1151 ہنری کا ڈیوک نارمنڈی ہو جانا

1152 ہنری کا الینر (گائنی) سے عقد کرنا

1153 ہنری کا انگلستان میں آنا معاہدہ ولنگفرڈ

1154 ہنری دوم، انتقال 1189

1159 ٹولوس کے خلاف مہم
بدل الخدمت کا طریق عظیم

1162 ٹامس کا اسقف اعظم کینٹربری بنایا جانا

۱۱۶۴ ضوابط کلیرنڈن
کونسل (مجلس شوریٰ) نارتھمپٹن
اسقف اعظم ٹامس کا فرار
۱۱۶۶ دستور کلیرنڈن
۱۱۷۰ اسٹرانگ بو کا انگلستان پر حملہ آور ہونا
شیرفون (ناظمان امن) کی تحقیقات
اسقف اعظم ٹامس کا انتقال
۱۱۷۲ ہنری کا آئرلینڈ کو فتح کرنا
۱۱۷۳ – ۱۱۷۴ ہنری کے بیٹوں کی بغاوت
۱۱۷۶ دستور نارتھمپٹن
۱۱۷۸ عدالت شاہی کی تنظیم جدید
۱۱۸۱ قوانین
۱۱۸۹ رچرڈ کا خروج
رچرڈ اول، انتقال ۱۱۹۹
۱۱۹۰ – ۱۱۹۴ رچرڈ کی جنگ صلیبی
۱۱۹۴ – ۱۱۹۶ فلپ آگسٹس سے جنگ
۱۱۹۴ – ۱۲۴۶ لیولن ایپ جار ونتھ، شمالی ویلز میں
۱۱۹۷ رچرڈ کا شیٹو گیلرڈ کا تعمیر کرنا
۱۱۹۹ جان، انتقال ۱۲۱۶
جان کا آنجو و مین کو واپس لینا
لیمین کا قصہ بروٹ کا لکھنا

۱۲۰۳ آرتھر کا قتل
۱۲۰۴ فرانسیسیوں کا آنجو و نارمنڈی کو فتح کرنا

(۵)

منشور اعظم

۱۲۰۴-۱۲۹۵

(۵)

۱۲۰۵ نارمنڈی کو واپس لینے کے لئے بیرنوں کا جنگ سے انکار کر دینا
۱۲۰۶ اسٹفن لینگٹن کا اسقف اعظم کینٹربری ہونا
۱۲۰۸ انوسنٹ سوم کا انگلستان پر حکم تعطل مذہبی جاری کرنا
۱۲۱۰ جان کا حلقہ آئرش کو صوبوں میں تقسیم کرنا
۱۲۱۱ جان کا لیولن ایپ جار ونتھ کو اطاعت پر مجبور کرنا
۱۲۱۳ جان کا پوپ کے تابع ہو جانا
۱۲۱۴ جنگ بوانیز
راجر بیکن کی ولادت
۱۲۱۵ منشور اعظم
۱۲۱۶ بیرنوں کا لیوس (شہزادہ فرانس) کو بلانا
〃 ہنری سوم، انتقال ۱۲۷۲
تصدیق منشور
۱۲۱۷ لیوس کا فرانس کو واپس جانا
منشور کی دوبارہ تصدیق

۱۲۱۹ ہیوبرٹ ڈی بر نائب السلطنت

۱۲۲۱ فرائرہ کا انگلستان میں ورود

۱۲۲۴ فاکس ڈی بروٹی کا خروج

۱۲۲۵ منشور کی تصدیق تازہ

۱۲۲۸ اسٹفن لینگٹن کا انتقال

۱۲۲۹ پوپ کے استحصالات

۱۲۳۰ ہنری کی مہم کا پاٹیو میں ناکام رہنا

۱۲۳۱ اطالوی پادریوں کے خلاف سازش

۱۲۳۲ ہیوبرٹ ڈی برکا زوال

۱۲۳۷ منشور کی تصدیق دیگر

۱۲۳۸ (لیسٹر کے) ارل سائمن کا ہنری کی ہمشیرہ سے عقد کرنا

۱۲۴۲ ٹیلبورگ میں ہنری کی شکست بیرنوں کا رقوم امداد دینے سے انکار کرنا

۱۲۴۶ } ۱۲۸۳ لیولن ایپ گرونڈ کا شمالی ویلز کا شہزادہ ہونا

۱۲۴۸ اہل آئرلینڈ کا رقوم امداد دینے سے انکار کرنا

ارل سائمن کا گیسکنی کو جانا

۱۲۵۳ ارل سائمن کا انگلستان کو واپس آنا

۱۲۵۸ قواعد آکسفورڈ

۱۲۶۴ معاہدۂ امینز

جنگ لیوس

۱۲۶۵ عوام کا پارلیمنٹ میں طلب کیا جانا

جنگ ایوشم

۱۲۶۷ راجر بیکن کا اپنی تصنیف "اوپس میجس" لکھنا

لیولن ایپ گریفتھ کا حکمران ویلز تسلیم کیا جانا

۱۲۷۰ اڈورڈ کا جنگ صلیبی کے لیئے جانا

۱۲۷۲ اڈورڈ اول، انتقال ۱۳۰۷

۱۲۷۷ اڈورڈ کا لیولن ایپ گرونڈ کو مطیع کرنا

۱۲۷۹ قانون مارٹمین

۱۲۸۲ ویلز کی فتح

۱۲۸۳ قانون تجار

۱۲۸۵ قانون ونچسٹر

۱۲۹۰ قانون "کوئی امپٹورز"

یہودیوں کا اخراج

برگھم کا معاہدہ عقد

۱۲۹۱ اسکاٹلینڈ کی جانشینی کے متعلق نارہم میں پارلیمنٹ کا انعقاد

۱۲۹۲ اڈورڈ کا اسکاٹلینڈ کے مرافعات سننے کا دعویٰ کرنا

راجر بیکن کا انتقال

۱۲۹۴ فلپ (شاہ فرانس) کا گیکنی پر قبضہ کر لینا

۱۲۹۵ فرانسیسی بیڑے کا ڈاور پر حملہ کرنا

انگریزی پارلیمنٹ کی آخری تنظیم

اسکاٹلینڈ اور فرانس سے جنگ

۱۲۹۶ اڈورڈ کا اسکاٹلینڈ کو فتح کرنا

۱۲۹۷ اسٹرلنگ میں ویلیس کی فتحمندی
پادریوں کا خارج الذمہ قرار دیا جانا
بیرنوں کا گینی میں خدمت سے انکار کرنا
۱۲۹۸ اڈورڈ کا اہل اسکاٹلینڈ کو فالکرک میں مفتوح کرنا
۱۳۰۱ بیرنوں کا مطالبہ کہ وزرا کی نامزدگی پارلیمنٹ کی طرف سے ہو
بیرنوں کا بزور منشوروں کی تصدیق جدید حاصل کرنا
۱۳۰۴ اسکاٹلینڈ کی اطاعت
۱۳۰۵ پرتھ کی پارلیمنٹ
۱۳۰۶ رابرٹ بروس کی شورش
۱۳۰۷ کارلائل کی پارلیمنٹ
اڈورڈ دوم، کا انتقال ۱۳۲۷
۱۳۰۸ گیوسٹن کا جلاوطن کیا جانا
۱۳۱۰ احیائے منتظمین کا دفعات اصلاح کا تیار کرنا
۱۳۱۲ گیوسٹن کا انتقال
۱۳۱۴ جنگ بینکبرن
۱۳۱۶ جنگ اتھنری
۱۳۱۸ اڈورڈ کا ضوابط و قواعد کو قبول کر لینا
۱۳۲۲ ارل لینکسٹر کا انتقال، ضوابط کا ساقط کیا جانا
۱۳۲۳ اہل اسکاٹلینڈ کے ساتھ عارضی صلح
۱۳۲۴ اہل فرانس کا گوئین پر حملہ کرنا

۱۳۲۵ ملکہ اور شاہزادہ اڈورڈ کا فرانس کو جانا
۱۳۲۶ ملکہ کا انگلستان میں اترنا
۱۳۲۷ اڈورڈ دوم کی معزولی
اڈورڈ سوم، انتقال ۱۳۷۷
۱۳۲۸ معاہدۂ نارتھمپٹن کی رو سے اسکاٹلینڈ کی خودمختاری کا تسلیم کیا جانا
۱۳۲۹ رابرٹ بروس کا انتقال
۱۳۳۰ راجر مارٹیمر کا انتقال
۱۳۳۲ اڈورڈ بیلیل کا اسکاٹلینڈ پر حملہ کرنا
۱۳۳۳ جنگ ہیلیڈن ہل
بیلیل کا اڈورڈ کی اطاعت کرنا
۱۳۳۵–۱۳۳۶ اڈورڈ کا اسکاٹلینڈ پر حملہ کرنا
۱۳۳۶ فرانس کا دوبارہ اعلان جنگ کرنا
۱۳۳۷–۱۳۳۸ فرانس و اسکاٹلینڈ سے جنگ
اڈورڈ کا تاج فرانس کا دعوی کرنا
۱۳۳۹ بیلیل کا اسکاٹلینڈ سے نکالا جانا
اڈورڈ کا برابانٹ کی جانب سے فرانس پر حملہ کرنا
۱۳۴۰ جنگ سلیوس
۱۳۴۱–۱۳۴۲ برٹنی اور گینی میں جنگ
۱۳۴۶ جنگہائے کریسی و نوائل کراس
۱۳۴۷ کیلے کا قبضہ

فرانس سے عارضی صلح

۱۳۴۸ کالی وبا کی پہلی نمودداری

۱۳۴۹ } قوانین مزدوراں
۱۳۵۱ }

۱۳۵۱ پہلا قانون امتناع محاصل پاپائی

۱۳۵۳ پہلا قانون امتناع اختیارات پاپائی

۱۳۵۵ تجدید جنگ فرانس

۱۳۵۶ جنگ پوائیٹیرز

۱۳۶۶ قانون کلکنی

۱۳۶۷ نویریٹ میں شاہزادہ اسود کی فتحیابی

۱۳۶۸ وکلف کا رسالہ "ڈی ڈومینیو"

۱۳۷۰ لموجز کی فتح

۱۳۷۲ روشیل کے قریب اسپینی بیڑے کی فتحیابی

۱۳۷۴ اکوٹین کی بغاوت

۱۳۷۶ نیک پارلیمنٹ

۱۳۷۷ ڈیوک لنکیسٹر کا اس پارلیمنٹ کے کام کو الٹ دینا

وکلف کا اسقف لندن کے سامنے حاضر ہونا

رچرڈ دوم، انتقال ۱۳۹۹

۱۳۷۸ گریگوری یازدہم کا وکلف کی زندیقیت پر لعنت کرنا

۱۳۸۰ لانگ لینڈ کی تصنیف "پیرز قلبہ ران"

۱۳۸۱ وکلف کا اعلان عقیدۂ تبدیل خون وجسم کے خلاف

شورش کسانان

۱۳۸۲ بلیک فرائرز میں وکلف کا ملزم قرار پانا

"تہی دست واعظوں" کا قلع قمع

۱۳۸۴ وکلف کی موت

۱۳۸۶ بیرنوں کا رچرڈ کو ارل سفوک کے برطرف کرنے پر مجبور کرنا

۱۳۸۹ فرانس کے ساتھ عارضی صلح

۱۳۹۴ رچرڈ آئرلینڈ میں

۱۳۹۶ رچرڈ کا ازیبلا (فرانسیسی) سے عقد کرنا

فرانس کے ساتھ عارضی صلح کی مدت میں اضافہ

۱۳۹۷ ڈیوک گلوسسٹر کا قتل

۱۳۹۸ رچرڈ کے تجاویز ظلم وستم

۱۳۹۹ رچرڈ کی معزولی

ہنری چہارم، انتقال ۱۴۱۳

۱۴۰۰ ویلز میں اوون گلینڈر کا خروج

۱۴۰۱ قانونِ زندیقیت

۱۴۰۲ جنگ ہالمڈن ہل

۱۴۰۳ خاندان پرسی کا خروج

۱۴۰۳ } فرانسیسیوں کا انگلستان پر تاخت کرنا
۱۴۰۵ }

۱۴۰۵ اسقف اعظم اسکروپ کا خروج

۱۴۰۷ فرانسیسیوں کا گیسکنی پر حملہ کرنا

۱۴۱۱ فرانس میں ڈیوک برگنڈی کی مدد کے لیے انگریزی فوج کا روانہ کیا جانا

۱۴۱۳ ہنری پنجم، انتقال ۱۴۲۲
۱۴۱۴ لولارڈون کی سازش
۱۴۱۵ جنگ اگنکورٹ
۱۴۱۷ ہنری کا نارمنڈی پر حملہ کرنا
۱۴۱۹ ڈیوک برگنڈی سے محالفہ
۱۴۲۰ معاہدۂ ٹرائس
۱۴۲۲ ہنری ششم، انتقال ۱۴۷۱
۱۴۲۴ جنگ ورنیول
۱۴۲۸–۱۴۲۹ محاصرۂ آرلینز
۱۴۳۰ اضلاع کی حق رائے دہی کا محدود کیا جانا
۱۴۳۱ جون آف ارک کی موت
۱۴۳۵ موتمر اراس
۱۴۴۵ مارگریٹ (انجو) کا عقد
۱۴۴۷ ڈیوک گلوسسٹر کا انتقال
۱۴۵۰ ڈیوک سفوک پر مقدمہ کا چلایا جانا اور اسکی موت
کیڈ کی بغاوت
نارمنڈی کا انقراض
۱۴۵۱ گینی کا انقراض
۱۴۵۴ ڈیوک یارک کا محافظ نامزد ہونا
۱۴۵۵ سنٹ البنز کی پہلی لڑائی
۱۴۵۶ یارک کے "عہد محافظت" کا ختم ہونا
۱۴۵۹ حامیانِ یارک کے خروج کی ناکامی
۱۴۶۰ جنگ نارتھمپٹن
یارک کا بطور جانشین کے تسلیم کیا جانا
جنگ ویکفیلڈ
۱۴۶۱ سنٹ البنز کی دوسری لڑائی
جنگ مارٹیمر کراس
اڈورڈ چہارم، انتقال ۱۴۸۳
۱۴۶۱–۱۴۷۱ واروک، بادشاہ گر
۱۴۶۴ اڈورڈ کا لیڈی گرے سے عقد کرنا
۱۴۷۰ واروک کا فرانس کو فرار ہونا
اڈورڈ کا فلینڈرز کو بھاگنا
۱۴۷۱ جنگہائے بارنٹ و ٹیوکسبری
۱۴۷۵ اڈورڈ کا فرانس پر حملہ کرنا
۱۴۷۶ کیکسٹن کا انگلستان میں اقامت اختیار کرنا
۱۴۸۳ اڈورڈ پنجم کا قتل
رچرڈ سوم، انتقال ۱۴۸۵
بکنگھم کی شورش
۱۴۸۵ جنگ باسورتھ

شاہان ٹیوڈر

۱۴۸۵–۱۶۰۳

۱۴۸۵ ہنری ہفتم، انتقال ۱۵۰۹
۱۴۸۷ لیمبرٹ سمنل کی سازش

۱۴۹۰ فرڈینیڈ و ازبیلا سے معاہدہ
۱۴۹۲ ہنری کا فرانس پر حملہ کرنا
۱۴۹۷ کارنوال کی بغاوت
پکرن واربک کا گرفتار ہونا
سبیسٹین کیبٹ کا امریکہ میں اترنا
۱۴۹۹ کالٹ وارسیمس، بمقام آکسفورڈ
۱۵۰۱ آرتھر ٹیوڈر کا کیتھرائن (اراگان) سے عقد کرنا
۱۵۰۲ مارگریٹ ٹیوڈر کا جیمز چہارم سے عقد کرنا
۱۵۰۵ کالٹ، سنٹ پال کے گرجا کا منتظم
۱۵۰۹ ہنری ہشتم، انتقال ۱۸۴۷
؍ ارسیمس کا "مدح حماقت" (۶) لکھنا
۱۵۱۲ فرانس سے جنگ
۱۵۱۳ جنگ ہائے اسپرو فلاڈن
وولزی کا وزیر اعظم مقرر ہونا
۱۵۱۵ مور کی تصنیف "اٹوپیا"
۱۵۱۷ لوتھر کا مراعات سے تبرا کرنا
۱۵۲۰ دشت پارچۂ زرین
لوتھر کا پوپ کے فرمان کا جلا دینا
۱۵۲۱ ہنری ہشتم کے ساتھ لوتھر کا مناقشہ
۱۵۲۲ جنگ فرانس کی تجدید
۱۵۲۳ وولزی کا دارالعوام سے مناقشہ
۱۵۲۵ قرضہائے جبری کے استحصال کی شکست
فرانس سے صلح
ٹنڈیل کا عہد نامۂ جدید کا ترجمہ کرنا

۱۵۲۶ ہنری کا طلاق کا عزم کرنا۔ پروٹسٹنٹوں کی دار گیر
۱۵۲۹ وولزی کا زوال۔ نارفوک اور مور کی وزارت
۱۵۳۱ بادشاہ کا کلیسائے انگلستان کا "سرگروہ اعلیٰ" تسلیم کیا جانا
۱۵۳۲ قانون مرافعات
۱۵۳۴ قانونِ تفوق و جانشینی
۱۵۳۵ کرامول، نائب اسقف اعظم
مور کی موت
آئرلینڈ میں حامیان جیرالڈ کا انہزام
۱۵۳۶ چھوٹی خانقاہوں کا بند کیا جانا
۱۵۳۷ سفر رحمت
۱۵۳۸ انگریزی بائبل کی اجازت
۱۵۳۹ لارڈ اکسٹر کا قتل
قانون عقائد ستہ
بڑی خانقاہوں کا بند کیا جانا
۱۵۴۲ ٹیوڈروں کے فتح آئرلینڈ کی تکمیل
۱۵۴۴ فرانس سے جنگ
۱۵۴۷ ارل سرے کا قتل
اڈورڈ ششم۔ انتقال ۱۵۵۳
جنگ پنکی کلو
اوقاف ثواب رسانی کا بند کیا جانا
۱۵۴۸ انگریزی کی کتاب ادعیۂ عام
۱۵۴۹ مغربی بغاوت۔ سامرسٹ کے دور

تولیت کا خاتمہ

۱۵۵۱ سامرسٹ کا انتقال

۱۵۵۳ میری، انتقال ۱۵۵۸

چانسلر کا آرچنجل کا پتا چلانا

۱۵۵۴ میری کا فلپ (شاہ اسپین) سے عقد کرنا

۱۵۵۵ کارڈنل پول کا انگلستان کو پاک کرنا

" پروٹسٹنٹوں کی دارو گیر کا آغاز

۱۵۵۶ اسقف اعظم کرنمر کا جلایا جانا

۱۵۵۷ فرانس سے جنگ

۱۵۵۸ کیلے کا نکل جانا

الزبتھ، انتقال ۱۶۰۳

۱۵۵۹ الزبتھ کا شاہی تفوق مذہبی اور انگریزی کتاب ادعیہ کا بحال کرنا

۱۵۶۰ اسکاٹلینڈ میں جنگ

۱۵۶۱ میری اسٹوارٹ کا اسکاٹلینڈ میں اترنا

۱۵۶۲ السٹر میں شین اونیل کی بغاوت

الزبتھ کا فرانسیسی ہیوگنیاٹوں کی تائید کرنا

ہاکنس کا افریقہ سے تجارت بردہ فروشی کا آغاز کرنا

۱۵۶۳ کیتھولکوں کے خلاف پہلا تعزیری قانون

انگریزوں کا ہنیور سے نکالا جانا

پادریوں پر عقائد سی و نہ کا افتراض

۱۵۶۵ میری کا ڈارنلی سے عقد کرنا

۱۵۶۶ ڈارنلی کا رزیو کو قتل کر دینا

شاہی "ایوان مبادلہ" کا تعمیر ہونا

۱۵۶۷ ڈارنلی کا قتل

شین اونیل کی شکست و موت

۱۵۶۸ میری کا انگلستان کو فرار ہونا

۱۵۶۹ شمالی ارلوں کا خروج

۱۵۷۰ فرمان معزولی کا شائع ہونا

۱۵۷۱ نارفوک کی سازش و موت

۱۵۷۲ نذرلینڈز کا الوا کے خلاف سر اٹھانا

کارٹرائٹ کی "تنبیہ پارلیمنٹ"

۱۵۷۵ ملکہ کا نذرلینڈز کی مدد سے انکار کرنا

۱۵۷۶ بلیک فرائرز میں پہلا عام تھیٹر

درسگاہی پادریوں کا ورود

۱۵۷۷ ڈریک کا بحر الکاہل کی جانب روانہ ہونا

۱۵۷۹ للی کی "یوفیس"

اسپنسر کی "تقویم شبانان" کا شائع کرنا

۱۵۸۰ کیمپین و پارسنز انگلستان میں

خاندان اسمنڈ کا خروج

سمروک کا قتل عام

۱۵۸۳ الزبتھ کو قتل کرنے کی سازش

کلیسائی کمیشن کو نئے اختیارات کا دیا جانا

۱۵۸۴ شہزادۂ آرنج کا قتل

آرمیڈا کا ٹیگس میں جمع ہونا

ورجینیا کی آبادکاری

۱۵۸۵ انگریزی فوج کا نذرلینڈز کو بھیجا جانا

ڈریک کا اسپینی ساحل پر پہنچنا

۱۵۸۶ جنگ زٹفن

بیبنگٹن کی سازش

۱۵۸۷ شیکسپیر کا لندن میں آنا
میری اسٹوارٹ کی موت
ڈریک کا قادس میں اسپینی بیڑے کو جلا دینا
مارلو کی تصنیف "ٹیمبرلین" (تیمور لنگ)
۱۵۸۸ شکست آرمیڈا
مارٹن مار پریلیٹ کے رسائل
۱۵۸۹ ڈریک کا کارونہ کو لوٹ لینا
۱۵۹۰ "فیری کوئن" کی اشاعت
۱۵۹۳ شکسپیر کی تصنیف "وینس واڈونس"
۱۵۹۴ ہوکر کی تصنیف "نظم حکومت کلیسائی"
۱۵۹۵ جانسن کی تصنیف "ہر شخص اپنے انداز میں"
قادس پر تاخت
۱۵۹۷ دوسری آرمیڈا کی تباہی
بیکن کے "خطبات"
۱۵۹۸ ہیوف اونیل کا خروج
۱۵۹۹ ارل اسکس کی مہم آئرلینڈ میں
۱۶۰۱ اسکس کا قتل
۱۶۰۳ ماؤنٹ جوائے کا آئرلینڈ کی فتح کو مکمل کرنا
الیزبتھ کا انتقال

(۴)

شاہان اسٹوارٹ

۱۶۰۳-۱۶۸۸

(۵)

۱۶۰۳ جیمز اول، انتقال ۱۶۲۵

ہزاری معروضہ
۱۶۰۴ پارلیمنٹ کا کلیسا و سلطنت دونوں کے معاملات سے بحث کرنے کا دعویٰ کرنا
مستشار ہیمپٹن کورٹ
۱۶۰۵ بارود والی سازش
بیکن کی تصنیف "ترقی علم"
۱۶۱۰ پارلیمنٹ کی عرضداشت شکایات
السٹر کی آباد کاری
۱۶۱۳ والی پیلیٹینیٹ کا عقد
۱۶۱۴ پارلیمنٹ سے اولین مناقشات
۱۶۱۶ ارل اور کونٹس سامرسٹ پر مقدمہ
چیف جسٹس کک کی برطرفی
شکسپیر کا انتقال
۱۶۱۷ بیکن، محافظ مہر شاہی
اسپینی عقد کے تجاویز
کھیلوں کے متعلق اعلان
۱۶۱۷-۱۶۱۸ رالے کی مہم و موت
۱۶۱۸ جنگ سی سالہ کا آغاز
۱۶۲۰ پیلیٹینیٹ پر حملہ
آبائے زائرین کا نیو انگلینڈ میں اترنا
۱۶۲۱ بیکن کی تصنیف "نوودم آرگنیم" (قانون جدید)
بیکن پر مقدمہ کا چلایا جانا
جیمز کا عوام کے اعتراض کو پھاڑ کر پھینک دینا

۱۶۲۳ شہزادہ چارلس کا سفر میڈرڈ
۱۶۲۴ اسپین کے خلاف جنگ کا عزم
۱۶۲۵ چارلس اول، انتقال ۱۶۴۹
پہلی پارلیمنٹ کی برطرفی
قادس
۱۶۲۶ بکنگھم پر مقدمہ کا چلایا جانا
دوسری پارلیمنٹ کی برطرفی
۱۶۲۷ نذر اور جبری قرضہ کا اجرا
روشیل کی مہم کی ناکامی
۱۶۲۸ درخواست حقوق
بکنگھم کا قتل
لاڈ اسقف لنڈن
۱۶۲۹ تیسری پارلیمنٹ کی برطرفی
میساچوسٹس کو منشور کا عطا کیا جانا
ونٹورتھ کا لارڈ پریسیڈنٹ (صدر اعظم) شمال مقرر ہونا
۱۶۳۰ پیوریٹینوں کا نقل وطن، نیو انگلینڈ کی طرف
لاڈ، اسقف اعظم کنٹربری
ملٹن کے تصانیف "الگرو" اور "پنسیروسو"
پرائن کی، تاریخ اعظم
۱۶۳۴ ملٹن کی کومس
۱۶ جکسن، وزیر خزانہ
اسکاٹلینڈ کے لیے "کتاب قانون مذہب" اور "ادعیۂ عام" کا شائع کیا جانا
ہیمپڈن کا محصول جہاز کے ادا کرنے سے انکار کرنا
۱۶۳۷ اڈنبرا کی سرتابی
" ہیمپڈن پر مقدمہ
۱۶۳۸ ملٹن کی تصنیف "لسیداس"
اہل اسکاٹلینڈ کا عہد و میثاق
۱۶۳۹ سلی، ڈیونس لائیں
بروک کا سکون
۱۶۴۰ مختصر العہد پارلیمنٹ
جنگ اساقفہ
یارک میں امرا کی مجلس شورائے عظیم
طویل العہد پارلیمنٹ کا اجتماع، نومبر
پم، سرگروہ دار العوام
۱۶۴۱ اسٹیفرڈ کا قتل، مئی
چارلس کا اسکاٹلینڈ کو جانا
حامیان شاہی کا پارلیمنٹ سے نکل جانا
چارلس کا اپنا علم ناٹنگھم میں بلند کرنا ۲۲ اگست
جنگ ایجہل ۲۳ اکتوبر
ہابس کا "De ouie" لکھنا
۱۶۴۳ وسٹ منسٹر میں اہل مذہب کی مجلس
اہل کارنوال کا خروج
ہیمپڈن کی موت، جون
جنگ راؤنڈ سے داؤن، جولائی
محاصرۂ گلوسسٹر
فاکلینڈ کی موت، ستمبر
چارلس کا آئرلینڈ کے کیتھولکوں سے مہلت کرنا

عہد و میثاق کا حلف ۲۵ ستمبر
۱۶۴۴ جنگ کراپریڈی برج ۹ جون
جنگ مارسٹن مور ۲ جولائی
کارنوال میں پارلیمنٹی فوج کی اطاعت ۲ ستمبر
جنگ ٹپرمیور، ۲ ستمبر
جنگ نیوبری، اکتوبر
ملٹن کی تصنیف "آریوپیگیٹکا"
۱۶۴۵ قانون ایثار ۳ اپریل
عساکر جدیدہ کی تیاری
جنگ نیزبی، ۱۴ جون
جنگ فلپہاگ، ستمبر
۱۶۴۶ چارلس کا خود کو اہل اسکاٹلینڈ کے
حوالہ کر دینا، مئی
۱۶۴۷ اہل اسکاٹلینڈ کا چارلس کو ایوانہائے
پارلیمنٹ کے حوالہ کر دینا، ۳۰ جون
فوج کا شورش انگیزوں کو منتخب کرنا اپریل
بادشاہ کا "ہامبی ہاؤس" میں گرفتار
ہو جانا، جون
فوج کا "عاجزانہ تعرض"، جون
گیارہ ارکان کا اخراج
فوج کا لندن پر قبضہ کر لینا، اگست
بادشاہ کا فرار، نومبر
اہل اسکاٹلینڈ کے ساتھ چارلس کا خفیہ
معاہدہ
۱۶۴۸ حامیان شاہی کی بغاوت کا پھوٹ پڑنا، فروری

بیڑے کی اور کینٹ کی بغاوت، مئی
فیرفیکس اور کرامول کا اسکس و
ویلز کو جانا، جون، جولائی
جنگ پرسٹن، ۱۷ اگست
کولچسٹر کی حوالگی، ۲۷ اگست
"تنقیہ پرائڈ" دسمبر
"رائل سوسائٹی" کا آغاز آکسفورڈ میں
۱۶۴۹ چارلس اول کا قتل ۳۰ جنوری
اسکاٹلینڈ کا چارلس دوم کو بادشاہ
مشتہر کرنا
انگلستان کا خود کو دولت عامہ مشتہر کرنا
کرامول کا ڈروگیڈا کو فتح کرنا ۱۱ ستمبر
۱۶۵۰ کرامول کا اسکاٹلینڈ میں داخل ہونا
جنگ ڈنبار، ۳ ستمبر
۱۶۵۱ جنگ وارسٹر، ۳ ستمبر
ہابس کی "لیویتھن"
۱۶۵۲ اسکاٹلینڈ کے ساتھ اتحاد
جنگ ڈچ (ہالینڈ) کا آغاز مئی
ٹرامپ کی فتحمندی، نومبر
۱۶۵۳ بلیک کی فتحمندی، فروری
کرامول کا ارکان پارلیمنٹ کو خارج
کر دینا، ۲۰ اپریل
ترکیبی مجلس عارضی (بیربون کی پارلیمنٹ)
جولائی
۱۶۵۳ مجلس عارضی کی برطرفی، دسمبر

توضیعِ حکومت

اولیور کرامول، محافظِ ملک، انتقال ۱۶۵۸
۱۶۵۴ ہالینڈ سے صلح کا موکد ہونا
(کرامول کے) زمانہ محافظت کی پہلی
پارلیمنٹ، ستمبر
۱۶۵۵ پارلیمنٹ کی برطرفی، جنوری
میجر جنرل (امرائے جیوش)
اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کا انتظام
کلیسا کا انتظام
بلیک کا بحرِ روم میں پہنچنا
اسپین سے جنگ اور جمیکا کی فتح
۱۶۵۶ (کرامول کے) زمانہ محافظت کی
دوسری پارلیمنٹ
۱۶۵۷ بلیک کی فتح سینٹا کروز میں
کرامول کا بادشاہ کے لقب سے
انکار کرنا
قانونِ حکومت
۱۶۵۸ پارلیمنٹ کا برطرف کیا جانا، فروری
جنگ ڈیونز
ڈنکرک کا قبضہ
کرامول کی موت، ۳ ستمبر
رچرڈ کرامول، محافظِ ملک، انتقال ۱۷۱۲
۱۶۵۹ زمانہ محافظت کی تیسری پارلیمنٹ
پارلیمنٹ کی برطرفی
طویل العہد پارلیمنٹ کی بازطلبی

طویل العہد پارلیمنٹ کا دوبارہ اخراج
۱۶۶۰ منک کا لندن میں داخل ہونا
"عارضی" پارلیمنٹ
چارلس دوم، ورودِ ڈاور مئی، انتقال
۱۶۸۵
اسکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کے اتحاد کی شکست
۱۶۶۱ حامی شاہی (کیویلر) پارلیمنٹ کا آغاز
۱۶۶۲ قانونِ اتحاد کی توضیع ثانی
پیوریٹنی پادریوں کا اخراج
رائل سوسائٹی لندن میں
۱۶۶۳ اخراج کے مسودۂ قانون کی ناکامی
۱۶۶۴ اجتماعِ عبادت کا قانون
۱۶۶۵ جنگِ ڈچ (ہالینڈ) کا آغاز
قانونِ پنج میل
لندن کی وبا
نیوٹن کا نظریۂ تفرق
۱۶۶۶ لندن کی آتشزدگی
۱۶۶۷ ڈچ، مڈوے میں
کلیرنڈن کی برطرفی
صلح بریڈا
لیوس کا فلینڈرز پر حملہ آور ہونا
ملٹن کی تصنیف "ہبوط از جنت"
۱۶۶۸ محالفۂ ثلثہ
صلح ایکسلا شیپل
ایشلی کا کیتھولکوں کی رواداری سے جھجک جانا

۱۶۷۰ معاہدۂ ڈاور
بنین کی تصنیف "سفر زایر" کا لکھا جانا
۱۶۷۱ ملٹن کی تصنیف "پیراڈائز رگینڈ" (حصول جنت)
و "سیمسن اگونسٹس"
نیوٹن کا "نظریۂ نور"
۱۶۷۲ اکسچکر کا بند کیا جانا
اعلان مراعات
ہالینڈ کے ساتھ جنگ کا آغاز
ایشلی کا چانسلر بنایا جانا
۱۶۷۳ اعلانِ مراعات کی واپسی
قانون اختبار
شافٹسبری کی برطرفی
شافٹسبری کا دیہاتی فریق کی سرگروہی اختیار کرنا
۱۶۷۴ مسودۂ قانون ضمانات پروٹسٹنٹ کی ناکامی
چارلس کا ہالینڈ سے صلح کر لینا
ڈینبی کا وزیر خزانہ ہونا
۱۶۷۵ چارلس اور لیوس کے مابین امداد باہمی کا معاہدہ
۱۶۷۷ شافٹسبری کا ٹاور کو بھیجا جانا
مسودۂ قانون ضمانت کلیسا کی ناکامی
فرانس سے جنگ کے لیئے دونوں ایوانوں کا محضر
شہزادۂ آرنج کا میری سے عقد کرنا

۱۶۷۸ صلح نمی گوئین
اوٹس کا سازش پاپائی کا اختراع
۱۶۷۹ نئی پارلیمنٹ کا اجتماع
ڈینبی کا زوال
جدید وزارت بسرکردگی شافٹسبری
ایک نئی کونسل (مجلس شوری) کے لیئے ٹمپل کی تجویز
قانون "احضار ملزم" کا منظور ہونا
مسودۂ قانون حجب کا پیش ہونا
۱۶۷۹ پارلیمنٹ کا برطرف کیا جانا
شافٹسبری کی برطرفی
۱۶۸۰ ایجیٹیشن (شور انگیزی) کے لیئے مجلس کا قائم ہونا
مانتھ کا تخت کا دعویدار ہونا
عرضی دہندگان متنفرین
دارالامرا کا قانون حجب کو مسترد کرنا
لارڈ اسٹیفرڈ کا مقدمہ
۱۶۸۱ آکسفورڈ میں پارلیمنٹ
فرانس سے معاہدہ
مسودۂ قانون تحدید کی نامنظوری
شافٹسبری اور مانتھ کی گرفتاری
۱۶۸۲ شافٹسبری کی سازش و مفروری
پن کا پنسلوینیا کی بنا ڈالنا
۱۶۸۳ شافٹسبری کی موت
سازش رائی ہاوس

لارڈ رسل اور الگرنن سڈنی کا قتل

۱۶۸۴ شہروں کے منشور کا باطل کیا جانا

فوج کا اضافہ

۱۶۸۵ جیمز دوم، انتقال ۱۷۰۱

ارگائل اور مانمتھ کی بغاوت

جنگ سیجمور، ۶ر جولائی

عدالتِ خونخوار

فوج کا بیس ہزار تک بڑھایا جانا

فرمان ٹیسٹس کی تنسیخ

۱۶۸۶ شاہی اختیار سے قانون اختیار کا ساقط قرار دیا جانا

کلیسائی کمیشن کا تقرر

۱۶۸۷ نیوٹن کی تصنیف "پرنسپیا"

رفقاء میگڈلین (کالج) کا اخراج

لارڈ روچسٹر اور لارڈ کلیرنڈن کی برطرفی

اعلانِ مراعات

برو (قصبات) کی تنظیم

ولیم (آرنج) کا اعلانِ مراعات کے خلاف اعتراض کرنا

ٹرکونل کا آئرلینڈ میں نائب السلطنت مقرر کیا جانا

۱۶۸۸ پادریوں کا نئے اعلانِ مراعات کے پڑھنے سے انکار کرنا

جیمز کے لڑکے کا تولد

ولیم کو دعوت طلب کا دیا جانا

سات اسقفوں کا مقدمہ

آئرلینڈی فوج کا انگلستان میں لایا جانا

لیوس کا جرمنی پر حملہ آور ہونا

ولیم (آرنج) کا تار بے میں اترنا

جیمز کا فرار

انگلستانِ جدید

۱۶۸۹ عارضی پارلیمنٹ

اعلانِ حقوق

ولیم اور میری کا بادشاہ اور ملکہ بنایا جانا

ولیم کا لیوس کے خلاف محالفۂ اعظم قائم کرنا

جنگ کلکرینکی، ۲۷ر جولائی

محاصرۂ لنڈنڈری

مسودۂ قانونِ بغاوت

مسودۂ قانون رواداری

مسودۂ قانونِ حقوق

حلف نہ لینے والوں کی علیحدگی

۱۶۹۰ مسودۂ قانون انکارِ حلف و قانونِ مراعات

جنگ بیچی ہیڈ، ۳۰ر جون

جنگ بوائن یکم جولائی
ولیم کا لائمرک سے پسپا ہونا
1691 جنگ آگھرم، جولائی
حوالگی و معاہدۂ لائمرک
1692 گلنکو کا قتل عام
جنگ لاہگ، 19 مئی
1693 سنڈرلینڈ کی تجویز وزارت
1694 "بینک آف انگلینڈ" (بینک انگلستان) کا اجرا
میری کا انتقال
1696 بحالیٔ حالت سکجات
1697 صلح رسوک
1698 پہلا معاہدۂ تقسیم
1700 دوسرا معاہدۂ تقسیم
1701 ڈیوک آنجو کا شاہِ اسپین ہوجانا
قانون جانشینی کا منظور ہونا
جیمز دوم کا انتقال
1702 این، انتقال 1714
1704 جنگ بلنہیم، 13 اگست
ہارلی اور سنٹ جان کا برسر اقتدار ہونا
1705 اسپین میں پیٹربرا کے فتوحات
1706 جنگ ریمیلیز، 23 مئی
1707 اسکاٹلینڈ کے ساتھ اتحاد کا قانون
1708 ہارلی اور سنٹ جان کی برطرفی
جنگ اوڈینارڈ

1709 جنگ مالپلیکٹ
1710 سیکورل کا مقدمہ
ہارلی اور سنٹ جان کی ٹوری وزارت
1712 مالبرا کی برطرفی
1713 معاہدۂ یوٹرکٹ
1714 جارج اول، انتقال 1727
ٹاونشنڈ اور ویلپول کی وزارت
1715 لارڈ مار کے تحت میں حامیان جیمز کا خروج
1716 قانون ہفت سالہ
1717 محالفۂ ثلثہ
لارڈ اسٹینہوپ کی وزارت
1718 محالفۂ اربعہ
" مسودۂ قانون امارت کی ناکامی
کمپنی بحر جنوبی
1721 وزارت سر رابرٹ ویلپول
1723 اسقف اٹربری کا اخراج
1727 آسٹریا و اسپین سے جنگ
جارج دوم، انتقال 1760
1729 معاہدۂ سیوائل
1730 امریکہ کے چاول کی آزادانہ برآمد کی اجازت
1731 معاہدۂ وائنا
1733 والپول کا مسودۂ قانون محصول ارضی
جنگ جانشینیٔ پولینڈ
فرانس و اسپین کے مابین اتحاد خاندانی

۱۷۳۷ ملکہ کیرولائن کا انتقال

۱۷۳۸ فرقۂ میتھوڈسٹ (ضابطین) کا لندن میں نمودار ہونا

۱۷۳۹ اسپین کے ساتھ اعلانِ جنگ

۱۷۴۰ جنگِ جانشینی آسٹریا

۱۷۴۲ والپول کا استعفاء

۱۷۴۳ جنگ ڈٹنجن ۲۷ جون

۱۷۴۵ ہنری پلہم کی وزارت

جنگ فانٹناے ۱۱ مئی

چارلس اڈورڈ کا انگلستان میں اترنا

جنگ پرسٹن پینز ۲۱ ستمبر

چارلس اڈورڈ کا ڈربی میں پہنچنا ۴ دسمبر

۱۷۴۶ جنگ فالکرک، ۲۳ جنوری

جنگ کیولوڈن، ۱۶ اپریل

۱۷۴۸ صلح ایکس لا شپل

۱۷۵۱ کلایو کا ارکاٹ پر اچانک قبضہ کر لینا

۱۷۵۴ ہنری پلہم کا انتقال

ڈیوک نیوکیسل کی وزارت

۱۷۵۵ جنگ ہفت سالہ

جنرل بریڈک کی شکست

۱۷۵۶ پورٹ میہن کا نکل جانا

امیر البحر بینگ کی بازگشت

۱۷۵۷ کلاسٹر سوں کی مجلس عارضی

۱۷۵۷ ولیم پٹ کی وزارت

جنگِ پلاسی، ۲۳ جون

۱۷۵۸ لوئسبرگ اور راس بریٹن کا قبضہ

قلعۂ ڈیوکین کا قبضہ

۱۷۵۹ جنگِ منڈن

قلعۂ نیاگرا، اور ٹکنڈروگا کا قبضہ

ولف کی فتح بلندیہائے کوہ ابراہام پر

خلیج کیوبران کی جنگ، ۲۰ نومبر

۱۷۶۰ جارج سوم، انتقال ۱۸۲۰

جنگ ونڈواش

۱۷۶۱ پٹ کا عہدے سے مستعفی ہونا

لارڈ بوٹ کی وزارت

ارول بریزنڈلی کی نہر کا بنایا جانا

۱۷۶۳ صلح پیرس

جارج گرنویل کی وزارت

وجووڈ کا پاٹریز (قصبہ ظروف گلی) کا قائم کرنا

۱۷۶۴ ولکس کا دارالعوام کا پہلا اخراج

ہارگریوز کا کاتنے کی مشین ایجاد کرنا

۱۷۶۵ قانون محصول عدالت کا منظور ہونا

لارڈ راکنگھم کی وزارت

امریکی موتمر کا اجلاس و تعرض

واٹ کا دخانی انجن ایجاد کرنا

۱۷۶۶ قانون محصول عدالت کی تنسیخ

لارڈ چیتھم کی وزارت

۱۷۶۸ ڈیوک گریفٹن کی وزارت

ولکس کا دوبارہ اخراج

آر کرائیٹ کا بافندگی کی مشین (کل) ایجاد کرنا

۱۷۶۹ ولکس کا مڈل سکس کی جانب سے تین مرتبہ منتخب ہونا

دار العوام کا کرنل لٹرل کو رکن بنانا

بوسٹن پر برطانی سپاہ کا قبضہ کرنا

جونیس کے خطوط

۱۷۷۰ پارلیمنٹ کی اصلاح کے متعلق چیتھم کی تجویز

لارڈ نارتھ کی وزارت

۱۷۷۱ پارلیمنٹ کی کارروائیوں کی اشاعت کے روکنے کی آخری کوشش

جلیل القدر انگریزی اخباروں کا آغاز

۱۷۷۲ ہیسٹنگز کا گورنر جنرل مقرر ہونا

بوسٹن کی شورشہائے چاء

۱۷۷۴ بوسٹن کا فوجی قبضہ

بوسٹن کے بندرگاہ کا بند کیا جانا

میساچوسٹس کے منشور کا تبدیل کیا جانا

موتمر کا فلاڈلفیا میں جمع ہونا

۱۷۷۵ چیتھم کی تجویز مصالحت کا استرداد

لکسنگٹن میں خفیف جنگ

اہل امریکہ کا واشنگٹن کے تحت میں بوسٹن کا محاصرہ کر لینا

جنگ بنکرہل

جنوبی نو آبادیوں کا اپنے گورنروں کو نکال دینا

۱۷۷۶ کرامپٹن کا "میول" ایجاد کرنا

آرنلڈ کا کناڈا پر حملہ کرنا

بوسٹن کا انخلا

اعلان آزادی (خود مختاری) ۴ جولائی

جنگہائے بروکلس و ٹرنٹن

۱۷۷۶ ایڈم اسمتھ کی تصنیف "دولت اقوام"

۱۷۷۷ جنگ برینڈیوائین

سراٹوگا کی اطاعت ۱۷ اکتوبر

چیتھم کا متفقی اتحاد کی تجویز کرنا

واشنگٹن بمقام وادی فورج

۱۷۷۸ ممالک متحدہ امریکہ کے ساتھ فرانس و اسپین کا محالفہ

چیتھم کی موت

۱۷۷۹ جبرالٹر کا محاصرہ

شمالی طاقتوں کی مسلح غیر جانبداری

آئرلینڈی رضاکار

۱۷۸۰ چارلس ٹاؤن پر قبضہ

" کارناٹک پر حیدر علی کی تاخت

۱۷۸۱ پورٹو نوو میں حیدر علی کو شکست

یارک ٹاؤن میں کارنوالس کی اطاعت

۱۷۸۲ لارڈ راکنگھم کی وزارت

راڈنی کی فتوحات

پوائنیگز کے قانون کی تنسیخ

پارلیمنٹی اصلاح کے لیے پٹ کا مسودۂ قانون

اقتصادی اصلاح کے لیئے برک کا مسودۂ قانون

شلبرن کی وزارت

جبرالٹر سے مخالفین کا انہزام

۱۷۸۳ معاہدات پیرس و ورسیلز

فاکس اور نارتھ کی متحدہ وزارت

فاکس کا مسودۂ قانونِ ہند

پٹ کی وزارت

۱۷۸۴ پٹ کا مسودۂ قانون ہند

مالی اصلاحات

۱۷۸۵ پارلیمنٹی اصلاح کا مسودۂ قانون

انگلستان و آئرلینڈ کے مابین آزادانہ تجارت کا مسودۂ قانون

۱۷۸۶ وارن ہیسٹنگز پر مقدمہ کا قائم ہونا

۱۷۸۷ فرانس کے ساتھ معاہدۂ تجارت

۱۷۸۸ قانونِ تولیت

۱۷۸۹ ورسیلز میں اسٹیٹس جنرل کا اجتماع

جدید فرانسیسی نظم سلطنت

حمایت ترکی کے لیئے محالفۂ ثلثہ

۱۷۹۰ نٹکا ساؤنڈ کے متعلق مناقشہ

پٹ کا پولینڈ کی حمایت کرنا

برک کی تصنیف "خیالات دربارہ انقلاب فرانس"

۱۷۹۱ کناڈا میں نیابتی حکومت کا قائم کیا جانا

فاکس کا قانون ازالۂ حیثیت عرفی

برک کی تصنیف "قدیم وہگوں سے نئے وہگوں کی جانب مرافعہ"

۱۷۹۲ پٹ کا ہالینڈ کو اتحاد میں شامل ہونے سے روکنا

فرانس کا دریائے شلٹ کو کھول دینا

پٹ کے مساعی برائے صلح

متحدۂ اہل آئرلینڈ

فرانس کا انگلستان کے خلاف اعلان جنگ کرنا

وہگوں کے ایک حصہ کا پٹ کے ساتھ شریک ہو جانا

انگریزی فوج کا فلینڈرز میں اترنا

انگریزوں کا ٹولون سے نکالا جانا

۱۷۹۴ انگریزوں کا ہالینڈ سے نکالا جانا

قانون احضار ملزم کا معلق کیا جانا

لارڈ ہو کی فتحمندی، یکم جون

۱۷۹۶ برک کے "خطوط دربارۂ شاہ کش صلح"

انگلستان کا فرانس کے ساتھ جنگ میں تنہا رہ جانا

جنگ کیمپرڈاون

جنگ راس سنٹ ونسنٹ

۱۷۹۸ آئرلینڈی بغاوت کا وینیگار ہل میں پامال کیا جانا

جنگ نیل

۱۷۹۹ پٹ کا فرانس کے خلاف اتحاد کی تجدید کرنا
میسور کی فتح
۱۸۰۰ مالٹا کا انگریزی بیڑے کی اطاعت کرنا
دولِ شمالی کی مسلح غیر جانبداری
آئرلینڈ کے ساتھ اتحاد کا قانون
۱۸۰۱ جارج سوم کا پٹ کی تجویز رفع قیود کیتھولکوں کا مسترد کر دینا
مسٹر اڈنگٹن کا نظم و نسق
مصر میں فرانسیسی فوج کی اطاعت
جنگ کوپنہیگن
۱۸۰۲ صلح امینز
"اڈنبرا ریویو" کی اشاعت
۱۸۰۳ بوناپارٹ کے خلاف اعلانِ جنگ
جنگ اسائی
۱۸۰۴ پٹ کی وزارت ثانیہ
۱۸۰۵ جنگ ٹریفلگر، ۲۱ر اکتوبر
۱۸۰۶ پٹ کا انتقال ۲۳ر جنوری
۱۸۰۷ احکام باجلاس کونسل
بردہ فروشی کی موقوفی
ڈیوک پورٹلینڈ کی وزارت
ڈنمارک کے بیڑے کی گرفتاری
۱۸۰۸ جنگ ویمرا اور مجلس سنٹرا
۱۸۰۹ امریکہ کا قانون عدم مداخلت کو منظور کرنا
جنگ کارونا، ۱۶ر جنوری
ولزلی کا سولٹ کو اپارٹو سے خارج کر دینا
جنگ ٹلیورا، ۲۸ر جولائی
والچرن کے خلاف مہم
اسپنسر پرسیول کی وزارت
پارلیمنٹی اصلاح کی تجدید
۱۸۱۰ جنگ بساکو
ٹارس ودراس کے خطوط مدافعت
۱۸۱۱ شہزادۂ ولیعہد کا متولی ہونا
جنگ فیونٹس دی ادنور، ۵ر مئی
گروہ صناعان کی شورشیں
۱۸۱۲ اسپنسر پرسیول کا قتل
لارڈ لورپول کی وزارت
سیوڈاد اڈرگو اور بیڈیجاز کا سر ہونا
امریکہ کا انگلستان کے خلاف جنگ
جنگ سلیمینکا
۱۸۱۳ ولنگٹن کا فرانس میں داخل ہونا
اہل امریکہ کا کناڈا پر حملہ کرنا
جنگ ارتھس
۱۸۱۴ جنگ ٹولوس، ۱۰ر اپریل
جنگ جینوا، جولائی
واشنگٹن پر یورش
پلیٹسبرگ اور نیو آرلینز میں برطانیوں کی پسپائی

۱۸۱۵ جنگ کوارٹر براس، ۱۶ جون
جنگ واٹرلو، ۱۸ جون
معاہدۂ وائنا
۱۸۱۹ منچسٹر کا قتل عام
۱۸۲۰ کیٹو اسٹریٹ کی سازش
جارج چہارم، انتقال ۱۸۳۰
مسودہ قانون برائے طلاقِ ملکہ
۱۸۲۲ کیننگ وزیر خارجہ
۱۸۲۳ مسٹر ہسکنسن کا وزارت میں شریک ہونا
۱۸۲۶ پرتگال کو مہم
جنوب امریکی سلطنتوں کا تسلیم کیا جانا
۱۸۲۷ مسٹر کیننگ کی وزارت
لارڈ گاڈرچ کی وزارت
جنگ نوارینو
۱۸۲۸ ڈیوک ولنگٹن کی وزارت
۱۸۲۹ مسودۂ قانون رفع قیود کیتھولکان
۱۸۳۰ ولیم چہارم، انتقال ۱۸۳۷
لارڈ گرے کی وزارت
لورپول اور منچسٹر ریلوے کا افتتاح
۱۸۳۱ اصلاح کے لئے شورانگیزی
۱۸۳۲ مسودۂ قانون اصلاح پارلیمنٹ کا منظور ہونا، ۷ جون
۱۸۳۳ مستعمرات میں غلامی کا بند کیا جانا
ہند کی تجارت کا عام کیا جانا

۱۸۳۴ لارڈ ملبورن کی وزارت
امداد غربا کا نیا قانون
قومی تعلیم کے نظم کا آغاز
سررابرٹ پیل کی وزارت
۱۸۳۵ شخصیہ بلدیہ کا قانون
ازدواج عرفی کا قانون
۱۸۳۷ وکٹوریہ، انتقال ۱۹۰۱
۱۸۳۸ لیگ مخالف قانون غلہ کی تکوین
۱۸۳۹ تعلیم کے لیئے پریوی کونسل کی مجلس کا قائم کیا جانا
قوم کے منشور کے لیئے مطالبات
کناڈا میں بغاوت
چین سے جنگ
کابل پہ قبضہ
۱۸۴۰ فرانس، اسپین و پرتگال کے ساتھ محالفۂ اربعہ
عکہ پہ گولہ باری
۱۸۴۱ سررابرٹ پیل کی وزارت
۱۸۴۲ انکم ٹیکس (محصول آمدنی) کی تجدید
چین سے صلح
افغانستان میں انگریزی فوج کا قتل عام
افغانستان میں پولاک کی فتوحات
سندھ کا الحاق
۱۸۴۵ جنگہائے مدکی وفیروزشہر
۱۸۴۶ جنگ سبراؤں

قوانین غلہ کی تنسیخ

لارڈ جان رسل کی وزارت

نشوریون اور آئرلینڈ کے باغیوں کا قلع قمع 1848

فتح گجرات 1849

الحاق پنجاب

لارڈ ڈربی کی وزارت 1852

لارڈ ابرڈین کی وزارت

روس کے خلاف فرانس سے اتحاد 1854

محاصرۂ سباسٹوپول

جنگ انکرمان ۵ر نومبر

لارڈ پامرسٹن کی وزارت 1855

سباسٹوپول پر قبضہ

روس کے ساتھ صلح پیرس 1856

بنگال میں یورش سپاہ 1857

ہندوستان کی فرمانروائی کا تاج کی طرف منتقل ہونا 1858

تحریک رضاکاران

لارڈ ڈربی کی وزارت ثانیہ

لارڈ پامرسٹن کی وزارت ثانیہ 1859

لارڈ رسل کی وزارت 1865

لارڈ ڈربی کی وزارت ثلثہ 1866

مسودۂ قانون اصلاح پارلیمنٹ 1867

مسٹر ڈزریلی کی وزارت 1868

مسٹر گلڈ اسٹون کی وزارت

آئرلینڈ میں اسقفی کلیسا کی موقوفی 1869

آئرلینڈ کی مسودۂ قانون اراضی 1870

مسودۂ قانون تعلیم

دارالعلوموں میں اختبار مذہبی کی منسوخی

مسودۂ قانون فوج

مسودۂ قانون خفیہ رائے دہی 1872

ڈزریلی کی وزارت ثانیہ 1874

اشانٹی سے جنگ

جماعت مزدوران میں سے پہلی مرتبہ ایک رکن کا انتخاب

مارکوئیس ہرٹنگٹن کا لبرل لیڈر ہونا 1875

قانون سکونت صناعان

آئرلینڈ میں قانون تحفظ امن

توضیع قانون بابت اتحاد مزدوراں

نہر سویز کے حصص کی خریداری

شہزادۂ ولیعہد کی سیاحت ہند اکتوبر

انڈارسی کی یادداشت کا دول کے سامنے پیش ہونا

نیوزلینڈ کے لیئے مرکزی حکومت کا قائم ہونا

جزائر فجی کا الحاق

برلن کی یادداشت سے انگلستان کا انکار کرنا 1876

خلیج بسیکا میں برطانی بیڑہ

بلغاری مظالم کے متعلق

گلیڈاسٹون کی مہم
ڈزریلی کا ارل بیکنسفیلڈ بنایا جانا
نئی شہنشاہیت
۱۸۷۶ قسطنطنیہ میں مستشار
۱۸۷۷ ملکہ کا قیصرۂ ہند مشتہر کیا جانا
گارڈن کا سوڈان کا گورنر جنرل ہونا
لندن کا معاہدہ تمہیدی
جنوبی افریقہ کے لیئے قانون جواز مشترکیت
ٹرانسوال کا الحاق
چیمبرلین و ہڈزنگ
پارنل کا پارلیمنٹ کے اندر دقتیں پیدا کرنے کا آغاز کرنا
۱۸۷۸ بیڑے کو قسطنطنیہ کی روانگی کا حکم ملنا، جنوری
معاہدہ سین سٹیفانو، مارچ
ہندوستانی فوجوں کا مالٹا کو روانہ ہونے کا حکم ہونا
بیکنسفیلڈ کا روس کے ساتھ خفیہ معاہدہ، ۳۰ر مئی
بیکنسفیلڈ کا ترکی کے ساتھ خفیہ معاہدہ ۲ر جون
موتمر برلن، ۱۳ر جون
۱۸۷۹ جنگ زولو. آیسنڈیلوانا اور چشمۂ رارکی، جنوری
افغانستان پر حملہ

ڈیوٹ کا آئرلینڈ کی معاہدۂ اراضی قائم کرنا
مہم مڈلوتھیا
۱۸۸۰ گلیڈاسٹون کی وزارت
آئرلینڈ میں شبہ پر گرفتار کیئے جانے کی اجازت کا قانون
بریڈلا کو تصدیق وفاشعاری کی اجازت ملنے سے انکار کیا جانا
عام عبادت سے اتفاق نہ کرنیوالوں کو سہولت تدفین کے عطا کیئے جانے کا قانون
کسانوں کے تحفظ کے لیئے زمین پر شکار کھیلنے کا قانون
مزدوروں سے کام لینے والوں کی ذمہ داری کا قانون
پارنل پر مقدمے کا چلایا جانا
جنگ افغانستان
ٹرانسوال میں بویروں کا خروج دسمبر
۱۸۸۱ طریق کارروائی دپارلیمنٹ، کے نئے قواعد
لارڈ بیکنسفیلڈ کا انتقال
آئرلینڈ کی اراضی کا دوسرا مسودہ قانون
پارنل کا قید کیا جانا
جنگ بویرہ
۱۸۸۲ لارڈ ایف. کیونڈش اور مسٹر برک کا قتل
قانون انسداد جرائم

اسکندریہ میں برطانی بیڑا، جون
جنگ تل الکبیر، اگست
کیپ کالونی (نوآبادی راس امید) میں معاہدۂ افریقانی
۱۸۸۲ گلیڈسٹون کے قواعد کارروائی۔
محالفۂ ثلثہ کا قائم ہونا
(مسودہ) قانون دستورات محرب۔
مسودۂ قانون اراضی زرعی
سوڈان میں ہکس پاشا کی شکست
۱۸۸۴ جنرل گارڈن کا خرطوم کو بھیجا جانا، جنوری
تیسرے قانون اصلاح کا منظور ہوجانا
ٹرانسوال کے ساتھ معاہدہ لندن
مستشار برلن
جنوبی افریقہ میں بوئیروں کا عظیم الشان نقل وطن
نیوگائنا میں برطانی مقبوضات کا الحاقات
۱۸۸۵ سقوط خرطوم، سوڈان کا انخلا
روسی فوجوں کا پنجدہ پر قبضہ کر لینا
مسودۂ قانون تقسیم جدید
لارڈ سالسبری کی وزارت، جنوری
بالائی برما کا الحاق، نومبر
کناڈا و بحرالکاہل کے ریلوے کی تکمیل
جنوب بچوانا لینڈ کا الحاق

۱۸۸۶ بریڈلا کو پارلیمنٹ میں داخل ہونے کی اجازت، جنوری
گلیڈسٹون کی تیسری وزارت
۱۸۸۶ مسودۂ قانون ہوم رول (حکومت خود اختیاری) کی شکست، جون
لارڈ سالسبری کی وزارت، جولائی
ٹرانسوال کی جانب سونے کے لیئے دوڑ
۱۸۸۷ (پارلیمنٹ کی) کارروائی کے نئے قواعد
قانون جرائم، آئرلینڈ
قانون اراضی، آئرلینڈ، اگست
پہلی استعماری مستشار
جزائر نیوہبرائڈز میں برطانیۂ عظمی و فرانس
۱۸۸۸ دارالعوام میں نئے قواعد کارروائی
قانون حکومت مقامی
آئرلینڈ کی خریداری اراضی کا مسودۂ قانون
نیوگائنا کے ایک جزو کا الحاق
۱۸۸۹ پارنل کمیشن کا اختتام
۱۸۹۰ پارنل کی موت
گنجان اضلاع کی مجلس، آئرلینڈ
ہلیگولینڈ کا جرمنی کو دیا جانا
محمیت زنجبار
۱۸۹۱ مزدوری کے حالات متعلق شاہی کمیشن
بالفور کا قانون خریداری اراضی
۱۸۹۱ قانونِ کارخانہ و دارالصنایع

آزاد ابتدائی تعلیم

۱۸۹۲ گلیڈسٹون کی چوتھی وزارت، اگست

ہوم رول (حکومت خود اختیاری) کے دوسرے مسودہ کا دارالامرا کی جانب سے مسترد ہونا

جنگ ماٹابیل

نیٹال میں حکومت مسئولہ

۱۸۹۴ مجالس پیرش (حلقۂ مذہبی) کا مسودۂ قانون

لارڈ روزبری کی وزارت، مارچ

اگنڈا کی حمیت

اخراجات انتخاب کا ادا کیا جانا

جاپان سے معاہدہ

ہارکورٹ کا موازنہ موسوم بہ موازنہ محصول موت

۱۸۹۵ لارڈ سالسبری کی وزارت، جون

جیمسن کی تاخت، دسمبر

چترال پر قبضہ

۱۸۹۶ سیام کے متعلق فرانسیسی برطانی معاہدہ

ڈنگولا پر قبضہ

پانچ امراء البحر کا کریٹ پر قبضہ کر لینا

۱۸۹۶ کام لینے والوں کی ذمہ داری کا قانون

(پارلیمنٹ کی) کارروائی کے لئے نئے قواعد

آرمنی قتل عام، گلیڈسٹون کی مہم

۱۸۹۷ دوسری استعماری مستشار

کام کرنیوالوں کے معاوضہ کا مسودۂ قانون، جولائی

۱۸۹۸ وی ہائی وی کا پٹہ

امدرمان و سوڈان کا قبضہ

مناقشۂ فشوڈا

۱۸۹۹ آئرلینڈ کی حکومت مقامی کا قانون

ہیگ میں مستشار صلح

دوسری جنگ بوئر

کچنر کا خرطوم کو لے لینا

۱۹۰۰ بوئیروں کی جمہوریت کا الحاق

قانون دولت عامہ آسٹریلیا

لیگاس اور نائیگرا کی حمیت

پیکنگ میں یورپین فوجیں، اگست

۱۹۰۱ اڈورڈ ہفتم، انتقال ۱۹۱۰

۱۹۰۲ انگریزی و جاپانی محالفہ

مسٹر بالفور کی وزارت

صلح وریننگ

۱۹۰۳ چیمبرلین کا استعفا

آئرلینڈ میں خریداری اراضی کا قانون

۱۹۰۴ فرانس سے معاہدۂ لندن

۱۹۰۵ وزیر اعظم کو سرکاری حیثیت کا عطا ہونا

اصلاح محصول درآمد و برآمد کی شورانگیزی

ناسہ پریورش

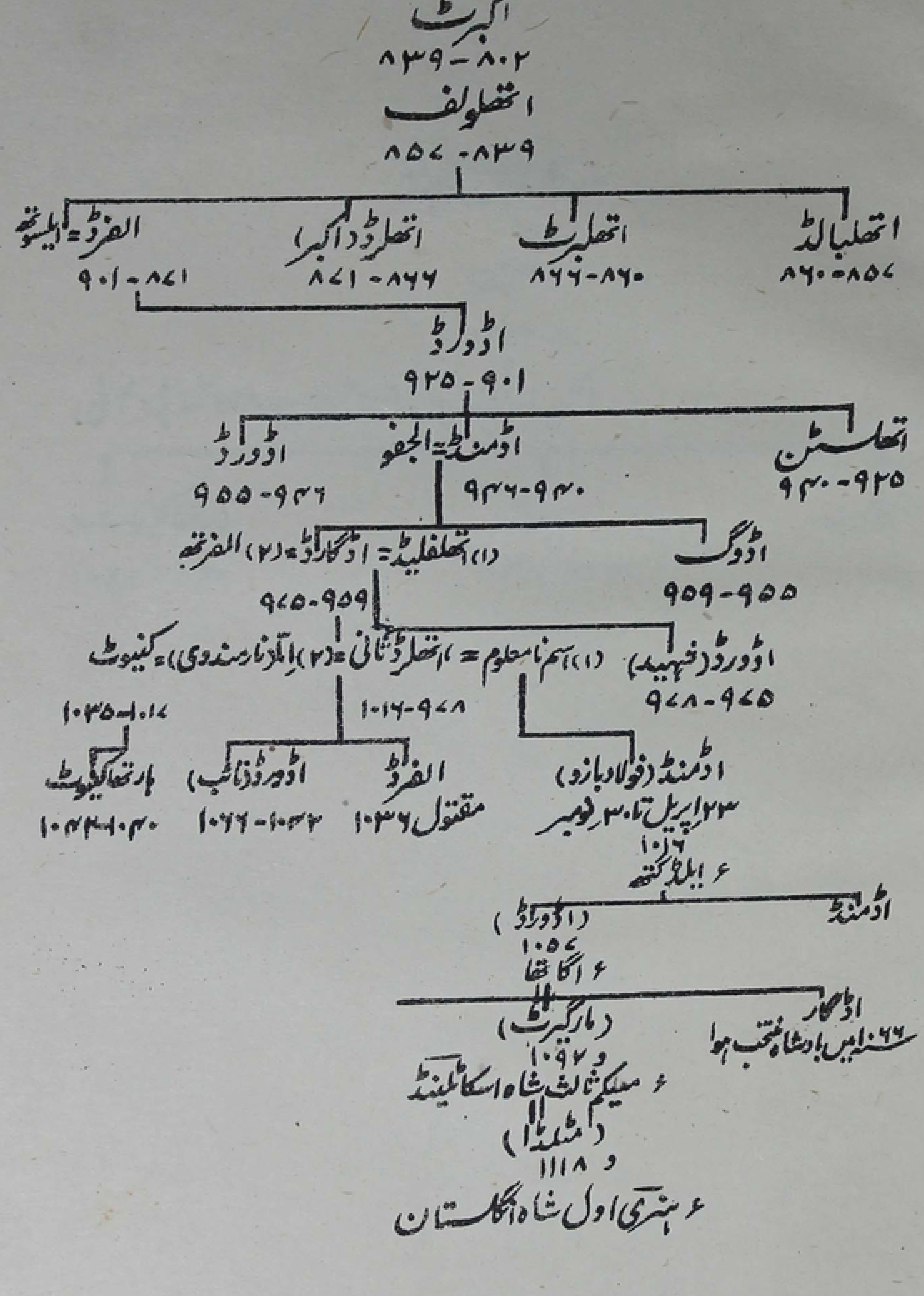
کیمبل بیزمین کی وزارت

۱۹۰۶ ٹرانسوال کو حکومت خود اختیاری کا عطا کیا جانا

قانون مناقشات تجارتی
مستشار الجزائر
1907 نیوزیلینڈ کی مملکت کا قائم کیا جانا
جنوبی افریقہ کا اتحاد کروگیری
ہیگ کی دوسری مستشار
امرا کے حق احما کے محدود کرنے کی
قرارداد
1908 مسٹر ایسکوتھ کی وزارت
1909 قانون وظیفہ پیرانہ سالی
دارالامرا کا موازنہ کو مسترد کردینا
جنوبی افریقہ کا نظام سلطنت، ستمبر

جارج پنجم
1911 قانونِ پارلیمنٹ
محالفۂ جاپانی کی تجدید
اعلانِ لندن
1911 آغادیر پر جہاز پینتھر کا جانا
قانون قومی بیمہ
1912 کانہائے زغال میں کام کرنیوالوں کیلئے
قانونی اقل اجرت
1913 کلیسائے ویلز کی بے طرفی کا قانون
1914 اعلانِ جنگ، ۴ اگست
قانون ہوم رول (حکومت خود اختیاری)

بادشاہان خاندانِ کرڈک از زمان اگبرٹ



شاہان ڈینز

سوین

و ۱۰۱۴

کینوٹ = اما از نارمنڈی بیوہ شاہ اتھلرڈ (ثانی)

(سوین)	ہیرلڈ	ہارتھا کینوٹ
	۱۰۳۵-۱۰۴۰	۱۰۴۰-۱۰۴۲

تکملہ تاریخ انگلستان (۳)

ڈیوک نارمنڈی

رالف
اہل نارمنڈی کا ڈیوک اول
۹۱۱ - ۹۲۷

رچرڈ (بیخطر)
۹۴۲ - ۹۹۶

رچرڈ (نیک دل)
۹۹۶ - ۱۰۲۶

اما
۶ (۱) اتھلرڈ ثانی شاہ انگلستان
(۲) کینوٹ شاہ ڈنمارک و انگلستان

رچرڈ ثالث
۱۰۲۶ - ۱۰۲۹

رابرٹ (ذیشان)
۱۰۲۸ - ۱۰۳۵

ولیم فاتح
۱۰۳۵ - ۱۰۸۷

رابرٹ ثانی
۱۰۸۷ - ۱۰۹۶
۱۰۹۶ سے ۱۱۰۰ تک اس
امارت پر اسکا بھائی ولیم قابض رہا
۱۱۰۰ - ۱۱۰۶
(۱۱۰۶ء میں اسکے بھائی ہنری نے
بمقام ٹینکلا سے مغلوب کر لیا)

ولیم احمر
۱۰۹۶ - ۱۱۰۰

ہنری اول
۱۱۰۶ - ۱۱۳۵

(مٹیلڈا)
جافری کاؤنٹ آنجو و امیین
جافری نے نارمنڈی کی امارت اسٹیفن کے ہاتھ سے نکال لی

ہنری دوم
امارت کا منصب ۱۱۵۱ء میں حاصل ہوا
اور ۱۱۸۹ء میں اس نے انتقال کیا

رچرڈ (شیر دل)
۱۱۸۹ - ۱۱۹۹

جان
۱۱۹۹ - ۱۲۰۴ (اس سنہ میں فرانس نے نارمنڈی کو فتح کر لیا)

(اڈیلا)
۶ اسٹفن کاونٹ بلواے
اسٹیفن (آف بلواے)
مقتول ۱۱۳۵

فرانس کے تاج و تخت کے متعلق اڈورڈ سوم کے دعوے کی وضاحت و حقیقت

- فلپ سوم (دلیر) ۱۲۷۰-۱۲۸۵
  - فلپ چہارم (حسین) ۱۲۸۵-۱۳۱۴
    - لیوس دہم ۱۳۱۴-۱۳۱۶
    - فلپ پنجم (دراز قد) ۱۳۱۶-۱۳۲۲
    - چارلس چہارم (حسین) ۱۳۲۲-۱۳۲۸
    - ازبیلا ع اڈورڈ دوم شاہ انگلستان
      - (اڈورڈ سوم شاہ انگلستان)
  - (چارلس کاؤنٹ ویلائس م ۱۳۲۵
    - فلپ ششم (آف ویلائس) ۱۳۲۸-۱۳۵۰
      - جان ثانی (دنیکدل) ۱۳۵۰-۱۳۶۴

شجرہ نسب ہنری چہارم

- ہنری سوم
  - اڈورڈ اول
    - اڈورڈ دوم
      - اڈورڈ سوم
        - جان (دگانٹ) ڈیوک لینکسٹر
  - اڈمنڈ ارل لینکسٹر
    - ٹامس ارل لینکسٹر مقتول ۱۳۲۲
    - ہنری ارل لینکسٹر
      - ہنری ڈیوک لینکسٹر
        - بلینچ لینکسٹر)
          - ہنری چہارم (جان (دگانٹ) ڈیوک لینکسٹر و بلینچ لینکسٹر)

خاندان یارک

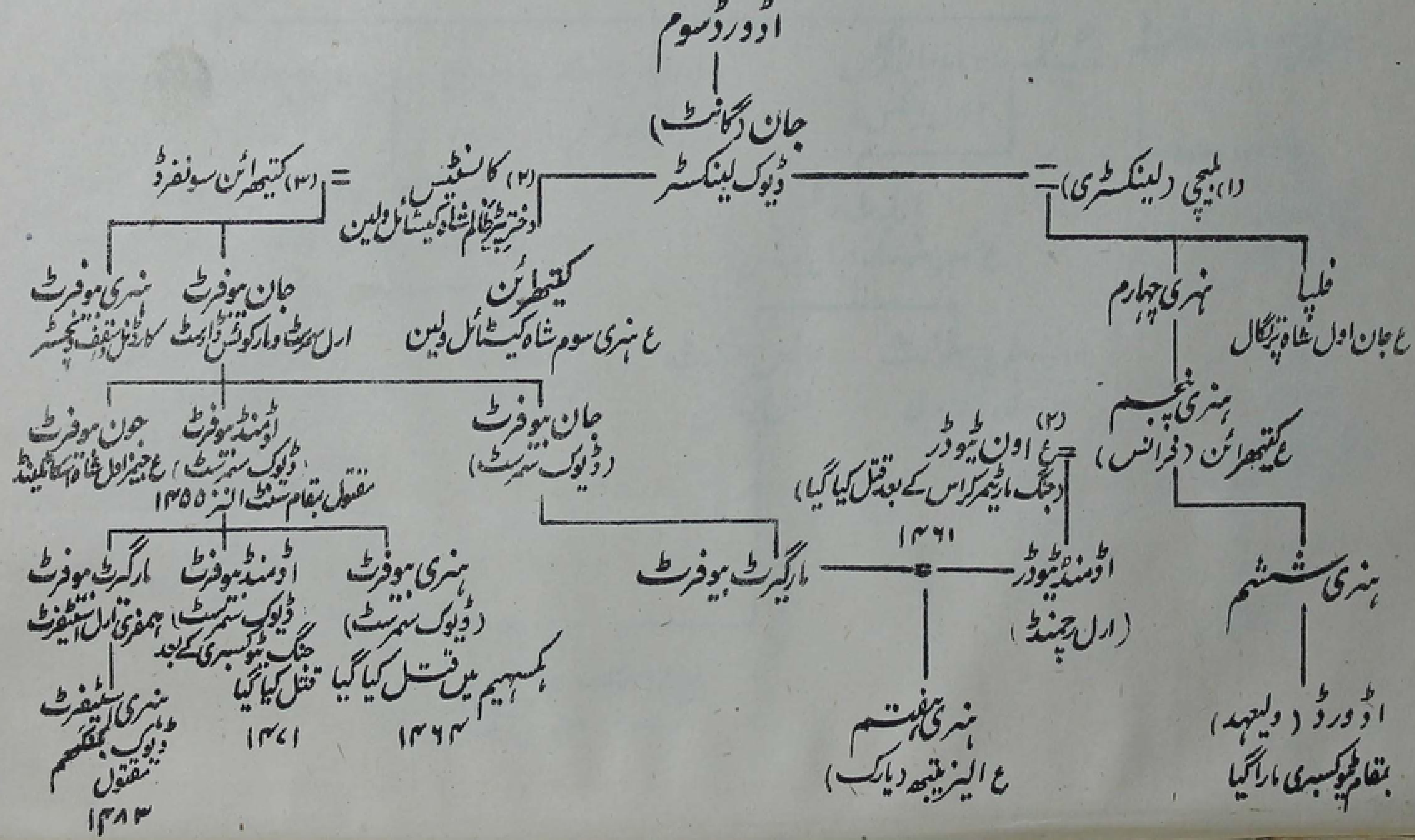
اڈورڈ سوم

- لیانل (ڈیوک کلیرنس)
  - فلپا
  - ع اڈمنڈ مارٹیمر (ارل مارچ)
    - راجر مارٹیمر (ارل مارچ)
- اڈمنڈ لینگلی (ڈیوک یارک)

اڈورڈ کورٹنی
(ارل ڈیون)
م ۱۵۵۶

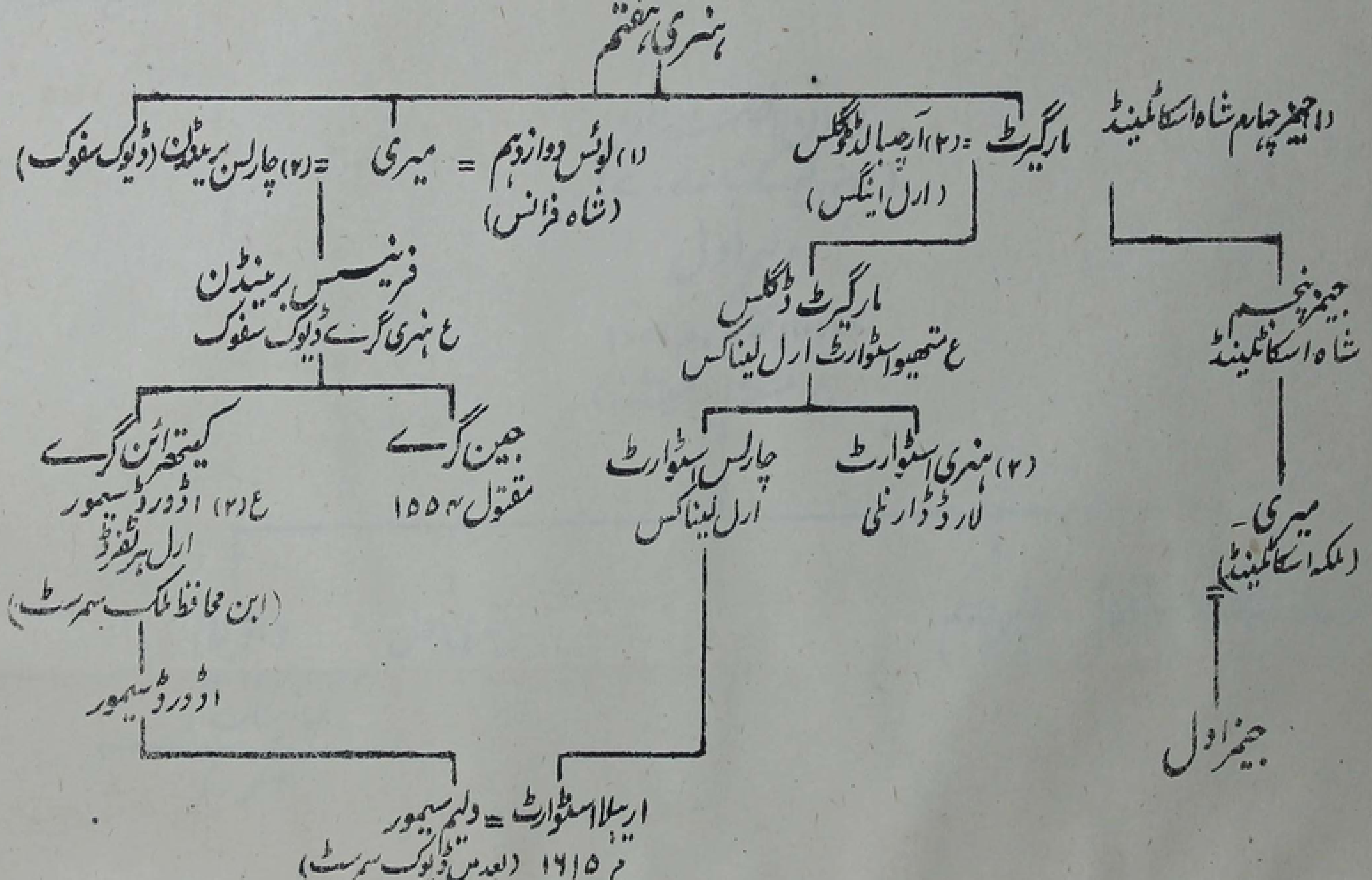
(۶)

خاندان لینکسٹر



(۷)

ہنری ہشتم کی لڑکیوں کے اخلاف



شاہان انگلستان
(نارمنی فتح کے زمانے سے)

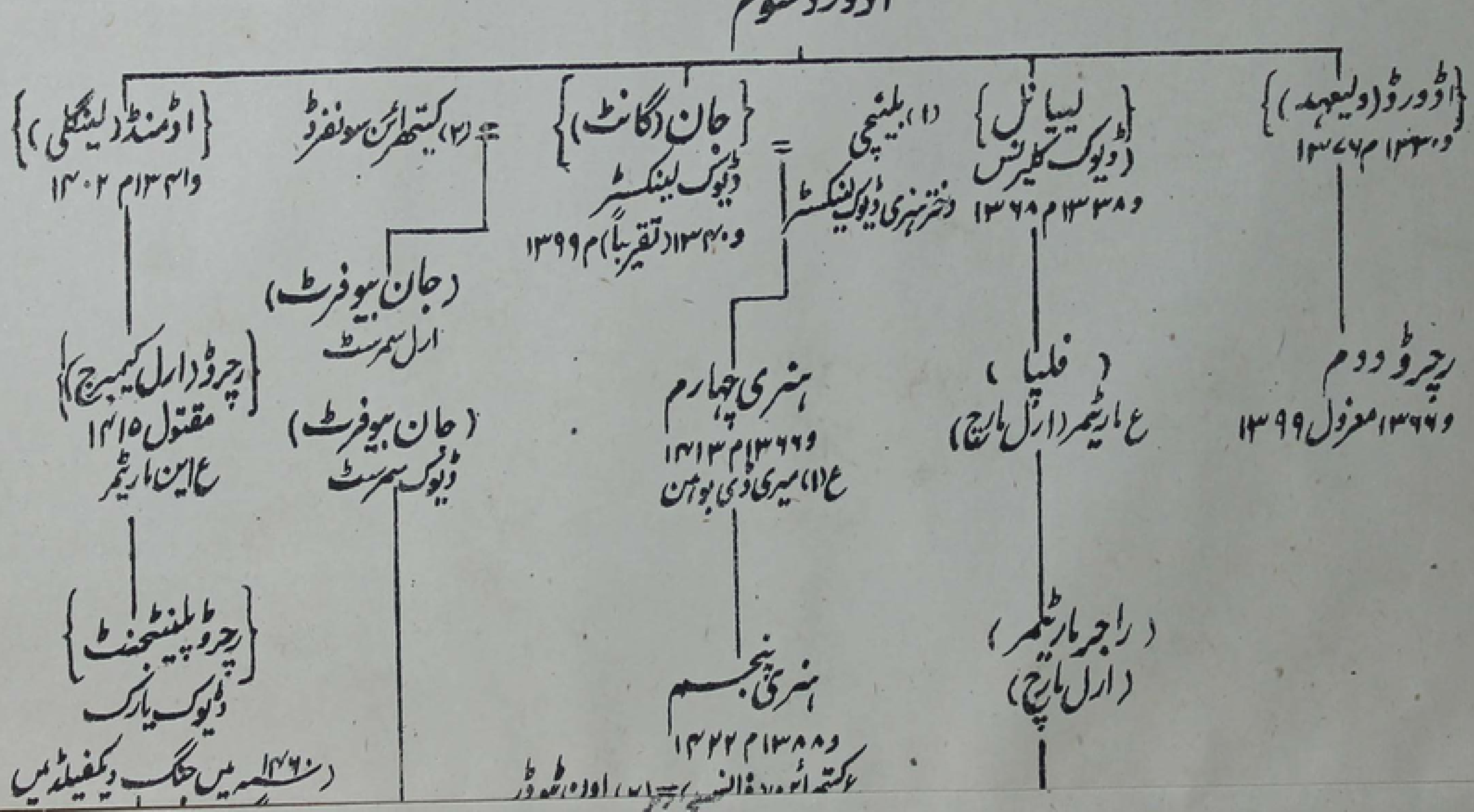
ولیم اول
د ۱۰۲۷ (تقریباً) م ۱۰۸۷
ع مٹلڈا (فلینڈرز)

- رابرٹ (ڈیوک نارمنڈی)
- ولیم دوم
- ہنری اول
- (اڈیلا)
  د ۱۰۶۲ م ۱۱۳۷
  ع تھیبا (بلوا)

صفحہ دیگر

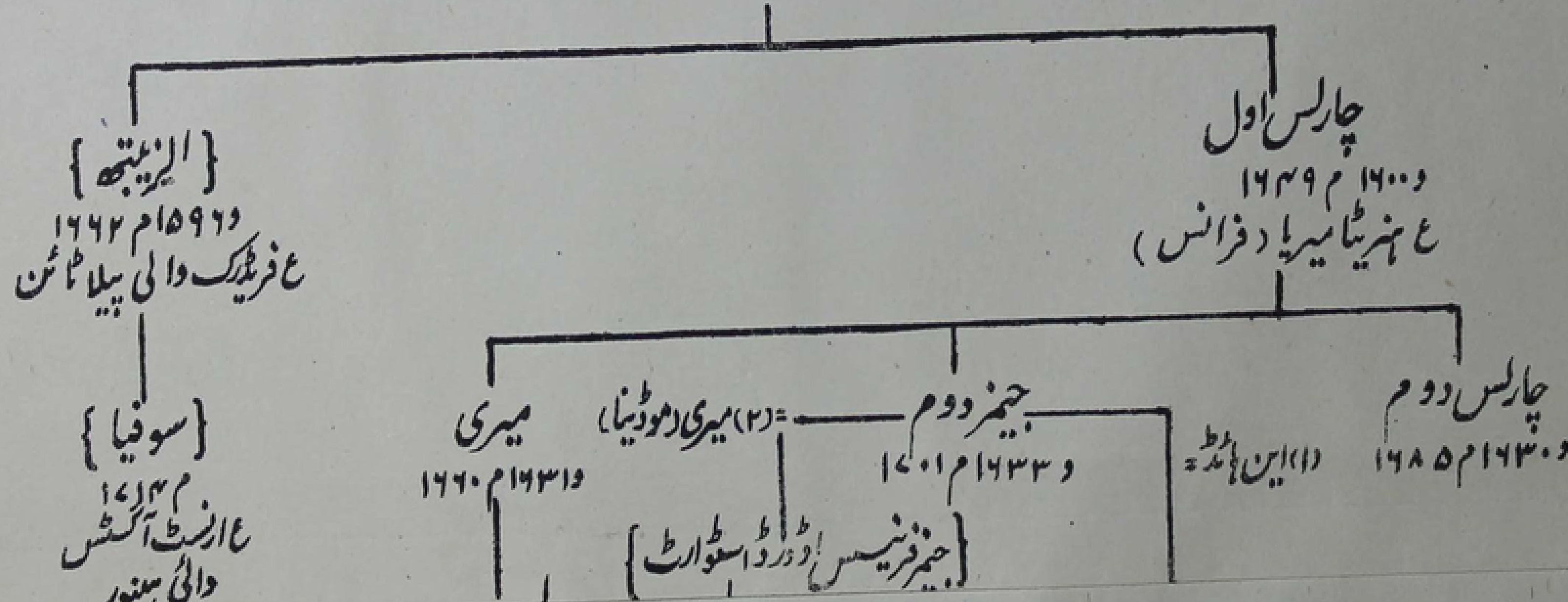
(۹)

شاہان انگلستان (بسلسلہ صفحۂ سابق)



شاہان انگلستان (بسلسلۂ صفحۂ سابق)

جیمز اول



صحت نامۂ تکملۂ تاریخ اہل انگلستان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۳	۲۰	اوسط درجے	اوسط درجہ	۴۵	۲	اعلے درجے	اعلےٰ درجہ
۴	۱۲	فیاضانہ جذبے	فیاضانہ جذبہ	۴۷	۱۰	اشخاص کی	اشخاص کے
۵	۲	اعتراضوں	اغراضوں	۴۷	۲۳	تمہارا	ہمارا
〃	۱۷	اِن قصبوں	اُن قصبوں	۴۹	۸	ںک	ملک
۶	۴	قدیم تر زمانے	قدیم تر زمانہ	〃	۱۷	درجے	درجہ
〃	۲۰	کہ جو	جو	۵۰	۱۷	بنایا چاہتے تھے	بنانا چاہتے تھے
۸	۱۷	کس پرسی	کس مپرسی	۵۲	۱۵	ساڈری	ساودی
〃	۲۰	ہاتھ دستی	دستی	〃	۱۶	ہیڈوک	چیڈوک
۱۱	۲۱، ۲۴	درجے	درجہ	۵۶	۱۶	گلبڈسٹون	گلبڈاسٹون
۱۳	۱۱	یہی	بھی	۵۷	۸	〃	〃
۱۶	۷	غایت درجے	غایت درجہ	۵۸	۱۳	اسی وقت	اسی وقت سے
۲۳	۹	دباو رہا	رہا	۵۸	۱۵	تغلیبی	تقلیبی
〃	۱۷	۱۸۷۸ء	۱۷۷۸ء	۶۰	حاشیہ	قوانین تجارت صرافی	قوانین تجارت و صرافی
۲۵	۳	بہ ظاہر	بہ ظاہر	۶۲	۲	کی بجائے	کے بجائے
۳۰	۱۲	کردیا لیا	کردیا گیا	۶۵	۱۱	جبکہ	جب
۴۳	۲۴	اتنی	اسی	۶۶	۱۸	قانون غلے	قانون غلہ
۴۴	۱۳	امن جلسوں	پرامن جلسوں	۷۰	۶	قبل کی	قبل کے

جابجا یہ نام آ… اس کی تصح… کرلینا چا…

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۷۱	۱۵	تمامتر ہیں	تمامتر
۷۲	۱۵	صاحب تخت کارکن	صاحب تخت کا کارکن
۷۴	۷	اراضی آئرلینڈ	اراضی آئرلینڈ کا
۷۶	۲۵	سے	سے
۸۵	۹	پچاس برس	پچاس برس کی
۸۹	۲۵	طرف دار	طرفدار
۹۰	۱۹	احصار جرم	احضار مجرم
۹۳	۱۷	سرغ	سٹرلے
۹۸	۲۲	جنگ جو	جنگجو
۱۰۷	۱۷	نہیں ہو	نہیں ہوتے
۱۰۹	۶	Tost	Tort
"	۱۱	ہم نے	+
"	"	پایا تھا	پایا گیا تھا
"	۲۱	وسیع شدہ	وسعت یافتہ
۱۱۰	۲۵	غربا کی	غربا کے
۱۱۳	۴	ایک فوجی	فوجی
۱۱۵	۲۰	بروایات	۔روایات
۱۱۷	۱۷	(دارالعوام) میں	(دارالعوام میں)
۱۱۸	۳	دوست درازیاں	دست درازیاں
۱۱۹	۵	مقدار وقت	مقدار و وقت
۱۲۱	۶	قبضے وانتقال	قبضہ وانتقال
ہ	حاشیہ	آئرلینڈ واصلاح	آئرلینڈ واتحاد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴
۱۲۱	۱۲	قوانین تشریبات	تشریعات
۱۲۵	۴	شہرت	شہریت
"	۱۴	چلا جارہا تھا	چلتا رہا
"	۱۵	اپنی شخصی	اپنے شخصی
۱۳۶	۱	پوشیدہ غیر معلوم	پوشیدہ وغیر معلوم
"	۲	زراعت کرتے	زراعت کرنے
"	۱۴	زندگی پر	اپنی زندگی پر
۱۳۷	۲۴	زندگی کی ہیتوں	زندگی ہیتیوں
"	۲۵	تھا	تھی
۱۴۶	۲۴	حضرت عیسیٰ	حضرت عیسیٰؑ
۱۴۷	۲	قرار داد کی	قرار داد کے
۱۵۰	۶	ہوئے	ہو گئے
"	۱۵	ناگوار گزار	ناگوار گزرا
"	۲۳	پشت وپناہ	پشت پناہ
۱۵۱	۱۰	اس کی ذہانت	اسکی سی ذہانت
۱۶۰	۲۵	مالیہ منافع	مالیہ کے منافع
۱۶۳	۸	پروشیا	پرشیا
۱۶۵	۱۰	"مسئلہ مشرقی" کی	"مسئلہ مشرقی" کے
۱۷۲	حاشیہ	غلامی بزور اسلحہ	+
۱۷۴	۲۴	"قصبا ہنگری"	"قصاب ہنگری"
۱۷۷	۴	دبادیا گیا	دبادیا گیا تھا
"	۲۴	تھا	تھی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۲	۳	۴	۱	۲	۳	۴
۱۷۸	۲۵	پر سایہ	سایہ	۲۴۱	۱۹	پاڑٹل	پارنل
۱۸۰	۱۵	بےشمار	بیشمار	۲۵۱	۱۷	مبازرت	مباورت
〃	〃	مچھیکاف	منچیکاف	۲۵۸	۱۷	اسپینڈ ہلوانا	سپینڈ لھوانا
۱۸۴	۱۷-۲۲	بسر بیا	بسر پیا	۲۷۳	۳	روس	روسی
۱۸۷	۱۸	افغانستان نے	افغانستان کے	۲۸۱	۱۱	باوقار	باوفا
۱۹۰	۴	ہیت	ہیبت	۲۸۲	۳	دنیا	دنجا
〃	۱۰	جسکا	جبکا	〃	۱۴	مترین	مدبرین
۱۹۶	۱۷	انجام دین	انجام دے	۲۸۳	۱۷-۱۹	خلاصی	خلاص
۱۹۸	۴	مطالبہ	مطالعہ	۲۸۹	۶	بڑ النسوال	ٹرنسوال
۲۰۱	۲۵	ہوسکتی تھی- انہیں	ہوسکتی تھی، انہیں	〃	۲۴	صوبجابت	صوبجات
۲۰۳	۹	گیبٹا	گیٹا	۲۹۲	۲۳	مانمت	وحدانیت
۲۰۵	۴	کردی گئی	کردگی	۲۹۸	۲۵	مطالعہ کی	مطالعہ کے
۲۱۰	۲۴	اشتراک	مشترکیت	۳۰۳	۱۱	نظم وتربیت	نظم وترتیب
۲۱۵	۱۱	مشنغل	مشتغل	۳۰۴	۳	تربیت	ترتیب
۲۲۳	۱۲	قرابیت"	قرابت"	۳۰۵	۱۹	تجقیں	متبعین
۲۲۶	۲۵	وہ ایک کہلوتوں	وہ کھلوتوں	۳۱۰	۱۲	ہوا	ہو
۲۲۷	۴	"طوائف الملوکی"	طوائف الملوکی"	۳۱۸	۱	"حلقہ توزن"	"حلقہ زون"
۲۲۸	۲۲	ان کے	اس کے	〃	۲	حدجبون کے	حدجبون
۲۳۲	۸	مسنلہ	مسئلہ	۳۲۴	۱۸	آشتی امیز	آشتی آمیز
۲۳۵	۱۱	آتے ہین	آتے رہے ہیں	〃	۲۵	فرانس کی	فرانس کے
〃	۱۳	موجوہ	موجود	۳۳۴	۱	میسوو	بیسود
〃	۲۱	جہجکتے	جھجکتے	〃	۲	راستہ نکالتی ہے	راستہ نکالتا ہے